توضیح عزا

..... تالیف .....

علامہ شیخ حسین بخش بن شیخ سعدی اثنا عشری دہلویؒ

..... تدوین .....

عابد عسکری

بعثت فاونڈیشن پاکستان

پی او بکس نمبر ۵۲۰۳ ماڈل ٹاؤن لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب .... توضیح عزا

تالیف .... علامہ حسین بخش بن شیخ سعدی اثنا عشریؒ

تدوین .... عابد عسکری

ایڈیشن .... اول - دوم

ستمبر .... ۱۹۹۲ء - جون ۱۹۹۳ء

تعداد .... ایک ہزار

ناشر .... بعثت فاونڈیشن پاکستان

.... پی او بکس ۵۲۰۳ ماڈل ٹاؤن لاہور

پرنٹرز .... نقوی برادر پرنٹرز

ناصر برادر کمپوزنگ اینڈ پرنٹنگ پریس۔ لاہور

خیالِ شاعر

کعبہ سے جا ملا ہے تیرا آستاں حسینؑ
قرآن بن گیا ہے تیری داستاں حسینؑ

آوازِ انبیاء نہ پہنچی جہاں تلک
پہنچی ہیں تیرے خون کی چھینٹیں وہاں حسینؑ

انتساب

میں یہ کتاب نہایت خلوص اور عقیدت کے ساتھ اہل بیت اطہار علیہم السلام کے تمام عقیدت مندوں ' عزاداروں ' ماتم داروں ' محبوں ' موالیوں اور خدمت گذاروں کے نام معنون و منسوب کرتا ہوں۔ دعا ہے خداوند کریم مجھ عاجز کو بھی انہی کے زمرہ میں محشور فرمائے۔ آمین

راہنمائے کتاب

"عناوین"

مجلس نمبر ۱ — ۲۷

وجہ نزول سورۂ یوسفؑ ' حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے والد گرامی حضرت یعقوبؑ علیہ السلام سے الوداع کرنا اور شہادت حضرت علی اکبر علیہ السلام۔

مجلس نمبر ۲ — ۳۶

مذمتِ دنیا اور برادران یوسفؑ کا یوسفؑ کو طمانچے مار کر کنویں میں ڈالنا اور جناب امام حسینؑ کا وقتِ رخصت امام زین العابدینؑ کو وصیت فرمانا اور امام مظلومؑ کی شہادت کے بعد جناب ام سلمہؑ اور زنان ہاشمیہ کو پرسا دینا اور حضرت فاطمہ صغریٰ کی پریشانی اور سید سجادؑ سے محمد حنفیہ کی ملاقات۔

مجلس نمبر ۳ — ۴۸

مذمتِ دنیا' حضرتِ یعقوبؑ کا بھیڑیے سے دریافت کرنا اور یوسفؑ کا کنویں سے نکلنا اور ماں کی قبر پر گرنا سر امام کا نیزہ پر بلند ہونا' اہل بیتؑ کا غش کرنا اور بیمار کربلا سے طوق و زنجیر کا جدا ہونا۔

مجلس نمبر ۴ — ۵۹

مذمتِ دنیا ' بازار مصر میں یوسفؑ کی خرید و فروخت ' زلیخا کا یوسفؑ کو قید میں ڈالنا' یوسفؑ کا ایک اعرابی سے ملاقات کرنا اور ایک ملعون کا سر مبارک امامؑ کو قبر رسول پر رکھنا اور مدینہ کے کوچہ و بازار میں اہل بیتؑ کی آمد

مجلس نمبر ۵ — ۶۸

فضائلِ اہل بیتؑ اور بنیامین کا یوسفؑ کے پاس اور حضرت یعقوبؑ کے پاس پیراہن بھیجنا اور روز عاشور امام حسینؑ کا حضرت فضہؑ سے اسی پیراہن کا طلب کرنا۔

مجلس نمبر ۶ — ۷۶

روایت بشیر، جناب یوسفؑ کی طرف سے خوش خبری اور بشیر بن جذلم کا مدینہ میں پہنچ کر امام حسینؑ کی شہادت اور اہل بیتؑ کی بربادی کی خبر دینا۔ حال ورود اہل بیتؑ حضرت امام زین العابدینؑ کا اہل مدینہ کو مطلع کرنا اور ان کا حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا

مجلس نمبر ۷ — ۸۳

اطاعت والدین کی تاکید، یعقوبؑ کا مصر میں پہنچنا اور یوسفؑ کا اپنے باپ کے استقبال کے لئے آنا یزید کا غصہ میں آکر امام سجادؑ کے قتل کا حکم دینا۔

مجلس نمبر ۸ — ۹۱

حضرت ایوب علیہ السلام کا امتحان، ان کی اولاد اور مال مویشی کا ختم ہو جانا، حضرت کا مصیبتوں کے دفعیہ کے لئے دعا کرنا اور مصائب امام حسین علیہ السلام۔

مجلس نمبر ۹ — ۹۷

علماء کی فضیلت ، حضرت یونسؑ کا واقعہ ، امام حسینؑ کا چار مقام پر امت کو قہرالٰہی سے بچانا۔

مجلس نمبر ۱۰ — ۱۰۸

حکایت زاہد اور حضرت یونسؑ کا قصہ اور امام حسینؑ کا صبر

مجلس نمبر 11 — ۱۱۷

حکایتِ جناب ادریسؑ، عمر سعد کا اہل بیتؑ کو پانی بھیجنا اور نعش امام حسینؑ سے سکینہ کو جدا کرنا۔

مجلس نمبر ۱۲ — ۱۲۵

حضرت یحییٰؑ، حضرت زکریاؑ کا امتحان اور دونوں بزرگوں کا تکو سے شہادت پانا۔

مجلس نمبر ۱۳ — ۱۳۴

معجزۂ سرور کائنات، فخر موجودات اور آپ کی وفات حسرت آیات

مجلس نمبر ۱۴ — ۱۴۲

فضائل رسول خدا، معجزۂ محبوب خدا اور حالِ رحلتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

مجلس نمبر ۱۵ — ۱۵۲

زہرہ فلک نبوت، مشتری سماء عصمت و طہارت فاطمہ زہراؑ کی ولادت باسعادت، جناب سیدہ کی خادمہ ام ایمن کے لئے پانی کے ڈول کا نازل ہونا اور بی بی کی وفات حسرت آیات کا تذکرہ۔

مجلس نمبر ۱۶ — ۱۵۸

حضرت زہراؑ کی وفات، فضہ کی زبانی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت فضہ کے لئے ناقہ کا آنا، حضرت زہراؑ کا حضرت علی علیہ السلام کو وصیتیں کرنا۔

مجلس نمبر ۱۷ — ۱۶۵

حضرت امیرؑ کے فضائل اور تاریخ ولادت با سعادت ابن ملجم کا آپ کے سر اقدس پر تلوار مارنا اور حضرت حسنینؑ کا جناب امیرؑ کو مسجد سے گھر لے جانا۔ قطامہ کے برآمدے کا الٹنا اور اس ملعونہ کا

واصل جہنم ہونا۔

مجلس نمبر ۱۸ — ۱۷۳

فضائلِ جناب امیر علیہ السلام ' شہادت سے قبل اہل بیتؑ کو صبر کی تلقین کرنا۔

مجلس نمبر ۱۹ — ۱۸۲

فضائلِ جناب امیرؑ' یہودیوں کے سوال پر اس مدفون پتھر کا ظاہر کرنا جس پر چند انبیاء کے نام منقوش تھے' آپؑ کی شہادت اور ایک نابینا کا گریہ و زاری کرنا۔

مجلس نمبر ۲۰ — ۱۸۹

امام حسنؑ کی تاریخ ولادت اور آپ کے فضائل و معجزات' بوڑھیا کے بیٹے کا زندہ ہونا ' مفلوج آدمی کا شفایاب ہونا' آپؑ کا شامی سے خوش اخلاقی سے پیش آنا اور آپؑ کی شہادت ۔

مجلس نمبر ۲۱ — ۱۹۹

جناب امام حسنؑ علیہ السلام کے فضائل ' معجزات اور شہادت

مجلس نمبر ۲۲ — ۲۰۷

امام حسن علیہ السلام کے فضائل اور معجزات اور روضۃ الصفاء کی چند روایات۔

مجلس نمبر ۲۳ — ۲۱۵

فضائل "گریۂ امام حسینؑ کی تاریخ ولادت با سعادت " حضرت کا حکم خدا سے ایک مومنہ کو زندہ کرنا ' ولید کا امام عالی مقام کو طلب کرنا' آپ کا اپنے انصار و اقرباء کو اپنے ساتھ لے کر جانا ' معاویہ کی ہلاکت اور یزید کا امام سے بیعت طلب کرنا ' امام عالی مقام کا

مجلس نمبر ۲۴ — ۲۲۳

معاویہ کی ماں کا خواب دیکھنا اور رسولؐ خدا کا تعبیر بتانا ' امام حسین علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی اور آپ کی جدائی میں تمام اہل بیتؑ کا گریہ کرنا۔

مجلس نمبر ۲۵ — ۲۳۱

مجلسِ شبیر میں حضرت زہراؑ کا تشریف لانا اور عزاداروں کو دعائیں دینا ' امام حسین علیہ السلام کا مدینہ کو خیرباد کہنا اور فاطمہ صغریٰ سے الوداع کرنا۔

مجلس نمبر ۲۶ — ۲۴۰

امام حسینؑ کی مدینہ سے روانگی ' مصائبِ اہل بیتؑ اور عبداللہ بن سنان کی روایت ۔

مجلس نمبر ۲۷ — ۲۴۷

فضائلِ گریہ اور شہادت جناب مسلم بن عقیل ۔

مجلس نمبر ۲۸ — ۲۵۶

جناب امیر کا یتیموں کے حال پر گریہ کرنا شہادت فرزندانِ مسلمؑ

مجلس نمبر ۲۹ — ۲۶۷

فضائلِ حج ' جبرئیلؑ کا امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ' امام عالی مقام کا حج کو عمرہ سے تبدیل کر کے عراق کی طرف روانہ ہونا' منزل سوق پر حضرت کو مسلم کی شہادت کی خبر کا ملنا' مصائبِ حضرت سکینہؑ ۔

مجلس نمبر ۳۰ — ۲۷۳

فضائل گریہ ' جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علیؑ کا سرزمین کربلا پر پہنچنا

حضرت امام حسین علیہ السلام کا زمین کربلا خریدنا اور بنی اسد سے وصیت کرنا۔

مجلس نمبر ۳۱ — ۲۸۰

فضائل گریہ ' امام حسین علیہ السلام کا اہل کوفہ کے لئے بارش کی دعا مانگنا ' حضرت کا کربلا میں پہنچنا اور کربلا میں یزیدی فوجوں کا جمع ہونا ' حضرت پر پانی بند ہونا اور فرات سے بریر ہمدانی کا پانی لانے کے لئے جانا۔

مجلس نمبر ۳۲ — ۲۸۸

فضائلِ گریہ ' جناب سید الشہداء کی حر بن یزید ریاحی سے ملاقات حُر اور اس کے بیٹے بکیر کی شہادت۔

مجلس نمبر ۳۳ — ۳۰۰

فضائلِ گریہ ' امام حسینؑ کی دعا سے حر کا پیدا ہونا ' حر اور ان کے بیٹے بکیر کی شہادت۔

مجلس نمبر ۳۴ — ۳۰۸

امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے کی فضیلت اور حضرت قاسم علیہ السلام کی شہادت۔

مجلس نمبر ۳۵ — ۳۱۸

حدیثِ پیغمبر کی رو سے مومن کی فضیلت اور امام حسینؑ پر رونے کا ثواب ' شہزادہ قاسم کی شہادت کے بارے میں کچھ اور روایات

مجلس نمبر ۳۶ — ۳۲۴

حضرت امام حسینؑ کی مصیبت پر رونے کی فضیلت ' حضرت علی علیہ السلام سے عقدِ ام البنین کی ایک روایت اور شہادت حضرت عباس علیہ السلام۔

مجلس نمبر ۳۷ — ۳۳۳

حضرت عباس اور ان کے بھائی کی شہادت کے بارے میں چند اور روایات

مجلس نمبر ۳۸ — ۳۴۰

امام زین العابدینؑ کا حضرت عباسؑ کے بیٹے کو دیکھ کر گریہ کرنا اور شہادتِ عباسؑ کے بارے میں کچھ اور روایات۔

مجلس نمبر ۳۹ — ۳۵۰

گناہگار عورت کا مجلس حسینؑ کی برکت سے توبہ کرنا ' امام حسینؑ کا اس کو دوزخ سے بچانا ' اطفال حسینؑ کی پیاس حضرت عباسؑ کا کنواں کھودنا اور شہادتِ عباسؑ۔

مجلس نمبر ۴۰ — ۳۵۸

امام حسین علیہ السلام کی مظلومیت پر رونے کا ثواب اور شہادت علی اکبر علیہ السلام۔

مجلس نمبر ۴۱ — ۳۶۹

امام حسینؑ کا رسولؐ خدا کی زبان چوسنا ' نواسے کی خوشنودی کے لئے پیغمبر اکرمؐ کا اونٹ بننا ' مظلومِ کربلا کا حضرت علی اکبرؑ کی لاش پر آنا

مجلس نمبر ۴۲ — ۳۷۸

مذمتِ دنیا ' خدیجہ الکبریٰ کی آخری وصیت ' علی اکبرؑ کو رسولؐ کی ردا پہنانا اور صندوق سے علی اکبرؑ کے سر کا غائب ہونا

مجلس نمبر ۴۳ — ۳۸۶

جبرئیلؑ کا امام حسین علیہ السلام کی گہوارہ۔جنبانی کرنا اور بیٹے کا باپ سے موت کی اجازت مانگنا اور شہادت علی اکبرؑ سے متعلق چند اور روایات

مجلس نمبر ۴۴ — ۳۹۵

فضائلِ جناب امیرؑ جناب آدمؑ کا اسمائے پنجتن کا ورد کرنا اور شہادتِ علی اصغرؑ۔

مجلس نمبر ۴۵ — ۴۰۲

جناب امیر المومنین علیٰ بن ابی طالبؑ کے فضائل، حضرت امیرؑ کے حکم سے آفتاب کا ٹھہر جانا، ذوالفقار کا گریہ کرنا اور شہادتِ علی اصغرؑ سے متعلق چند اور روایات۔

مجلس نمبر ۴۶ — ۴۱۳

نورِ نبیؐ و نورِ علیؑ کا تذکرہ " جناب عبداللہؑ عبدالمطلب کی قربانی کا واقعہ " اور شہادتِ علی اصغرؑ پر چند اور روایات۔

مجلس نمبر ۴۷ — ۳۲۴

امام حسینؑ علیہ السلام کا پُشتِ رسولؐ خدا پر سوار ہونا اور روز عاشور ابوثمامہ کا امام علیہ السلام کو نماز کی یاد دھانی کرانا، صبر امام کا امتحان، امامؑ کا بصری پہلوان کو یاقوت دینا اور شہادت امام حسین علیہ السلام۔

مجلس نمبر ۴۸ — ۴۳۱

رسالتمابؐ کا امام حسنؑ کے منہ کو چومنا اور امام حسینؑ کے گلوئے مبارک پر بوسہ دینا " اور مظلومِ کربلا کی شہادت سے متعلق چند اور روایات۔

مجلس نمبر ۴۹ — ۴۴۳

امام حسینؑ پر گریہ کرنے کی فضیلت، جناب اسمٰعیلؑ کی بکریاں اور ذبیحوں کا پانی نہ پینا اور امام حسینؑ کی شہادت پر کچھ اور روایات۔

آخری وقت میں امام عالی مقام کا رونے ماننے والوں عزاداروں اور ماتم داروں کے حق میں دعا مانگنا۔

مجلس نمبر ۵۰ — ۴۵۵

عید کے دن حسنینؑ کے لئے خلعتِ بہشت کا آنا، حضرات محمد و آل محمد علیہم السلام مومنین کی شفاعت کریں گے۔ شہادت کے وقت امامؑ کا جامہ کہنہ طلب کرنا، شامِ غریباں اور مخدّراتِ کی بیکسی، ظالموں کا خیموں اور اہل بیتؑ کے اسباب و لباس کو لوٹنا اور شہدائے کربلا کی لاشوں پر گھوڑے دوڑا کر ان کو پامال کرنا۔

مجلس نمبر ۵۱ — ۴۶۳

قیامت کے روز غمِ حسینؑ میں بہنے والے آنسوؤں کا موتی بننا۔ عزادارِ امام مظلومؑ کا اپنے بچے کو فروخت کر کے مجالس عزا برپا۔ اہل بیت اطہارؑ کے خیموں اور سکینہؑ کے دامن کو آگ لگنا اور شہادتِ امام حسینؑ شامِ غریباں اور دو یتیم بچوں کا گھوڑوں کے سموں سے پامال ہونا۔

مجلس نمبر ۵۲ — ۴۷۲

حالِ تاراجیٔ خیام جناب زینبؑ خاتون کی زبانی، اسباب کا لٹنا اور خیموں میں آگ کا لگنا، ظالموں کا امام زین العابدینؑ کے قتل کا ارادہ کرنا اور جناب زینبؑ کا اپنے بیمار بھتیجے کو بچانا۔

مجلس نمبر ۵۳ — ۴۸۰

جبرئیل علیہ السلام کا حضرت امام حسینؑ کو میوے دینا، ملا اردبیلیؒ کا ایک یہودی کو دفن کرنا، حالِ تاراجیٔ خیام حسینی فاطمہؑ بنت الحسینؑ علیہ السلام کی زبانی

مجلس نمبر ۵۴ — ۴۸۹

اسیرانِ اہلِ بیتؑ کی کوفہ و شام کی طرف روانگی، شہداء کے سروں

کا نیزوں پر نصب کرنا' جناب زینبؑ اور جناب سکینہؑ کے دلخراش بین سن کر حیوانات کا گریہ کرنا' امامِ مظلوم کے غم میں امام زمانہؑ کے حسرت بھرے جملے۔

مجلس نمبر ۵۵ — ۴۹۷
فضائلِ امام حسینؑ نصرانیہ عورت کا قافلے کے ہمراہ سرزمین کربلا پر اترنا اور مظلومیت اہل بیتؑ دیکھ کر ایمان لانا۔ شہادت کے بعد شہداء کے لاشوں سے خوشبو کا پھیلنا۔ وہاں کے زمینداروں کا ورود اہل بیتؑ اور ان کی شہادت کے بارے میں خبردنیا۔

مجلس نمبر ۵۶ — ۵۰۵
ناقۂ غضباء کا فراق رسولؐ میں دانہ چارہ ترک کرنا صحرائے کربلا میں لاش حسینؑ کا بے کفن و دفن پڑا رہنا اور آپ کے سراقدس کے دفن ہونے میں مختلف روایات۔

مجلس نمبر ۵۷ — ۵۱۲
بہشت کیسی ہو گی ؟ میدان کربلا میں سکینہؑ کا غائب ہونا اور امام حسین علیہ السلام کا بازو پھیلا پھیلا کر سکینہؑ کو پکارنا' روایت شیریں اور داخلۂ شام۔

مجلس نمبر ۵۸ — ۵۲۲
فضائلِ جناب سیدہؑ اور اس معصومہ کا بزم عروسی میں تشریف لے جانا اور اعجازِ عصمت سے دلہن کو زندہ کرنا سات سو زن و مرد کا ایمان لانا۔ اھل بیتؑ کی مظلومیت کو دیکھ کر ام حبیبہ کا گھر کی چھت سے گر کر فوت ہونا۔

مجلس نمبر ۵۹ — ۵۳۰
اُہیت نامی شامی کی مومنہ بیوی کا محبت حسینؑ میں سزا پانا مظلوم

کربلا کے سر کا نیزہ سے اتر کر اس ضعیفہ کی گود میں جانا۔ مولا علیؑ کا نجف سے آکر اس کو قید سے نجات دلانا۔

مجلس نمبر ۶۰ — ۵۳۸
شہادت امام حسینؑ کے بعد دَیرِ نصاریٰ پر لشکر عمر سعد کا پہنچنا اور سرہائے شہداء کا دَیر کے ایک حجرہ میں مقفل رہنا۔ وہاں پر نور کی عماریوں کا اترنا اور چند بی بیوں کا سرِمظلوم کے پاس بیٹھ کر ماتم اور گریہ وزاری کرنا' نصرانیوں کا اسلام قبول کرنا۔

مجلس نمبر ۶۱ — ۵۴۵
اہل بیتؑ اطہار کا دربار یزید میں داخل ہونا اور وکیل روم کا خاندانِ رسولؐ کی مظلومیت کو دیکھ کر مسلمان ہونا اور سر امامؑ کو آغوش میں لے کر جام شہادت نوش کرنا۔

مجلس نمبر ۶۲ — ۵۵۴
فضائلِ جناب امام زین العابدینؑ اور مخدرات عصمت کا دربار یزید میں داخل ہونا اور جناب زینبؑ اور جناب سکینہؑ کے دلخراش بین کرنا اور سکینہؑ کا اونٹ کی پشت سے بار بار گرنا۔

مجلس نمبر ۶۳ — ۵۶۳
ہند مادر یزید کا خواب دیکھنا' اہلبیت اطہارؑ کا دمشق میں سب سے پہلی مجلس عزا برپا کرنا اور سرہائے شہداء کا مجلس میں آنا۔

مجلس نمبر ۶۴ — ۵۶۹
بصرہ میں عزادار حسینؑ کا مجلسِ عزا کا اہتمام کرنا اور رہائی اہل بیتؑ اور امام حسینؑ کے سرِ کا سید سجادؑ سے بات کرنا اور نانا محمدؐ کے نام پیغام بھیجنا۔

مجلس نمبر ۶۵

۵۷۶ ۔

فضائلِ گریہ ' رہائی اھل بیتؑ خاندان رسول کا کربلا میں پہنچنا اور مجلسِ عزا برپا کرنا جابر بن عبداللہ انصاری کا اہل بیتؑ کا استقبال کرنا اور سید سجادؑ کو پُرسہ دینا مدینہ میں واپسی اور محمد حنفیہ کا اہل بیتؑ کو اجڑا ہوا پا کر بار بار بے ہوش ہو جانا۔

مجلس نمبر ۶۶

۵۸۳ ۔

رہائی اہل بیتؑ اور دمشق سے کربلا کی طرف روانگی ' کربلا پہنچ کر مجلسِ عزا برپا کرنا جناب امام زین العادینؑ کا والد گرامی کی لاش اور دوسرے شہداء کو دفن کرنا اور جناب زینبؑ کا تین دنوں تک مسلسل اپنے بھائی کی لاش سے لپٹے رہنا اور جناب سجادؑ کا کئی بار بے ہوش ہو جانا۔

مجلس نمبر ۶۷

۵۹۱ ۔

اہل حرم کی کربلا سے مدینہ منورہ کی طرف روانگی اہل مدینہ کا امام سجادؑ کو پرسا دینا اور امامؑ کا مجلس عزا سے خطاب کرنا' عورتوں و مردوں اور بچوں کا قیامت خیز ماتم کرنا' جناب فاطمہ صغریٰ کا بی بیوں کے گلے سے مل کر اپنے والد اور بھائیوں کے بارے میں سوال کرنا اہل بیتؑ کا بشیر کو رخصت کے وقت بطور تبرک علی اصغرؑ کے خون سے بھرا ہو رومال دینا۔

مجلس نمبر ۶۸

۶۰۳ ۔

ارواح بنی آدمؑ کا موقف تکلیف میں کھڑا ہونا اور مدارج مصیبت کے مطابق مدارج اعلیٰ اصل کرنا اور ذکر امتحان اور صبر حسینؑ ...... مظلوم کربلا کے صبر کو دیکھ کر ابلیس کا ذلیل ہونا اور قائل ہونا کہ حسینؑ جیسا صبر کسی نبی و وصی سے نہیں ہوا۔

مجلس نمبر ۶۹

۶۰۹ ۔

جناب سجادؑ کا چالیس برس تک اپنے شہیدوں کی یاد میں گریہ کرنا' آپ کی شہادت کے بعد آپ کے ناقہ کا فراق امام میں مرنا' جناب سجادؑ کا روز محشر تشریف لانا اور جناب سیدہؑ کا قائمہ عرش کو پکڑ کر گریہ کرنا۔

مجلس نمبر ۷۰

۶۱۸ ۔

قید خانہ کی کیفیت امام سجادؑ کی زبانی' منہال کا امام زین العابدینؑ کی مصیبت کو دیکھ کر گریہ کرنا ' قیدخانہ میں جناب سکینہ بنت الحسینؑ کی وفات اور سکینہؑ کے فراق میں بی بیوں کا قیامت خیز ماتم اور گریہ و بکا کرنا۔

مجلس نمبر ۷۱

۶۲۸ ۔

ذکرِ ولادت امام حسین علیہ السلام امامؑ کا بچپن میں روزہ رکھنا اور ہلالِ رمضان کا پتہ چلنا۔ ظالم کا سکینہ کو شام کی طرف جاتے وقت باپ کی لاش سے جدا کرنا اور آخر میں اپنے معصوم بھائی علی اصغرؑ سے وداع کرنا۔

مجلس نمبر ۷۲

۶۳۵ ۔

مذمتِ دنیا ' خاک کربلا کی برکت سے بغداد کے ایک فاسق و فاجر کا بخشا جانا ' محب اہل بیتؑ کی قبر میں امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالبؑ کا تشریف لانا اور اس کی بخشش کا اعلان ' شہادت علی اصغرؑ۔

مجلس نمبر ۷۳

۶۴۸

پانی پلانے کا ثواب ' امام حسینؑ کے نام پر مومنہ کا پانی پلانا اور حضرت علیؑ اور حضرت زہراؑ کا اس مومنہ کو بہشت میں جانے کی سند عطا کرنا' دربار یزید میں سکینہؑ کی بے چینی اور یزید کا بی بی سے گفتگو کرنا

مجلس نمبر ۷۴ ـ ۶۵۶

عرش خدا کی عظمت، یتیم روتا ہے تو عرش الہٰی بھی کانپ اٹھتا ہے، مظلوم کربلا کی شہادت کے بعد جناب زینبؑ کا اپنے بھائی کے یتیم بچوں کی نگہداری کرنا۔

مجلس نمبر ۷۵ ـ ۶۶۳

امام حسینؑ پر رونے کے فضائل، امام رضاؑ کا ہرنی کے لئے ضامن بننا۔ عشرہ محرم میں حضرت فاطمہ زہراؑ کا عزاداروں کی خدمت کرنا

مجلس نمبر ۷۶ ـ ۶۶۹

حضرت ابراہیمؑ کو عالم خواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اسماعیلؑ کو قربان کرنے کا حکم ہونا اور خلیل خدا کا تعمیل کرنا، اسماعیل کی بجائے گوسفند کا ذبح ہو جانا اور شہادت امام حسینؑ۔

مقدمہ مصنف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعِتْرَتِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ مَاتُوْا عَلٰی مِلَّتِہٖ خَاتِمِ النَّبِیِّیْنَ" حمد وصلوٰۃ کے بعد مومنین پر مخفی نہ رہے کہ بندہ ناچیز شیخ حسین بخش ابن شیخ سعدی اثنا عشری ساکن دہلی (تَجَاوَزَ اللّٰہُ عَنْ سَیِّاٰتِھِمَا وَحَشَرَ ھُمَا مَعَ سَادَاتِھِمَا) ابتدائے شباب سے ذکر سید الشہداء خامس آل عبا میں مصروف رہتا تھا اور مقتل ابی مخنف، جلاء العیون، مجالس عشرین بیاض فخری وغیرہ جیسی احادیث و روایات کی کتب کو جمع کرتا رہتا تھا" لیکن مصروفیات کے باعث ان کو کتاب کی صورت میں جمع نہ کر سکا اسی اثناء میں دہلی کے ذاکرین و مومنین نے فرمائش کی کہ اگر یہ روایات و احادیث چھپ جائیں تو ذاکرین و سامعین کے لئے مفید ثابت ہوں گی اور تمہارے لئے تاقیامت الباقیات الصالحات رہیں گی خصوصاً محبی و مشفقی سید علی حسین مالک مطبع یوسفی

نے بہت اصرار کیا اور خوبصورت طریقے سے شائع کرنے کا حتمی وعدہ کر لیا اس **ہیچمدان** نے ان اوراقِ منتشرہ کو جمع کر کے **توضیح عزا** نام رکھا اناسی مجالس پر مرتب کیا اس کتاب کے شروع میں فہرست مطالب درج کی گئی تاکہ ذاکر و واعظ کو مطالب تلاش کرنے میں دقت پیش نہ آئے ذاکرین و **واعظین** باوقار کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر بمقتضائے **الانسان مرکب من الخطاء والنسیان** کہیں اس میں سہو و خطا ملاحظہ فرمائیں تو اس کی اصلاح فرمالیں اور ناچیز کے حق میں دعائے مغفرت کریں۔ یہ کتاب خالصتاً "عزاداری سید الشہداء کے بارے میں لکھی گئی ہے اس لیے ذاکرین و مومنین سے گذارش ہے کہ وہ مجالسِ عزا کے احیاء و فروغ کے لئے کسی قسم کی سستی اور کوتاہی سے کام نہ لیں۔ ہم سب پر لازم ہے کہ بالخصوص ماہِ محرم اور ایامِ اربعین سید الشہداءؑ میں دل و جان سے اہل بیت اطہارؑ کی یاد میں مجالسِ عزا برپا کریں اور نہایت اخلاص و عبادت سے ان میں شریک ہوں۔ جتنا ممکن ہو مظلوم کربلا پر روئیں ' دوسروں کو رولائیں کہ آپؑ کی مصیبت پر رونا رلانا ثواب عظیم رکھتا ہے لیکن یہ یاد رہے جو لوگ تقریروں اور مرثیوں میں جھوٹی روایات بیان کرتے ہیں ان لوگوں سے اجتناب کیا جائے یہ لوگ لوگوں کے ایمان کو فاسد کرتے ہیں اور ان افراد کی تقریروں کو سننے سے اجتناب کیا جائے جو قصیدوں ' نوحوں اور مرثیوں میں راگ و غنا کے ساتھ پڑھتے ہیں مومنین یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ قاضی الحاجات سے جب بھی دعا مانگیں آئمہ معصومین علیہم السلام کے توسل سے دعا کریں" ایامِ عزا میں ہر قسم کی زینت و آرائش اور نمائش سے اجتناب کرنا چاہیے بلکہ ایسی صورت اختیار کریں جس سے غم کی صورت پیدا ہو اگر مومنین کو عزاداری کی راہ میں تکلیفیں اور رکاوٹیں حائل ہو جائیں تو ان کو صبر سے کام لینا چاہئے اور امام مظلوم کی مصیبتوں کو یاد کر کے گریہ کرنا چاہئے ' مومنین کو شہدائے کربلا کی راہ پر چلتے ہوئے ہر وقت ' ہر موقعہ ' ہر جگہ پر اتحاد و یکجہتی کا مظاہرہ کرنا چاہئے اگر ایک مومن بیمار ہے تو اس کی عیادت کی جائے ' اگر کوئی کسی مشکل میں پھنسا ہوا ہے تو مل جل کر اس کی مشکل کو حل کرنا چاہئے عبادت الٰہی کے لئے مساجد اور عزاداری سید الشہداء کے لئے امام بارگاہوں کو آباد رکھنا چاہئے کیونکہ اس کام سے مومنین میں نیکی کا جذبہ فروغ پاتا ہے اور عزاداری کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کے احیاء میں تقویت ملتی ہے۔

میں نے مطالب کو نہایت محنت ' امانت کے ساتھ درج کیا ہے اگر آپ کو ناچیز کی حقیر سی کاوش پسند آجائے تو میرے اور میرے والدین کی مغفرت و بخشش کے لئے دعا فرمائے اور میرے ساتھ وعدہ کریں کہ میں آپ کو نہیں بھولوں گا اور آپ مجھ حقیر کو فراموش نہ کرنا۔

حسین بخش دہلوی ۱۹۱۲ء

یہ آنسو .... میرے حاضر ہیں !

☆..... عابد عسکری .....☆

عزاداری میری زندگی ' میرا نظریہ ' میرا عقیدہ ' میری روح ' میری غذا ' میرا شعور اور میرا شعار ہے۔ اس کی عظمت کا احساس ہم نے ماؤں کی گود سے پایا ہے بلکہ جب ہم دنیا میں نہیں آئے تھے تب بھی ہماری روح کو عزاداری اور محبت اہل بیت اطہارؑ سے روشناس کرایا گیا تھا ' جب ہم پیدا ہوئے تو ہماری ماؤں نے ہمیں لوریاں دے کر ' آنسو بہا کر ہمیں سب سے پہلا درس یہی دیا تھا کہ بیٹا عزاداری کی عظمت اور اس کی تقدس کو کبھی فراموش نہ کرنا .... چنانچہ عقیدت و محبت کی میٹھی آواز ہمارے ذہنوں پر نقش اور ہمارے دلوں پر ثبت ہو گئی اور آج تک ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ امام حسینؑ اور ان کے اہل بیتؑ کی بینظیر قربانیوں کی بدولت اسلام کو زندگی ملی اور عزاداری کے صدقے دین اسلام ترقی و پیش رفت کر رہا ہے اور آل محمدؐ کے غم میں آنسو اس لئے بہاتے ہیں کہ اس

مصیبت العظمیٰ پر آسمان رویا، زمین روئی، ملائکہ حوریں غلمان عرش پوری کائنات روئی اور روتی رہے گی۔ اس غم کی یاد میں انبیاء ' اوصیا اور اولیاء کی روحیں قیامت تک تڑپتی رہیں گی اس لئے ہم روتے ہیں ' ماتم کرتے ہیں ' ان کی یاد میں کھو کر اپنے تمام غموں ' دکھوں ' مشکلوں کو بھلا دیتے ہیں۔

میری والدہ صاحبہ (خدا انہیں سلامت رکھے) فرماتی ہیں کہ تمہارے والد مرحوم ہر روز صبح کی اذان کے بعد یہی دعا کرتے تھے کہ خدایا میرے بیٹوں کو عزادار حسینؑ بنانا۔ اللہ کے فضل سے خدا نے ہمیں یہ شرف بخشا ہے کہ میرے بھائی اور میں ناچیز عزاداری آل محمدؐ کو اپنے ایمان کا لازمی حصہ سمجھتے ہیں۔ میں خداوند کریم کا بے انتہا شکرگزار ہوں کہ اس نے مجھ ناچیز کو مکتب اہل بیتؑ کی طالب علمی کا شرف عنایت کیا ہے اور مجھے اس قابل بنایا ہے کہ آج تحریر و تقریر کے ذریعہ اہلبیت اطہارؑ کے مکتب کی خدمت کر رہا ہوں مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ جب میں باب النجف جاڑا میں زیر تعلیم تھا یہ گاؤں ڈیرہ اسماعیل خان کے شمال میں واقع ہے اس مدرسہ کو علامہ حسین بخش جاڑاؒ نے قائم کیا تھا اور استاد معظم علامہ غلام حسن پڑھاتے تھے اور اب بھی پڑھا رہے ہیں۔ موصوف استاد صاحب قبلہ نے بھی ہماری اسی نہج پر تربیت کی ' قبلہ صاحب ہمیں کسی موقع پر چھٹی نہ دیتے تھے لیکن جب مجلس کا سنتے تو درس پڑھا کر چھٹی دے دیتے اس زمانہ میں اکثر مجالس مٹھاپور میں ہوا کرتی تھیں اور علامہ محمد حسین نجفی تقریریں فرمایا کرتے تھے ' کیا خلوص تھا مومنین میں .... بڑے دور دراز سے مجلس سننے آتے۔ بانی مجلس سید مرید جعفر مرحوم اور سید چمن شاہ کھائیؒ کا اہتمام کرتے ان دو بزرگوں کے علاوہ اور بھی مومنین مجالس عزا کا اہتمام کرتے ' مجلس کے ساتھ نماز جماعت کا بھی خاص اہتمام ہوتا تھا ' ہر طرف متشرع اور دیندار لوگ نظر آتے تھے

میں قبلہ سید مرید جعفر کے خلوص اور ان کی طرز عزاداری کو آج تک نہ بھلا سکا ' مرحوم نہایت متقی ' پرہیزگار انسان تھے اور ان میں تمام وہ صفات موجود تھے جو کہ ایک متدین سید میں ہونی چاہیں ' قبلہ صاحب اکثر اوقات مجالس کا اہتمام کرتے زیادہ تر جمعرات ' جمعہ کو مجلس ہوتی تھیں ۔ باب النجف جاڑا کے اساتذہ ،طلبہ سمیت آتے اور شب وہاں پر بسر کرتے ' سید مرید جعفر شاہ صاحب طلبہ کی خدمت کو عبادت سمجھتے ' استاد غلام حسن جاڑا صاحب طلبہ کو بھیجنے کے بارے میں کہتے تو شاہ صاحب ناراض ہو جاتے اور کہتے تھے کہ یہ میرے بچے ہیں آج کی رات میرے مہمان رہیں گے کل جائیں گے چنانچہ ہم بھی شاہ صاحب سے بے حد مانوس تھے اکثر اوقات دیکھتے کہ ایک بجے کے بعد وہ بیدار ہو جاتے تھے ساری ساری رات مسجد میں عبادت کرتے اذان دیتے پھر نماز صبح پڑھ کر تعقیبات میں مشغول ہو جاتے' اس کے بعد علم عباسؑ کو پکڑ کر دھاڑیں مار مار کر روتے اور ان کے رونے کی آوازیں دور دور تک سنائی دیتی تھیں ۔ شاہ صاحب کا وہ خلوص بچپن میں ہم نے دیکھا تھا وہی آج تک ہمارے دلوں پر نقش ہے مجھے یاد ہے میں نے اس وقت ایک دعا مانگی تھی کہ خدایا مجھے توفیق دے کہ میں مصائب سید الشہداء پر ایسی کتاب لکھوں جو عوام میں مقبولیت حاصل کرے اور میرے درجات میں بلندی کا باعث بنے .... اتفاق سے میں نے انہی ایام میں ایک طالب علم کے ہاتھوں یہ کتاب دیکھی تھی۔ اسے پڑھ کر بے حد پسند کیا تھا اس کے بعد میں فاضل عربی کر کے جامعۃ الشیعہ کوٹ ادو چلا آیا ۔ ایک سال مولانا وصی حیدر مرحوم کی رفاقت میں گزارا وہاں مولانا عطا حسین بدھ مرحوم اور دیگر دوستوں کے ساتھ مل کر عزاداری سید الشہداء کرتے " عجب روحانی کیف تھا " افسوس اب نہ وہ ساتھی رہے ہیں اور نہ وہ محفلیں میسر ہیں ایک سال کے بعد

مخزن العلوم الجعفریہ چلا آیا ۔ دو سال تک استاذ العلماء علامہ سید گلاب علی شاہ سے درس پڑھا علامہ مرحوم کو میں نے اکثر دیکھا کہ نماز تہجد اور نماز صبح کے بعد تعقیبات ترک نہ کرتے تھے پھر دین آل محمدؐ کے فروغ اور احیاء کے لئے جو تکالیف انہوں نے برداشت کی ہیں شاید اور کسی نے نہ کی ہوں ' عبادت کرنا ' تعلیم دینا ' آپ کا معمول تھا .... بدقسمتی سے حال ہی میں ان کا بھی انتقال ہو گیا ہے اور ہم ان کے سایہ سے مرحوم ہو گئے ہیں۔ دو سال کے بعد میں حوزہ علمیہ قم چلا گیا وہاں پر ایسے ایسے مواقع میسر آئے کہ میں ان کا تصور ہی نہ کر سکتا تھا شاید کہ میرے مرحوم بابا کی دعا محل اجابت سے ٹکرا کر میرے مقدر کو سنوارنے میں ممد و معاون ثابت ہوتی رہی ۔ قسمت قم سے لاہور لے آئی اور بحمد للہ اب تک اسی شہر میں دین آل محمدؐ کی خدمت میں مصروف ہوں ۔ اس سال میرے دل میں اچانک یہ خواہش ہوئی کہ مصائب پر کوئی کتاب تحریر کی جائے حُسنِ اتفاق سے بزرگوارم واعظ بے بدل ' مولانا خیر محمد فاضل مدظلہ نے توضیح عزا مولوی نذیر احمد صاحب کے ذریعہ بھجوا کر حکم دیا کہ میں اس کی تدوین کر کے اسے شائع کروں ۔ چنانچہ حسبِ الامر میں نے یہ کام کر دیا شاید میری دیرینہ اور بچپنے کی خواہش پوری ہو گئی لیکن دکھ یہ ہے کہ ان تمام مراحل میں اکیلا چلا آرہا ہوں آج تک کوئی ایسا ساتھی نہ مل سکا جو تعلیمات محمد آل محمد علیہم السلام کی نشرواشاعت کے لئے میرے ساتھ مدد کرے اس لئے کئی بار دل ٹوٹتا ہے بلکہ کام کرنے سے اچاٹ ہو جاتا ہے ۔ جی چاہتا ہے کہ لکھنا چھوڑدوں اور دنیاوی کاموں کی طرف توجہ کروں ' یکایک امام حسینؑ کی تنہائی 'غربت اور اہل بیت اطہارؑ کی مظلومیت یاد آجاتی ہے ۔ پھر میرے سامنے امام زمانہ عجل اللہ فرجہ کے غم بھرے جملے یاد آجاتے ہیں کہ اے جد بزرگوار میں جب تک زندہ ہوں تیری مظلومیت پر

روتا رہوں گا۔ اس وقت میں رو رہا ہوں۔ امام زمانہ سے معافی مانگ کر دوبارہ لکھنے بیٹھ جاتا ہوں۔ یہ کتاب ۱۹۱۴ء میں دہلی میں چھپی تھی انداز تحریر اتنا ہی پرانا تھا میں نے اس میں کافی حد تک حک و اصلاح کی ہے مصنف مرحوم کا نام معلوم نہ تھا خدا بھلا کرے مولانا عطا محمد جتوئی صاحب کا جن کی بدولت مجھے مرحوم کے نام سے آگاہی ہوئی ہے اس کتاب کو لکھتے وقت میں بے ساختہ رویا اور بار بار رویا اس لئے مجھے یقین ہے انشاء اللہ میری مخلصانہ کاوش بارگاہ احدیت میں ضرور مقبول ہوگی۔ اگر آپ کو یہ کتاب پسند آجائے تو مؤلف اور اس بندہ ناچیز اور میرے والدین کی مغفرت کے لئے دعا کر دینا خدا آپ کو جزا دے گا۔

ماڈل ٹاؤن لاہور — ۲۵ ربیع الاول ۱۹۹۲ء

مجلس نمبر ۱

وجہ نزول سورۂ یوسفؑ، حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے والد گرامی حضرت یعقوبؑ علیہ السلام سے الوداع کرنا اور شہادت حضرت علی اکبر علیہ السلام

ٹھ جاتا ہوں۔ یہ کتاب ۱۹۱۴ء میں دہلی میں چھپی تھی اندازِ تحریر اتنا ہی پرانا تھا
سں نے اس میں کافی حد تک حکّ و اصلاح کی ہے مصنف مرحوم کا نام معلوم نہ
تھا خدا بھلا کرے مولانا عطا محمد جتوئی صاحب کا جن کی بدولت مجھے مرحوم کے نام
سے آگاہی ہوئی ہے اس کتاب کو لکھتے وقت میں بے ساختہ رویا اور بار بار رویا
اس لئے مجھے یقین ہے انشاء اللہ میری مخلصانہ کاوش بارگاہ احدیت میں ضرور
مقبول ہو گی۔ اگر آپ کو یہ کتاب پسند آجائے تو مؤلف اور اس بندہ ناچیز اور
میرے والدین کی مغفرت کے لئے دعا کر دینا خدا آپ کو جزا دے گا۔

ماڈل ٹاؤن لاہور — ۲۵ ربیع الاول ۱۹۹۲ء

مجلس نمبر ۱

وجہ نُزول سورۂ یوسفؑ، حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے والد گرامی حضرت یعقوبؑ علیہ السلام سے الوداع کرنا اور شہادتِ حضرت علی اکبر علیہ السلام

☆

مفسرین نے سورۂ یوسفؑ کی شان نزول میں بیان کیا ہے کہ ایک روز حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دونوں نواسوں حسنؑ و حسینؑ کو اپنی آغوش میں لئے بیٹھے ان سے پیار کر رہے تھے کبھی امام حسنؑ کے لب و دندان کا بوسہ لیتے کبھی گلوئے مبارک حسینؑ کو چومتے تھے ناگاہ حضرت جبرئیل بحکم رب جلیل نازل ہوئے اور عرض کی پروردگار عالم تحفہ درود و سلام کے بعد ارشاد فرماتا ہے اے میرے حبیب تم ان دونوں میں سے کس کو زیادہ دوست رکھتے ہو ؟ آپؐ نے کہا اَوْلَادُنَا اَکْبَادُنَا یہ دونوں میرے جگر کے ٹکڑے ہیں اور دل کے سرور اور آنکھوں کے نور ہیں ایک باغ کے دو شجر اور ایک شجر کے دو ثمر ہیں۔ جبرئیل نے عرض کی آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ آپؐ کے بعد ان پر کیا کیا مصیبتیں پڑیں گی۔ ایک کو زہر دغا سے اور دوسرے کو تیغ جفا سے شہید کیا جائے گا۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل سے دونوں صاحبزادوں کی شہادت کے بارے میں سنا فرمایا مَنْ یَّفْعَلُ بِھِمَا اے جبرئیل ایسی بے رحمی اور قساوت قلبی میرے جگر گوشوں سے کون کرے گا ؟
جبرئیلؑ نے کہا وہ لوگ آپؐ ہی کی امت سے ہوں گے حضرتؐ نے فرمایا

یُؤْمِنُوْنَ بِیْ وَیَرْجُوْنَ شَفَاعَتِیْ وَیَقْتُلُوْنَ اَوْلَادِیْ۔

وہ لوگ کیسے ہوں گے کہ میرا ہی کلمہ پڑھیں گے اور میری شفاعت کے امیدوار ہوں گے اور پھر میری ہی اولاد کو قتل کریں گے اور ایک پانی کا قطرہ پیاسوں کو نہ دیں گے ؟ پھر حضرتؐ نے پوچھا اے جبرئیل میرے حسینؑ کو کس جرم کے بدلے زہر دیں گے اور میرے حسینؑ کو کس خطا پر شہید کریں گے عرض کی وہ بغیر کسی جرم و خطا کے مارے جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت رسالتمابؐ بہت افسردہ ہوئے اور بہت بے تابی سے روئے۔ پس حضرتؐ کی تسلی کے لئے جبرئیل امین یہ سورہ لے کر نازل ہوئے نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ یعنی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ہم تمہیں سب قصوں سے بہتر ایک قصہ سناتے ہیں۔ مفسرین کے اس بیان سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا کو بتایا جائے کہ ان سے پہلے انبیاء کرام نے کتنی کتنی تکلیفیں اور اذیتیں اٹھائیں اور ان پر صبر کیا لہٰذا آپؐ بھی آنے والے مصائب پر صبر کریں۔

علماء نے حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کی جدائی کا سبب یہ لکھا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کا معمول تھا کہ ہر روز ایک گوسفند ذبح کرتے اور سائلین میں تقسیم کر دیتے تھے ایک شب جمعہ کو ایک جماعت کی دعوت کی اور ان کے لئے اس روز کئی گوسفند ذبح کئے افطار کے وقت ایک روزہ دار، مسافر، محتاج، سائل نے آپؑ کے دروازہ پر دستک دی اور سوال کیا حضرت یعقوبؑ نے اس کی آواز سنی لیکن اس پر دھیان نہ دیا اس نے کئی مرتبہ صدا کی مگر اس کی کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ وہ سائل مایوس ہو کر واپس چلا گیا اور جاتے وقت کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اس فقیر نے اپنی گرسنگی پر صبر کیا اور حمد خداوندی بجا لے آیا۔ حضرت

یعقوبؑ اور ان کے گھر والے سیر ہو کر سو رہے۔ کھانا اس قدر زیادہ تھا کہ صبح تک باسی پڑا رہا اس وقت اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی کہ اے یعقوبؑ چونکہ تم نے میرے بندہ کو ایسی ذلت و رسوائی سے دوچار کیا اس کی وجہ سے آپ میرے غضب کے مستحق ٹھہرے ہیں بلاشبہ اس کی سزا آپ کو اور آپ کی آل اولاد کو بھگتنا پڑے گی اے یعقوبؑ میرے نزدیک پیغمبروں اور انبیاء کرام میں سے محبوب ترین وہ شخص ہے جو مساکین اور غرباء پر رحم کرے اور ان کی قدر و منزلت کرے' ان کو کھانا کھلائے۔ اے یعقوبؑ آپ نے میرے عابد و زاہد بندے پر رحم نہ کیا تم اور تمہاری اولاد تو سیر ہو کر سو رہی لیکن وہ رات بھوک سے بلکتا رہا۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم تمہیں میری طرف سے نازل کردہ مصیبت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ لہٰذا اس کے لئے تیار ہو جائیے۔ منقول ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے بارہ فرزند تھے ان میں سے آپ حضرت یوسفؑ کو بہت عزیز رکھتے تھے اسی لئے دوسرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد کرتے تھے۔ ایک دن جناب یوسفؑ نے حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں عرض کی۔

يٰٓاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ

اے ابا جان ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور آفتاب اور ماہتاب یہ سب مجھے سجدہ کرتے ہیں آپ نے فرمایا لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ اے فرزند ابھی اس خواب کو اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا۔ اگر انہوں نے سن لیا تو وہ تمہارے قتل کے درپے ہوں گے۔ اتفاق سے یہ بات جناب یوسفؑ کی بھاوج سن رہی تھیں انہوں نے اس خواب کا تذکرہ کر دیا۔ یہ سن کر حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کے دل میں اور بھی حسد پیدا ہوا۔ آپس میں حضرت

یوسفؑ کو ختم کرنے کی تدبیریں کرنے لگے ایک دن مشورہ کر کے جناب یعقوبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے ہم سب لوگ جنگل کی سیر کرنے جا رہے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی حضرت یوسفؑ کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔ آپ نے فرمایا مجھے یوسفؑ کے بغیر چین نہیں ملے گا۔ انہوں نے عرض کی آپ اس قدر پریشان نہ ہوں ہم لوگ نہایت حفاظت سے انہیں اپنے پاس رکھیں گے اور بہت جلد سیر کر کے آپ کے پاس لے آئیں گے۔

بہرکیف آپ ان لوگوں کے اصرار سے راضی ہوئے اور وہ پیراہن جو حضرت جبرئیل حضرت ابراہیمؑ کو آتش نمرود سے محفوظ رکھنے کے لئے لائے تھے وہی حضرت یعقوبؑ نے اپنے فرزند یوسفؑ کو زیب تن کرایا اور بھائیوں کے ہمراہ جانے کی اجازت دے کر فرمایا تم سب بھائی شجرۃ الوداع کے پاس ٹھہرنا جب تک ہم نہ آلیں آگے نہ جانا حسب الحکم وہ لوگ اس درخت کے نیچے جاکر ٹھہر گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جناب یعقوبؑ بھی عمامہ باندھ کر عصا ہاتھ میں لے کر وہاں پہنچے سب بیٹوں نے حضرت کی تعظیم کی اور شرف قدم بوسی حاصل کیا۔ حضرت یعقوبؑ نے یوسفؑ کو گلے لگا لیا اور دوسرے بیٹوں سے فرمایا میں اس فرزند سے اپنے باپ و دادا کی خوشبو محسوس کرتا ہوں اس لئے میں اس کے دیدار سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ پھر حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ سے فرمایا اے فرزند ارجمند' اے مونس دل دردمند ! اگر مجھ سے ہو سکتا تو میں تجھ کو اپنی گردن پر سوار کر کے صحرا کی سیر کرا لاتا لیکن تیرا باپ ضعیف و نحیف ہے اور جب تک تم نہیں آؤ گے تمہارے دیدار کا شدت سے منتظر رہوں گا۔ رات جنگل میں نہ گذارنا شب ہوتے ہی گھر واپس لوٹ آنا۔ اگر آپ نے شب وہاں بسر کی تو تیرے آتش فراق سے جل مروں گا یوسفؑ اپنے باپ کے قدم چومنے کے لئے جھکے

یعقوبؑ نے اپنے بیٹے کا سر مبارک اٹھایا اور اُن کی نورانی پیشانی پر بوسہ دے کر کہا
"قرۃ العین ایک لمحہ کے لئے میری گود میں بیٹھ جاؤ کون جانتا ہے کہ کل ہماری تقدیر میں کیا ہے ؟"

اے یوسفؑ تجھے چار وصیتیں کرتا ہوں ان چاروں کو ہرگز فراموش نہ کرنا اول یہ کہ خدا کو کسی حال میں فراموش نہ کرنا اور دوسرے ہر بلا میں اپنے خدا پر بھروسہ رکھنا تیسرے ہروقت حَسْبِیَ اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ کا ورد کرنا کیونکہ اس کلمہ سے تمہارے جد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتش نمرود سے نجات ملی تھی، چوتھے یَا بُنَیَّ لَاتَنْسَانِیْ فَاِنِّیْ لَا اَنْسَاکَ اے بیٹا میں تمہیں نہیں بھولوں گا اور آپ بھی مجھے بھول نہ جانا۔

منقول ہے کہ جناب یوسفؑ کی ایک بہن کہ جن کا نام دینا تھا یوسفؑ کی روانگی کے وقت وہ سو رہی تھیں۔ ناگاہ خواب میں دیکھ لیا کہ دس بھیڑیے حضرت یوسفؑ کو والد سے چھین کر جنگل کی طرف لے جا رہے ہیں یہ خوفناک خواب دیکھ کر وہ نیند سے بیدار ہوئیں اور پوچھا بھائی یوسفؑ کہاں ہیں کسی نے کہا اپنے بھائیوں کے ساتھ صحرا کی طرف گئے ہیں۔ بولیں باپ نے اجازت دے دی ہے لوگوں نے کہا ہاں اجازت دی ہے وہ خود بھی ان کو رخصت کرنے گئے ہیں۔ یہ سن کر اس بی بی نے کہا وَا مُصِیْبَتَاہ کہ زمانہ بے وفا اور روزگار پر جفا نے ہم سے یوسفؑ کو جدا کر دیا ہے۔ یہ کہہ کر دوڑتی ہوئی شجرۃ الوداع کے پاس پہنچیں اور جلدی سے اپنے بھائی کے گلے سے لپٹ گئیں رو کر کہا بھیا مجھے چھوڑ کر کہاں جاتے ہو ؟ مجھے ادنیٰ سی کنیز سمجھ کر اپنے ساتھ لے جاؤ جہاں جاؤ گے میں کنیزوں کی طرح آپ کی خدمت کرتی رہوں گی، جس جگہ تم قیام کرو گے میں وہاں پر اپنی

پلکوں سے جھاڑو دوں گی ۔ اگر آپ کو بھوک لگے گی تو ٹکڑیاں چن کر کھانا کھلاؤں گی
اے خورشید خوبی اور اے گوہر یعقوبی یہ ستم دیدہ بہن تمہارے فراق میں مر جائے گی۔ بہن کی درد انگیز باتوں کو سن کر حضرت یوسفؑ رونے لگے۔ اور حضرت یعقوبؑ بھی قطرات اشک برسانے لگے۔ غرض عجب کہرام تھا بہن بھی بے قرار تھی بھائی بھی رو رہا تھا۔ حضرت یعقوبؑ بھی نہایت بے قرار تھے۔

حضرات فی الحقیقت اِنَّ مُفَارَقَۃَ الْاَحِبَّاءِ هِیَ اَشَدُّ الْمَصَائِبِ بہن اور باپ، بیٹے کی جدائی اور احباب کی مفارقت سخت ترین مصائب ہے مگر خیال کیجئے کہ خواہر یوسفؑ اپنے بھائی سے جدا ہونے کے وقت جانتی تھیں کہ ایک دن کے بعد ان کی اپنے بھیا سے پھر ملاقات ہوگی، باپ کا سایہ سر پر موجود تھا۔ عزیز و اقارب بھی وطن میں موجود تھے۔ مگر مومنین ایک ایسی بہن بھی تھی کہ اپنے بھائی سے پردیس میں ایسے بچھڑی کہ پھر نہ دیکھنے کی امید تھی اور نہ کسی دوسرے بھائی یا باپ کا سہارا تھا عزیز و اقارب سے بھی کوئی زندہ باقی نہ رہا۔

آپ سمجھ گئے ہوں گے وہ کون بہن تھی ؟ وہ تھیں جناب زینب بنت امیرالمومنینؑ لکھا ہے جب روز عاشور جناب سید الشہداء رخصت ہونے کے لئے خیمہ میں تشریف لائے اور فرمایا یَا زَیْنَبُ وَیَا اُمَّ کُلْثُوْمِ وَ یَا سَکِیْنَۃُ عَلَیْکُنَّ مِنِّیَ السَّلَامُ اے اھل بیتؑ رسول تم سب پر حسینؑ کا آخری سلام پہنچے اس وقت سب بی بیاں سر پیٹتی دوڑیں کوئی حضرت کے قدموں سے لپٹی جان کھوتی تھی، کوئی دامن مبارک تھامے فریاد کرتی تھی جناب زینبؑ یوسفؑ کی بہن دینا کی مانند اپنے بھائی کے گلے میں باہیں ڈالے کہتی تھیں اے بھائی آپ تو مرنے جا رہے ہیں ہم کو کس کے سہارے چھوڑے جاتے ہیں۔ اس غربت میں آپ کے بعد کون ہماری

اگر آپ کو شہادت منظور ہے تو پہلے ہم لوگوں کو وطن میں نانا کی قبر تک پہنچا دیجئے پھر آپ کا جیسے جی چاہے ویسے کریں۔"

حضرات ان دونوں بھائی بہن کی محبت تو سب جانتے ہیں۔ اس کلمہ سے جناب زینبؑ کی غرض یہ نہ تھی کہ ہم کو آپ مدینہ میں چھوڑ کر اکیلے مصیبت میں مبتلا ہو جائیں بلکہ آپ جانتی تھیں کہ آج میرے بھائی کی شہادت ہے۔ مطلب یہ تھا کہ کسی طرح وقت شہادت ٹل جائے اور میرا بھائی اس بلا سے بچ جائے اور **مومنین !** جناب یعقوبؑ پیغمبر کے بارہ فرزند تھے۔ ایک یوسفؑ کی جدائی سے مضطرب و بے قرار ہو گئے۔ حالانکہ علم نبوت سے جانتے تھے کہ یوسفؑ پھر مجھ سے ملیں گے وہ کون صابر و شاکر باپ تھا جس نے اپنے جوان فرزند کو لاکھوں دشمنوں میں بھیجا اور اپنے منہ سے مرنے کی اجازت دی۔ وہ یعقوبؑ کربلا تھے کہ اپنے یوسفؑ ثانی ہم شکل پیغمبر اٹھارہ برس کے جوان بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے آخری پوشاک پہنا کر میدان شہادت کی طرف روانہ کیا۔ اور خوب جانتے تھے کہ یہ زندہ واپس نہیں لوٹے گا۔ "اللہ اکبر" کیا قیامت ہے کہ لال آغوش پدر میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑے اور ضعیف باپ جوان بیٹے کی لاش اٹھائے۔

منقول ہے کہ جب علی اکبرؑ نے نیزہ ستم کھایا اور گھوڑے سے زمین پر گرے تو پکارے **یا ابتاہ ادرکنی** حضرت طناب خیمہ تھامے مقتل کی طرف رخ کئے کھڑے رو رہے تھے بیٹے کی آواز جو سنی تو آنکھوں میں اندھیرا ہو گیا' راستہ دکھائی نہ دیتا تھا' خیمہ گاہ سے بے تابانہ دوڑے۔ لکھا ہے کہ امام علیہ السلام

راستے میں 70 مرتبہ گرے اور اٹھے اور جب گرتے سنبھلتے قریب پہنچے دیکھا کہ علی اکبرؑ ہاتھ سینہ پر رکھے غش میں پڑے ہیں اور درد کے مارے پاؤں کبھی پھیلاتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی آپ لاش اکبرؑ سے لپٹ گئے اور فرمایا **"یا بنی علی الدنیا بعدک العفاء"** اے بیٹا تم ہم کو چھوڑ چلے اب تمہارے بعد ایسی دنیا اور زندگانی دنیا پر خاک ہے۔ غرض جب حضرت نے لاشہ اٹھایا اور خیمہ میں لائے اس وقت اهل بیتؑ کا شور ماتم' جناب زینبؑ کا غش پر غش آنا' ام لیلیٰ مادر علی اکبرؑ کا بیٹے کی لاش گلے سے لپٹا کر جگر خراش بین کرنا' کس زبان سے بیان کیا جائے۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين و سيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون

مجلس نمبر۲

ذمت دنیا اور برادران یوسفؑ کا یوسفؑ کو طمانچے مار کر کنویں میں ڈالنا اور جناب امام حسینؑ کا وقت رخصت امام زین العابدینؑ کو وصیت فرمانا اور امام مظلومؑ کی شہادت کے بعد جناب ام سلمہؑ اور زنانِ ہاشمیہ کو پُرسا دینا اور حضرت فاطمہ صغریٰ کی پریشانی اور سیدِ سجادؑ سے محمد حنفیہ کی ملاقات

☆

جنابِ امیر المؤمنین قاتل المشرکین علیؑ ابن ابی طالبؑ ارشاد فرماتے ہیں ۔

اِنَّمَا الدَّ نیَا مَتاعُ لِلغُرُوْر
اَنَّمَا الدُّ نیَا بَقَاعٌ لِلمُرُوْر
اَنَّا دَ نیَاَ کَم لَدَ اَرْ فَا بنَیتہٗ
بَلْ حَمِیمٌ ذَ اتَ عَینِ اٰ نِیتہٗ

یعنی دنیا ایک سرمایہ فریب ہے اور گزر جانے کی جگہ ہے نہ قیام کی اور یہ دار دنیا فنا کا گھر ہے بلکہ ایک آبِ گرم کا چشمہ ہے۔

پھر جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں :

اَلَاَ یَا سَاکِنَ القَصْرِ المُعَلّٰی
سَتُدْ فَنْ عَنقَرِیبٍ فِي التُّرَابِ
لَہٗ مَلکٌ یُنَادِ ی کُلَّ یَوْمٍ
لِدُوْا لِلمَوْتِ وَ ابنُوْا لِلخَرَابِ

اے عمارت ہائے عالیہ اور قصرہائے بلند کے رہنے والو ! آگاہ ہو

عنقریب تم پیوندِ خاک ہو جاؤ گے اور زیرِ زمین دفن کئے جاؤ گے اور خبردار رہو کہ ایک فرشتہ خداوند عالم کی جانب سے ہر روز اہلِ زمین کو ندا کرتا ہے اور یہ سناتا ہے کہ اے غافلو ! کیا غفلت میں پڑے ہو اور کس لئے عمارتیں تیار کر رہے ہو (تم تو اپنا قیمتی وقت ضائع کر رہے ہو) اس لئے کہ تم مرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور یہ عمارتیں جو تم نے تعمیر کی ہیں چند روز میں سب ویران و خراب ہو جائیں گی۔

حضرات ! آپ نے سنا حال دنیا کی بے ثباتی کا۔ فی الحقیقت یہ دنیا جائے امتحان ہے، انسان اس میں چند سانسوں کا مہمان ہے اس لئے ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ زہد و تقویٰ کو شعار بنائے اور حیاتِ ناپائیدار کو مستعار سمجھے اور دنیا کے مکر و فریب میں نہ آئے اور یہاں کے غم و الم سے نہ گھبرائے بلکہ ہر حال میں ذوالجلالِ وَلاکرام کی قضا و قدر پر صابر و شاکر رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر انبیاء اور اولیاء ہمیشہ اس دنیا میں رنج و آزار اٹھاتے چلے آئے ہیں۔

چنانچہ منقول ہے کہ جب جناب یوسفؑ اپنے پدرِ عالی قدر و خواہرِ غمگسار سے رخصت ہو کر بھائیوں کے ساتھ صحرا کی طرف روانہ ہونے لگے اس وقت جناب یعقوبؑ نے روئیل سے فرمایا کہ تم سب بھائیوں میں سب سے بڑے ہو یوسفؑ کو تمہارے سپرد کرتا ہوں خبردار اس کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے اور اس کو میرے پاس جلدی لے آنا اور دوسرے بیٹے شمعون کو پانی اور دودھ کی صراحیاں دیں اور ارشاد فرمایا جب یوسفؑ کو پیاس لگے تو اس سے اس کو سیراب کرنا غرض وہ لوگ جناب یوسفؑ کو دوش و گردن پر سوار کئے ہاتھوں ہاتھ لئے روانہ ہوئے اور جناب یعقوبؑ بھی باوجود ضعف و نقاہت کے فرطِ محبت سے آہستہ آہستہ ان

کے پیچھے چلنے لگے جب قریب ہوا کہ یوسفؑ نظرِ یعقوبؑ سے اوجھل ہوں تو یعقوبؑ نے باآواز بلند فریاد کی کہ اے بیٹو ! میرے یوسفؑ کو واپس لے آؤ۔ کہ ایک بار پھر اسے دیکھ لوں۔ وہ حسبُ الحکم یوسفؑ کو واپس لے آئے یعقوبؑ نے یوسفؑ کو گلے لگا لیا اور فرمایا تمہارے بغیر ایک لحہ بھی مجھ پر گراں گذرتا ہے۔

یوسفؑ نے پدر بزرگوار کو تسلی دے کر وداع کیا اور عازمِ سفر ہوئے یعقوبؑ بڑی مشکل سے واپس لوٹے جب درخت کے نیچے پہنچے تو ہر شاخ سے اَلْفِرَاقْ اَلْفِرَاقْ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ شجرۃ الوداع سے گھر کی طرف قدم نہ اٹھا سکے بے چین ہو کر، کلیجہ تھام کر وَاَیُوْسُفَاہُ وَاقُرَّۃَ عَیْنَاہُ کی فریاد کرنے لگے۔ اب وہاں کا حال سنئے ! کہ جب برادرانِ یوسفؑ حدِ نگاہ سے آگے بڑھ گئے تو باپ کی سفارش سب بھول گئے یوسفؑ کو زمین پر اتار دیا پھر جھڑک کر کہنے لگے ہمارے آگے دوڑتا ہوا پاپیادہ چل۔ حضرت یوسفؑ رونے لگے اور کہا میں نے آپ لوگوں کا کیا قصور کیا ہے۔ کہ جس کے عوض اس قدر سرزنش کرتے ہو۔ وہ بولے اے صاحبِ رویائے کاذبہ آفتاب اور ماہتاب جو تجھے سجدہ کرتے تھے، اس وقت تیری مدد کو کیوں نہیں آتے، وہ گیارہ ستارے تجھے گود میں کیوں نہیں اٹھاتے ؟

غرض جناب یوسفؑ روتے ہوئے کانٹوں پر چلے جاتے تھے۔ تھوڑی دور جا کر نعلین ٹوٹ گئیں، خار صحرا تلووں کے پار ہو گئے خون بہنے لگا۔ چلنا دشوار ہو گیا ایک قدم کا رستہ پہاڑ ہو گیا اسی اثناء میں سورج کی گرمی کی وجہ سے پیاس نے غلبہ کیا شمعون سے کہا پدرِ بزرگوار نے جو آپ کو پانی کی صراحی دی تھی اس میں سے کچھ پانی دیجئے۔ شمعون نے جھنجلا کر ایک طمانچہ رُخِ نازنین پر مارا اور وہ پانی

دکھا کر زمین پر بہا دیا۔

حضرت یوسفؑ نے کہا بھائی پانی کیوں بہا دیا انہوں نے جواب دیا پانی کیا اب تیرا خون بہائیں گے پھر یوسفؑ روئیل کے پاس گئے اور کہا اے برادر آپ سب سے بڑے ہیں اور بابا جان نے مجھے آپ کے سپرد بھی کیا ہے آپ میری خوردسالی اور صغر سنی پر رحم کیجئے۔ میں نے آپ کا کچھ گناہ نہیں کیا۔ روئیل نے بھی ایک ایسا طمانچہ مارا کہ رخسار نازنین پر نیل پڑ گیا اور اسی طرح آپ جس کے پاس جاتے وہ بے رحمی سے طمانچہ لگاتا تھا اور مار ڈالنے کا ارادہ ظاہر کرتا تھا۔ جب جناب یوسفؑ نے دیکھا کہ میری فریاد کوئی نہیں سنتا اور مارنے کے سوا کوئی جواب ہی نہیں دیتا۔ اس کے بعد آپ رو بقبلہ ہو کر قاضی الحاجات کی بارگاہ میں اس طرح مناجات کرنے لگے "خداوندا ! تو نے میرے جدِ ابراہیمؑ کو آگ سے بچایا میرے ضعیف باپ پر رحم کر اور مجھے ہلاکت سے نجات دے۔ یہودا نے بیکسی کے کلمات سنے تو اس کا خون کھولنے لگا۔ کہا یوسفؑ فکر نہ کرو جب تک میرے دم میں دم ہے تجھ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ جب دوسرے بھائیوں نے یہودا کی گفتگو سنی اور دیکھا کہ ایک بھائی کی حمایت پر مستعد اور آمادہ ہے تو جناب یوسفؑ کے قتل میں تامل کیا وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ اور متفق ہو گئے کہ یوسفؑ کو کنویں میں ڈال دیں۔ ایک چاہ عمیق کنعان سے تین فرسخ پر تھا اس کے قریب لے جا کر یوسفؑ کو اس میں ڈالنے لگے ہرچند یوسفؑ ایک ایک بھائی کا دامن پکڑتے تھے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا آپ مسلسل آنسو بہاتے' فریادیں کرتے رہے مگر کسی کو رحم نہ آیا۔ جس وقت یوسفؑ کو یقین ہوا کہ مجھ کو مار ڈالنا چاہتے ہیں تو کہنے لگے خدا کے لئے مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دے دو۔ انہوں نے کہا

ابھی تم لڑکے ہو نماز پڑھنا کیا جانتے ہو آپ نے سنا یا آخر پیغمبر زادہ ہوں اور اکثر والد بزرگوار کے ہمراہ محراب عبادت میں کھڑا ہوا ہوں یہودا نے بھائیوں سے کہا یوسفؑ کو نماز پڑھ لینے دو۔ حضرت یوسفؑ نے دو رکعت نماز ادا کر کے منہ خاک پر رکھا اور عرض کی خداوندا میرا نگہبان تو ہے میں تیرا بندہ ہوں اور راضی برضا ہوں' چاہے تو بخش چاہے تو موت دے۔ جب مناجات سے فارغ ہوئے بھائیوں نے کہا کہ پیراہن اتارو' یوسفؑ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ زندہ شخص کو جسم ڈھانپنے کے لئے کپڑا چاہئے اور مردہ کو کفن۔ میرا پیرہن چھوڑ دو اگر مر گیا تو بے کفن نہ رہوں اگر زندہ رہا تو جسم کپڑوں سے چھپا رہے بھائیوں نے کہا۔

جب تو برہنہ ہو گا تو گیارہ ستارے اور چاند اور سورج تجھ کو برہنہ نہ رکھیں گے۔ آخر الامر انہوں نے زبردستی کرتہ اتار لیا اور ان کی کمر میں رسی باندھی اور کنویں میں گرانے لگے یوسفؑ نے کہا میں آخر میں ایک وصیت کرتا ہوں اس کو بگوش دل سنو اور اس پر عمل کرو انہوں نے کہا کیا وصیت ہے یوسفؑ نے کہا باپ کی اچھی طرح سے خدمت کرنا وہ نہیں جانتے کہ تم نے مجھ سے کیا سلوک کیا ہے۔ اگر ان کو معلوم ہو گیا تو وہ تم کو بد دعا دیں گے۔ روئیل نے ہنس کر منہ پھیر لیا اور چھری سے رسی کو کاٹ دیا یوسفؑ نصف کنویں میں تھے کہ رسی کٹی' ادھر رشتہ زندگانی منقطع ہوا یوسفؑ نے اپنا کام اللہ کے حوالے کر دیا جبرئیلؑ کو حکم الٰہی ہوا' میرے بندے یوسفؑ کنویں کی گہرائی میں جانے سے پہلے ہوا میں لے لیں۔ حسبُ الامر جبرئیلؑ نے آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی یوسفؑ کو اپنے پروں پر اٹھا لیا یوسفؑ کو غش آ گیا۔ جبرئیلؑ نے ان کو تہ چاہ میں پڑے ہوئے پتھر پر لٹایا۔ خطاب پہنچا اے جبرئیل جامہ ہائے بہشت یوسفؑ کو پہناؤ اور ان کے سر کو اپنی گود میں رکھو اور اپنے پروں کو یوسفؑ کے رخساروں پر اور کفِ پا کے زخموں پر مل

دے اور ہم شکل یعقوب بن کر یوسف کو تسلی دو جب اسے افاقہ ہو تو سلام کے
بعد ان کو میرا پیغام پہنچانا کہ میں نے تجھ کو تختِ جاہ کے لئے پیدا کیا نہ تختِ چاہ کے لئے۔

الغرض جب یوسفؑ ہوش میں آئے تو اپنا سر باپ کی گود میں دیکھ کر دونوں ہاتھ روح الامین کی گردن میں ڈال دیئے۔ اور فریاد کرنے لگے اے بابا ! آپ کہاں تھے بھائیوں نے مجھ پر بڑے بڑے ظلم ڈھائے' دیکھئے انہوں نے طمانچے لگائے ہیں۔ مجھے آپ کی خدمت سے محروم رکھا اور آپ کو میرے فراق میں مبتلا کیا اور مجھے سروپا برہنہ کر کے بیابانِ ہلاکت میں کانٹوں پر دوڑایا اور آب و طعام مجھ پر حرام کیا۔ آپ نے جو پیراہن پہنایا ہے وہ چھین لیا ایک سخت رسی میری کمر میں باندھی' ٹانگیں میری پشت پر ماریں' سر کے بل مجھ کو کنویں میں لٹکا دیا اور جس وقت نصف کنویں کے قریب پہنچا تھا چھری سے رسی کاٹ دی۔ اے پدر بزرگوار ذرا میرے رخساروں کو ملاحظہ فرمایئے کہ وہ طمانچوں سے زخمی ہو گئے ہیں۔ پشت اور پہلو کو دیکھئے کہ وہ بھائیوں کے مظالم کے سبب سرخ پڑ گئے ہیں۔ یوسفؑ جب یہ باتیں کر رہے تھے تو دیوارِ چاہ سے رونے کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ جبرئیلؑ سمیت تمام ملائکہ گریہ کر رہے تھے۔ آخر جبرئیلؑ نے بے طاقت ہو کر کہا کہ میں یعقوبؑ نہیں ہوں روح الامین فرستادۂ رب الامین ہوں کہ حکم خدا سے تمہاری حفاظت کو حاضر ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تحفۂ سلام کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ اے یوسفؑ مطمئن رہو ہم نے تم کو ضرور بالضرور سلطنت عطا کرنا ہے یہ پیغام پہنچا کر جبرئیلؑ نے چاہا کہ اپنے مقام پر جائے۔ پھر حکم ہوا اے جبرئیل یوسفؑ کو تین روز تک اسی طرح اپنی آغوش میں لئے رہو کہ یوسفؑ عالم غربت میں تنہا اور بے یار و مددگار ہے۔ القصہ جب جناب یوسفؑ کے بھائی اپنا کام کر چکے تو رسن شب صحرا میں

قیام کیا کچھ رات گزری تھی کہ سب بھائی سو گئے مگر یہودا کو نیند نہ آئی بے قرار ہو کر کنویں کے کنارے آئے اور آواز دی أَخِي يُوسُفَ أَحَيٌّ أَمْ مَيِّتٌ اے بھائی یوسف زندہ ہو یا مر گئے۔ کنویں کے اندر سے آواز آئی کون ہے کہ حالت بے کسی میں مجھے پوچھتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں تیرا بھائی یہودا ہوں آپ نے فرمایا اس شخص سے کیا مطلب جو ماں باپ سے بچھڑ کر کنویں میں پڑا ہے اور خدا کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ بہرحال اتنی وصیت ہے کہ گھر پہنچ کر آب و طعام کے وقت میری غریبی اور بھوک پیاس کو بھول نہ جانا اور جب لباس پہننا تو میری عریانی یاد کرنا۔

مؤمنین ! یہ وصیت جناب یوسفؑ کی جناب سید الشہداء کی وصیت سے کس قدر مشابہ ہے۔ جب آخری رخصت کے وقت انہوں نے حضرت امام زین العابدینؑ کو طلب فرما کر ارشاد کیا کہ "اے عزیز بیٹا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد صالحانِ امت سے میرے دوستوں کو میرا سلام پہنچانا اور کہنا حسینؑ نے تم سب مومنین کی نجات کے لئے تین دن بھوک پیاس میں خشک گلا کٹایا ہے اور مرتے دم تک تم سے غافل نہیں رہے۔" دوستی اور وفاداری کی شرط یہ ہے کہ جب غریب و بے کس کا ذکر سنو میری غریبی اور بے کسی کو یاد کرنا اور جس وقت کسی شہید کی شہادت کی خبر سنو میری شہادت پیش نظر رکھنا اور جب ٹھنڈا پانی پیؤ ہماری پیاس کو بھی یاد رکھنا۔ ہمارے تین دن کی بھوک پیاس میں گلے کٹانے کو یاد کر کے رونا۔ القصہ حضرت یوسفؑ کی وصیت کو سن کو یہودا زار و قطار رونے لگے ان کے رونے کی آواز سن کر سب بھائی ان کو ملامت کرنے لگے اور ایک بھاری پتھر اٹھا کر کنویں کے منہ کو بند کر دیا اور پیراہن یوسفؑ

کو ایک گوسفند کے خون سے آلودہ کرکے کنعان کی طرف روانہ ہوئے وہاں بعد
ان کو میرا پیغام پہنچانا کہ میں نے تجھ کو تختِ جاہ کے لئے پیدا کیا نہ تختِ چاہ کے
لئے۔

الغرض جب یوسفؑ ہوش میں آئے تو اپنا سرباپ کی گود میں دیکھ کر دونوں ہاتھ روح الامین کی گردن میں ڈال دیئے۔ اور فریاد کرنے لگے اے بابا ! آپ کہاں تھے بھائیوں نے مجھ پر بڑے بڑے ظلم ڈھائے' دیکھئے انہوں نے طمانچے لگائے ہیں۔ مجھے آپ کی خدمت سے محروم رکھا اور آپ کو میرے فراق میں مبتلا کیا اور مجھے سروپا برہنہ کر کے بیابانِ ہلاکت میں کانٹوں پر دوڑایا اور آب و طعام مجھ پر حرام کیا۔ آپ نے جو پیراہن پہنایا ہے وہ چھین لیا ایک سخت رسی میری کمر میں باندھی' ٹانگیں میری پشت پر ماریں' سر کے بل مجھ کو کنویں میں لٹکا دیا اور جس وقت نصف کنویں کے قریب پہنچا تھا چھری سے رسی کاٹ دی۔ اے پدر بزرگوار ذرا میرے رخساروں کو ملاحظہ فرمائیے کہ وہ طمانچوں سے زخمی ہو گئے ہیں۔ پشت اور پہلو کو دیکھئے کہ وہ بھائیوں کے مظالم کے سبب سرخ پڑ گئے ہیں۔
یوسفؑ جب یہ باتیں کر رہے تھے تو دیوارِ چاہ سے رونے کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ جبرئیلؑ سمیت تمام ملائکہ گریہ کر رہے تھے۔ آخر جبرئیلؑ نے بے طاقت ہو کر کہا کہ میں یعقوبؑ نہیں ہوں روح الامین فرستادہ رب الامین ہوں کہ حکم خدا سے تمہاری حفاظت کو حاضر ہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تحفۂ سلام کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ اے یوسفؑ مطمئن رہو ہم نے تم کو ضرور بالضرور سلطنت عطا کرنا ہے یہ پیغام پہنچا کر جبرئیلؑ نے چاہا کہ اپنے مقام پر جائے۔ پھر حکم ہوا اے جبرئیل یوسفؑ کو تین روز تک اسی طرح اپنی آغوش میں لئے رہو کہ یوسفؑ عالم غربت میں تنہا اور بے یارومددگار ہے۔ القصہ جب جناب یوسفؑ کے بھائی اپنا کام کر چکے تو اس شیشے مجھ لیں

قیام کیا کچھ رات گزری تھی کہ سب بھائی سو گئے مگر یہودا کو نیند نہ آئی بے قرار ہو کر کنویں کے کنارے آئے اور آواز دی اَخِی یُوسُفُ اَحَیٌّ اَمْ مَیِّتٌ اے بھائی یوسف زندہ ہو یا مرگئے۔ کنویں کے اندر سے آواز آئی کون ہے کہ حالت بے کسی میں مجھے پوچھتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں تیرا بھائی یہودا ہوں آپ نے فرمایا اس شخص سے کیا مطلب جو ماں باپ سے بچھڑ کر کنویں میں پڑا ہے اور خدا کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ بہرحال اتنی وصیت ہے کہ گھر پہنچ کر آب و طعام کے وقت میری غریبی اور بھوک پیاس کو بھول نہ جانا اور جب لباس پہننا تو میری عریانی یاد کرنا۔

مؤمنین ! یہ وصیت جناب یوسفؑ کی جناب سید الشہداء کی وصیت سے کس قدر مشابہ ہے۔ جب آخری رخصت کے وقت انہوں نے حضرت امام زین العابدینؑ کو طلب فرما کر ارشاد کیا کہ "اے عزیز بیٹا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد صالحانِ امت سے میرے دوستوں کو میرا سلام پہنچانا اور کہنا حسینؑ نے تم سب مومنین کی نجات کے لئے تین دن بھوک پیاس میں خشک گلا کٹایا ہے اور مرتے دم تک تم سے غافل نہیں رہے۔" دوستی اور وفاداری کی شرط یہ ہے کہ جب غریب و بے کس کا ذکر سنو میری غریبی اور بے کسی کو یاد کرنا اور جس وقت کسی شہید کی شہادت کی خبر سنو میری شہادت پیش نظر رکھنا اور جب ٹھنڈا پانی پیو ہماری پیاس کو بھی یاد رکھنا۔ ہمارے تین دن کی بھوک پیاس میں گلے کٹانے کو یاد کر کے رونا۔ القصہ حضرت یوسفؑ کی وصیت کو سن کو یہودا زار و قطار رونے لگے ان کے رونے کی آواز سن کر سب بھائی ان کو ملامت کرنے لگے اور ایک بھاری پتھر اٹھا کر کنویں کے منہ کو بند کر دیا اور پیراہن یوسفؑ کو ایک گوسفند کے خون سے آلودہ کر کے کنعان کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں

حضرت یعقوبؑ کی بے قراری لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ دن تو کسی طرح گزرا جب شام ہوئی تو آپؑ نے بیٹی سے پوچھا تمہارے بھائی نہیں آئے خدا خیر کرے میرا دل گھبرا رہا ہے طرح طرح کے شبہات دل میں پیدا ہو رہے ہیں۔ دِینا باپ کو تسلی دیتی اور مختلف قسم کے عذر پیش کرتی تھی مگر حضرت یعقوبؑ کو کسی طرح قرار نہ آتا۔ صبح ہوتے ہی بیٹی کو ہمراہ لے کر بلند مقام پر جا کر بیٹھ گئے۔ ناگاہ دور سے گردِ صحرا نمودار ہوئی دِینا سے فرمایا کہ دیکھو تو یہ گرد کیسی ہے شاید تیرے بھائی آرہے ہیں دِینا نے آگے بڑھ کر جو دیکھا تو کانپنے لگیں جناب یعقوبؑ نے گھبرا کر پوچھا کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی اے بابا سب بھائی تو آئے ہیں مگر یوسفؑ نہیں اسی اثناء میں آواز وَا حَبِیبَاہُ وَ اَخَاہُ وَاَبُوْ سفاہُ کی آواز آنے لگی جناب یعقوبؑ نے پوچھا یہ کیسی جگر خراش آواز ہے جس سے کلیجہ پاش پاش ہوا جاتا ہے۔ دِینا نے رو کر عرض کی یوسفؑ کو سب بھائی چھوڑ کر روتے چلے آرہے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت نے ایک سرد آہ بھری اور غش کھا کر گر گئے۔ غرض وہ سب قریب آئے اور آپ کو اٹھا کر گھر لے گئے جب حضرت کو ہوش آیا تو ان سب نے عرض کی ابا جان آہ آہ یوسفؑ کو بھیڑیا لے گیا اور یہ خون آلود پیراہن انہیں کا ہے یہ خبر سنتے ہی جناب یعقوبؑ پر پھر غش طاری ہوا جب قدرے غش سے افاقہ ہوا تو فرمایا میں کہاں ہوں بیٹوں نے عرض کی آپ اپنے مکان میں ہیں۔

کیوں حضرات ! جناب یعقوبؑ کے بارہ بیٹوں سے جناب یوسفؑ گم ہوئے تھے باجودیکہ ان کو علمِ نبوت سے معلوم تھا کہ میرا یوسفؑ زندہ و سلامت ہے مگر بھائیوں کے ہمراہ نہ ہونے اور اس وقت اس کے آنکھ سے اوجھل ہونے سے آپ کو تاب ضبط نہ رہی غش کھا کر زمین پر گر پڑے۔ کیا حال ہوگا یعقوبِ

کربلا کا جب یوسف ثانی علی اکبرؑ کو اپنی آنکھوں کے سامنے زمین پر پڑا ایڑیاں رگڑتے دیکھا ہوگا۔ عجب مصیبت تھی عزیز و انصار کے داغ ایک طرف اہل وطن کی مفارقت کا غم ایک طرف خصوصاً بیمار بیٹی کی یاد بار بار بے چین کرتی تھی اس بیمار صاحبزادی کا بھی یہ حال تھا کہ اکیلی گھر میں گھبرا کر روتی تھی دن رات بے قراری میں بسر کرتی تھی۔ جب ایسی حالت میں تمام کنبہ کی تباہی کی خبر سنی ہوگی تو اس بیمار کا کیا حال ہوا ہوگا۔ مومنین ! لکھا ہے کہ جس وقت امام زین العابدینؑ اپنے لٹے قافلے کو لے کر مدینہ میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ کے عزیزوں سے دو شخص بیمار تھے ایک فاطمہ صغریٰ اور دوسرے محمد حنفیہ چنانچہ منقول ہے کہ جب لٹا ہوا قافلہ مدینہ میں پہنچا اور ام سلمہؑ ذریت رسول اور نبی زادیوں کو لے کر روضہ رسولؐ پر تشریف لائیں اور حضرت کی قبرانور کا حلقہ کر کے سینہ پیٹنا شروع کیا اور کہا یا رسول اللہ یہ دکھیاریاں غموں کی ماریاں آپ کی نواسیاں آپ کے پیارے حسینؑ کا پُرسا دیتی ہیں' لکھا ہے کہ جب دکھ بھرا واقعہ دہرایا گیا تو قبر رسولؐ کانپنے لگی اس وقت جناب فاطمہ صغریٰؑ کا یہ حال تھا کہ کبھی اپنی ماں سے لپٹ کر علی اصغرؑ کے غم میں سر پیٹتی تھیں کبھی اپنی پھوپھی زینبؑ سے علی اکبرؑ کا حال پوچھ کر بلک بلک کر روتی تھیں کبھی قبر پیغمبرؐ سے لپٹ کر اپنے باپ کی یاد میں روتی روتی بے ہوش ہو جاتی تھیں۔

غرضیکہ فاطمہ صغریٰؑ کی بے تابی سے قیامت کبریٰ برپا تھی آسمان ہلتے تھے' زمین کانپتی تھی۔ قبر نبیؐ تھراتی تھی۔ کتاب مُہیج الاحزان میں منقول ہے جب محمد حنفیہ نے سنا کہ ذریت رسولؐ خدا مدینہ میں آچکے ہیں تو اپنے دل میں کہنے لگے کیا وجہ ہے کہ بھائی حسینؑ میری عیادت کو تشریف نہ لائے اسی عالم بیماری میں اپنے

غلاموں سے فرمایا کہ مجھے جلد بھائی حسینؑ کی خدمت میں لے چلو تاکہ میں فرزند رسولؐ کی زیارت سے مشرف ہوں۔ چنانچہ آپ کو غلاموں نے گھوڑے پر سوار کیا دو آدمی دونوں طرف سے بغلوں سے سہارا دے کر آہستہ آہستہ چلے ناگاہ کچھ سیاہ علم دکھائی دیئے بے ساختہ ایک آہ سرد کھینچ کرفرمایا ہمارے بھائی حسینؑ کا تو نشان سبز ہے یہ کالے نشان کیسے ہیں وَاللّٰہِ قُتِلَ اَخِی الْحُسَیْنُ میرے بھائی حسینؑ شہید ہوئے یہ فرما کر گھوڑے سے زمین پر غش کھا کر گر پڑے۔ لوگوں نے جناب امام زین العابدینؑ سے عرض کی مولا اپنے چچا کی خبر لیجئے کہ وہ مرنے والے ہیں یہ سنتے ہی اسیر کربلا روتے ہوئے خیمہ سے دوڑے اور اپنے عم بزرگوار کا سر آغوش مبارک میں لے کر زار و قطار رونے لگے آہ جب محمد حنفیہ ہوش میں آئے اور بھتیجے کے چہرے پر نظرپڑی بے ساختہ رو کر کہنے لگے اَیْنَ اَخِیْ ' اَیْنَ اَخِی ' اَیْنَ قُرَّۃُ عَیْنِیْ ' اَیْنَ ثَمَرَۃُ فُؤَادِیْ ' اَیْنَ خَلِیْفَتُہٗ اَبِیْ اَیْنَ الْحُسَیْنُ اَخِی اے پارۂ جگر' اے نور نظر میرا حسینؑ برادر' غمخوار' فرزند رسول مختار جانشین' حیدر کرار کہاں ہے

قَالَ عَلِیُّ بْنَ الْحُسَیْنَ اَتَیْتُکَ یَتِیْمًا قُتِلَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ سُلِبَتْ حَرِیْمُہٗ وَ نُہِبَتْ خِیَامُہٗ وَ ذُبِحَتْ اَطْفَالُہٗ وَ اُخِذَتْ اَمْوَالُہٗ

آپ نے فرمایا اے عم نامدار کیا پوچھتے ہو ؟ ہماری پدر بزرگوار کو قتل کر دیا گیا ہے۔ میں یتیم ہو کر بابا کو صحرائے کربلا میں کھو آیا۔ اے چچا ظالموں نے ہمارے مردوں کو شہید کیا' عورتوں کو اسیر کر کے در بدر بے مقنعہ و چادر پھرایا۔ ہمارے خیموں میں آگ لگا دی' ہمارے مال و متاع کو لوٹ لیا' محمد حنفیہ یہ ماجرا سن کر بے ہوش ہو گئے اور اھل بیتؑ میں شور واحسیناہ وامقتولاہ کا بلند ہوا۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو کچھ نشان زخموں کے اپنے بھتیجے کی گردن پر مشاہدہ کئے پوچھا

اے بیٹا - یہ کیسے نشان ہیں ؟ - حضرت نے فرمایا - چچا جان یہ نشان اس طوق خاردار کا ہے جو میری گردن میں پہنایا گیا تھا - اور اسکے بوجھ سے میرا گلا چھل گیا - محمد حنفیہ نے یہ حال سن کر اس قدر ماتم کیا کہ دوبارہ بے ہوش ہو گئے۔

سُرور المومنین کی روایت کے مطابق ایسا معلوم ہوتا ہے جب محمد حنفیہ نے چاہا کہ جناب سید الساجدینؑ کو گلے سے لگائیں اس وقت آپ نے فرمایا چچا جان مجھے آہستہ گلے لگانا کہ ابھی میرا گلا طوقوں کی وجہ سے زخمی ہے۔ کیوں **حضرات** مقامِ تصور کہ محمد حنفیہ فقط امام زین العابدینؑ کے گلے کا نشان دیکھ کر غش کھا کر گر گئے' ان کا کیا حال ہوتا اگر اپنے بھتیجے کو دیکھتے کہ اشقیاء بیماری کی شدّت میں گلے میں طوق' پاؤں میں زنجیر پہنا کر پیادہ پا منزلوں' کانٹوں پر دوڑاتے جاتے تھے اور کیا صدمہ گزرتا جب اپنے بھائی کے کٹے ہوئے سر کو طشتِ طلا میں یزید کے تخت کے نیچے اس طرح دیکھتے کہ یزید پلید خوش ہو ہو کر دندانِ مبارک پر چھڑی لگاتا اور کہتا اے حسینؑ تمہارے دانت کتنے اچھے ہیں اور تم جلد ضعیف ہو گئے۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا الخ

مجلس نمبر ۳

مذمّت دنیا، حضرت یعقوبؑ کا بھیڑیئے سے دریافت کرنا اور یوسفؑ کا کنویں سے نکلنا اور ماں کی قبر پر گرنا سرِ امام کا نیزہ پر بلند ہونا، اھلِ بیتؑ کا غش کرنا اور بیمار کربلا سے طوق و زنجیر کا جدا ہونا۔

☆

مَضَی الدَّھرُ وَالْاَیَّامُ وَالذَّنبُ حَاصِلٌ
وَ اَنْتَ بِمَا تَھوٰی مِنَ الْحَقِّ غَافِلٌ

جناب امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں : "افسوس زندگی کا سفر تمام ہوا اور گناہ کے سوا تُو نے توشۂ آخرت حاصل نہ کیا اور ابھی تک تیری غفلت کا یہ حال ہے کہ لذاتِ نفسانی اور ہوا و ہوس میں مبتلا ہے اور اپنے خالق کی مرضی سے بالکل غافل ہے۔"

سُرُوْرُکَ فِي الدُّنیَا غُرُوْرٌ وَ حَسْرَۃٌ
وَ عَیْشُکَ فِي الدُّنیَا مُحَالٌ وَ بَاطِلٌ

یہ نہیں جانتا کہ خوشی کرنا دنیا سے فریب کھانا ہے آخر کار سوائے حسرت و ندامت کے تجھے کچھ حاصل نہیں ہو گا اے طالبِ راحت تیرا ہمیشہ دنیا میں زندہ رہنا امرِ محال اور خیالِ باطل ہے۔

تَزَوَّدْ مِنَ الدُّنْیَا فَاِنَّکَ رَاحِلٌ
وَبَادِرْ فَاِنَّ الْمَوْتَ لَاشَکَّ نَازِلٌ

اے غافل خواب غفلت سے بیدار ہو اور کچھ توشہ آخرت حاصل کر کہ ایک روز یقینی طور پر تو نے دنیا سے کوچ کرنا ہے۔

فی الحقیقت حضرات ! یہ دنیا دارِ محن اور مقامِ امتحان ہے یہاں رنج و ملال کے سوا کچھ نہیں ہر متنفس، ہر نفس انواع و اقسام کے مصائب و مشکلات میں مبتلا ہے۔ خاص کر انبیاءِ کرامؑ اور خاصانِ خدا ہمیشہ ہی مصیبتوں اور دکھوں اور امتحانوں سے دوچار رہے ہیں۔ چنانچہ جناب یعقوبؑ فراق یوسفؑ میں اس قدر روئے کہ **ملائکہ** نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ یا الٰہی یعقوبؑ کو یوسفؑ سے ملا دے یا اسے صبر عطا فرمایا ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم زمین پر جا کر گریہ یعقوبؑ میں شریک ہوں۔ غرض ہر صبح یعقوبؑ کنعان شہر کے آس پاس صحرا میں یوسفؑ کو ڈھونڈنے چلے جاتے اور کہتے تھے۔ **یَا بُنَیَّ یَا قُرَّۃَ عَیْنِیْ یَا ثَمَرَۃَ فُؤَادِیْ یَا فِلْذَۃَ کَبِدِیْ اَفِیْ اَیِّ بِئْرٍ طَرَحُوْکَ** اے فرزند دلبند، اے نور دیدہ اے باغ پُرداغ، اے پارۂ جگر تجھے کس کنویں میں ڈال دیا ہے۔ **اَفِیْ اَیِّ بَحْرٍ غَرَّقُوْکَ اَبَایِّ سَیْفٍ قَتَلُوْکَ اَبَایِّ اَرْضٍ دَفَنُوْکَ** آیا تجھے کس دریا میں ڈال دیا ہے، آیا کسی تلوار سے تجھے قتل کیا، آیا کس زمین میں تجھے دفن کیا ؟ جناب یعقوبؑ اسی طرح سے ہر روز حیران و پریشان صحرا میں پھرتے تھے اور اشک حسرت کا مینہ برساتے اور ایسا فراق یوسفؑ میں روئے کہ دونوں آنکھیں سفید ہو گئیں۔ چنانچہ حق سبحانہٗ تعالیٰ فرماتا ہے **وَابْیَضَّتْ عَیْنَاہُ مِنَ الْحُزْنِ وَسَاَلَ رَبَّہٗ اَنْ یَّاتِیَہٗ مَلَکُ الْمَوْتِ فَاَتَاہُ فَسَاَلَہٗ ھَلْ قَبَضْتَ رُوْحَ وَلَدِیْ قَالَ لَا بَلْ ھُوَ حَیٌّ وَلَمْ یُعَلِّمْہُ اَیْنَ ھُوَ** ـــــ یعقوبؑ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ملک الموت کو میرے پاس بھیج جب ملک الموت آیا تو یعقوبؑ نے دریافت فرمایا کہ کیا تو نے یوسفؑ کی روح

قبض کی ہے ملک الموت نے کہا نہیں بلکہ وہ زندہ ہے مگر یہ نہ بتایا کہ وہ کہاں ہے۔ اس پر حضرت یعقوبؑ فراق یوسفؑ میں اس قدر روئے کہ آنکھوں کا نور جاتا رہا۔

مومنین ذرا سوچئے تو سہی کہ یعقوبؑ کا ایک بیٹے کے فراق میں یہ حال ہوا حالانکہ جانتے تھے کہ وہ زندہ ہیں افسوس کہ امام سجادؑ کا کیا حال ہو گا جب انہوں نے اپنے عزیزوں کو آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھا۔ عباسؑ کے شانے قلم دیکھے، قاسمؑ فرزند حسنؑ کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھا، اصغرؑ کو تیر کھاتے دیکھا، شکل پیغمبرؐ کو نیزے اور تلواروں سے مجروح زمین پر تڑپتا دیکھا، اس پر فرزند زہراؑ نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔

حضرات ! یعقوب علیہ السلام فراق یوسفؑ میں اس قدر روئے کہ بصارتِ چشم زائل ہو گئی حالانکہ یوسفؑ زندہ تھے اور یعقوبؑ علم نبوت سے جانتے تھے کہ یوسفؑ ان سے آملے گا۔ مومنین اب رونے کا مقام ہے۔ اسیر کربلا کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ امام زین العابدینؑ چالیس برس تک اپنے پدر بزرگوار کو روتے رہے اور اس قدر روئے کہ روتے روتے دنیا سے سدھارے۔ چنانچہ سید سجادؑ کے گریہ کے بارے میں لکھا ہے کہ جب دسترخوان جناب اسیر کربلا کے سامنے بچھایا جاتا تو آپ اس قدر گریہ فرماتے تھے کہ طعام آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا اور رو رو کر فرماتے تھے کہ افسوس صد افسوس میرے پدر بزرگوار تین دن کے بھوکے پیاسے شہید ہوئے ہوں اور میں کھانا کھاؤں اور ٹھنڈا پانی پیؤں ؟

منقول ہے کثرتِ گریہ سے اکثر آنکھوں سے آنسوؤں کی بجائے خون نکل کر کاسہ آب میں چلا جاتا [illegible]

[redacted] بیان کیا جاتا ہے کہ کسی نے حضرت امام زین العابدینؑ سے پوچھا کہ مولا آپ کہاں تک روئیں گے ؟ **فَيَقُوْلُ يَا قَوْمِ اِنَّ يَعْقُوْبَ النَّبِيَّ فَقَدَهٗ سِبْطٌ مِنْ اَوْلَادِهِ الْاِثْنَیْ عَشَرَ** حضرت نے فرمایا اے شخص یعقوبؑ پیغمبر کے بارہ بیٹوں میں سے ایک بیٹا گم ہوا **فَبَكٰى عَلَيْهِ حَتّٰى ابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ** تو آپ فراق یوسفؑ میں اس قدر روئے کہ آنکھوں کا نور جاتا رہا **وَهُوَ حَيٌّ فِيْ دَارِ دُنْيَا** حالانکہ یوسفؑ زندہ تھے **وَاَنَا قَدْ نَظَرْتُ بِعَيْنِيْ اِنَّ سَبْعَةَ عَشَرَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ لَيْسَ لَهُمْ شَبِيْهَةٌ فِي الْاَرْضِ قُتِلُوْا فِيْ سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ** اور اے شخص میں نے تو اپنی آنکھوں سے سترہ اہل بیتؑ کو کہ جن کی کوئی شبیہ و نظیر نہیں ہے' دیکھا کہ ایک لمحے میں گوسفندِ قربانی کی مانند ذبح کر دیئے گئے۔ اور ان کے سروں کو نیزوں پر چڑھایا گیا اور شہر بہ شہر پھرائے گئے **فَوَاللّٰهِ لَا يَذْهَبُ حُزْنُهُمْ عَنْ قَلْبِيْ وَلَا شَخْصُهُمْ عَنْ يَمِيْنِيْ وَلَا ذِكْرُهُمْ عَنْ لِسَانِيْ حَتّٰى لَحِقَنِيَ اللّٰهُ بِهِمْ** خدا کی قسم ہے کہ ان کا غم میرے دل سے دور نہیں ہو گا اور ان کی خون آلود لاشیں اور بریدہ گلے میری نظر سے غائب نہیں ہوں گے اور ان کا ذکر میری زبان سے موقوف نہ ہوگا۔ جب تک کہ خدا مجھے ان سے ملاتا نہیں ہے میں ان کے غم میں مسلسل روتا رہوں گا۔ **القصہ** ایک روز یعقوبؑ نے بیٹوں سے پوچھا وہ کون سا بھیڑیا تھا جو میرے یوسفؑ کو کھا گیا اور پیراہن کو کہیں سے نہیں پھاڑا' تمہاری سچائی اس وقت معلوم ہو گی جب تم اس بھیڑیئے کو لے آؤ گے وہ لوگ ایک بھیڑیئے کو پکڑ لائے اور عرض کی یہ بھیڑیا ہے جس نے یوسفؑ کو کھایا ہے یعقوبؑ نے کہا اس کے ہاتھ پاؤں کھول دو۔ حسبُ الارشاد اس کے ہاتھ اور پاؤں کھول دیئے گئے۔ حضرت یعقوبؑ نے اس سے کہا کہ اے بھیڑیئے میرے نزدیک آ وہ نزدیک آیا اور کھڑا ہو گیا یعقوبؑ نے کہا اے بھیڑیئے تو نے شرم نہ کی کہ میرے

جگر گوشہ اور میرے نور دیدہ کو کھا لیا وہ بھیڑیا حکم خدا سے گویا ہوا یا نبی اللہ مجھے تمہاری سفید داڑھی کی قسم ! کہ میں نے تمہارے یوسفؑ کو نہیں کھایا تمام انبیاء اور ان کی اولاد کا گوشت و خون ہم پر حرام ہے۔ یہ غلطی ہم سے کبھی نہیں ہو سکتی۔ آپ کے بیٹوں نے مجھ پر تہمت لگائی ہے اور بغیر کسی جرم کے مجھے پکڑ کر لائے ہیں۔ یہ سن کر جناب یعقوبؑ نے اس بھیڑیئے کے روبرو اپنے بیٹوں سے فرمایا **"بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا" فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ**۔

یعنی اے فرزندو ! جب تم بیان کرتے ہو ایسا نہیں بلکہ تمہارے نفسوں نے قتل یوسفؑ کو امر سہل سمجھا پس اب صبر ہی بہتر ہے۔ منقول ہے کہ جبرئیل کنویں میں تین دن یوسفؑ کے پاس رہے اور اور ان کو تسلیاں دیتے رہے جب جبرئیل نے چاہا کہ واپس جائیں تو یوسفؑ نے کہا کہ اس بے کسی اور تنہائی میں مجھے چھوڑ کر جا رہے ہو ؟

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ قَالَ يَا بُشْرٰى هٰذَا غُلَامٌ

چوتھے روز نوید نجات ملی اور کاروانِ مدائن کنویں کے قریب اترا یہ قافلہ مصر جا رہا تھا۔ کارواں کے سردار نے مالک بن ذعرہ خزاعی کو پانی لانے کے لئے کنویں پر بھیجا جس میں حضرت یوسفؑ تھے۔ اس نے کنویں میں ڈول ڈالا اس وقت یوسفؑ کو حکم الٰہی ہوا کہ وہ اس ڈول میں بیٹھ جائیں مالک نے جب ڈول کھینچا تو وہ بھاری محسوس ہوا اس نے حیرانگی سے دیکھا تو ایک حسین مہ جبین بچہ ڈول میں بیٹھا چلا آرہا تھا۔ مالک بن ذعرہ نے دوڑ کر اپنے مالک کو خوشخبری سنائی' سردار قافلہ یوسفؑ کو دیکھ کر بے حد خوش ہوا اور اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ ادھر یہودا نے حسب معمول کھانا لا کے یوسفؑ کو آواز دی مگر آواز نہ آئی جس کی وجہ سے یہودا

کو سخت پریشانی لاحق ہوئی گھبرا کر قافلہ والوں کے پاس آئے تو یوسفؑ کو ان کے پاس بیٹھا ہوا پایا۔ دوڑ کر بھائیوں کو اطلاع دی سب مل کر سردار قافلہ کے پاس آئے اور کہا یہ لڑکا ہمارا غلام ہے اور کئی دنوں سے بھاگا ہوا ہے اس نے کہا اگرچہ یہ تمہارا غلام ہے لیکن ہم نے اس کی جان بچائی ہے لہٰذا تم اس کی قیمت لے لو غرض تخمیناً" چالیس درہم حضرت کی قیمت طے ہوئی اور سالار قافلہ نے خرید لیا۔ چلتے وقت ان بھائیوں نے اس سردار سے کہا یہ غلام نہایت سرکش ہے اس لئے اس کے گلے اور پاؤں میں طوق و زنجیر ڈال کر جلد یہاں سے چلے جاؤ' اس نے زنجیر و طوق منگوا کر جناب یوسفؑ کے سامنے رکھا تو حضرت نے ایک چیخ ماری اور رونے لگے سردار قافلہ نے کہا اے غلام تو روتا ہے حالانکہ سرکش غلام کی سزا یہی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس طوق و زنجیر کو دیکھ کر نہیں رویا بلکہ میں اس وقت کو یاد کر کے رویا ہوں جب اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو حکم دے گا کہ گنہگار بندہ کو پکڑ کر اس کے پاؤں اور گلے میں آگ کے طوق و زنجیر ڈالیں کہ اس نے ہماری اطاعت سے سرکشی کی۔ مالک نے اس کلام سے متاثر ہو کر یوسفؑ سے آہستہ سے کہا تم چپ رہو یہ سب کچھ ہم نے تمہارے آقاؤں کو دکھلانے کے لئے کیا ہے آگے چل کر اتار لیں گے۔ غرض جب جناب یوسفؑ کو طوق و زنجیر اور لباس غلامی پہنا کر ایک شتر برہنہ پر بٹھا کر روانہ ہوئے اور بے وفا بھائی گھر کی طرف چلے گئے اس کربناک منظر کو دیکھ کر آپ بے اختیار روئے اور کہنے لگے اے مالک مجھ کو اتنی اجازت دے کہ اپنے پیچھے والوں کو ایک نظر دیکھ کر ان سے رخصت ہو لوں۔ ان کا فراق مجھ پر بہت شاق ہے وہ بولا ان میں تو ذرا مہر و وفا کا اثر نہیں اور تجھ کو اس قدر ان سے الفت و محبت ہے۔ آپ نے فرمایا گو وہ مجھے عزیز نہیں رکھتے مگر میں تو ان سے محبت رکھتا ہوں مالک نے آواز دی اے جوانو

ذرا ٹھہرو یہ غلام تم سے پھر رخصت ہونے کی آرزو رکھتا ہے وہ ٹھہر گئے۔ جناب یوسفؑ زنجیر کھینچتے ہوئے قریب آئے اور بھائیوں سے لپٹ لپٹ کر بے اختیار رونے لگے اور فرمایا تم لوگوں نے جو کچھ مجھ سے سلوک کیا اس پر میں نے صبر کیا اب تم کو چاہئے کہ ضعیف باپ کی خدمت کرنا اور ان کی دلجوئی کرتے رہنا یہ سن کر سب بھائی تو خاموش رہے مگر یہودا کو تاب ضبط نہ رہی گلے سے لگا کر خوب روئے اور کہا اے بھائی انبیاء کا راستہ اختیار کرو اور خود کو خدا کے حوالے کر دو وہی بہترین کارساز ہے۔

الحاصل مالکِ قافلہ نے ایک سخت مزاج غلام کو حضرت پر معیّن کیا اور قافلہ مصر کی طرف روانہ ہوا۔ جناب یوسفؑ مڑ مڑ کر اپنے بھائیوں کو دیکھتے تھے اور روتے تھے۔ غرض جب اس قافلہ کا گزر قبرستانِ آلِ اسحاق کے قریب سے ہوا اور جناب یوسفؑ کی نظر اپنی مرحومہ ماں راحیل کی قبر پر پڑی تو شفقت مادری کو یاد کر کے جوشِ الفت سے بے اختیار اپنے آپ کو قبرِ مادر پر گرا دیا اور کہنے لگے یَا اُمَّاہُ اِرْفَعِیْ رَأْسَکِ اے مادر مہربان آپ تو کفن میں منہ چھپائے ہوئے ہیں ذرا سر اٹھا کر دیکھئے اَنَا اِبْنُکِ الْمَغْلُوْلُ اور میری اس حالت بے کسی کو ملاحظہ کیجئے کہ گلے میں طوق پہنے اور پاؤں میں زنجیر ہے' غلاموں کا لباس پہن کر آپ کی زیارت کو آیا ہوں۔ ناگاہ قبر راحیل سے آواز آئی اے فرزند دلبند تیری ان باتوں نے میرے دل کو ٹکڑے ٹکڑے اور جگر کو پارہ پارہ کر دیا ہے فَاصْبِرْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ بیٹا ہر بلا اور مصیبت میں صبر کر خدا صابروں کو دوست رکھتا ہے جب صبح ہوئی تو جناب یوسفؑ کو اس غلام نے نہ پایا بہت گھبرایا اور ادھر ادھر تلاش کرنے لگا۔ اچانک اس کی نظر پڑی کہ یوسفؑ ایک قبر سے لپٹ کر رو رہے ہیں وہ آکر یہ کہنے لگا تمہارے آقاؤں نے سچ کہا تھا کہ تو واقعی سرکش ہے اس

ظالم نے ایک طمانچہ مارا جس سے رخ نازنین زخمی ہوگیا اور اس سے خون بہنے لگا۔ حضرت نے منہ سے کچھ نہ کہا لیکن دل سے ایک ایسی آہ کھینچی کہ ملائکہ میں ایک شور و غل پڑ گیا۔

سیاہ آندھی اٹھی، بجلی چمکنے لگی۔ عذاب کی سی کیفیت دیکھ کر اہل کارواں پناہ مانگنے لگے ۔ وہ غلام یوسفؑ کو لے کر قافلہ میں پہنچا اور کہا یہ آفت میری ناملائم حرکت کی وجہ سے ظہور میں آئی ہے۔ مالک نے حضرت سے پوچھا کیا تو بھاگنا چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا اے شخص بھلا میں اس طوق و زنجیر میں بھاگ کر کہاں جا سکتا ہوں ؟ مگر میں نے ماں کی قبر کو دیکھ کر خود کو اونٹ کی پشت سے گرایا تھا اور اس سے لپٹ کر رو رہا تھا کہ اس غلام نے میرے منہ پر طمانچہ مارا میں نے بددعا نہیں کی البتہ ایک سرد آہ لی وہ لوگ بولے خدا کے لئے عذاب کے ٹل جانے کی دعا کرو حضرت نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے ابھی ہونٹ ہلے ہی تھے کہ آثار غضب مٹتے چلے گئے۔ مالک نے یہ کیفیت دیکھ کر حکم دیا کہ اس سے طوق و زنجیر اتار لئے جائیں، غلامی کے لباس کی بجائے لباس فاخرہ اسے زیب تن کرایا جائے، تیز رفتار اونٹ پر سوار کر کے مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔

مومنین جناب یوسفؑ نے ایک طمانچہ کھا کر ایسی آہ سرد کھینچی کہ قہر خدا کے آثار نمایاں ہوئے۔ قربان جائیں صبر بیمار کربلا پر آپ نے کیسے کیسے دکھ اٹھائے، تکلیفیں دیکھیں، کہاں ظالموں کے تازیانے اور کہاں بیمار کی پشت ؟ کہاں طوق گراں اور کہاں گردنِ امام سجادؑ آپ نے اپنے عزیزوں کو آنکھوں کے سامنے تیروں، تلواروں کے ساتھ قتل ہوتے دیکھا، پیادہ پا صحرا کا طویل سفر کیا سر برہنہ ماں بہنوں کو بازاروں اور درباروں میں دیکھا، یزید کی قید کاٹی۔ ان تمام مصائب میں

اللہ کی مشیئت پر راضی رہے اور ایک مرتبہ بھی سرد آہ نہ لی باوجودیکہ اشقیاء امام کی امامت، و عظمت کو بخوبی جانتے تھے لیکن انہوں نے ذرا بھر اس کا خیال نہ کیا اور ہر طرح کا ظلم ان پر روا رکھا۔

کتاب زادالعاقبہ اور کتاب کفایہ زوائد الفوائد میں لکھا ہے کہ جب دشمنان اھل بیتؑ قافلہ کو لے کر چلے تو حضرت سجادؑ کے ہونٹوں پر حمد و شکر کے الفاظ جاری تھے۔ گرمی کی شدت اور پیاس کے غلبہ کی وجہ سے آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوا۔

ضعف وشدت کی وجہ سے قریب تھا کہ غش کھا کر زمین پر گر پڑیں جناب زینبؑ سے اپنے بھتیجے کا یہ حال نہ دیکھا گیا بے اختیار نجف اشرف کی طرف منہ کر کے فریاد کرنے لگیں اے بابا آپ تو عالم کی مشکل کشائی کرتے ہیں اپنے پیارے پوتے کو دیکھئے کہ کس مصیبت میں مبتلا ہے اب زینبؑ سے یہ حالت دیکھی نہ جاتی تھی راوی کہتا ہے جناب زینبؑ کے استغاثہ سے امام زین العابدینؑ کے پیروں اور ہاتھوں کے زخم خود بخود صحیح ہو گئے اور طوق و زنجیر خود بخود جدا ہو گیا حضرت نے یہ کیفیت دیکھی تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی بارالٰہا میں اپنی مصیبتوں سے تنگ نہیں ہوتا مجھے تیری راہ میں ساری مصیبتیں منظور ہیں مگر تیرے نبی کی نواسیاں بے مقنع و چادر بلوائے عام میں دربدر پھرائی جا رہی ہیں۔ یہ کربناک منظر مجھ سے دیکھا نہیں جاتا ان جگر خراش کلمات کو سن کر جنابؑ سیدالشہدا کا سر اقدس نیزہ پر اس قدر بھاری ہوگیا کہ کسی سے بھی نہ ہلایا جاتا تھا راوی کہتا ہے سر اقدس امام روتا ہوا اپنے بیٹے کی آغوش میں آگیا اور اپنے بیٹے کے لبوں پر لب رکھ کر کچھ دیر راز و نیاز کی باتیں کرتا رہا شمر ملعون یہ دیکھ کر سخت پریشان ہوا دوڑ

کر عمر سعد کو اس ماجرے کی خبر کی وہ بے اختیار بولا بنی ہاشم سے ایسے عجیب و غریب امور کا ظہور محلِ استعجاب نہیں مگر یہ لوگ رحم دل بھی بدرجہ کمال ہوتے ہیں اپنے نفسوں پر زحمت اٹھاتے ہیں اور دوسرے کو ورطۂ ہلاکت سے نجات دیتے ہیں ۔ اھل بیت اطہارؑ نے سب کچھ اس لئے برداشت کیا تاکہ ان کے نانا محمدؐ کا دین بچ جائے بے شک ان بلاؤں پر صابرو شاکر ہونا کام ہی آل رسولؐ کا تھا۔ آخرکار وہ جاکر امام زین العابدینؑ سے آہ و زاری کرنے لگا اور کہا کہ آپ رحمتہ للعالمینؐ کے نواسے ہیں اس لئے سوالی بن کر آیا ہوں۔ جتنا جلدی ہو سکے آپ یہاں سے کوچ کریں آپ کے والد گرامی کے اس معجزہ سے ہم دنیوی فوائد سے محروم ہو جائیں گئے۔

مومنین اس وقت امام سجادؑ اور اھل بیت اطہارؑ نے اس قدر گریہ فرمایا کہ ان کو سن کر دشمن بھی رونے لگا۔ ادھر تمام بی بیاں بے ہوش ہو چکی تھیں امامؑ نے اپنے باپ کے سر مبارک کا واسطہ دے کر دعا مانگی تمام بیبیوں کے چہروں پر پانی چھڑکا تاکہ یہ سب ہوش میں آجائیں ۔ ہر طرف سے واعلیاہ واحسیناہ کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ سرِ امامؑ نے اپنے یتیم بیمار کو آواز دی بیٹا ظلم اشقیاء سے تنگ نہ ہونا کیونکہ تمہارے جد امجد ہر حالت میں کفیل و معین رہیں گے۔

امام حسینؑ اسی طرح تمام مصائب میں اپنے اھل بیتؑ کے برابر کے شریک رہے یہ کہہ کر سرِ اطہر خود بخود نیزہ پر چلا آیا اور وہ لشکر آگے روانہ ہوا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ
الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ الخ

مجلس نمبر ۴

مذمت دنیا ' بازار مصر میں یوسفؑ کی خرید و فروخت ' زلیخا کا یوسفؑ کو قید میں ڈالنا' یوسفؑ کا ایک اعرابی سے ملاقات کرنا اور ایک ملعون کا سر مبارک قبر رسول پر رکھنا اور مدینہ کے کوچہ و بازار میں اہل بیتؑ کی آمد کی تشہیر

☆

جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا ہے "اَلدُّنیَا سِجنُ لِلمُؤمِنِینَ وَ جَنَّۃُ لِلکَافِرِینَ" یعنی دنیا مومنین کے لئے قید خانہ اور کافروں کے لئے جنت ہے وَمِن کَلاَمِ اَمِیرِ المُؤمِنِینَ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا الدُّنیَا دَارُ مَجَازٍ وَّالاٰخِرَۃُ دَارُ قَرَارٍ جناب امیر المومنین ارشاد فرماتے ہیں : اے لوگو ! آگاہ ہو یہ دنیا ایک سرا کی مانند ہے اور جو مکان جس کو ثبات اور قرار ہے وہ آخرت ہے فَخُذُوا مِن مَمَرِّکُم لِمَقَرِّکُم وَلَا تَھتِکُوا اَستَارَکُم عِندَ مَن یَعلَمُ اَسرَارَکُم۔

تم کو چاہیے کہ اس سرا سے کچھ حاصل کر لو نیک اعمال بجا لاؤ کہ وہ اعمال خیر تمہارے لئے آخرت کا توشہ ہوں اور تم اس کے سامنے کیوں پردہ داری کرتے ہو جس کے سامنے تمہارے تمام اسرار منکشف ہیں یعنی علاّم الغیوب کے روبرو گناہ کرتے ہو۔

وَ اَخرِجُوا مِنَ الدُّنیَا قُلُوبَکُم قَبلَ اَن یَخرُجَ مِنھَا اَبدَانُکُم فِیھَا اختُبِرتُم وَ لِغَیرِھَا خُلِقتُم" اور تم اپنے دلوں کو دنیا سے جدا کرو قبل اس کے کہ تم پر موت واقع ہو جائے اور دنیا میں تم صرف آزمائش کے لئے بھیجے گئے ہو اور تم غیرِ دنیا یعنی آخرت کے لئے پیدا ہوئے ہو

مومنین فی الحقیقت یہ دنیا جائے آرام نہیں بلکہ جائے امتحان و آلام ہے انبیاء اس دنیا میں تکلیفوں، دکھوں سے دوچار ہوتے آئے ہیں۔ حضرت نوحؑ کو کافروں نے پتھر مارے جناب ابراہیم خلیلُ اللہ کو آگ میں ڈالا اور حضرت زکریاؑ کو آرے سے چیرا اور جناب یوسفؑ کو زندان مصر میں قید کیا۔ چنانچہ منقول ہے کہ جب وہ کاروان جس نے یوسفؑ کو کنویں سے نکالا تھا۔ داخل مصر ہوا اس وقت بادشاہ مصر ریان بن ولید عملیقی تھا اور اس کے بعد سلطنت قابوس ابن مصعب کو منتقل ہوئی کہ جس کا لقب فرعون تھا اور ریان بادشاہ نے زمام حکومت مظفر مصری اپنے وزیر کو دے دی تھی چونکہ بادشاہ کے نزدیک اس کی قدر و منزلت زیادہ تھی اس لئے اس کو عزیز مصر کہتے تھے غرض جب کاروان مصر میں آیا عزیز کے گماشتے کاروان کے راستہ پر کھڑے تھے جب انہوں نے حسن یوسفؑ کو دیکھا تو دم بخود ہو کر رہ گئے۔ انہوں نے فوراً عزیز مصر کو اطلاع دی اس نے مالک کو پیغام دیا کہ غلام کو بردہ فروشوں کے بازار میں لاؤ اور مالک نے حکم دیا کہ یوسفؑ کو نہلا دھلا اور خوبصورت لباس پہنا کر بازار میں لے آئیں اہل مصر حسب حیثیت یوسفؑ کی خریداری پر آمادہ ہوئے اور قیمت بتائی جانے لگی یہاں تک کہ لوگ ان کے برابر سونا چاندی اور مشک وغیرہ دینے پر راضی ہو گئے۔ چونکہ عزیز ان کا خریدار تھا اس لئے کسی کو خریدنے کی جرأت نہ ہوئی۔ عزیز نے قیمت ادا کی اور یوسفؑ کو اپنے گھر میں لایا اور زلیخا سے کہا کہ اس کی عزت اور پرورش میں کوتاہی نہ کرنا زلیخا نے جب یوسفؑ کو دیکھا ان کے عشق میں مبتلا ہوئی اور ہزار حیلوں، بہانوں سے چاہا کہ انہیں اپنے دامِ تزویر میں پھنسائے۔

مگر جناب یوسفؑ کسی طرح بھی اس کے دام میں نہ پھنسے لیکن جس وقت

بہت تنگ ہوئے اس وقت بارگاہِ خداوندی میں عرض کی رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ اے میرے مالک مجھے زندان اس امر سے پسند ہے کہ جس کی طرف یہ عورتیں بلاتی ہیں۔ القصّہ جب کچھ عرصہ گزرا اور زلیخا اپنی مراد سے مایوس ہوئی تو اپنی بدنامی کو دور کرنے کے لئے اس نے یوسفؑ کو قید خانہ میں پہنچانے کی تدبیر سوچی اور عزیز مصر سے کہا کہ زندان کا حکم یوسفؑ کے لئے جاری کرا دیا۔ زلیخا کے کہنے پر یوسفؑ کو طوق و زنجیر پہنا کر اور شتر برہنہ پر بیٹھا کر پورے شہر میں ان کی تشہیر کی گئی اس کے بعد جیل خانہ میں لایا گیا زلیخا لباس تبدیل کر کے راستہ پر اس کے لئے بیٹھ گئی کہ یوسفؑ کی کیفیت کو دیکھ سکے یوسفؑ کی اس مظلومانہ حالت کو دیکھ کر ہر شخص بے ساختہ رو رہا تھا اور حضرت یوسفؑ بھی گریہ فرما رہے تھا۔ ناگاہ جبرئیل بحکم رب جلیل نازل ہوئے اور یوسفؑ کو سمجھایا کہ گھبراؤ مت۔ خاصانِ خدا پر مصیبتیں آیا کرتی ہیں۔ زلیخا تمہارے راستہ میں تمہاری حالت دیکھنے کے لئے بیٹھی ہوئی ہے **لہٰذا** دامن صبر ہاتھ سے جانے نہ دینا جب جناب یوسفؑ زلیخا کے سامنے سے گزرے تو منادی نے ندا دی **ھٰذَا غُلَامٌ اَمْرَدُ کِنْعَانٌ** یعنی غلام امرد کنعانی ہے حضرت یوسفؑ نے اس وقت جبرئیل کی ہدایات کے مطابق فرمایا **ھٰذَا خَیْرٌ مِّنْ غَضَبِ الرَّحْمٰنِ وَ مَعْصِیَتِہِ الدَّیَّانِ** کہ یہ ذلت و خواری عذاب الٰہی سے بہتر ہے اور یہ نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بہتر ہے **وَمِنْ دُخُوْلِ النِّیْرَانِ وَسَرَابِیْلِ الْقَطِرَانِ** یہ رسوائی آتش جہنم میں داخل ہونے اور لباس جہنم کے پہننے سے بہتر ہے۔ یہ سن کر زلیخا کو اور زیادہ غصہ آیا۔ گھر پر جا کر زندان بان سے کہلا بھیجا کہ اس غلام کو تنگ و تاریک مقام میں قید کرنا اور آب و طعام سے بھی سیر نہ کرنا۔ القصّہ جناب یوسفؑ شب و روز زندان

میں رویا کرتے تھے یہاں تک کہ قیدی تنگ ہو کر کہنے لگے اے بندۂ خدا اپنے رونے کا وقت مقرر کر اگر دن کو روئے تو رات کو خاموش رہ اور اگر رات کو گریہ کرے تو دن کو ساکت رہ تیرے بے وقت کے رونے سے ہم لوگ نہایت بے چین ہیں جب یہ خبر زلیخا کو پہنچی اس نے حکم دیا کہ یوسفؑ کو ایسے حجرہ میں قید کرو کہ جس میں شاہراہ کی طرف دریچہ ہوتا ہے کہ یہ لوگوں کی آمد و رفت دیکھنے میں مشغول رہے اور ہر وقت گریہ و زاری نہ کرے۔ اتفاقاً اس حجرہ میں کہ جس حجرہ میں آپ قید تھے ایک دریچہ شہر کنعان کی طرف واقع تھا اور شام کے وقت حضرت اس دریچہ کے سامنے بیٹھ کر رویا کرتے تھے ایک دن ایک اعرابی شتر سوار کو دیکھا کہ وہ ناقہ کی مہار صحرا کی طرف پھیرتا ہے مگر اس کا اونٹ حجرہ کی طرف رخ کرتا ہے۔

اعرابی نے چاہا کہ اونٹ کو چابک سے مارے مگر زمین نے اس کے پاؤں پکڑ لئے وہ ہل نہ سکا۔ جناب یوسفؑ نے شتربان کو آواز دی کہ اے اعرابی تو کہاں سے آیا ہے اور یہ تیرا اونٹ کس چراگاہ میں چرتا ہے وہ بولا کنعان سے آیا ہوں یہ اونٹ آل یعقوبؑ کی چراگاہ میں پرورش پاتا ہے۔ فرمایا تو اس درخت کو بھی جانتا ہے کہ جس کی بارہ شاخیں تھیں اور اس کی ایک شاخ چند سال سے سوکھ گئی ہے اور اس درخت کی جڑ اس شاخ کے فراق میں شب و روز گریہ کرتی ہے یہ سن کر اس اعرابی نے عرض کی یہ جو آپ نے فرمایا بعینہٖ یہی صورت حال حضرت یعقوبؑ کی ہے کیونکہ ان کے بارہ فرزند تھے ان میں ایک کا نام یوسفؑ تھا وہ ایک عرصہ سے غائب ہو گیا ہے اور وہ اس کے فراق میں شب و روز روتے ہیں اور راستہ میں بیت الحزن بنا کر بیٹھے ہیں جو وہاں سے گزرتا ہے اس سے اپنے یوسفؑ گم شدہ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ یوسفؑ نے جو یہ حال پیر کنعان کا سنا تو دل بھر آیا

مگر ضبطِ گریہ کر کے دریافت کیا رب کو کہاں جانے کا ارادہ رکھتا ہے

اس نے عرض کی کچھ مال تجارت میرے پاس موجود ہے اس کو بیچ کر جاؤں گا۔ آپ نے پوچھا اس سفر میں تجھے کتنے نفع کی امید ہے۔ اس نے کہا سو (۱۰۰) درہم کی آپ نے فرمایا میں تجھے ایک قیمتی یاقوت کہ جس کی قیمت بیس ہزار درہم ہے دیتا ہوں تو جلد کنعان کو واپس لوٹ جا۔ حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں جا کر کہہ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا الْمَغْمُوْمُ مِنَ الْغَرِیْبِ الْمَهْمُوْمِ" یعنی اے مغموم و پریشان حال آپ پر ایک غریب الوطن اور دکھی شخص کا سلام پہنچے اور کہنا میں جب سے آپ سے جدا ہوا ہوں دن رات گریہ زاری میں بسر ہوتی ہے۔ جب تک آپ کی زیارت نہ کرلوں گا چین نہیں آئے گا۔

اعرابی بولا آپ کا نام کیا ہے فرمایا مجھ گمنام کے نام سے تجھے کیا کام ہے فقط میرا حلیہ بیان کر دینا اور تو بھی ان سے دعا طلب کرنا کیونکہ ان کی دعا بارگاہ الٰہی میں جلد مستجاب ہوتی ہے۔ وہ اعرابی وہ یاقوت لے کر خوشی و مسرت کے ساتھ کنعان کی طرف روانہ ہوا۔ منزلیں طے کرتا ہوا کنعان پہنچا بیتُ الحزن پر آکر آواز دی "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ" جناب یعقوبؑ کو اس کی آواز سن کر سکون محسوس ہوا باہر آکر سلام کا جواب دیا اور فرمایا اے بندہ خدا تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اس نے عرض کی میں مصر سے ایک پردیسی کا پیغام لایا ہوں اس کی شکل و صورت بعینہٖ آپ سے ملتی جلتی ہے یہ سن کر آپ نے ایک سردِ آہ لی اور فرمایا تمہاری خبر کو سن کر مجھے وصال کی خوشبو محسوس ہونے لگی ہے جس کا تو قاصد ہے۔ میں اس کے فراق میں جل رہا ہوں تو اپنے پیغام پہنچانے کا اجر کیا چاہتا ہے۔ اس نے کہا میں اس کا اجر پا چکا ہوں آپ سے فقط دعائے خیر کا امیدوار ہوں۔ فرمایا بار الٰہی اس شخص کو دین و دنیا میں سربلندی عطا فرما اور

سکرات موت اس پر آسان کر۔ اس اونٹ نے بڑھ کر عرض کی یا حضرت اس پیام اور سلام کا ذریعہ میں بنا ہوں، میں دعا کی توقع رکھتا ہوں۔ آپ نے اس کے لئے بھی دعا کی خداوندا اس اونٹ کو جنت کے اونٹوں میں محشور فرما۔

اعرابی نے عرض کی یا حضرت اب آپ صاحب پیغام کے حق میں بھی کچھ دعا کیجئے حضرت نے آبدیدہ ہو کر مناجات کی پروردگارا اس اسیر کو زندان سے رہائی دے اور بہت جلد اپنے عزیزوں سے ملا دے۔

حضرات ایک قاصد تو وہ تھا کہ جس نے حضرت یعقوبؑ کے پاس پیغام پہنچا کر ان کو خوش کیا اور ایک شقی وہ تھا جس نے یعقوبؑ کربلا کا کٹا ہو سر ان کے جد امجد کی قبر اطہر پر بے ادبی سے رکھا اور پیغمبر اکرمؐ کو مرقد میں بے چین کیا۔ منقول ہے کہ چوبیس دنوں کے بعد حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی راوی کہتا ہے کہ مدینہ میں میں اپنے گھر بیٹھا تھا ناگاہ ایک شور و غل بلند ہوا۔ ہر طرف رونے کی صدا آنے لگی کہ اس طرح کا نوحہ و بکا میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ گھبرا کر روتا ہوا گھر سے باہر نکلا کہ ایک سوار امام حسینؑ کا سر مبارک نیزہ پر نصب کیے چلا آرہا ہے میں اس کے قریب ہوا دیکھوں یہ سر اقدس کہاں لے جائے گا اس ظالم نے اس سر اقدس کو جس کو رسولؐ خدا اور فاطمہ الزہراءؑ نے کس ناز و پیار سے پالا تھا مدینہ کے تمام بازاروں اور محلوں میں پھرانا شروع کیا اور یہ کہہ رہا تھا "اَلَا قُتِلَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَا وَهٰذَا رَاْسُهٗ" اے اہل مدینہ آگاہ ہو، حسینؑ بن علیؑ اپنے عزیزوں اور ساتھیوں سمیت تین دن کے بھوکے پیاسے صحرائے کربلا میں عاشورہ کے دن قتل ہوئے اور یہ سر اسی حسینؑ (نعوذ باللہ) باغی کا ہے۔ امیرِ

[illegible]

اپنے حاکم کے خلاف خروج کرے۔ راوی کہتا ہے اس کا گزر محلہ بنی ہاشم سے ہوا میں نے دیکھا دو بیبیاں روتی ہوئیں سروپا برہنہ سر کے بال کھولے منہ پر طمانچے مارتی ہوئیں اپنے گھروں سے باہر نکلیں اور اس طرح کے جگر خراش بین کئے کہ سننے والوں کے دل شق ہوتے تھے۔ ان کے ساتھ ایک بیمار بچی تھی وہ دھاڑیں مار کر اس طرح بین کر کے روتی تھی یَا اَبَتَاہُ فِدَاکَ بِنْتُکَ وَمَا دَہَاکَ اے بابا تمہارا یہاں سے جا کر یہ کیا حال ہوا قربان جاؤں آپ پر' آپ نے کیسی اپنی صورت بنائی ہوئی ہے اور کس کے خون سے یہ ریش مبارک رنگین ہے' پیشانی نورانی کیونکر زخمی ہوئی ہے اور آپ کا سر اقدس کس بے رحم اور سنگ دل ظالم نے تن سے جدا کیا ہے۔ اسی اثناء میں بنی ہاشم کی تمام عورتیں جمع ہو گئیں اور گریہ و ماتم کرنے لگیں۔

شعر

تَنَادَیٰ تَقُوْلُ اَخِیْ وَ ھٰذِیٖ وَالِدِیْ
وَ مِنَ الرَّزِیَّۃِ قَلْبُھَا مَقْرُوْحٌ

کوئی بی بی کہتی تھی کہ یہ میرے بھائی تھے جو تین دن کی بھوک پیاس میں ذبح کئے گئے اور کوئی کہتی تھی کہ یہ میرے والد تھے کہ اس بے کسی سے مارے گئے۔ غرض ان کے بین سے دوست و دشمن کا دل شق ہوتا تھا۔ وَ مِنْھُنَّ مَنْ تَقُوْلُ وَاقُرَّۃَ عَیْنَاہُ وَاثَمَرَۃَ فُؤَادَہُ قَتَلُوْکَ وَ مِنَ الْمَاءِ مَنَعُوْکَ کوئی بی بی یہ کہتی تھی کہ ہائے میری آنکھوں کی ٹھنڈک' ہائے میرے میوۂ دل' افسوس ہزار افسوس کہ تجھے ظالموں نے شہید کیا اور آخری دم تک پانی کا قطرہ تک نہ دیا۔ اسی طرح وہ سب بی بیاں روتی پیٹتی تھیں اور میں بھی روتا تھا یہاں تک کہ وہ سوار اور ہم

روضۂ رسالت مآب پر پہنچے وہ سوار بد کردار گھوڑے سے اترا اور روضہ مقدس میں داخل ہوا اور اس سر بریدہ کو نیزہ سے اتار کر ان کے جد بزرگوار کی قبر اطہر پر اس بے ادبی سے رکھ دیا کہ ذاکر کس زبان سے بیان کرے اور یہ گستاخانہ کلمہ کہا یارسول اللہؐ یہ اس کا بدلہ ہے جو آپ نے جنگ بدر و حنین میں شیوخ بن امیہ کو قتل کیا تھا راوی کہتا ہے اس وقت حضرت کی قبر روضہ اقدس کے در و دیوار سے رونے اور ماتم کی آواز بلند ہوئی اور حضرت کی قبر مطہر اس طرح تھرانے لگی کہ ہم لوگوں نے گمان کیا کہ مدینہ میں زلزلہ عظیم واقع ہوا اور زنانِ بنی ہاشم نے اس طرح کا نوحہ و ماتم اور سینہ زنی کی۔ ایسا کہرام میں نے مدینہ میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ـ

مجلس نمبر ۵

فضائلِ اھل بیتؑ اور بنیامین کا یوسفؑ کے پاس آنا اور حضرت یوسفؑ کا حضرت یعقوبؑ کے پاس پیراہن بھیجنا اور روزِ عاشور امام حسینؑ کا حضرت فِضّہؑ سے اسی پیراہن کا طلب کرنا۔

☆

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَلَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْشِکُ اَنْ یَّاْتِیَ رَسُوْلُ رَبِّیْ وَ اَنَا مُجِیْبُہٗ جناب رسالتمابؐ نے فرمایا اے لوگو آگاہ ہو میں ایک انسان ہوں، قریب ہے کہ میں اس دارِ فنا سے عالم بقا کی طرف کوچ کروں وَ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ اَوَّلُھُمَا کِتَابُ اللّٰہِ فِیْہِ الْھُدٰی وَالنُّوْرُ فَخُذُوْہُ بِکِتَابِ اللّٰہِ

پس میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ان میں سے پہلی کتاب خدا ہے تم پر لازم ہے کہ کلام اللہ کے ساتھ منسلک رہنا کہ وہ ہدایت اور احکام الٰہی سے مملو ہے وَاَھْلُ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمْ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ مَنِ اتَّبَعَکُمَا کَانَ عَلَی الْھُدٰی وَمَنْ تَرَکَھُمَا کَانَ عَلَی الضَّلَالَۃِ دوسرے میرے اھل بیتؑ ہیں میں ان کی ولایت و اطاعت کی تاکید کرتا ہوں جو شخص ان دونوں کی پیروی کرے گا وہ ہدایت پائے گا اور جو ان سے منحرف ہو گا وہ گمراہ ہو گا۔

حضرات اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات پر محبت و اطاعت اہل بیتؑ کو واجب قرار دیا ہے اور ان کے وسیلہ اور واسطہ سے ہر نبی و وصی کی مشکلیں آسان ہوئی ہیں۔ منقول ہے جب جناب یوسفؑ قید خانہ سے بہت تنگ ہوئے تو بارگاہ

الٰہی میں دعا کی بار الٰہی میرے جدوپدر کا واسطہ اس قید خانہ سے مجھے رہائی دے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوا تمہارے آباء و اجداد کا ہم پر کیا حق ہے کہ جن کا تم واسطہ دیتے ہو بلکہ تمہارے جدّ آدم سے ترکِ اولیٰ ہوا' حضرت نوحؑ نے اپنی قوم پر نفرین کی' میں نے اسے قبول کیا اور ابراھیمؑ کو آتش نمرود سے نجات دی اور اسماعیلؑ کے لئے فدیہ بھیجا اور تمہارے باپ کو بارہ فرزند عطا کئے ایک تمہارے گم ہونے سے مخلوقات کے سامنے میری شکایت کی پھر ہم پر یہ لوگ حق رکھتے ہیں اس وقت جبرئیلؑ نے حضرت یوسفؑ کے پاس آکر ایک دعا ان کو تعلیم کی جس میں محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ تھا پس جناب یوسفؑ نے اس دعا کو پڑھا اور زندان سے رہائی پا کر مصر کے بادشاہ مقرر ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰی اِلَیْہِ اَخَاہُ اس آیت کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ جب برادرانِ یوسفؑ دوبارہ اپنے چھوٹے بھائی بن یامین کو ساتھ لے کر یوسفؑ کے پاس مصر گئے اور حضرت کے ہاں مہمان ہوئے تو آپ نے کھانے کا بندوبست کیا اور سب سے کہا کہ دو دو بھائی ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر کھانا کھائیں سب تو اپنے بھائی کے ساتھ کھانا کھانے لگے۔ مگر بنیامین اکیلے رہ گئے کچھ سوچ کر رونے لگے۔ حضرت نے پوچھا تم کیوں روتے ہو انہوں نے کہا میرے ایک بھائی کا نام یوسفؑ تھا میرے بھائیوں نے ان کو کہیں گم کر دیا ہے اگر آج وہ ہوتے تو میں بھی ان کے ساتھ کھاتا' اپنی تنہائی پر روتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا آپ پریشان نہ ہوں مجھے اپنا بھائی سمجھ کر میرے ساتھ کھانا کھاؤ پھر حکم دیا کہ پسِ پردہ ایک دسترخوان بچھایا جائے حسبُ الحکم ان کے لئے کھانے کا علیحدہ انتظام کیا گیا۔ وہاں جا کر بنیامین کے ساتھ آپ کھانا تناول فرمانے لگے۔ بنیامین نے وہاں بھی کچھ دیکھ کر روتے ہوئے عرض کی اس لئے کہ آپ کے ہاتھ ہوبہو میرے

بھائی کے ہاتھوں جیسے ہیں۔

یہ سن کر حضرت یوسفؑ کو تابِ ضبط باقی نہ رہی چہرہ سے نقاب الٹ دیا قَالَ اِنِّیْٓ اَنَا اَخُوْکَ فَلَا تَبْتَئِسْ فرمایا غمگین نہ ہو میں ہی تیرا بھائی ہوں۔ بنیامین بھائی کی صورت دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے بے اختیار دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈال کر بہت روئے۔ الغرض جب شام ہوئی جناب یوسفؑ نے دوبارہ دو دو بھائیوں کو ایک دسترخوان پر کھانا کھلایا اور حکم دیا کہ دو دو بھائی ایک بستر پر آرام کریں۔ حسبُ الامر سب بھائی دو دو ہو کر ایک بستر پر سو رہے اور جناب یوسفؑ بنیامین کے ساتھ سو گئے۔ رات کو بنیامین کو خوب سمجھا دیا جب رات ہوئی تو سب بھائی رخصت ہو کر روانہ ہونے لگے حضرت یوسفؑ نے پہلے سے ایک پیمانہ بنیامین کے سامان میں پوشیدہ رکھوا دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ تلاش کرنے کے وقت ان کو متہم کر کے بھائیوں سے جدا کر لیا فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا " ہرچند سب بھائیوں نے بہت منت سماجت کی مگر جناب یوسفؑ نہ مانے اس وقت روئیل ایسے غضبناک ہوئے کہ ان کے جسم کے بال ایستادہ ہو کر لباس سے باہر نکل آئے اور کہنے لگے اے بادشاہ اگر تو نے میرے بھائی کو نہ چھوڑا تو ایسا نعرہ ماروں گا کہ تیرے شہر میں جتنی بھی حاملہ عورتیں ہیں سب کے حمل ساقط ہو جائیں گے۔ آلِ یعقوبؑ کا یہ طریقہ تھا کہ جب تک کوئی شخص ان کے خاندان سے ان کے بدن کو ہاتھ نہ لگاتا تھا ان کا غصہ فرو نہ ہوتا تھا۔ پس جناب یوسفؑ نے ایک معصوم کو سکھلا دیا کہ کھیلنے کے بہانے سے جا کر روئیل کے پاؤں پر ہاتھ لگا دے چنانچہ اسی لڑکے نے کھیلتے کھیلتے روئیل کا پاؤں چھو دیا فوراً روئیل کا غصہ جاتا رہا روئیل نے بھائیوں سے پوچھا تم میں سے کس نے میرے بدن کو ہاتھ لگایا

ہے انہوں نے کہا کہ ہم میں سے کسی نے تمہارے بدن کو ہاتھ نہیں لگایا۔

روئیل نے کہا واللہ بے شک یہاں کوئی آل یعقوبؑ سے ہے پھر غضبناک ہو کر چاہا کہ تختِ یوسفؑ پر حملہ کرے مگر جناب یوسفؑ نے اٹھ کر زور پیغمبری سے روئیل کو زیر کیا اور فرمایا اے کنعانیو تم سب کو اپنی قوت پر بڑا غرور ہے اس وقت روئیل اور سب بھائی اظہار عاجزی کرنے لگے جناب یوسفؑ نے فرمایا جاؤ یعقوبؑ کو بنیامین کے بارے میں اطلاع دو اور میری طرف سے سلام کے بعد پیغام دینا کہ آپ کے اتنے بڑے غم کی کیا وجہ ہے کہ آنکھیں بھی سفید ہو گئیں آپ اس قدر جلد بوڑھے کیوں ہو گئے ؟ الغرض وہ سب وہاں سے روانہ ہوئے اور جناب یعقوبؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر بنیامین کا تمام قصہ بیان کیا اور جناب یوسفؑ کا پیغام بھی عرض کیا۔ یہ سن کر جناب یعقوبؑ نے فرمایا یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُوْسُفَ وَاَخِیْهِ اے بیٹو جاؤ یوسفؑ اور اس کے بھائی کی تلاش کرو رحمت پروردگار سے مایوس نہ ہو اور بادشاہ مصر کو تحفہ سلام کے بعد یہ جواب دینا کہ تو نے جو ہمارے غم کی وجہ پوچھی خدا تجھے جزائے خیر دے۔ میرا شب و روز کا رونا خوف خدا سے ہے اور جس کا نور چشم غائب ہو گیا ہو اس کی آنکھیں سفید نہ ہوں گی تو کیا ہوں گی اور قیامت کی یاد نے مجھے وقت سے پہلے بوڑھا کر دیا ہے پھر ایک خط اس مضمون کے ساتھ تحریر کیا کہ یہ خط یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ کا عزیز مصر کے نام ہے اے بادشاہ ہم لوگ خاصانِ خدا سے ہیں ہمارا ہر حال میں حافظِ حقیقی ہمارا خدا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ ہمارے جدِّ امجد ابراہیم خلیلؑ اللہ نے خوشنودئ خدا کے لئے آگ میں جلنا اختیار کیا مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا اور ہمارے پدر بزرگوار ذبیح اللہ اس کی راہ میں ذبح ہونے پر راضی ہو [illegible]

گئے۔ پروردگار نے ان کے لئے فدیہ بھیجا ہمارا ایک فرزند تھا جس کا نام یوسفؑ تھا۔ ایک عرصہ سے ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے جس کے غم میں روتے روتے ہماری آنکھیں سفید ہو گئیں مگر بنیامین اس کا چھوٹا بھائی میرے پاس تھا جس کی وجہ سے میرے دل کو قدرے تسلی ہو جاتی اس کو بھی آپ نے اپنے پاس بطور غلام رکھ لیا ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے ہم ایسے جلیل القدر خاندان سے تعلق رکھتے ہیں کہ ہمارا کوئی فرد بھی چوری کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔

ہو سکتا ہے کسی نے چالاکی کر کے اس کو چوری میں مُتّہم کرایا ہو اگر آپ اس کو میرے پاس بھجوا دیں تو نہایت ممنونِ احسان رہوں گا اور تمہارے حق میں ایسی دعائے خیر کروں گا کہ جس کا اثر تمہاری سات پشت تک باقی رہے گا۔ **الحاصل** فرزندانِ یعقوب یہ خط لے کر یوسفؑ کے پاس آئے اور ان کو جناب یعقوبؑ کا خط دیا حضرت نے ہاتھوں میں لے کر بوسہ دیا اور آنکھوں پر لگایا جس وقت پڑھنے لگے اپنے آپ پر قابو نہ پا سکے آبدیدہ ہو کر محل میں چلے گئے۔ تنہائی میں دل کھول کر روئے اور پھر باہر تشریف لائے مگر رقت کم نہ ہوئی پھر اندر چلے گئے اور پھر باہر آئے اور اپنے بھائیوں سے کہا هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَاَخِیْهِ آیا تم کو معلوم ہے کہ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا پھر اپنی تمام کیفیت اور بھائیوں کی بے وفائی بیان فرمائی۔ چہرہ مبارک سے نقاب الٹ کر سر اقدس سے عمامہ اتارا اس وقت انہوں نے پہچانا قَالُوْا اَئِنَّکَ لَاَنْتَ یُوْسُفَ اور کہا آپ ہی یوسفؑ ہیں قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَهٰذَا اَخِیْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا آپ نے فرمایا میں ہی یوسفؑ ہوں اور یہ میرا بھائی بنیامین ہے۔ بالتحقیق اللہ نے ہم پر احسان کیا اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا اب یہ پیراہن لے جا کر ابا جان کے روئے اقدس پر ڈال دو تا کہ ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں

حضرات یہ وہی جامہ تھا جو جناب ابراہیمؑ کے لئے بہشت سے جرائیل لائے تھے اور جناب یعقوبؑ نے اسی کو یوسفؑ کے بازو پر باندھ دیا تھا جب وہ کرتہ لے کر فرزندان یعقوبؑ کنعان کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی کنعان کچھ فاصلے پر تھا کہ یعقوبؑ فرمانے لگے **اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ** آج کہیں سے میرے۔ یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے۔ غرض جب فرزندان یعقوبؑ نے اس کرتہ کو جناب یعقوبؑ کے بازو پر ڈالا تو اس کی برکت سے ان کی آنکھوں میں روشنی لوٹ آئی اور وہ دونوں نورانی ہو گئیں۔

حضرات وہ کرتہ یکے بعد دیگرے ہر نبی و وصی کے پاس رہا اور اب جناب صاحب العصر و الزمانؑ کے پاس تبرکات میں موجود ہے اور وہی کرتہ روز عاشور میدان کربلا میں امام مظلومؑ کے پاس موجود تھا۔ چنانچہ الوداع کے وقت آپ نے فِضّہ سے فرمایا تھا "فلاں لباس تبرکات کے صندوق سے نکال کر میرے پاس اس طرح چھپا کے لاؤ کہ میری بہن زینبؑ نہ دیکھ سکے" مخفی کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جناب سیدہ نے اپنی وفات کے وقت وہ لباس انہیں مظلومہ کے سپرد کر کے فرمایا تھا "اے زینبؑ جب تیرا بھائی حسینؑ کربلا میں اسی پیراہن کو طلب کرے تو یہ یقین جاننا کہ اس کی زندگی کا آخری وقت آپہنچا اور ایک لحہ کا مہمان ہے" الغرض جب جناب زینبؑ نے دیکھا کہ فِضّہ امام حسینؑ کے حضور روتی ہوئی حضرت کے خیمہ میں جاتی ہے۔ پوچھا اے فضہ تو روتی کیوں ہے میرے بھائی نے تجھ سے کیا فرمایا ہے۔ عرض کی اے بی بی حضرت نے ایسی چیز طلب کی ہے کہ اس سے آپ کا مطلع ہونا مناسب نہیں۔ یہ سنتے ہی جناب زینبؑ ایسی بے قرار ہوئیں کہ چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور کہنے لگیں قسم ہے آپ کو ماں، فاطمہؑ

زہراؑ کی اس راز سے مجھے بھی مطلع کر۔ فِضّہ نے مجبور ہو کر عرض کی حضرت نے فلاں پیراہن طلب کیا ہے یہ سنتے ہی جناب زینبؑ نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑیں امام حسینؑ نے جب یہ حال سنا پریشان ہو کر خیمہ میں تشریف لائے اور اپنی غمدیدہ بہن کا سر اٹھا کر اپنی آغوش میں رکھ لیا اور اس قدر روئے کہ آنسو جناب زینبؑ کے چہرے پر گرے جب بی بی کو ہوش آیا عرض کی اے بھائی کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی بہن اور آپ کے عیال و اطفال پردیس میں بے یارومددگار رہ جائیں۔ حضرت نے فرمایا " اے بہن میں ایسی مصیبت میں مبتلا ہوں کہ دوسری کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔ اس وقت میں نہایت مجبور و ناچار ہوں " جناب زینبؑ نے عرض کی اے بھائی آپ کی اس بات سے دل کو سخت صدمہ ہوا ہے معلوم ہوتا ہے آپ عنقریب شہید ہو جائیں گے یہ کہہ کر باآوازِ بلند رونا شروع کیا اور فرمایا **یَالَیْتَ اُمِّیْ لَمْ تَلِدْنِیْ** اے کاش میں دنیا میں پیدا ہی نہ ہوتی کہ آپ کو اس مصیبت عظمٰی میں مبتلا دیکھتی حضرت نے فرمایا اے بہن بہرحال بندہ کو اپنے مالک پر بھروسہ رکھنا چاہئے آپ اسی کی مشیت پر راضی رہیں یہ فرما کر حضرت نے مقتل کا قصد کیا۔ اس وقت بیبیوں میں ایک کہرام برپا ہوا اور سب نے یک زبان ہو کر کہا مولا ہمیں یقین ہے آپ پھر واپس نہیں آئیں گے۔ ہم حلقہ باندھ کر صحن خیمہ میں کھڑی ہوتی ہیں آپ ہمارے درمیان سے ہو کر تشریف لے جائیں تاکہ ہم آپ کا آخری دیدار کر سکیں حضرت یہ کلمہ سن کر بے اختیار رو پڑے اور وہ بی بیاں ایک جگہ صف باندھ کر کھڑی ہوئیں۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت ان کے حلقہ سے اس طرح گذرے اور ایسا شورِ ماتم خیمہ سے برپا ہوا جیسے کسی سردار کا جنازہ جاتا ہے۔ عمر سعد بدنہاد خوش ہو کر سمجھنے لگا کہ شاید امام حسینؑ عزیز و اقارب کے فراق کے صدمے سے خیمہ ہی میں انتقال کر گئے

مجلس نمبر ۶

روایتِ بشیر، جناب یوسفؑ کی طرف سے خوش خبری اور بشیر بن جذلم کا مدینہ میں پہنچ کر امام حسینؑ کی شہادت اور اہل بیتؑ کی بربادی کی خبر دینا۔ حال ورودِ اہل بیتؑ، حضرت امام زین العابدینؑ کا اہلِ مدینہ کو مطلع کرنا اور ان کا حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا

☆

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰہُ عَلٰی وَجْھِہٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا

ارشادِ خداوندی ہے جب بشیر آیا اور پیراہن یوسفؑ کو چہرۂ یعقوبؑ پر ڈال دیا تو ان کی بینائی واپس لوٹ آئی۔ کتاب "مجالس المتقین" میں اس آیہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کی ایک کنیز تھی، اس کا ایک لڑکا بشیر تھا اور بشیر حضرت یوسفؑ کے حقیقی بھائی بنیامین کے ہم سن تھا بنیامین کی رضاعت کے لئے مادرِ بشیر کو مقرر کیا اور بشیر کو فروخت کر ڈالا اس خیال سے کہ شاید مادر بشیر اپنے بچہ کی پرورش میں زیادہ مشغول رہے اور بنیامین کی پرورش میں کمی کرے بشیر کی ماں کا دل اپنے فرزند کی مفارقت سے دکھی ہوا اور اس نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی اِلٰھِیْ کَمَا فَرَّقَ نَبِیُّکَ یَعْقُوْبُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ وَلَدِیْ فَرِّقْ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ وَلَدِہٖ

خداوندا جس طرح یعقوبؑ نبی نے میرے فرزند کو مجھ سے جدا کیا اسی طرح ان کے فرزند ان سے جدا کر دے تاکہ ان کو معلوم ہو کہ فرزند کی جدائی کیسی جان گداز مصیبت ہوتی ہے اس خستہ جگر کی دعا مجیب الدعوات کی بارگاہ میں قبول و منظور ہوئی اور خطاب الٰہی بطور القاء پہنچا "اے مادر بشیر پریشان نہ ہو ہم

[illegible]

یعقوبؑ کو اس نازک ادا کے بدلے میں اسکو بیٹے کے فراق میں مبتلا کریں گے جس کو وہ نہایت عزیز رکھتا ہے اور جب تک تیرا فرزند تجھ کو نہ ملے وہ بھی فرزند کے فراق میں مبتلا رہے گا"۔ اتفاقاً" اسی رات یوسفؑ نے خواب دیکھا کہ آفتاب و ماہتاب اور گیارہ ستارے مجھے سجدہ کرتے ہیں اور حضرت یعقوبؑ سے بیان کیا آپ نے منع کیا کہ ہرگز اس خواب کو کسی سے بیان نہ کرنا غرض حکم خداوندی ہوا حضرت یعقوبؑ سے جناب یوسفؑ بچھڑ گئے حزن و اندوہ اس قدر زیادہ تھا کہ روتے روتے ان کی آنکھوں کا نور جاتا رہا جناب یعقوبؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت پنجتن پاک کا نام لے کر اپنی لغزش کی معافی چاہی ان کی دعا قبول ہوئی حکم ہوا اپنا پیراہن یعقوبؑ کے پاس بھیجو اتفاقاً" وہی بشیر (بنیامین کا رضائی بھائی) مصر میں حضرت یوسفؑ کا قابل اعتماد مشیر مقرر ہوا اور ایک کو دوسرے کا حال معلوم نہ تھا۔ بہرحال حضرت یوسفؑ نے بشیر کو بلا کر پیراہن اس کے حوالے کیا جب بشیر مصر سے باہر نکلا تو زیر عرش سے ایک ہوا چلی اور اس پیراہن سے مس کر کے اسی وقت حضرت یوسفؑ کی خوشبو مشام یعقوبؑ میں پہنچی قَالَ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَن تُفَنِّدُونِ جناب یعقوبؑ نے کہا اگر تم مجھے سست رائے نہ سمجھو تو یہ جانو کہ مجھے اس وقت یوسفؑ کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ جس وقت بشیر کنعان کے قریب پہنچا تو دیکھا ایک کنیز کپڑے دھو رہی ہے درحقیقت وہ اس کی ماں تھی اور حضرت یعقوبؑ کے کپڑے دھو رہی تھی۔ بشیر نے اس سے پوچھا یعقوبؑ نبی کا مکان کہاں ہے اس بوڑھی خاتون نے کہا وہ کئی سالوں سے یوسفؑ کے فراق میں مبتلا ہیں اور گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں۔

بشیر نے کہا میں حضرت یوسفؑ کی خوشخبری لایا ہوں اور میں قاصد ہوں۔ اس وقت اس خاتون نے سر اٹھا کر درگاہ الٰہی میں عرض کی بار الٰہی تو نے اس کنیز

سے وعدہ فرمایا تھا کہ تیرا بشیر یوسف سے پہلے تجھ سے ملے گا میرا بشیر تو ابتک نہیں آیا بشیر نے کہا تیرا بشیر کون تھا۔ اس نے اول سے آخر تک سارا واقعہ سنایا یہ سن کر بشیر نے کہا اے ماں میں ہی تیرا بشیر ہوں اور اپنا سارا قصہ سنایا اور کہا کہ خداوند کریم اپنے وعدے کے خلاف ہرگز کچھ نہیں کرتا۔

اس کنیز نے سجدہ شکر کیا اور دونوں ہاتھ اپنے بیٹے کی گردن میں ڈال دیئے اور بے ہوش ہو گئی جب ہوش میں آئی تو بشیر کو مکان کا پتہ بتایا۔ بشیر نے جا کر وہ پیراہن حضرت یعقوبؑ کے منہ پر ڈال دیا فَارْتَدَّ بَصِيرًا اس وقت ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں اس کے بعد بشیر نے خوشخبری سنائی کہ آپ کا فرزند اس وقت مصر کا بادشاہ ہے اور تخت شاہی پر جلوہ افروز ہے۔ کیوں مومنین مقام تصور ہے کہ اس بشیر نے تو جناب یعقوبؑ کو ان کے فرزند کی سلامتی اور بادشاہ ہونے کی خوشخبری دی مگر آہ آہ بشیر بن جذلم نے اہل مدینہ کو یعقوبؑ کربلا کی شہادت کی خبر دی چنانچہ وہ بیان کرتا ہے جب ہم مدینہ منورہ کے قریب پہنچے اس وقت جناب سید الساجدین امام زین العابدینؑ نے خیمے لگائے اور اہل حرم کو اتروایا اور مجھ سے فرمایا اے بشیر اللہ تیرے باپ پر رحمت کرے وہ مرد شاعر تھا آیا تو بھی شعر کہنا جانتا ہے۔ اس نے عرض کی یا ابن رسول اللہ میں بھی شعر کہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا تو مدینہ میں جا اور شہادت حسینؑ کی اہل مدینہ کو اطلاع دے۔ حسب الارشاد میں گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد نبوی میں داخل ہوا اور وہاں پہنچ کر با آواز بلند یہ اشعار پڑھے۔

يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ بِهَا
قُتِلَ الْحُسَيْنُ فَأَدْمُعِي مِدْرَارُ

رہے یثرب والو۔ یہ شہر رہنے کے قابل نہیں رہا اس لیے کہ اس شہر کے
سردار اور مالک امام حسینؑ کوفیوں کے ظلم سے اپنے عزیزوں اور ساتھیوں سمیت زمین کربلا پر شہید ہو گئے ہیں۔

اَلْجِسْمُ مِنْہُ بِکَرْ بَلَاءِ مُضَرَّجٌ
وَالرَّاسُ مِنْہُ عَلَی الْقَنَاۃِ یُدَارُ

ان کا جسم نازنین کربلا کی گرم ریت پر بے گور و کفن پڑا رہا اور ان کا سر اطہر کافی مدت تک نیزہ پر رکھ کر پھرایا گیا۔

یَا اَھْلَ یَثْرِبَ شَیْخُکُمْ قَدْجَاءَ کُمْ
ھَلْ فِیْکُمْ اَحَدٌ عَلَیْہِ یُغَارُ

اے اہل یثرب تمہارا سردار و امام مدینہ کے قریب تشریف لا چکا ہے تم لوگوں میں کوئی ایسا صاحب غیرت و حمیت ہے کہ اپنے امام کی نصرت و امداد کرے اور ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ان کو ان کے پدر بزرگوار کا پرسا دے یَا اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ ھٰذَا عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ مَعَ عَمَّاتِہٖ وَ اَخَوَاتِہٖ قَدْ نَزَلَ بِفَنَائِکُمْ وَ اَنَا رَسُوْلُہٗ اِلَیْکُمْ اے اہل مدینہ امام زین العابدینؑ اپنی پھپھیوں اور بہنوں کے ہمراہ یزید پلید کی قید سے رہا ہو کر شہر کے قریب آچکے ہیں اور مجھے تم کو اطلاع دینے کے لئے بھیجا ہے بشیر بن جذلم کہتا ہے کہ اس وحشت اثر خبر کو سنتے ہی مدینہ کی تمام عورتیں اپنے گھروں سے سروپا برہنہ' منہ پیٹتی ہوئی باہر نکل پڑیں اور کسی کو اپنے پردہ کا ہوش نہ رہا اور تمام شہر سے گریہ و بکاء کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ بشیر کہتا ہے ایسا گریہ اور ایسا ماتم میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا اسی حالت میں

میں نے ایک صاحبزادی کے رونے کی آواز سنی وہ بچی کہہ رہی تھی۔ ہائے افسوس
کہ اس شخص نے مجھے میرے بابا کی موت کی خبر سنائی ہے اب میں زندہ نہیں بچ سکوں گی اب تک اپنے پیاروں کا انتظار کرتی رہی افسوس کہ وہ مجھے دفنا بھی نہیں سکیں گے۔ اس شہزادی نے مجھے در دولت پر بلایا اور دروازہ کے پیچھے کھڑے ہو کر مجھ سے پوچھا اے شخص تو نے کیا قیامت برپا کی کیونکر تیری زبان سے نکلا کہ امام حسینؑ قتل ہو گئے ہیں میں نے عرض کی اے میری آقا زادی میرا نام بشیر بن جذلم ہے میری مجال کب تھی کہ میں ایسی خبر کو برملا بیان کرتا۔ لیکن کیا کروں کہ امام زین العابدینؑ مدینہ کے قریب تشریف لا چکے ہیں اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ مدینہ جا کر قتلِ حسینؑ سے سب کو آگاہ کروں بشیر کہتا ہے کہ میں ابھی اس شہزادی سے یہ عرض کر رہا تھا ناگاہ بنوہاشم کی تمام عورتیں سروپا برہنہ بے مقنع چادر روتی پیٹتی ہوئیں گھروں سے باہر نکلیں اور مجھے وہیں چھوڑ کر امام زین العابدینؑ کی طرف روانہ ہوئیں میں نے بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہونا چاہا کہ حضرت کو اطلاع کروں لیکن لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تمام راستے بند ہو چکے تھے ناچار گھوڑے سے اتر کر پیادہ پا حضرت کی خدمت میں پہنچا امام علیہ السلام خیمہ سے نکلے خادم نے کرسی بچھا دی حضرت اس پر بیٹھے اور ایک خطبہ جو کہ حمد خداوندی و درود پر مشتمل تھا پڑھ کر عمامہ زمین پر پھینک دیا اور فرمایا اَمَّا بَعْدُ قَدْ قُتِلَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَاءِ اے لوگو ! اس شہر مدینہ کی رونق جاتی رہی' مزار نبی کا مجاور تمہارا سردار فرات کے کنارہ پر تین دن کا بھوکا پیاسا اپنے عزیزوں' ساتھیوں سمیت شہید کر دیا گیا وَھُتِکَتْ حُرَمُہٗ کَالسَّبَایَا وَ سُبِیَتْ عَلَی الْمَطَایَا بِغَیْرِ وِطَاءٍ فاطمہؑ کی بیٹیاں پیغمبرؐ کی نواسیاں علیؑ کی پوتیاں میری ماں' بہنیں کربلا کے صحرا میں لوٹی گئیں لونڈیوں کی طرح قید ہوئیں بے کجاوہ اونٹوں پر بلوائے عام میں بازار شام میں پھرائی

گئیں۔ تمام عزیزوں، دوستوں کو کھو کر شہید اور دربار کی صعوبتیں برداشت کرکے اب ہم یہاں آئے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ امام کے اس خطبہ کو سن کر کس چھوٹے بڑے کو تاب ضبط نہ رہی ایسا کہرام برپا ہوا کہ کوسوں تک وا حسین وا مظلوم کے سوا اور کچھ آواز نہ آتی تھی۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۔

مجلس نمبر ۷

اطاعتِ والدین کی تاکید، یعقوبؑ کا مصر میں پہنچنا اور یوسفؑ کا اپنے باپ کے استقبال کے لئے آنا یزید کا غصہ میں آکر امام سجادؑ کے قتل کا حکم دینا۔

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرُ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلَاھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَ قُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ○

تمام علمائے دین اور مفسرین اس آیہ وافی ہدایہ کے معنی یوں لکھتے ہیں کہ پروردگار عالم نے اپنے رسول کو حکم کیا کہ اے محمدؐ تم اور تمہاری امت پر واجب قرار دیا ہے کہ میرے سوا کسی کی پرستش نہ کرو اور اپنے والدین کے ساتھ احسان اور نیکی سے پیش آؤ اور اگر ان میں سے ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں اور تمہاری خدمت کے محتاج ہوں تو تم کو روا نہیں کہ کلمۂ اف بھی ان کے سامنے زبان پر لاؤ۔ خدمت اور تابعداری سے ان کے دل تنگ اور ملول نہ ہونے دو اور ان کو جھڑکو نہیں بلکہ ان کی دلجوئی اور خدمت گزاری میں سعی کرو اور نرمی و ملائمت کے ساتھ ان سے گفتگو کرو اور حتی الامکان ان کا نام لے کر نہ پکارو کہ نام لے کر پکارنا بھی ترک ادب میں داخل ہے **وَ اخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا** ان سے تواضع اور عزت سے پیش آؤ اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا مانگو کہ اے پروردگار رحیم تو ہمارے

والدین پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے ہم پر بچپن میں رحم کیا ان کے گناہوں سے درگزر فرما **حضرات** خیال کرنا چاہئے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اطاعت والدین کی کس قدر تاکید فرمائی ہے کہ اپنی عبادت کے ساتھ اطاعت والدین کو بھی واجب کیا ہے ان کی خدمت میں ذرا سی غفلت اور کوتاہی کرنے اور اکرام و احترام میں تھوڑی سی کمی کرنے میں انسان مورد عتاب الٰہی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حکایت یعقوبؑ و یوسفؑ سے واضح ہوتا ہے **صاحب حیات القلوب** لکھتے ہیں جس وقت جناب یعقوبؑ کو معلوم ہوا کہ میرا فرزند یوسفؑ مصر میں ہے تو جوش الفت سے دل بے تاب ہو گیا اسی وقت حکم جاری ہوا کہ یعقوبؑ مصر میں جائیں لیکن یوسفؑ کو کنعان جانے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ یوسفؑ باپ کے غم و حزن اور بیت الحزن کو ملاحظہ کرنے کو سخت ملول و مغموم ہوتے لکھا ہے کہ جناب یعقوبؑ اپنے عزیز و اقارب کو لے کر عازم مصر ہوئے یوسفؑ کے بھائیوں نے بھی اپنی غلطیوں اور گناہوں سے توبہ کر لی اپنے باپ سے کہنے لگے آپ ہمارے حق میں بھی دعا فرمائیے۔ انہوں نے کہا یوسفؑ کے سامنے تمہاری غلطی معاف کی جائے گی کیونکہ تم نے انہی پر ظلم کیا **لہٰذا** معاف کرنے کا حق بھی وہی رکھتے ہیں جب یعقوبؑ اور ان کے ساتھی مصر کے قریب پہنچے اور جناب یوسفؑ کو معلوم ہوا تو انہوں نے ملک ریان جس نے ایمان لا کر سلطنت مصر یوسفؑ کے حوالے کر دی تھی سے کہا میرے پدر بزرگوار پیغمبر خدا ہیں اور فرزند پیغمبر ہیں آج اپنے اقرباء کے ساتھ کنعان سے مصر میں تشریف لانا چاہتے ہیں ان کے استقبال کے لئے آپ کو جانا مناسب ہے پس ملک ریان چار ہزار خواص کے ہمراہ اور جناب یوسفؑ اکابرین مصر کو لے کر جناب یعقوبؑ کے استقبال کے لئے روانہ ہوئے جب قریب پہنچے تو جناب یعقوبؑ نے یوسفؑ کی شان و شوکت اور جاہ و منزلت کو دیکھ کر تعجب کیا

ناگاہ جبرئیلؑ بحکم رب جلیل نازل ہوئے اور عرض کی ذرا آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھئے کہ لشکر **ملائکہ** زمین سے آسمان تک صف بہ صف ہو کر حضرت یوسفؑ کے جلو میں موجود ہیں اور آپ کی خوشی سے خوش ہو رہے ہیں جس طرح کہ آپ کے اندوہ سے محزون تھے۔

منقول ہے جب یعقوبؑ کی نظر اپنے فرزند کے نورانی چہرہ پر پڑی تو فوراً سواری سے اتر پڑے اور پیادہ آگے بڑھے مگر حضرت یوسفؑ کی شایان شوکت کے باعث گھوڑے سے نہ اترے ابھی باپ بیٹے کو ملنے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ جبرئیلؑ نے عرض کی اے یوسفؑ حق سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تم کو شان و شوکت ایسی مانع ہوئی کہ میرے خاص بندے یعقوبؑ کی تعظیم نہ کی بھروہ تمہارے والد بھی تھے اپنے ہاتھوں کو کھولو جونہی آپ نے ہاتھ کھولے دیکھا ہتھیلی یا انگلی سے ایک نور نکل کر آسمان کو چلا گیا۔ یوسفؑ نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ نور کیسا تھا کہ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ انہوں نے عرض کی یہ نور نبوت تھا کہ آپ کے صلب سے نکل گیا اب آپ کی نسل میں کوئی پیغمبر نہیں ہو گا۔ چونکہ تمہارے بھائی لاوی نے بھائیوں کو تمہیں قتل کرنے سے روکا تھا اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ عمل پسند آگیا اس لئے نور نبوت کو صلب لاوی میں منتقل کر دیا۔ بہرحال یوسفؑ نے اپنے پدر عالی قدر اور سب بزرگوں کو تعظیم و تکریم کی **وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا** اور سب کو ہمراہ لے کر تخت گاہ میں آئے اور اپنی خالہ اور جناب یعقوبؑ کو تخت پر بٹھایا اور تمام فرزندان یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کی تعظیم کو خم ہوئے **وَقَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ** اس وقت جناب یوسفؑ نے عرض کی اے بابا یہ میرے بچپن کے خواب کی تعبیر ہے۔ پھر یعقوبؑ نے پوچھا

اے بیٹا۔ تمہارے بھائیوں نے تم سے کیا سلوک کیا آپ نے عرض کی چونکہ میں نے ان کے قصور کو معاف کر دیا ہے اس لئے اس کے ذکر کو بھی چھوڑیئے۔ حضرت یعقوبؑ نے قسم دی کہ کچھ تو بیان کرو آپ نے عرض کی صحرا میں لے جا کر میرے کپڑے اتار دیئے اور مجھ پر ظلم کرنے لگے اتنا ہی سننا تھا کہ حضرت یعقوبؑ روتے روتے غش کھا گئے جب ہوش میں آئے فرمایا اے بیٹا پھر کیا ہوا جناب یوسفؑ نے عرض کی ابا جان آپ کو اپنے آباء و اجداد کی قسم اس واقعہ کو بیان کرنے سے مجھے معاف فرمائیے۔

منقول ہے کہ جناب یوسفؑ اپنے باپ سے باختلاف روایات بیں، چالیس برس تک یا زیادہ جدا رہے اس مدت میں کبھی اپنی آسائش اور زینت کی طرف مائل نہ ہوئے سرمہ نہ لگایا، روغن اور خوشبو کا استعمال نہیں کیا۔

مگر جب جناب یعقوبؑ کی مصر میں آمد ہوئی اس وقت آپ نے حمام کیا اور فاخرہ لباس پہن کر سرمہ و خوشبو لگا کر استقبال کرنے کے لئے گئے اور یہ بھی **منقول** ہے کہ جناب یوسف کے عہد میں جناب زلیخا حضرت کے سامنے آئی آپ نے پوچھا تو میرے ساتھ حرکات بد کی مرتکب ہوئی اس کی وجہ کیا تھی ؟ وہ بولی کیا عرض کروں آپ کا حسن و جمال اتنا زیادہ ہے کہ آپ سے جس قدر محبت کی جائے کم ہے حضرت نے فرمایا خاتم الانبیاء مجھ سے بھی زیادہ حسین اور خوبصورت ہوں گے۔ اگر تو ان کو دیکھتی تو اپنا حال اس سے بھی زیادہ ابتر کرتی اس نے عرض کی آپ بجا ارشاد فرماتے ہیں جناب یوسفؑ نے فرمایا تو نے دیکھے بغیر میرے کلام کی تصدیق کر دی اس نے عرض کی اس لئے ان کا نام مبارک سنتے ہی رگ و پے میں ان کی الفت اثر کر گئی وحی ہوئی اے یوسفؑ زلیخا کے دل میں میرے حبیب کی محبت پیدا ہوئی ہے اب تم اس کو اپنے عقد میں لے آؤ کیونکہ

حضرات مقام تصور ہے کہ زلیخا نے جناب رسالتماب کا فقط نام سن کر اتنا احترام کیا کہ حضرت یوسفؑ کے قول کی تصدیق کر دی اس کی برکت سے اپنی مراد کو پہنچی آہ آہ اس اُمتِ جفا کار نے اسی جناب کی ذریت کا یہ پاس کیا کہ ان کے پیارے نواسے کو تین دن کا بھوکا پیاسا گوسفند کی مانند لب دریا ذبح کیا اور تمام اھل بیت طاہرین علیہم السلام کو ترک و دیلم کی کنیزوں کی مانند اسیر کر کے شہر بشہر در بدر پھرایا اس کے بعد یزید کے دربار میں لے گئے تاکہ خانوادۂ عصمت و طہارت کی نعوذ باللہ مزید رسوائی ہو۔

مومنین ابھی مذکور ہوا ہے کہ جناب یعقوبؑ نے فقط یوسفؑ کی زبانی اس قدر سنا کہ انہیں بھائیوں نے برہنہ کیا یہ سن کر تاب نہ لا سکے غش کر گئے اور جب امام زین العابدینؑ نے اپنی آنکھوں سے پدر بزرگوار کی لاش مبارک عریاں اور خاک و خون میں غلطاں دیکھی ہو گی تو اس وقت ان کا کیا حال ہو گا اور جس وقت اپنی ماں، بہنوں، پھپھیوں کو سر دربار عام سر برہنہ دیکھا ہو گا تو حضرت کے دل پر کیا صدمہ گزرا ہو گا۔

منقول ہے کہ جب سید الساجدینؑ اپنے عزیزوں سمیت یزید لعین کے دربار میں داخل ہوئے اس وقت سات سو کرسی نشین اس دشمنِ دین کے اردگرد حاضر تھے اور شراب کے نشہ اور دولت و حکومت کے نشہ میں مست بیٹھا اپنی فتح پر فخر و مباہات کر رہا تھا جب اس روسیاہ کی نگاہ بیمار کربلا پر پڑی بڑے غرور سے حضرت کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ مَنْ قَتَلَ اَبَاکَ یعنی شکر اس خدا کا جس نے تیرے باپ کو ہلاک کیا حضرت نے فرمایا لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ قَتَلَ اَبِیْ اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو جس نے میرے پدر مظلوم کو قتل کیا اے پسر ہندہ

سوچ تو سہی نبوت ہمارے جد امجد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملی تھی یا تیرے جد کو بدر و احد کے دن پرچم اسلام ہمارے جد عالی مقام علیؑ ابن ابی طالب کے ہاتھ میں تھا یا تیرے جد کے ہاتھ میں۔ اور جبرئیلؑ ہمارے گھر میں آتے تھے یا تیرے خانۂ نجس میں آیۂ تطہیر ہماری شان میں آیا ہے کہ تیرے بزرگوں کی شان میں، مودت ذوی القربیٰ ہمارے بارے میں ہے یا تمہارے بارے میں یہ سنتے ہی اس شقی نے غصہ میں آکر جلاد کو حکم دیا کہ اس بیمار کا سر کاٹ کر لاش کو دفن کر دے جلاد حضرت کا ہاتھ تھام لے چلا جناب زینبؑ بے تاب ہو کر یزید سے کہنے لگیں اور پسر ہندہ اب اس فرزند علیؑ کے سوا ہمارا کوئی وارث اور محرم نہیں ہے پہلے ہم کو قتل کر لے پھر اس کو مارنا اور جناب ام کلثومؑ مدینہ کی طرف متوجہ ہو کر یہ شعر کہنے لگیں۔

اُنَادِیْکَ یَا جَدَّاہُ یَا خَیْرَ مُرْسَلٍ
حُسَیْنُکَ مَقْتُوْلٌ وَ نَسْلُکَ ضَائِعٌ

اے نانا ان ظالموں نے ہمارے مردوں کو کربلا میں تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کیا آپ کے حسینؑ کا سر اطہر بطور ہدیہ لائے ہیں۔ مردوں میں کوئی باقی نہیں رہا ایک فرزند علیل باقی ہے اس کو بھی یہ ظالم قتل کرنا چاہتے ہیں نانا اس کی خبر لیجئے قریب ہے کہ آپ کی نسل منقطع ہو جائے۔ امام سجادؑ نے فرمایا۔ پھوپھی اماں آپ اس قدر پریشان نہ ہوں اس کی کیا جرات کہ مجھے قتل کرے آپ مجھے اس وقت اپنے حال پر چھوڑ دیں اور دیکھیں اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے؟ جلاد آپ کو لے کر ایک مقام پر لایا وَجَعَلَ یَحْفِرُ وَالسَّجَّادُ یُصَلِّیْ وہ جلدی سے ایک گڑھا کھودنے لگا اور جناب سجاد نماز میں مشغول ہو گئے جب قبر تیار ہو چکی اس بے

رحم نے ارادۂ قتل کیا ناگاہ ایک ہاتھ ہوا سے پیدا ہوا اور ایسا طمانچہ رسید کیا کہ وہ ملعون واصل جہنم ہو گیا منقول ہے کہ یزید کا بیٹا خالد اپنی جگہ سے یہ تمام ماجرا دیکھ رہا تھا وہ ڈر کر اپنے باپ کے پاس آیا اور کیفیت بیان کی وہ بھی نہایت خائف ہوا حکم دیا اس جلاد کو اسی قبر میں دفن کر دو اس کے بعد امام زین العابدینؑ کو سامنے بلا کر کھڑا کیا اور خالد اپنے پہلو میں تخت پر بٹھایا اور کہنے لگا اے فرزند حسینؑ تم میرے اس فرزند سے کشتی لڑ سکتے ہو آپ نے ارشاد فرمایا یہ کام خلاف تہذیب ہے اگر تجھے امتحان طاقت منظور ہے تو دو چھریاں منگوا کر ایک خالد کو اور ایک مجھے دے جو غالب ہو گا دوسرے کو ہلاک کرے گا۔ یہ سن کر وہ جواب نہ دے سکا اتنا بولا کیوں نہ ہو سانپ کی صلب سے سانپ ہی پیدا ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر اپنے بیٹے خالد کو گلے سے لگا لیا اور بہت پیار کیا۔ مگر فرزند رسول اسی طرح سامنے کھڑے رہے۔ آہ آہ اس وقت کہاں تھے جناب رسول خدا کہ اپنے پارہ جگر کو اپنے سینہ سے لگا لیتے اور پیار کرتے اور پیشانی پر بوسہ دیتے یقین ہے کہ اس وقت امام مظلوم کا کٹا ہوا سر جو طشتِ طلا میں زیر تخت رکھا تھا یہ بے کسی دیکھ کر تڑپ گیا ہو گا اگر زندہ ہوتے تو کیونکر گوارا کرتے کہ یزید اپنے بیٹے کو گلے لگائے اور آپ اپنے فرزند کو گلے نہ لگا لیں۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ

مجلس نمبر ۸

حضرت ایوبؑ کا امتحان، ان کی اولاد اور مال مویشی کا ختم ہو جانا، حضرت کا مصیبتوں کے دفعیہ کے لئے دعا کرنا اور مصائب امام حسینؑ

☆

کتاب مجالس علویہ میں مرقوم ہے کہ ایک زاہد جانکنی کی تکلیف میں مبتلا تھا اور اس کی زوجہ اس پر رو رہی تھی زاہد نے آنکھ کھول کر پوچھا کہ کیوں روتی ہے وہ بولی تجھ پر روتی ہوں اس نے کہا تو اپنے اوپر رو میں تو چالیس برس تک اسی دن کے لئے روتا رہا ہوں اس لئے مجھے تمہارے رونے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرات یہ دنیا ناپائیدار ہے اس کی خوشی و غمی کا کوئی اعتبار نہیں بہرحال جہاں تک ممکن ہو انسان کار خیر بجالائے اور زہد و تقویٰ کو اپنا شعار بنائے عبادت و اطاعتِ خدا سے ایک لحہ بھی غافل نہ ہو منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چند پیغمبروں کو مبتلائے بلا کیا مگر برگزیدگانِ خدا کسی حال میں بھی شکرگزار رہے اور عبادت خدا میں ایسے مصروف رہے کہ ان کی عبادات کو دیکھ کر ملائکہ بھی تعجب کرنے لگے۔ انہوں نے انبیاء کے سامنے اپنی عبادت کو حقیر سمجھا ان میں سے ایک حضرت نوحؑ تھے اور یہ کہ ان کو ان کی قوم نے چوب و سنگ سے اس طرح مارا کہ ان کے کانوں سے خون جاری ہوگیا اور تین دن تک بے ہوش پڑے رہے۔ اس کے باوجود آپ ذکر الٰہی اور شکر خداوندی میں مشغول رہے

دوسرے جناب ابراہیم خلیل اللہ ہیں کہ جب ظلم نمرود میں مبتلا ہوئے اور اس کافر نے ان کو منجنیق میں رکھ کر آگ میں ڈالا تو اس وقت بھی آنجناب ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔ تیسرے حضرت یوسفؑ ہیں جب آپ کنویں اور قید خانہ میں تھے تو شب و روز اللہ تعالیٰ کی عبادت کے سوا ان کا اور کوئی کام نہ تھا۔

چوتھے جناب ایوبؑ ہیں جب آپ امراض و آلام میں مبتلا ہوئے اور تکالیف اور مظالم کے باعث اٹھ بیٹھ نہ سکتے تھے تو اپنی زوجہ سے ارشاد فرماتے تھے کہ مجھے محراب عبادت میں بٹھا دو اور شب و روز جناب ایوبؑ عبادت خداوندی میں مشغول رہتے تھے۔ منقول ہے کہ حضرت ایوبؑ شروع میں چالیس سال تک مرفہٗ حال اور نہایت عیش و آرام میں رہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دس فرزند جو کہ نہایت خوبصورت اور ذہین و فطین تھے عطا کئے تھے اور چار سو غلام بھیڑ بکریاں اور اونٹ چرانے والے ان کی ملکیت میں تھے اور ہر ایک غلام کے پاس بے شمار گوسفند اور اونٹوں کی قطاریں تھی اس کے علاوہ چالیس پُربہار، میوہ دار باغ اپنے تصرف میں رکھتے تھے۔ ناگاہ ایک روز جبرئیل امین ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے ایوبؑ آپ نے ایک طویل عرصہ عیش و آرام اور نازو نعمت میں بسر کیا اب حکم الٰہی یوں صادر ہوا ہے کہ کچھ دن تکلیف اور مصیبت میں رہو اور درویشی اور بیماری میں وقت گذارو جناب ایوبؑ نے حکم الٰہی بسرو چشم منظور کرلیا اور عرض کی اے پروردگار تیری راہ میں مجھے سب کچھ منظور ہے۔

پیکان آبدار کہ آید ز دست دوست
بر عاشقانِ سوختہ بارانِ رحمت است

حسبُ الاقرار حضرت ایوبؑ امتحان الٰہی کا انتظار کرنے لگے ایک روز صبح کی نماز پڑھ کر حاضرین کو پند و نصائح سنا رہے تھے کہ ناگاہ مسجد کے دروازہ سے ایک فریاد سنی اور دنبوں کے چرواہے نے آکر عرض کی یا نبی اللہ پہاڑ سے ایک سیلاب آکر تمام ریوڑ کو بہا کر لے گیا اس دوران ایک ساربان آیا اور عرض کی یا نبی اللہ باد سموم ایسی چلی کہ آپ کے تمام اونٹ ہلاک ہو گئے ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ باغبان گریبان چاک کر کے عرض کرنے لگا کہ یا حضرت باغوں میں ایسی بجلی گری کہ تمام درخت جل گئے جناب ایوبؑ یہ حالات سنتے تھے تو شکر خداوندی بجا لاتے اسی اثناء آپ کی اولاد پرورش کرنے والی حضرت کے پاس آئی اور عرض کی اے پیغمبر خدا آپ کے گیارہ فرزند بڑے بھائی کے یہاں مہمان ہو گئے تھے ناگاہ ان پر چھت گری کسی کے منہ میں لقمہ رہا کسی کے ہاتھ میں کاسہ۔ سب کے سب دفعتاً" لقمہ اجل بن گئے ہرچند مقتضائے بشریت نے چاہا کہ ایوبؑ کو بے قرار کرے اور فرزندوں کی موت اور اموال کے ضیاع پر جزع فزع کرائے مگر حضرت کچھ سوچ کر سجدہ میں جھک گئے اور کہنے لگے کہ میرا کوئی نہیں رہا وہ تو ہے اگر وہ راضی ہے تو سب کچھ ہے **مَنْ لَہُ الْمَوْلٰی فَلَہُ الْکُلُّ** جس کا خدا مالک ہے اس کے لئے سب کچھ ہے۔ مال و منال کی بربادی اور بیٹیوں کی موت کے بعد طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہو گئے **منقول ہے** ایسے مہلک مرض میں مبتلا ہوئے کہ بدن مبارک میں چار ہزار کیڑا پڑ گیا۔ اور اعضائے شریف کو کھانے لگے۔ یہاں تک کہ دل اور زبان کے سوا کوئی عضو سلامت نہ رہا۔ جب کیڑوں نے زبان و دل کو کھانا چاہا تو اس وقت حضرت ایوبؑ نے خدا سے التجا کی **اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ** اے میرے پروردگار ! بالتحقیق اب مجھے انتہائی رنج و نقصان پہنچا اور تو سب سے زیادہ مہربان ہے۔

دل مخزن مہر ست و زبان جائے ثنا
دین ہر دو ازانِ تست رحمی فرما

اللہ تعالیٰ نے ایوبؑ کی دعا قبول کی اور جو نقصان ہوا تھا ان میں سے کچھ پورا فرما دیا۔ اے برادران ایمانی مقام حسرت ہے کہ جناب ایوبؑ کے بدن میں تو صرف چار ہزار کیڑے پڑے تھے۔ ان کی تکلیف پر انہوں نے صبر کیا اور جناب سید الشہداءؑ کے بدن پر ایک ہزار نو سو پچاس زخم سر سے لے کر پاؤں تک لگے تھے اور خون کے فوارے جاری تھے اور امام علیہ السلام ابھی گھوڑے کی زین پر تھے کہ خولی ملعون نے تین پھلوں والا تیر قلب اقدس پر مارا حضرت نے اس تیر کو کھینچ کر پھینک دیا راوی کہتا ہے کہ اس تیر کے نکلتے ہی آپ کے بدن سے پرنالہ کی مانند خون جاری ہوا اور امام بے کس نے وہ خون چلو میں لے کر اپنے چہرۂ انور اور ریش مطہر پر ملا اور اس سے خضاب کیا آہ آہ خون کے بہنے اور زخموں کے صدموں سے آپ نہایت ضعیف اور ناتواں ہو گئے تھے۔ جب ان ملاعین نے یہ کیفیت دیکھی سب نے مل کر حملہ کیا اور ابن انس نے آگے بڑھ کر ایک نیزہ سینہ اقدس پر مارا کہ پشت اقدس سے پار ہو گیا۔

فَلَمَّا جَذَبَ رُمْحَہٗ وَقَعَ الْحُسَیْنُ عَنْ فَرَسِہٖ عَلَی الْاَرْضِ وَ یَخُوْرُ فِیْ دَمِہٖ

جب اس لعین نے اپنا نیزہ امام کے سینہ اقدس میں کھینچا تو امام گھوڑے کی زین سے پشت زمین پر آئے اور زخموں کے صدمہ سے خون میں لوٹنے لگے۔ **راوی کہتا ہے** کہ اس دن میں حضرت نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا کچھ اٹھے تھے کہ ضعف و ناتوانی سے غش کھا کر پھر گرے پڑے۔ اسی دوران زرعہ بن شریک شامی نے آپ کے بازو پر تلوار ماری اور دوسرے ملعون نے سر اطہر

تلوار لگائی فَسَالَ الدَّمَ عَلیٰ وَجْھِہٖ وَ عَمنِہٖ وَ لِحیَتِہٖ زخم کا خون سر مقدس سے اس قدر جاری ہوا کہ تمام چہرۂ انور خون سے بھر گیا۔ چشم مبارک ریش اطہر سمیت خون سے تر ہو گئی۔ ناگاہ شمر ملعون آیا کس منہ سے کہوں اس شقی نے کیا ظلم کیا۔ بدن سے سر کاٹ کر سخت بے ادبی سے زمین پر رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ کٹا ہوا سر ایک طویل نیزہ پر رکھ کر بلند کیا۔ تمام لشکر نے قتل حسینؑ کی خوشی میں تکبیریں کہیں۔ اس حادثۂ عظیم سے زمانہ تیرہ و تار ہو گیا زمین و آسمان کانپنے لگے آفتاب کو گہن لگ گیا اور ہر طرف سے آواز آنے لگی کہ :

۔ قَدْ قُتِلَ الْحُسَیْنُ ۔

مجلس نمبر ۹

علماء کی فضیلت، حضرت یونسؑ کا واقعہ، امام حسینؑ کا چار مقام پر اُمت کو قہر الٰہی سے بچانا۔

☆

النَّاسُ مِنْ جِهَتِہِ التِّمثَالِ اِکفَاءُ
اَبُوهُمْ اٰدَمُ وَالاُمُّ حَوَّاءُ

جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تمام نوع انسان شکل و شمائل میں یکساں ہیں اور حسب و نسب پر فخر کرنا بے جا ہے کہ تمام انسان اولاد آدمؑ و حواؑ ہیں اس حیثیت سے سب برابر ہیں۔

وَاِنْ یَکُنْ لَهُمْ فِیْ اَصْلِهِمْ شَرَفٌ
یُفَاخِرُوْنَ بِہٖ فَالطِّیْنُ وَ المَاءُ

اگر کوئی اصل حقیقت کا کچھ فخر کرے تو اصل خلقت انسان کی آب و گل سے ہے اور انجام کار اس خاک میں مل جانا ہے اور کوئی شرف و بزرگی اُن کے خمیر میں ہوتی تو البتہ فخر و مباہات کرنا ان کو زیب دیتا تھا۔

وَ اِنْ اَتَیْتَ بِفَخْرٍ مِنْ ذَوِی نَسَبٍ
فَاِنَّ نَسَبَتَنَا جُوْدٌ وَ عُلْیَاءُ

حضرت فرماتے ہیں کہ اگر تو اپنے منصب پر فخر کرے تو ہمارا نسب جود و کرم کی وجہ سے سب سے بزرگ و برتر ہے۔ یعنی ہم افضل ترین عالم ہیں۔

وَمَا الفَخْرُ اِلَّا لِاَهْلِ العِلْمِ اِنَّهُمْ
عَلَی الهُدٰی لِمَنِ اسْتَهْدٰی اَدِلَّاءُ

پس انسان کو فخر کرنا کسی امر میں بھی زیب نہیں ہاں اگر علمائے دین و ہادیان شرع متین علم پر فخر کریں تو ان کا فخر بجا ہے اس لئے کہ ان سے اور لوگ راہ راست کی ہدایت پاتے ہیں۔

فَفُزْ بِعِلْمٍ وَلَا تَبْغِیْ بِہٖ بَدَلًا
فَالنَّاسُ مَوْتٰی وَاَهْلُ العِلْمِ اَحْیَاءُ

پس اے برادران ایمانی تحصیل علوم دین میں کوشش کرو اور کسی چیز کو علم کے عوض اختیار نہ کرو اس لئے جاہل صرف حیات دنیا تک زندہ ہے اور اہل علم مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں کیونکہ ان کی تصانیف ان کے بقائے نام کے لئے کافی ہیں اور لوگ ان سے مستفیض ہوتے ہیں اور دین کا راستہ حاصل کرتے ہیں فی الحقیقت مومنین جو کچھ جناب امیرؑ نے ارشاد فرمایا ایسا ہی اہل علم کا مرتبہ ہے بلکہ عالم کا مرتبہ عابد سے زیادہ اس لئے کہ عالم سے دوسرے لوگ منتفع ہوتے ہیں منقول ہے کہ جناب یونسؑ تیس برس کے بن میں مبعوث ہوئے اور تیس برس تک دعوتِ خلق میں شب و روز مشغول رہے اس طویل عرصہ میں صرف دو شخص راہ راست پر آئے ایک روبیل شبان کہ اہل علم و حکمت میں سے تھے دوسرے تنوخا عابد و زاہد کہ لکڑیاں بیچنے کا کام کرتے تھے چونکہ جناب یونسؑ

مطالعہ کیا ۔ مگر عابد نے قبول نہ ہونے دیا اور حضرت یونسؑ کو اپنے ساتھ شہر سے باہر

لے گیا اور اس طرف عالم نے تمام باشندگان شہر کو اطلاع دی کہ تم پر عذاب خدا نازل ہوا چاہتا ہے سب نے ان کی تکذیب کی اور سرزنش کر کے نہایت توہین کے ساتھ شہر سے باہر نکال دیا پس ہلال شوال نمودار ہوا عالم نے ایک بلند پہاڑ پر جا کر کہا اے لوگو ! میں تمہارے حال پر مہربان ہوں اس لئے تم کو مطلع کرتا ہوں کہ جو حضرت یونسؑ نبی کو اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے وہ حق ہے اے غافلو ! اپنی فکر کرو اور غافل نہ رہو قدرت خدا سے ان کے کلام نے قوم کے دلوں میں تاثیر کی اور اس قوم کے لوگ روبیل عالم کے پاس دوڑے آئے اور عرض کی واقعی آپ ہم پر مہربان ہیں مگر یہ فرمایئے کہ اب کیا تدبیر کریں عالم نے کہا چارۂ کار یہ ہے کہ جب بدھ کی صبح ہو تم سب طلوع آفتاب سے پہلے صحرا میں چلے جانا شیر خوار بچوں کو ان کی ماؤں سے جدا کر دینا عورتوں کو دامن کوہ اور بچوں کو پہاڑوں کے دروں میں ڈال دینا اور حیوانات کے بچے بھی ان کی ماؤں سے علیحدہ کر دینا جب زرد ہوا چلے سب چھوٹے بڑے یک آواز ہو کر گریہ و آہ و زاری کریں' توبہ و استغفار کریں اور سر آسمان کی طرف اٹھا کر اس طرح مناجات کریں۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا فِیْ تَکْذِیْبِنَا نَبِیَّکَ وَ نَتُوْبُ اِلَیْکَ مِنْ مَعَاصِیْنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ فَارْحَمْنَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

یعنی بار الٰہی ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا کہ تیرے نبی کی تکذیب کی اب ہم تیری درگاہ میں توبہ کرتے ہیں اگر تو نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ فرمائے گا تو ہم سب گھاٹے میں رہیں گے' ہم پر رحم کر کہ تیری ذات ارحم الراحمین ہے۔ پس غروب آفتاب تک گریہ و زاری میں مصروف رہے۔ ایک روایت کے مطابق شوال کے پہلے دن ان کے چہرے زرد ہو گئے اور دوسرے روز سیاہ ہو گئے اور

عذاب الٰہی ایک نیزہ کی مقدار بلند ہوا روبیل کی تعلیم کے مطابق سب سے پہلے لوگوں نے اپنے ذمہ دوسروں کے حقوق ادا کئے یہاں تک کہ اگر کسی کا پتھر لے کر کسی نے اپنے دروازہ پر نصب کیا تھا وہ اکھاڑ کر اس کے حوالہ کیا' اس کے بعد بچوں کو عورتوں سے جدا کیا' اسی طرح حیوانات کے بچے بھی الگ کر دیئے اور سروپا برہنہ ہو کر رسیاں اپنی گردنوں میں باندھ کر' خاک سروں پر اڑاتے ہوئے سب نے مل کر آواز استغاثہ بلند کی اور روبیل کی تعلیم کردہ یہ دعا پڑھی یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا حَیُّ حِیْنَ لَا حَیَّ یَا مُحْیِ الْمَوْتٰی یَا حَیُّ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ

اس قوم کے بادشاہ کا یہ حال تھا کہ خاک سر پر ڈال کر یہ کہہ رہا تھا بار الٰہی ہم چاہتے تھے کہ یونسؑ پیغمبر کو اپنے استغاثہ کا وسیلہ بنائیں وہ ہماری بدکرداری کی وجہ سے ہم کو چھوڑ کر چلے گئے اب ہم بلا واسطہ تیرے سامنے حاضر ہوئے ہیں اور اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا ہے بار الٰہی بحق یونسؑ پیغمبر ہمیں اس عذاب سے نجات دے اور ہم پر رحم فرما۔ کچھ لوگ فریاد کر رہے تھے کہ خداوند حضرت یونسؑ ہم سے کہتے تھے کہ سائلوں کو اپنے دروازہ سے محروم نہ کر' اب ہم تیری درگاہ میں سوالی بن کر آئے ہیں ہماری دعا کو قبول فرما۔ ایک جماعت یہ کہہ رہی تھی بارالٰہی یونسؑ ہم سے فرماتے تھے کہ بندے خرید کر راہ خدا میں آزاد کرو اب ہم بے چارے بندے تیرے ہیں ہمیں اپنے عذاب سے آزاد کر۔ کچھ لوگ کہہ رہے تھے یاالٰہی حضرت کی تاکید تھی کہ جہاں کسی عاجز کو دیکھو اس کی فریاد رسی کرو ہم عاجز و مجبور ہیں ہماری فریاد رسی کر۔ بعض کہتے تھے خداوندا حضرت یونسؑ ہمیں سمجھایا کرتے تھے کہ میرے خدا نے حکم دیا ہے کہ جو کوئی تم پر ظلم کرے تو تم عفو کرو ہم گناہگاروں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے تو ہمیں معاف کر دے۔ بچے اپنی

شروع میں دوسرے انبیاء کی طرح متحمل مزاج نہ تھے (سلیقہ) کی مخالفت پر
فورا اُکتا جاتے تھے جب انہوں نے اپنی تبلیغ کا اثر نہ پایا۔ تو بارگاہ خداوندی میں اپنی قوم کی شکایت کی کہ پروردگار مجھے قوم نے بے حد اذیتیں پہنچائیں ہیں اور میرے قتل کے درپے ہیں اب تو ان پر عذاب نازل کر اس وقت ارشاد الٰہی ہوا۔

اے یونسؑ تمہیں ان کی توبہ کا انتظار کرنا چاہئے یہ میرے بندے ہیں انہیں میں ہی رزق دیتا ہوں اس لئے تمہیں نرمی اور بردباری اختیار کرنی چاہئے وَاصْبِرْ عَلٰی اَذَاهُمْ بِحِلْمِ النُّبُوَّةِ فِیْهِمْ نِسَاءٌ وَ ضُعَفَاءُ وَ نَوَاقِصُ الْعُقُوْلِ وَ شُیُوْخٌ وَ اَطْفَالٌ عَبْدِیْ نُوْحٌ صَبْرُهٗ اَكْثَرُ مِنْكَ اے یونسؑ صبر کرو' ان کی تکالیف کو برداشت کرو اس لئے کہ تم نبی ہو اور نبی کے لئے حلم ضروری ہے اور دیکھو ان میں بہت سی عورتیں' ناقص العقل اور بوڑھے و بچے ہیں۔ سوچو تو سہی کہ میرے بندے نوحؑ نے اپنی قوم کے مظالم پر کس قدر صبر کیا۔ حضرت یونسؑ نے عرض کی خداوندا میں نے ان کے لئے عذاب اس لئے طلب کیا ہے کہ یہ قوم میری نہایت مخالفت کرتی ہے اور کسی طرح بھی راہ راست پر نہیں آتی۔ اے پروردگار مجھے تیری عزت و جلال کی قسم مجھے تو ان پر ہرگز رحم نہیں آئے گا۔

اَرْسِلْ عَلَیْهِمْ عَذَابَكَ ان پر عذاب کا نازل ہونا ہی قرین مصلحت ہے پھر خطاب الٰہی ہوا " اے یونسؑ یہ بندے لاکھ آدمی سے زیادہ ہیں اور ابھی بہت سے بندے ان سے پیدا ہوں گے اور ان سے بہت سے شہر آباد ہوں گے ان سے ہر حالت میں نرمی اختیار کیجئے " پھر آپ نے اصرار کیا بار الٰہی یہ قوم راہ راست پر آنے والی نہیں اس پر عذاب ہی کا نزول بہتر ہے۔ پھر حکم الٰہی پہنچا کہ " اے یونسؑ تیرا علم ظاہری ہے ہم ان کے انجام کار سے واقف ہیں " غرض جب حضرت یونسؑ نے حد سے زیادہ اصرار کیا تو خطاب ہوا تمہاری دعا ہم نے قبول کی پندرہ

شوال بدھ کے روز طلوع آفتاب کے بعد ہم ان پر عذاب بھیجیں گے۔ اللہ اکبر یہ نکتہ قابل غور ہے کہ ارحم الراحمین نے حضرت یونسؑ کی بھی خاطر شکنی نہ کی اور یہ بھی نہ فرمایا کہ اس قوم کو معذب کریں گے بلکہ ارشاد ہوا عذاب بھیجیں گے۔ بہرکیف ارسالِ عذاب کے وعدہ سے جناب یونسؑ نہایت مسرور ہوئے پہلے تنوخا عابد کے پاس آئے اور وعدۂ عذاب کا ذکر کیا اور فرمایا چلو ان غافلوں کو بھی آگاہ کریں۔ تنوخا نے عرض کی آپ ان کو غفلت میں چھوڑ دیں کہ یہ اپنے کفر میں مبتلا رہیں اور ان پر عذاب نازل ہو جائے۔ حضرت یونسؑ تنوخا کو لے کر روبیل عالم کے پاس گئے اور وعدہ عذاب کی خبر دی۔ ملاحظہ فرمایئے کہ بے علم عابد اور باعمل عالم میں کیا فرق ہے۔ روبیل نے عرض کی یا حضرت آپ اپنی قوم کی شفاعت کریں اور اللہ تعالیٰ ان سے عذاب کو دفع کر دے اللہ تعالیٰ رحم دلی کو بہت دوست رکھتا ہے۔ عابد نے کہا وائے ہو تجھ پر اے روبیل تو کیا مشورہ دے رہا ہے کہ حضرت ایسے لوگوں کی شفاعت کریں جنہوں نے آپ کو گھر سے نکال دیا اور سنگسار کرنے کا ارادہ کیا۔

عالم نے کہا اے تنوخا خاموش رہو تم علم سے عاری ہو اس کے بعد روبیل نے حضرت یونسؑ سے پوچھا آپ نے سب کے لئے عذاب طلب کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں عالم نے عرض کی شاید یہ قوم توبہ کرے اور حق تعالیٰ ان پر رحم کرے اور عذاب برطرف ہو جائے تو آپ کو یہ لوگ دروغ گو سمجھیں گے عابد کو غصہ آیا اور کہا وائے ہو تجھ پر تو نے بڑی بے ادبی کی قول پیغمبر پر شک کیا اب تیرے سب اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ عالم نے کہا اے بے علم تیری عقل ضعیف ہے اور پھر تو نے حضرت یونسؑ کی خدمت میں قوم کی شفاعت کے لئے

ماؤں کیلئے رو رہے تھے اور حیوانات اور ان کے بچے فریاد کرتے تھے یہ شور و غل اور گریہ و زاری کی آوازیں حضرت یونسؑ اور تنوخا عابد کے کانوں تک پہنچیں تو وہ اور زیادہ نفرین کرنے لگے اور عرض کی خداوندا اپنا عذاب ان پر زیادہ کر کہ یہ لوگ تیری ہمیشہ نافرمانی کرتے تھے۔

دفعتاً" دریائے رحمت الٰہی جوش میں آیا ظہر کے وقت ان کی توبہ قبول ہوئی اسرافیل کو خطاب الٰہی پہنچا کہ تو جا اور قوم یونس کو واپس بھیج کیونکہ میں نے ان کی توبہ قبول کر لی ہے۔ بالتحقیق میں توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہوں یونسؑ نے عذاب بھیجنے کی دعا کی تھی وعدہ وفائی ہو چکی یہ شرط یونسؑ نے نہیں کی تھی کہ میں ان کو ہلاک کر ڈالوں۔ اسرافیل نے عرض کی بار الٰہی اب تو تیرا عذاب ان کے شانوں تک پہنچ گیا ہے جب تک میں جاؤں گا شاید وہ ہلاک ہو جائیں گے۔

حکم ہوا نہیں ہم نے ملائکہ کو سمجھا دیا ہے کہ جب تک ان کی ہلاکت کا حکم نہ پہنچے تب تک وہ عذاب کو ان کے سروں پر رکھیں یہ سن کر فوراً اس قوم کے پاس پہنچے اور ان کے عذاب کو موصل کے پہاڑوں کی طرف پھیر دیا۔ عذاب کے پہنچتے ہی وہ پہاڑ سارے کا سارا لوہا ہو گیا اور قوم یونسؑ عذاب سے محفوظ ہو کر شکر کرتے ہوئے اپنے گھروں کو لوٹ آئی اور استغفار کرتی رہی۔ مومنین مقام تصور ہے کہ حضرت یونسؑ ایسے جلیل القدر پیغمبر نے اپنی قوم سے تنگ ہو کر خدا سے اس کی شکایت کی اور ان پر عذاب بھجوایا حالانکہ کسی نے آنحضرت پر پانی بند نہ کیا' اٹھارہ برس کا جوان بیٹا ان کا شہید نہ کیا' چھ مہینے کے بچے کے گلوئے نازک پر تیر ستم نہ لگایا' دوپہر میں گھر کا گھر صاف نہ کیا تھا۔ حضرت یونسؑ نے اکہتر عزیزوں کے داغ نہ اٹھائے تھے' انیس سو اکاون زخم نیزہ' شمشیر و تیر نہ کھائے تھے مومنین سمجھ گئے ہوں گے وہ کون تھا جو تمام مصیبتوں' دکھوں کے باوجود شکر

خداوندی میں مشغول رہے اور کسی کو بد دعا نہ دی۔

دُرِ یگانہ دریائے مجمع البحرین
نخوں طپیدہ کرب و بلا امام حسینؑ

مومنین کی جانیں قربان ہوں ایسے صابر و شاکر امام پر کہ جس نے ہر حال میں اپنے نانا کی امت کا خیال رکھا اور اس کو چار مرتبہ عذاب الٰہی سے بچایا۔ اول وقت وہ تھا کہ جب ملائکہ عاشور کے روز امام حسینؑ کی نصرت کو حاضر ہوئے اسرار الشہادۃ میں منقول ہے زعفر جن نے بیان کیا کہ جب میں وارد کربلا ہوا تو میں نے دیکھا کہ ملائکہ اور جنات کی کثیر تعداد میں فوج موجود ہے اور جنات کے بڑے بڑے سردار آپ کی خدمت میں حاضر ہیں اور فرشتگان زمین و آسمان صف بہ صف زمین سے آسمان تک مؤدب ہو کر کھڑے ہیں کربلا کی زمین اس قدر تنگ تھی کہ میں امام کی خدمت میں نہ پہنچ سکا مجبور ہو کر چار فرسخ کے فاصلہ سے سلام بجا لایا' حضرت نے وہیں سے سلام کا جواب دے کر ارشاد فرمایا جزاکم اللہ خیراً" ہم اذن جہاد چاہتے ہیں آپ نے فرمایا کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں لاکھوں آدمیوں کو تمہارے ہاتھ سے تباہ و ہلاک ہوتا ہوا دیکھوں عذاب کا دوسرا وقت وہ تھا جب علی اصغرؑ نے باپ کی گود میں تیر کھایا۔ آپ نے یہ خیال کیا اگر ایک قطرہ بھی اس بچے کے خون کا زمین پر پھینکا تو ایسا نہ ہو دریائے غضب الٰہی جوش میں آجائے اور یہ لوگ جو میرے نانا کی امت کہلاتے ہیں فنا ہو جائیں آخر کیا کرتے اسی وقت اپنے علی اصغرؑ کا خون اپنے چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا۔ لکھا ہے کہ اس میں سے ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرا۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے حضرت نے صرف علی اصغرؑ کی لاش خاک میں دفن کی اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر

اس چھ مہینے کے بچے کی لاش دفن نہ ہوتی اور شہداء کی لاشوں کے ساتھ گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہو گئی تو عجب نہیں قہرالٰہی جوش میں آجائے اور اس فرقہ ناری کو راکھ کا ڈھیر نہ بنا دے۔

تیسرا وقت وہ تھا جب مظلوم کربلا جنگ کے دوران اپنے بیمار بیٹے کو دیکھنے کے لئے خیمہ میں تشریف لائے تو حضرت کے جسم پر اس قدر تیر پیوست تھے کہ بیمار کربلا نے گمان کیا کہ شاید آپ کے سرہانے کوئی اور شخص بیٹھا ہے جب آپ نے غور سے دیکھا کہ اپنے پدر مظلوم کے بدن مبارک کو تیروں سے پُر پایا اس مریض نے عرض کی بابا دشمنوں نے آپ کی یہ شکل کیسے بنائی ہے' بابا کیا وجہ ہے کہ میں نے دیکھا آپ نے ایک کو قتل کیا اور دس کو چھوڑ دیا۔ حضرت نے فرمایا اے فرزند یہ راز عصر کے وقت تم پر منکشف ہو جائے گا امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کافر کو دیکھا اس نے میرے پدر بزرگوار کو نیزہ مارا اور حضرت نے اسے قتل نہ کیا فَلَمَّا اِنْتَقَلَتِ الْاِمَامَتہ اِلَیَّ عَرَفْتُ اَنَّ ذٰلِکَ الْکَافِرُ وَ کَانَ فِیْ صُلْبِہٖ مَنْ یُحِبُّنَا اَھْلَ الْبَیْتِ جب میں امام ہوا تو معلوم کیا کہ اس کافر کے صلب سے ایک محب اہل بیتؑ پیدا ہونے والا ہے۔ اس کے علاوہ جب ملاعین عین حالت جنگ میں حضرت کے سامنے سے بھاگ جاتے ہیں یا طالب پناہ ہوتے تھے تو آپ جنگ سے دست مبارک کو فوراً روک لیتے اور ان کا تعاقب نہ کرتے تھے اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھ کر اپنے مقام پر کھڑے ہو جاتے۔

عذاب کا چوتھا وقت وہ تھا کہ جناب سید الشہداءؑ زین سے زمین پر تشریف لائے اور شمر ملعون بے ادبی کے ساتھ اس نیت سے آگے بڑھا جس سے آسمان

اور زمین کانپنے لگے شمر ولد الزنا کہتا ہے کہ جب وہ شقی حضرت کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ لب ہائے مبارک جنبش میں ہیں اور شدت تشنگی سے کلام نہیں کر سکتے' میں سمجھا کہ شاید ہمارے حق میں بد دعا کر رہے ہیں میں نے اپنا کان دہن اقدس کے قریب کیا تو میں نے آپ اپنی نحیف آواز سے درگاہ پروردگار میں عرض کر رہے ہیں " خداوندا حسینؑ نے اپنے وعدہ کو وفا کیا اب تجھ سے امیدوار ہوں کہ میرے نانا کی امت کے گناہگاروں کو اپنے وعدے کے مطابق بخش دے اور تو صادق الوعد ہے"۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۔

مجلس نمبر ۱۰

حکایتِ زاہد اور حضرت یونسؑ کا قِصَہ
اور امامِ حسینؑ کا صبر

☆

وَفَدْتُ عَلَی الْکَرِیْمِ بِغَیْرِ زَادٍ
مِنَ الْحَسَنَاتِ وَالْقَلْبِ السَّلِیْمِ

قبلۂ دین و دنیا مظہر العجائب و الغرائب علیؑ ابن ابی طالبؑ نے سلمان فارسی کے کفن پر یہ دو شعر لکھے تھے یعنی بارگاہ خداوند جلیل میں یہ بندہ گناہگار ذلیل حاضر ہے درحالیکہ زاد اعمال حسنہ اور قلبِ سلیم سے کچھ نہیں رکھتا۔

فَحَمْلُ الزَّادِ اَقْبَحُ کُلِّ شَیْءٍ
اِذَا کَانَ الْوُفُوْدُ عَلَی الْکَرِیْمِ

مگر خالی ہاتھ آنا اس وجہ سے ہے کہ اس سے قبیح تر کوئی امر نہیں کہ کوئی بارگاہ کریم میں جائے اور اپنے ہمراہ توشہ لے جائے۔

کتاب مجالس علویہ میں مجموعہ ورام سے منقول ہے کہ ایک زاہد پر جب موت کے آثار ظاہر ہوئے تو وہ بہت بے قرار ہو کر رونے لگا۔ لوگوں نے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا قرآن مجید کی یہ آیت مجھے رلاتی ہے کہ ارشاد ہے کہ

[illegible]

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ یعنی اللہ تعالیٰ اعمال حسنہ کو سوائے متقین کے کسی
اور سے قبول نہیں کرتا۔ پس میں اس لئے روتا ہوں کہ میرے اعمال اس کی بارگاہ میں قبول ہوں گے یا نہیں ہوں گے۔ اسی کتاب میں منقول ہے کہ ایک زاہد حالت احتضار میں تھا لوگوں نے اس سے کہا آپ اپنے اہل و عیال کے لئے کچھ وصیت نہیں کرتے فَقَالَ اِنِّیْ لَا اَسْتَحْیِیْ مِنَ اللّٰهِ اَنْ اُوْصِیَ اِلٰی غَیْرِهٖ اس نے جواب دیا کہ سوائے خدا کے اپنے اہل و عیال کے بارے میں کس اور سے وصیت کروں۔ **حضرات** یہ دنیا جائے آزمائش ہے نہ کہ جائے آسائش۔ حیات مستعار کا کیا اعتبار ہے جہاں تک ہو سکے انسان نیک کام بجا لائے۔ کسی وقت بھی خالق حقیقی کی عبادت اور شکرگزاری سے غافل نہ ہو۔ لکھا ہے کہ حضرت یونسؑ مچھلی کے شکم میں مسلسل خدا کی عبادت کرتے رہے اور ان کا ورد یہ آیت کریمہ رہی **لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ** چنانچہ منقول ہے کہ جب قوم یونسؑ نے بہت گریہ و زاری کی اور ان کی توبہ قبول ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسرافیلؑ نے اس عذاب کو جو ان کے سروں سے متصل ہو چکا تھا موصل کے پہاڑوں پر پھینک دیا۔ جناب یونسؑ و تنوخا نے اس قوم کی آواز نہ سنی تو یقین کیا کہ وہ سب ہلاک ہو گئی۔ طلوع آفتاب کے وقت جناب تنوخا شہر کے کنارے تک گئے کہ دیکھیں ان پر کیا بلا نازل ہوئی' دیکھا لکڑی جمع کرنے والے اور چرواہے وغیرہ شہر سے چلے آ رہے ہیں اور اہل شہر بدستور زندہ و سلامت ہیں حضرت یونسؑ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے ان پر عذاب نازل نہیں ہوا اب میں اس قوم میں کیا منہ دکھاؤں گا۔ مجھے دروغ گو کہیں گے۔ وہاں سے اپنی قوم پر غصہ ہو کر چلے جب کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ یعنی اے محمد صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم یاد کرو قصہ یونسؑ کو جب وہ اپنی قوم سے غضبناک ہو کر چلے
گئے یونسؑ کو یہ گمان ہوا کہ ہم امتحان پر قادر نہیں **القصہ** حضرت یونسؑ مخفی ہو کر دریا کی جانب تشریف لے گئے اور تنوخا شہر میں واپس آئے اور جب روئیل عالم سے ان کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کیوں تنوخا کس کی رائے درست تھی تنوخا نے اقرار کیا کہ فی الواقع علم و حکمت بے علم زہد سے بہتر ہے اور جناب یونسؑ ساٹھ روز میں دریا کے قریب پہنچے **اِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بے شک یونسؑ ہمارے انبیاء و مُرسلین میں سے ہے تم یاد کرو اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلّم اس کے قصہ کو جس وقت کہ وہ ہمارا بندہ گریزاں ہوا ایک کشتی کی طرف جو آدمیوں اور مال سے بھری تھی **الغرض** جناب یونسؑ نے کشتی پر سوار ہونے کا قصد کیا اور ان کا لڑکا اس وقت کھانا کھا رہا تھا ایک موج آئی اور اس لڑکے کو بہا کر غرق کر دیا دوسرا لڑکا یہ حال دیکھ کر ایک طرف چلا اسے بھیڑیا اٹھا لے گیا' اس وقت حضرت یونسؑ نے سمجھا کہ یہ میرے امتحان کا وقت ہے صبر و رضا کو اختیار کیا جب جلدی میں کشتی پر سوار ہوئے تو حضرت کے عیال کنارہ پر رہ گئے۔ شبانہ روز کشتی وہاں سے چلی جب وسط دریا میں پہنچی ایک تلاطم پیدا ہوا اور ایک بڑی مچھلی ظاہر ہوئی جو منہ کھول کر کشتی کے سامنے آ کر ٹھہر گئی ایک تجربہ کار ملاح کہنے لگا کوئی گناہگار یا غلام اپنے آقا سے بھاگ کر اس کشتی میں سوار ہوا ہے جب تک یہ مچھلی اس شخص کو نہ لے گی [illegible]سے نہ ٹلے گی۔ [illegible] یونسؑ نے فرمایا وہ بندہ جس نے اپنے آقا سے فرار کیا ہے وہ میں ہوں اور یہ مچھلی صرف مجھ کو طلب کرتی ہے مجھے دریا میں ڈال دو اہل کشتی نے کہا آپ ہم سب میں [illegible] ہیں ہم آپ کو دریا کے حوالے نہیں کریں گے **فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ** پس اہل کشتی نے قرعہ ڈالا تو حضرت

یونسؑ ہی کا نام نکلا۔ اس طرح تین مرتبہ قرعہ ڈالا گیا اور جب حضرت یونسؑ ہی کا نام ہر دفعہ نکلا تو حضرت خود دریا میں کود پڑے اور وہ مچھلی فوراً حضرت کو نگل گئی۔ **فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ** جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مچھلی یونسؑ کو کھا گئی اور وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا۔ تفسیر عمدة البیان میں اس طرح سے منقول ہے کہ ایک سب سے بڑی مچھلی کو حکم ہوا کہ اس مچھلی کو کہ جس نے حضرت یونسؑ کو کھا لیا ہے نگل جا' وہ مچھلی اس کو نگل گئی۔ جب تیسری مچھلی کے پیٹ کے اندر حضرت یونسؑ داخل ہوئے تو اس وقت ان پر خوف وہراس طاری ہوا پس اللہ تعالیٰ نے اس مچھلی سے خطاب کیا کہ یونسؑ ہمارا پیغمبر ہے اس کا گوشت و پوست اور استخوان تجھ پر حرام ہے۔ اس کو بڑی حفاظت سے اپنے شکم میں امانت کے طور پر رکھ اور دریاؤں کے عجائبات اس کو دکھلا۔ مالک کون و مکاں کے حکم کے مطابق وہ مچھلی حضرت یونسؑ کی اس طرح حفاظت کرتی رہی جس طرح ماں اپنے بچے کی حفاظت کرتی ہے اور اپنا منہ حضرت یونسؑ کے سانس لینے کے لئے باہر نکالتی اس طرح تین روز یا سات روز یا بیس روز اور علی المشہور چالیس روز تک حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں رہے اور وہ ان کو سات دریائے زخار میں لئے پھری اور انہیں طرح طرح کے عجائبات دریا دکھلائے اور حضرت اس حال میں تسبیح خدا کرتے تھے **لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ** ○

منقول ہے کہ چالیس روز تک وہ مچھلی بے آب و دانہ رہی اور اپنا منہ نہ کھولا کہ مبادا کہیں آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے اور حضرت کے ساتھ وہ مچھلی بھی ذکر خدا کرتی رہی۔ الغرض جب چالیس روز گزرے تو یونسؑ نے تنگی کا احساس کیا خطاب ہوا اے یونسؑ تم انوار پنجتن سے کیوں نہیں متوسل ہوتے۔ یہ سنتے ہی جناب یونسؑ نے مناجات کی **اَللّٰهُمَّ بِحَقِّ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى وَ عَلِيِّ**

ن المرتضیٰ و فاطمة سیدة النساء والحسن المجتبیٰ والحسین الشہید بکربلا بار الٰہی آپ کو واسطہ ہے محمد مصطفیٰؐ اور علی المرتضیٰؑ' فاطمة الزہراءؑ' حسنؑ مجتبیٰ اور حسینؑ شہید کربلا کا مجھے اس قید سے رہائی عطا فرما پس مناجات کرتے ہوئے حضرت کی دعا قبول ہوئی **فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَ نَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ** یعنی ہم نے یونسؑ کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم مومنین کو نجات دیتے ہیں یعنی جب کوئی پنجتن کے واسطہ سے کسی مصیبت کے وقت دعا کرے اس کو بھی اسی طرح نجات دیتے ہیں اور اس مچھلی کو خطاب ہوا کہ یونسؑ کو دریا کے کنارے اگل دے جب جناب یونسؑ شکم ماہی سے باہر آئے تو حال یہ تھا کہ حدت سے تمام بال گر گئے تھے اور تمام چہرہ اقدس کا پوست اتر گیا تھا اور تمام اعضاء کا گوشت گھل گیا تھا اور جسم کانپ رہا تھا **فَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ** اللہ تعالیٰ نے اس وقت سایہ کے لئے کدو کا درخت پیدا کیا اور پہاڑی بکری کو حکم ہوا کہ حضرت یونسؑ کو اپنا دودھ پلائے جب حضرت کو قوت محسوس ہوئی تو وہ درخت خشک ہو گیا۔ اس وقت آنحضرت نے عرض کی خداوندا جو درخت مجھ پر تیرے کرم سے سایہ فگن تھا اسے تو نے خشک کر دیا وحی ہوئی۔

اے یونسؑ تم ایک درخت کے لئے گریہ وزاری کرتے ہو جسے تم نے پیدا نہیں کیا تھا اور تم نے لاکھ آدمیوں سے زیادہ کا جو میرے پیدا کئے ہوئے تھے خیال نہ کیا الْقِصَّہ حضرت یونسؑ کو آپ کی قوم نہایت عزت و احترام کے ساتھ واپس لے آئی اور سب نے ایمان اختیار کیا۔ **مومنین** جس وقت جناب یونسؑ مچھلی کے پیٹ سے باہر زمین پر رونق افروز ہوئے تو بعض روایات سے ثابت ہوا ہے کہ وہ دن عاشورہ اور جمعہ کا دن اور دوپہر کا وقت تھا اور وہ صحرا' صحرائے کربلا اور دریا'

دریائے فرات تھا۔

حضرات اس واقعہ سے سات امر قابل غور ہیں اول یہ کہ جناب یونسؑ نے خامسِ آل عبا کے واسطہ سے رنج و بلا سے رہائی حاصل کی۔ افسوس ہزار افسوس کہ وہی حضرت اسی دن، اسی صحرا میں اور اسی فرات کے کنارہ پر کن کن مصیبتوں میں گرفتار ہوئے۔ آپ پر تین دن تک پانی بند رہا، زخم پر زخم کھائے داغ پر داغ اٹھائے۔ علی اکبرؑ سا جوان فرزند، قاسمؑ جیسا بھتیجا عباسؑ سا بھائی ان سب کو آنکھوں کے سامنے قتل ہوتے اور ایڑی رگڑتے ہوئے دیکھا۔ دوسرا امر یہ کہ وہ مچھلی باوجود اس کے کہ وہ حیوان تھی مگر چالیس روز اس خیال سے کہ نبی خدا کو کسی طرح صدمہ نہ پہنچے بے آب و دانہ رہی اور حفاظت کے ساتھ انہیں اپنے شکم میں امانت سے رکھا مگر وائے ہو ان انسانوں پر جو خود تو آب و طعام سے سیر ہوتے اور اپنے نبیؐ کے نواسے اور ان کی آل کو آب و طعام نہ دیتے تھے۔ تعظیم و تکریم کی بجائے اہانت اہل بیتؑ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ تیسرا امر یہ ہے کہ جناب یونسؑ کے جسم اطہر پر کدو کا درخت کا سایہ ہوا تھا کہ وہ جناب اس درخت کے نیچے آرام فرماتے رہے، مگر افسوس صد افسوس مظلوم کربلا کی لاش چالیس دن تک گرم ریت پر بے گور وکفن پڑی رہی اور اھل بیت اطہارؑ کے پاس کوئی چادر نہ تھی کہ جس سے لاش پر سایہ کرتیں۔ وہ بی بیاں خود ایسی محتاج ردا تھیں کہ بالوں سے اپنے منہ کو چھپاتیں۔ چوتھا امر یہ ہے کہ کدو کے درخت کے خشک ہونے کی وجہ سے جناب یونسؑ سورج کی گرمی برداشت نہ کر سکے اور بے قرار ہو کر بارگاہِ الٰہی میں دعا کی۔ مگر واہ رے صبر حسینؑ کہ جس وقت ابلیس لعین نے درگاہِ احدیت میں اس امر کی استدعا کی میں صبر حسینؑ کا جب قائل ہوں

گا کہ سورج چرخ چہارم سے آسمان اول پر آجائے اور اسکا رُخ زمین کی طرف کر دیا جائے، ستر درجے اس کی حرارت زیادہ ہو جائے۔ اگر اس وقت حسینؑ تیری راہ میں ثابت قدم رہے اور شکر کے سوا کوئی شکایت کا کلمہ زبان پر نہ لائے تب میں جانوں کہ تیرا حسینؑ صابر و شاکر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مؤکلان آفتاب اس نیرِ اعظم کو آسمان اوّل پر لے آئے اور اس کا رخ زمین کی طرف کر دیا اور اس کی حدت ستر درجہ اور بڑھ گئی آبِ دریا کھولنے لگا قریب تھا کہ دریا کی مچھلیاں گل جائیں۔ مظلومِ کربلا کی نظروں میں دنیا تاریک ہو گئی اس وقت حضرت نے متبسم ہو کر بندِ قبا کھول دیئے مگر جبرئیلؑ سے حضرت کا یہ حال دیکھا نہ گیا فوراً حاضر ہو کر سرِ اقدسؑ پر اپنے پروں کا سایہ کر لیا حضرت نے جو اس گرمی میں خنکی محسوس کی تو اوپر کی طرف نگاہ اٹھائی دیکھا کہ آپ کے دیرینہ خادم رُوح الامین آپ کے اوپر پروں کا سایہ کئے ہوئے کھڑے ہیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا ہٹ جاؤ جبرئیل یہ وقت امتحان کا ہے، فی الحقیقت حضرات جو صبر امام حسینؑ نے کیا وہ کسی نبی کے ظہور میں نہیں آیا۔

پانچواں امر یہ ہے کہ جب حضرت یونسؑ زمین پر گرے تھے تو پہاڑی بکری کو حکم ہوا کہ تو اپنے دودھ سے یونسؑ کو سیر کر مگر افسوس جب جناب مظلومِ کربلا پُشت ذوالجناح سے زمین پر تشریف لائے تو شمر بے حیا نے حضرت کے گلوئے خشک کو آبِ خنجر سے سیراب کیا۔

ہر سنگ تراشے کہ بروسنگِ جہان را اوّل ورید آبے
ببرید لعین خشک گلوئے شہ والا فریاد خدایا

چھٹا امر یہ ہے کہ جب حضرت یونسؑ زمین پر آئے تو کوئی زخم ان کے بدن پر نہ تھا فقط بھوک سے زیادہ مضمحل ناتواں اور ضعیف تھے۔ اس سے بھی شفا پائی مگر

حضرت سید الشہداء جب زمین کربلا پر گرے بقول شاعر فارسی۔

روایت است کہ بر جسم آن شہِ ذیجود
ہزار و نہ صد و پنجاہ و یک جراحت بود

اور اِس قدر بدن مبارک سے خون بہہ گیا کہ کثرتِ ضُعف سے تین گھنٹے تک آپ نے غش سے آنکھیں نہ کھولیں اس کے علاوہ آپ کے دل پر ایسے زخم لگے کہ قیامت تک ان کا بھرنا ناممکن ہے۔ ساتواں امر یہ ہے کہ حضرت یونسؑ کو ان کی قوم عزت و احترام سے لے گئی اور ایمان لے آئی۔ آہ آہ یہ کلمہ گو اُمت عزت کے بدلے کس ذلت سے سرِ امام نیزہ پر چڑھا کر یزید کو بطور ہدیہ پیش کیا اور چند بچے اور عورتیں جو باقی رہ گئیں تھیں ان کے شانوں میں رسیاں باندھ کر سر برہنہ بے کجاوہ اونٹوں پر بٹھا کر شہر بشہر پھراتے ہوئے شام میں لے جا کر مقیّد کیا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۔

مجلس نمبر ۱۱

حکایتِ جناب ادریسؑ، عمر سعد کا اہل بیتؑ کو پانی بھیجنا اور نعشِ امام حسینؑ سے سکینہؑ کو جدا کرنا

☆

عَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ عَنِ النَّبِیِّ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ شَجَرَۃً یُقَالُ لَھَا شَجَرَۃُ الْبَلْوٰی یُؤْتٰی بِاَھْلِ الْبَلَاءِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَلَا یُرْفَعُ لَھُمْ دِیْوَانٌ وَلَا یُنْصَبُ لَھُمْ مِیْزَانٌ بَلْ یُصَبُّ عَلَیْھِمُ الْاَجْرُ صَبًّا وَقَرَءَ اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ

جناب امام حسن مجتبیٰؑ حضرت رسالتمآبؐ سے نقل فرماتے ہیں کہ بہشت میں ایک درخت ہے کہ اسے درخت بلویٰ کہتے ہیں وہ روزِ قیامت اہل بلا اور اہل مصیبت کو دیا جائے گا۔ اُن سے حساب ہو گا نہ کتاب بلکہ ان کو بے شمار ثواب عطا ہو گا اس کے بعد آنحضرت نے اس کی تفسیر فرمائی **اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ** یعنی صابروں کو روزِ حساب بغیر کسی حساب کے بے شمار اجر ملے گا صاحبِ تفسیر حسینی نے کتاب معالم سے اس آیہ کی تفسیریوں لکھی ہے کہ جب روزِ قیامت مصیبت زدہ اور صابرین کو عرصۂ محشر میں لائیں گے۔ ان کو بغیر حساب و کتاب کے اس قدر اجر دیا جائے گا کہ جو لوگ دنیا میں بعافیت رہے ہیں وہ تمنا کریں گے کاش ہمارے بدن مقراض سے دنیا میں ریزہ ریزہ کئے جاتے تو ہم بھی صابروں میں محسوب ہوتے۔

حضرات صبر کرنا بہت مشکل ہے یہ وہ مشکل مرحلہ ہے جہاں بعض انبیاء کے پاؤں ڈگمگا گئے اور اس بارِ گراں کے متحمل نہ ہو سکے چنانچہ حیاتُ القلوب میں منقول ہے کہ جناب ادریسؑ پیغمبر کے زمانے میں ایک بادشاہ نہایت ظالم و جابر تھا اور اپنے علاقہ کی تمام مخلوقات پر ظلم کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک مرتبہ اپنی مکّار بیوی کے مکر و فریب میں آکر ایک اطاعتِ گزار مومن کو بغیر کسی جرم و خطاء کے قتل کر دیا اور اس کی زمین غصب کر کے اپنے تصرّف میں لے آیا۔ ناگاہ دریائے غضبِ الٰہی جوش میں آیا ارشاد ہوا کہ ادریسؑ اس جابر بادشاہ سے جا کر کہو کہ تو نے اپنی سلطنت و حکومت پر قناعت نہ کی میرے ایک بندہ کو قتل کر کے خونِ ناحق اپنی گردن پر لیا اور اس کے اہل وعیال کو نانِ شبینہ کا محتاج کر دیا مجھے اپنی عزّت و جلال کی قسم ہے میں بروزِ قیامت اس ظلم کا انتقام لوں گا اور دارِ دنیا میں اس کی سلطنت کو خاک سیاہ اور شہر کو ویران و تباہ کر دوں گا اس کی مکّار بیوی کا گوشت درندے کھائیں گے حسبُ الارشاد جناب ادریسؑ اس کے پاس گئے اور اس کو حکم الٰہی سنایا یہ سن کر اس کی بیوی نے چالیس آدمیوں کو حکم دیا کہ جناب ادریسؑ کو جس مقام پر پاؤ قتل کر ڈالو۔ حضرت کو جب معلوم ہوا تو مغموم و محزون ہو کر بیس مؤمنوں کو ہمراہ لے کر شہر سے باہر مخفی جگہ پر چلے گئے اور ایک پہاڑی کے دامن میں مقیم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ ہر روز شام کو دو روٹیاں اور ایک پانی کا جام اُن کے لئے لے آتا۔ ایک روز جناب ادریسؑ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ جب تک میں تجھ سے دعا نہ کروں اس شہر اور اس کے اطراف میں بارانِ رحمت نہ برسے۔ جناب ادریسؑ نے بھی کہہ دیا بار الٰہا بہتر یہ ہے کہ اس شہر میں بارش نہ ہو۔ الغرض منتقم حقیقی نے اس بادشاہ کو واصلِ جہنم کیا اور اس عورت کا گوشت کتّوں نے کھایا اس کے بعد دوسرا جابر بادشاہ تخت پر بیٹھ گیا — جب بیس برس تک بارش نہ ہوئی اور مخلوق خدا سخت

پریشان ہوئی تو ان لوگوں نے سروں پر خاک ڈالی گریہ و زاری کرتے ہوئے دعا مانگی۔ دریائے رحمت جوش میں آیا وحی ہوئی اے ادریسؑ تمہاری قوم نے ہماری بارگاہ میں آہ و زاری کی ہے اور عنقریب ان کی توبہ قبول کی جائے گی سوال کرو کہ ہم بارانِ رحمت نازل کریں۔ آپ کو دعا کرنے میں تامل ہوا۔ دو روز مسلسل وہ فرشتہ آب وطعام نہ لایا۔ آپ بھوک پیاس کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے مگر صبر و تحمل کر کے کچھ شکوہ زبان پر نہ لائے آخر تیسرے دن دامنِ استقلال ہاتھ سے جاتا رہا مضطرب ہو کر دستِ مناجات بلند کئے بار الہٰا تو نے موت سے پہلے مجھ پر رزق بند کر دیا ہے۔ وحی ہوئی اے ادریسؑ دو دن کا فاقہ برداشت نہ کر سکے اور گریہ و زاری کرنے لگے۔ اس کا اب تک تم کو کچھ خیال نہیں کہ کتنے بندے گرسنگی کی شدت اور پانی کے قحط سے بیس برس سے ہلاک ہو رہے ہیں اور آپ نے میری سفارش پر بھی خیال نہ کیا۔ مجھے ان کے اضطراب اور بے قراری پر رحم آیا اس لئے میں نے ذائقہ گرسنگی تمہیں بھی چکھایا کہ اب تم گرسنگی اور تشنگی کے صدمہ سے واقف ہوئے ہو پس اس غار سے باہر جاؤ اور اپنی روزی کی فکر کرو یہ سن کر حضرت غار سے باہر نکلے اور داخل شہر ہوئے کسی طرف سے بوئے طعام نہ آئی لیکن یہ دیکھا کہ ایک گھر سے دھواں بلند ہو رہا ہے قریب جا کر ملاحظہ فرمایا کہ ایک ضعیفہ نے دو روٹیاں پکائی ہوئی ہیں آپ نے اس ضعیفہ سے فرمایا کہ اے ضعیفہ میں بھوک کی وجہ سے نڈھال ہو چکا ہوں مجھے کچھ کھلایئے۔ اس نے جواب دیا اے بندۂ خدا جناب ادریسؑ کی بد دعا سے سالہا سال گزر گئے کہ یہ شہر قحط میں ہے اور میرے پاس دو روٹیوں کے سوا کچھ نہیں ان دو روٹیوں میں ایک تو میں کھاؤں گی اور دوسری روٹی اپنے فرزند کو کھلاؤں گی حضرت نے فرمایا ایک

روٹی تو کھا رو دوسری روٹی کا نصف مجھے دے اور نصف حصہ اپنے بیٹے کو کھلا

جب اس معصوم بچے نے دیکھا کہ اس کی روٹی دو حصوں میں تقسیم ہو رہی ہے اور شام کو کیا کھائے گا اس صدمہ سے وہ سخت رویا اس کے بعد اس نے آنکھیں بند کر لیں جب اس کی ماں نے اس کو ہاتھ لگایا تو وہ مر چکا تھا وہ ضعیفہ الفت مادری سے بے قرار ہو کر زار و زار رونے لگی جناب ادریسؑ سے اس کا یہ حال نہ دیکھا گیا۔ بے چین ہو کر دستِ دعا بلند کئے۔ دعا مکمل نہ کی تھی کہ وہ بچہ دوبارہ زندہ ہو گیا۔ وہ ضعیفہ بولی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہی جناب ادریسؑ ہیں یہ کہتی ہوئی شہر کی طرف دوڑی اور کہا اے لوگو بشارت ہو کہ جناب ادریسؑ میرے غریب خانہ میں رونق افروز ہو گئے ہیں یہ خبر سنتے ہی تمام اہل شہر نے حضرت ادریسؑ کا چاروں طرف حلقہ بنا لیا اور عرض کی یا نبی اللہ بیس برس گزر گئے ہم لوگ آپ کی بد دعا کی وجہ سے مبتلائے عذاب ہیں لہٰذا خدا کے نام پر ہم پر رحم فرمایئے اور اللہ سے بارش کی دعا کیجئے۔ حضرت نے فرمایا میں بارش کی دعا ہرگز نہیں کروں گا جب تک بادشاہ پا برہنہ ہو کر اپنی تمام رعایا سمت مجھ سے آکر استدعا نہیں کرتا۔ جب یہ خبر باشاہ کو ملی تو اس نے آپ کو گرفتار کرنے کے لئے چالیس آدمی روانہ کئے۔ انہوں نے ابھی دستِ ظلم دراز نہ کیا تھا کہ آپ نے ان پر نفرین کی وہ سب واصلِ جہنم ہو گئے پھر اس بادشاہ نے اور پانچ سو سواروں کو حضرت کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ جب وہ آنحضرت کے قریب حاضر ہوئے تو حضرت ادریسؑ نے فرمایا جو حال پہلے لوگوں کا ہوا وہی انجام تمہارا ہو گا۔ سب نے متفق ہو کر عرض کی یا حضرت اتنی مدت سے ہم لوگوں نے آپ کی بد دعا سے فاقوں میں بسر کی اب آپ نفرین کرتے ہیں اے اللہ کے نبی اب رحم فرمایئے۔ آپ نے پھر وہی کلمہ ارشاد فرمایا کہ جب تک بادشاہ میرے پاس چل کر نہیں آتا اس وقت تک ہرگز بارش کی دعا

نہ کرے گا۔ الغرض وہ بادشاہ لوگوں کے سمجھانے سے پیادہ پا حضرت کے سامنے حاضر ہوا اس وقت جناب ادریسؑ نے بارگاہِ مجیب الدعوات میں دعا کی ابھی دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ ایک بادل آسمان پر ظاہر ہوا اور ایسی بارش ہوئی کہ تمام زمین سیراب ہوگئی۔ مومنین اس حکایت میں تین امر قابلِ غور ہیں اول یہ کہ پروردگار نے ایک مومن کی خاطر اس جابر باشاہ کو نیست و نابود کر دیا وہ اشقیاء کیسے عذاب خدا میں مبتلا نہ ہوں گے جنہوں نے رسول کے نواسے کو مہمان بلا کر تین دن کا بھوکا پیاسا سجدہ کی حالت مین ذبح کر ڈالا۔

حضرات جناب آدمؑ سے لے کر اس دم تک جتنا ظلم حضرت شبیرؑ پر ہوا ہے اتنا کسی پر نہیں ہوا۔ کس شریعت میں بے گناہ کا قتل کرنا جائز ہے ؟ اگر حکم قصاص بھی ہے تو قصاص کے بعد کچھ تعرض باقی نہیں رہتا۔ اگر کوئی جان کا بھی دشمن ہوتا ہے تو موت کے بعد اس کی اہانت نہیں کرتا۔ حسینؑ بن علیؑ نے کیا قصور کیا تھا اور فوجِ یزید کو حضرت سے کیسی عداوت تھی کہ آپ کی شہادت کے بعد انہوں نے آپ کی حد سے زیادہ توہین کی شہداء کی لاشوں پر گھوڑے دوڑاے' سروں کو بدن سے جدا کر کے نیزوں پر چڑھائے' خیمہ ہائے عصمت کو آگ لگا دی' مخدراتِ عصمت کے سروں سے چادریں لوٹ لیں' یتیمانِ حسینؑ کے طمانچے مارے' مسند رسول خدا جلا دی' بزرگوں کے تبرکات لوٹ لئے' یہاں تک کہ بچوں کے گہوارہ کو بھی نہ چھوڑا۔ دوسرا امر قابلِ لحاظ یہ کہ جناب ادریسؑ پر فقط دو دنوں کا فاقہ گزرا تھا کہ حضرت براشت نہ کر سکے افسوس ہے یتیمان حسینؑ کے حال پر کہ تین دنوں کی بھوک اور پیاس کی وجہ سے ماہیِ بے آب کی طرح تڑپتے تھے اور خالی کوزہ ہاتھوں میں لئے العطش العطش کی آوازیں بلند کر رہے تھے اور کوئی سنگ دل ان معصوم بچوں پر رحم نہ کھاتا تھا' یہاں تک کہ جناب امام حسینؑ کی شہادت کے بعد وہ آب و طعام کھاتے تھا لیکن یتیمان حسینؑ کی بھوک

و پیاس کا کچھ خیال نہ کرتے تھے وہ معصوم حسرت بھری نگاہوں سے ان ملعونوں کی طرف دیکھ کر رہ جاتے تھے حتیٰ کہ دو صاجزادے پیاس کے صدمہ سے تڑپ تڑپ کر جان بحق ہو گئے راوی کہتا ہے کہ جب یہ خبر بعض افسرانِ فوج کو پہنچی تو انہوں نے عمر سعد سے کہا کہ اے امیر تو نے حسینؑ کے ساتھ جو چاہا سو کیا لیکن اس مظلوم کے اھل بیتؑ تو بے قصور ہیں اور وہ پیاس کی شدت کے باعث جان بلب ہیں۔ چنانچہ ان کے دو بچے پیاس سے مرچکے ہیں۔ اگر اجازت دے تو تھوڑا پانی ان کے لئے لے جائیں۔ وہ ملعون کچھ سوچ کر راضی ہوا اور کہنے لگا خیرپانی کی چند مشکیں لے جاؤ وہ اشقیاء پانی لے کر چلے اور اسیرانِ اھل بیتؑ کے نزدیک پہنچے۔ ایک کوفی شخص کہتا ہے کہ میں نے آواز دی اے اھل بیتؑ نبوت اور یتیمان حسینؑ آؤ ہم تمھارے لئے پانی لائے ہیں جب بچوں نے پانی کا نام سنا تو بے اختیار رونے لگے اور جنگل کی طرف منہ کر کے کہنے لگے ہم یہ پانی کیونکر پیئیں ہمارے پدرِ مظلوم تو فرات کے کنارے پیاسے شہید ہوئے۔ وہ کوفی کہتا ہے یہ سن کر میرا دل بھر آیا اور تابِ ضبط باقی نہ رہی' میں بہت رویا اور ان بچوں کا حال یہ تھا کہ پیاس کے مارے روتے تھے اور شدتِ ضعف سے زمین پر گر پڑتے تھے۔ غرض ان بچوں نے پانی کا ایک قطرہ تک نہ پیا اور کسی نے ہم سے پانی کی مشک نہ لی۔ آخر کار ہم اس پانی کو واپس لے آئے عمر سعد نے سارا حال بیان کیا۔ اس سنگدل نے کچھ جواب نہ دیا بلکہ یہ حکم دیا کہ اھلبیتؑ رسولؐ کو تُرک و روم کی کنیزوں کی طرح اسیر کر کے کوفہ کی طرف لے جاؤ۔

تیسرا امر یہ ہے کہ اس جابر بادشاہ نے فقط جناب ادریسؑ کے قتل کا ارادہ کیا تھا اور کسی طرح توہین نہیں کی تھی آپ نے اس قوم پر نفرین کی۔ بیس برس

تک پانی نہ برسا مگر قربان جائیے صبر سید الساجدین امام زین العابدینؑ پر آپ نے اس اُمّتِ جفاکار کے ہاتھوں سے کوفہ سے شام تک ہر طرح کے ظلم و ستم اٹھائے، صبر و شکر کے سوا کسی مقام پر نفرین کا ارادہ نہیں کیا مگر ایک مقام پر۔

چنانچہ سید ابن طاؤس وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جناب سکینہ امامؑ کی لاش سے لپٹی ہوئی تھیں اور اپنا منہ ان کے خون سے تر کرتی تھیں اور کہہ رہی تھیں بابا ظالموں نے میرے کان زخمی کر کے گوشوارے چھین لئے، طمانچے مارے۔ امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ اس وقت ایک شقی نے اس یتیم کو لاش حسینؑ سے چھڑانے کا ارادہ کیا اور وہ جدا نہ ہوتی تھی۔ ناگاہ اس شقی نے طیش میں آکر ایک تازیانہ اس بچی کے ایسا مارا کہ وہ تڑپ گئی۔ اس وقت میری آنکھوں میں خون اُتر آیا میں نے چاہا کہ اس قوم کے لئے بددعا کروں مگر مجھے اپنے مظلوم بابا کی وصیت یاد آگئی اور میں نے صبر کیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۔

مجلس نمبر ۱۲

حضرتِ یحییٰؑ، حضرتِ زکریاؑ کا امتحان اور دونوں بزرگوں کا تلوار سے شہادت پانا

☆

قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَبْكِ السَّمَاءُ اِلَّا عَلَى الْحُسَيْنِ وَ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا

جناب صادق آلِ محمدؑ فرماتے ہیں جب سے آسمان خلق ہوا ہے کسی پر نہیں رویا مگر حسینؑ بن علیؑ اور یحیٰؑ بن زکریاؑ پر۔ منقول ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد آسمان سے سرخ مٹی گرتی رہی اور تازہ خون برستا رہا۔ کیونکہ یہ حال نہ ہوتا کہ امام حسینؑ تین دن کے بھوکے پیاسے ذبح ہو گئے۔

مومنین ! حضرت یحیٰؑ اور حضرت زکریاؑ کے بارے میں منقول ہے کہ جب حضرت زکریاؑ نے بے موسم کے میوے حضرت مریمؑ کے پاس دیکھے تو آپ کو خیال ہوا کہ حق سبحانہ تعالیٰ بانجھ عورت و مرد کو بھی اولاد دے سکتا ہے اس لئے جناب زکریاؑ نے خواہش ظاہر کی کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی ایسا فرزند عطا کرے جو مریمؑ کی مانند' صاحب ولایت اور صاحبِ کرامت ہو باوجود یکہ جناب کریاؑ بوڑھے ہو گئے تھے اور آپ کی زوجہ بھی بچے جننے کے قابل نہ رہی تھیں لیکن یہ جانتے تھے کہ یہ امرِ خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہے۔ اس لئے جناب

زکریا ع نے مناجات کی اور درگاہ خداوندی میں عرض کی ھب لی من لدنک ولیا یرثنی یعنی میرے پروردگار مجھ کو ایسا فرزند عطا کر جس کو تو دوست رکھے اور وہ تجھ کو دوست رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یحیٰؑ عنایت کیا اور جناب یحیٰؑ نہایت خدا ترس تھے اور خداوند کریم نے انہیں صغر سنی ہی میں حکمت اور علم عطا کیا تھا۔ چنانچہ منقول ہے کہ جب حضرت یحیٰؑ فقط تین برس کے تھے تو محلّہ کے بچوں نے ان کے گھر جا کر آواز دی اے یحیٰؑ باہر آؤ ہمارے ساتھ کھیلو۔ آپ نے گھر کے اندر سے جواب دیا۔ مَا لِلَّعِبِ خُلِقْنَا۔

ہم کھیلنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے اور لہو لعب کے لئے دنیا میں نہیں آئے۔ حضرت یحیٰؑ ایسے نرم دل تھے کہ جب قیامت کا حال سنتے تو نہایت بے قرار ہو جاتے اور خوفِ خدا سے ٹاٹ کے پہننے پر قناعت کرلی تھی اور کھانے کی اشیاء سے خشک روٹی پسند کرتے تھے بقول فارسی شاعر ۔

از پئے شوق و ذکرِ حق مارا
در دو عالم دل و زبانی بس

از طعام و لباس اہل جہان
کہنہ دلقی و نیم نانی بس

چار برس کی عمر میں تمام توریت کو حفظ کر لیا اور دس برس کی عمر میں تمام احکامِ شریعت سے واقف ہو گئے۔ ان فضائل و مراتب کے باوجود آپ خوف خدا سے اس قدر روتے تھے کہ رُخسارِ مبارک زخمی ہو گئے تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ روئی کے ٹکڑے آپ کے رخساروں پر رکھ دیتیں لیکن وہ بھی تر ہو جاتے جس کی وجہ سے انہیں بار بار نچوڑنے کی ضرورت پیش آتی تھی ایک روز جناب [illegible]

بارگاہِ الٰہی میں عرض کی خداوندا میں نے تجھ سے ایسا فرزند طلب کیا تھا کہ اس کے دیکھنے سے میرے دل کو سرور ہو لیکن میرا یہ بیٹا ہر وقت روتا رہتا ہے اب میں اس کی یہ حالت برداشت نہیں کر سکتا۔ خطاب ہوا تم نے مجھ سے ولی بیٹا مانگا تھا اور اولیاء کی صفت رونا اور گریہ زاری کرنا ہے۔ اے زکریاؑ تم اسی رنج سے گھبرا گئے ہو۔ ٹھہرو اور منتظر رہو کہ تمہارے، فرزند کو تیغ جفا سے قتل کر دیا جائے گا اور آپ کو بھی سر سے پاؤں تک آرہ سے شہید کر دیا جائے گا۔

القصہ جناب یحییٰؑ کو اللہ تعالیٰ کا خوف اس قدر تھا کہ جب مجلسِ وعظ میں موجود ہوتے تو حضرت زکریاؑ عذاب خدا کا ذکر نہ کرتے تھے۔ ان کی موجودگی میں فقط رحمتِ خداوندی پر روشنی ڈالتے تھے۔ ایک روز جناب زکریاؑ منبر پر تشریف لے گئے اِدھر اُدھر دیکھا تو حضرت یحییٰؑ کو وہاں نہ پایا وہ عبا میں لپٹے ہوئے ستون کے پیچھے بیٹھے تھے جس وقت زکریاؑ نے سمجھا کہ یحییٰؑ یہاں پر موجود نہیں ہیں تو اپنی تقریر میں کہا دوزخ میں ایک آتش کا پہاڑ ہے اس کا نام غضبان ہے۔ خوف خدا میں گریہ کرنے والے کے سواکوئی شخص اس پہاڑ سے نہ گزر سکے گا۔ حضرت یحییٰؑ نے جب یہ کلمہ سنا تو ایک نعرہ مارا اور کمبل کو پھینک کر باہر نکلے اور فریاد کرنے لگے کہ اَلْوَيْلُ لِمَنْ دَخَلَ غَضْبَانَ یعنی وائے ہو اس شخص پر کہ جس کی جگہ غضبان ہو۔ یہ کہتے ہوئے جنگل کی طرف بھاگ نکلے اور جناب زکریاؑ منبر سے اتر کر اپنے گھر میں آئے اور یحییٰؑ کی ماں سے فرمایا کہ مجھے علم نہ تھا کہ تیرا فرزند مسجد میں ہے۔ کچھ تھوڑا سا حال دوزخ کے عذاب کے متعلق بیان کیا تھا' وہ سن کر روتا پیٹتا سروپا برہنہ مسجد سے نکل کر جنگل کو روانہ ہوا ہے' آیئے اس کو جا کر کہیں پہ تلاش کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کنویں میں گر پڑے غرض وہ دونوں اپنے بیٹے کی جستجو میں گھر سے نکلے اور تین روز تک پہاڑوں اور صحراؤں میں ڈھونڈتے پھرے مگر یحییٰؑ نہ مل سکے۔ چوتھے روز ایک چرواہے کے پاس پہنچے اور

اس سے دریافت کیا کہ تو نے کہیں یحییٰؑ کو تو نہیں دیکھا ہے۔ اس نے عرض کی میں نے دیکھا تو نہیں مگر تین راتوں سے مسلسل رونے کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ جس کی وجہ سے میری بھیڑ بکریاں چرنے سے منہ پھیر لیتی ہیں اور ان کے کان اس آواز پر ہیں۔ یہ سن کر حضرت یحییٰؑ کے والدین اس طرف چل پڑے کہ جہاں سے رونے کی آواز آرہی تھی۔ یحییٰؑ کی ماں زکریاؑ سے پہلے اپنے بیٹے کے پاس پہنچی۔ دیکھا کہ یحییٰؑ سجدہ میں پڑے ہیں اور اس قدر رو رہے ہیں کہ سجدہ کی جگہ پر کیچڑ ہوگئی ہے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت یحییٰؑ کی ماں نے ان کا چہرہ صاف کیا اور اپنے فرزند کو بغل میں لے لیا۔ اس وقت جناب یحییٰؑ آنکھ بند کیے ہوئے تھے۔ خیال کیا کہ یہ مَلکُ الموت ہیں میری روح قبض کرنے کے لئے آئے ہیں۔ یحییٰؑ نے کہا اے عزرائیلؑ میرے ماں باپ دونوں بوڑھے ہیں مجھے اس قدر مہلت دے دو کہ ان سے آخری ملاقات کرلوں تاکہ ان کی رضا مندی حاصل ہو جائے یہ سن کر یحییٰؑ کی ماں رونے لگی اور کہا بیٹا عزرائیلؑ نہیں ہے' میں تیری غم زدہ ماں ہوں۔ اس وقت یحییٰؑ نے آنکھ کھول کر اپنی ماں کو دیکھا اور اٹھ کر چاہا کہ ان کی پاس سے بھاگ کر جنگل کی راہ لیں ان کی ماں نے کہا اے یحییٰؑ تجھے قسم ہے اس دودھ کی حرمت کی جو تو نے مجھ سے پیا ہے۔ ہمارے ساتھ چلو اسی اثناء میں حضرت زکریاؑ بھی آپہنچے اور یحییٰؑ کو سمجھا بجھا کر گھر لے آئے۔ تین دن تک کچھ نہ کھایا چوتھے روز آپ کی والدہ ماجدہ نے مسور کی دال تیار کی' اس میں سے یحییٰؑ نے کھائی اور سو گئے۔

آپ نے خواب میں دیکھا ایک شخص کہہ رہا ہے اے یحییٰؑ کیا تو غضبان کو بھول گیا ہے کہ سیر ہو کر کھانا کھایا۔ اسی وقت یحییٰؑ بیدار ہو کر صحرا کو روانہ

رہتے۔ آپ کا یہی کا حال تھا کہ شب و روز خوفِ خدا کی وجہ سے گریہ کرتے رہتے ۔ مؤرخین نے حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کی شہادت کے بارے میں یوں لکھا ہے کہ اس زمانہ کے بادشاہ کی ایک زوجہ پہلے شوہر سے ایک بیٹی رکھتی تھی' اور وہ لڑکی نہایت خوبصورت تھی اور وہ عورت بڑھیا ہو گئی تھی۔ اس نے کسی مصلحت سے خواہش ظاہر کی کہ اپنی دختر کو بادشاہ کی صحبت سے سرفراز کرے۔ بادشاہ نے اس مقدمہ میں حضرت یحییٰؑ کو طلب کر کے ان سے مشورہ کیا۔ جناب یحییٰؑ نے ارشاد کیا کہ وہ لڑکی تجھ پر حرام ہے۔ بادشاہ نے اس لڑکی کو ترک کیا اس کی زوجہ اس امر سے رنجیدہ ہوئی اور صبر کر کے چند روز خاموش رہی یہاں تک کہ ایک روز بادشاہ نشہ میں دھت مست تھا اور وہ بڑھیا اپنی لڑکی کو بنا سنوار کر بادشاہ کے سامنے لائی۔ بادشاہ نے مستی کی حالت میں اس لڑکی کی طرف رغبت کی لیکن اس کی بیوی نے کہا یہ صورت نہیں ہو سکتی۔ جب تک یحییٰؑ کا سر نہ آئے اس لئے کہ میری اس بچی کا مہر قتل یحییٰ ہے۔ بادشاہ نے یحییٰؑ کے قتل کا حکم دیا علماء کو اس امر کی خبر ہوئی تو انہوں نے کہا اگر یحییٰؑ کے خون کا قطرہ بھی زمین پر گرے گا تو زمین پر گھاس تک نہ اُگے گی۔ بادشاہ نے کہا اس کا سر طشت میں رکھ کر جدا کر دیں اور اس کا خون کنویں میں ڈال دیں چنانچہ آدمی یحییٰؑ کی تلاش میں چل پڑے بادشاہ کے مقرّبین میں سے کسی نے کہا کہ اس کا باپ مُستجابُ الدعوات ہے۔ پہلے اس کو قتل کرنا چاہئے تاکہ فرزند کے قاتل کو بددعا نہ کرے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس مشورے پر عمل کیا جائے پس بادشاہ کے آدمی حضرت زکریاؑ کے گھر میں داخل ہوئے' زکریاؑ اور یحییٰؑ دونوں نماز میں مشغول تھے۔ یحییٰؑ کو باپ کے پہلوہ سے کھینچ کر باندھ دیا اور زکریاؑ کو قتل کرنا چاہا کہ یحییٰؑ چھپ گئے ایک جماعت ان کے پیچھے روانہ ہوئی اور یحییٰؑ کو پکڑ کر بادشاہ کے دروازہ پر لے گئے اور جو لوگ

تھے۔ وہاں پر ایک درخت تھا۔ حضرت زکریاؑ نے اشارہ کیا وہ شگافتہ ہو گیا اور آپ اس درخت کے اندر چھپ گئے۔ لیکن شیطان نے زکریاؑ کی چادر کا کونہ درخت سے باہر نکال دیا اور درخت سے پیوستہ ہو گیا کفّار وہاں پہنچے اور شیطان کو ایک بوڑھے آدمی کے روپ میں دیکھا انہوں نے پوچھا کہ اس صورت کا ایک مرد آپ نے دیکھا ہے۔ شیطان نے کہا وہ آدمی اس درخت میں چھپ گیا ہے اور چادر کا کونہ ان کو دکھلایا دیا اور کہا کہ دیکھو یہ اس کی چادر ہے ان لوگوں نے کہا اس کو درخت سے کیسے نکالیں۔ کہا اس کو کس لئے نکالتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا' اس کو قتل کرنے کے لئے۔ شیطان نے کہا کہ اس جگہ بھی اس کو قتل کر سکتے ہو۔ اس نے ان کو آرہ بنا دیا۔ ان ظالموں نے آرہ درخت پر رکھا تاکہ زکریاؑ کو چیر ڈالیں آواز آئی خبردار بے صبری کا مظاہرہ نہ کرنا ورنہ تمہارا نام صابرین کی فہرست سے خارج کر دیا جائے گا۔ اس پر زکریاؑ نے کہا خدایا ہزار شکر کہ میرا خون تیری راہ میں نچھاور کیا جا رہا ہے۔

آہ تک نہ کی یہاں تک کہ ظالموں نے زکریاؑ کو دو ٹکڑے کر ڈالا اس کے بعد یحییٰؑ مظلوم کا سر طشت میں کاٹ کر لائے اور ان کا خون کنویں میں گرا دیا اور کنواں جوش میں آیا۔ حق تعالیٰ نے بخت نصر کو وہاں مقرر کیا کہ اس نے یحییٰؑ کے بدلے ان سب کو قتل کر دیا۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلیّ اللہ علیہ و آلہ و سلّم پر وحی نازل ہوئی کہ یحییٰؑ بن زکریاؑ کے قتل ہونے سے ستّر ہزار آدمی قتل کئے گئے اور تمہارے فرزند حسینؑ کے بدلے ستّر ہزار آدمی دو مرتبہ قتل ہوں گے اور صاحبُ الزمان کے ظہور بلکہ تا قیام قیامت انتقامِ حسینؑ باقی رہے گا۔ اب حضرات مقام گریہ و زاری ہے کہ حضرت زکریاؑ جناب یحییٰؑ کی نالہ و

مناجات کی۔ قربان جائیں صبر امام حسینؑ پر کہ جب علی اکبرؑ ہمشکل پیغمبرؐ الوداع ہونے کے لئے اپنے مظلوم باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جناب سید الشہداءؑ نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے فرزند کو آلاتِ حرب و ضرب سے آراستہ کیا اور عقاب پر سوار کیا۔ لاکھوں دشمنوں کے سامنے شہزادے کو روانہ کیا۔ جب جناب علی اکبرؑ سینہ پر سنانِ ظلم کھا کر گھوڑے سے زمین پر گرے اور آواز دی یَا اَبَتَاہُ اَدْرِکْنِیْ۔

یہ سن کر جناب امام حسینؑ قتل گاہ کی طرف بے تابانہ تشریف لے گئے آپؑ نے اپنے ہاتھ سے وہ سنانِ ظلم اپنے لختِ جگر کے سینہ سے نکالی اور حسرت بھری نگاہ سے اس کے چہرہ کو دیکھنے لگے اور فرمایا " اے فرزند تیرے بعد اس دنیا اور زندگانی دنیا پر تُف ہے، خدا اس قوم کو قتل کرے جس نے تجھ سے کڑیل جوان کو قتل کیا اور ان کے دل میں ذرا بھر خوف خدا نہ آیا اور نہ ہی رسولِ خدا کا پاس کیا " علی اکبرؑ نے تڑپتے تڑپتے اپنے باپ کی آغوش میں دم توڑا اور آپ صابر و شاکر بن کر اور اپنے فرزند کی لاش سینہ سے لگا کر خیمہ میں تشریف لائے اور ہر مقام پر کلمہ شکر جاری فرماتے رہے۔ جناب امام زین العابدینؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار جناب امام حسینؑ جب کوفہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے تو ہر ایک منزل پر یحییٰؑ بن زکریاؑ کا ذکر کرتے رہے ایک روز ارشاد فرمایا کہ یہ بے اعتباری دنیا اس قدر بے بس ہے کہ جناب یحییٰؑ بن زکریاؑ کا سر بنی اسرائیل کی ایک نابکار عورت کے لئے بطور ہدیہ بھیجا گیا مومنین مقامِ گریہ ہے کہ تمہارے آقا امام حسینؑ کا سر بھی یزید پلید کے لئے ہدیہ کے طور پر پیش کیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اکثر اوقات حضرت یحییٰؑ ابن زکریاؑ کی شہادت کو یاد کرتے تھے۔

مجلس نمبر ۱۳

معجزۂ سرورِ کائنات، فخرِ موجودات اور آپ کی وفاتِ حسرت آیات

☆

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَنْ اَتَانِیْ زَائِراً وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ وَ مَنْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ ○

جناب رسول خدا شفیع روز جزا ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے میری زیارت کی اس کی شفاعت مجھ پر واجب ہوئی اور جس کی شفاعت مجھ پر واجب ہوئی بہشت اس پر واجب ہوئی **وَ مَنْ زَارَ رَسُوْلاً کَانَ کَمَنْ زَارَاللّٰہُ تَعَالٰی فَوْقَ عَرْشِہٖ** ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص نے جناب رسولؐ خدا کی زیارت کی گویا اس نے عرش پر خدا کی زیارت کی۔

مومنین سیدُ المرسلین، خاتمُ النبین کو اللہ تعالٰی نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اس قدر فضائل اور معجزات عطا کئے ہیں کہ انسان ان کو بیان ہی نہیں کر سکتا۔ منجملہ حضرت کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ ہے۔ صاحب بحار الانوار لکھتے ہیں کہ جب جناب رسالت مابؐ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو اُمّ معبد کے خیمہ پر نزولِ اجلال فرمایا۔ آپ نے اُمّ معبد سے قدرے دودھ طلب کیا اس نے عرض کی یا حضرت میرے گوسفند چرنے کے لئے جنگل میں گئے ہیں مگر ایک ایک لاغر بکری کہ اس میں بالکل دودھ نہیں ہے اور بڑھاپے اور

کمزوری کے باعث چل پھر بھی نہیں سکتی حاضر ہے۔ حضرت نے فرمایا مجھے اجازت دے میں اس کا دودھ دوہوں اس نے اجازت دی۔ اس کے بعد حضرت نے اپنا دست مبارک بکری کے تھنوں پر رکھا تو فوراً دودھ جاری ہو گیا۔ آپ نے فرمایا جتنے برتن ہیں لے آؤ۔ برتن حاضر کئے گئے حضرت نے ان میں دودھ دوہا اور قدرے نوش فرمایا اس کے بعد اپنے اصحاب کو پلایا اور قربُ و جوار میں جتنے قحط زدہ قبیلے تھے وہ سب اپنے اپنے برتن لے آئے اور اس قدر دودھ پیا کہ سیر ہو گئے۔ گرمی کی وجہ سے آپ نے اُمّ معبد کے خیمہ میں آرام فرمایا جب بیدار ہوئے تو پانی طلب فرمایا وہاں ایک خاردار درخت تھا۔ آپ نے کُلّی کر کے دہن مبارک سے پانی اس کی جڑ میں پھینکا اور اس کے بعد وضو فرمایا۔ پھر دو رکعت نماز ادا کی۔ فرمایا اس درخت سے عجیب و غریب امور ظاہر ہوں گے۔ اُمّ معبد کہتی ہیں ہم نے کسی کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا' اس لئے میں اور میرے قبیلہ والوں نے نہایت تعجب کے ساتھ آپ کی نماز دیکھی۔ جب دوسرے دن صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ وہ درخت بڑھ گیا اور اس کے کانٹے گر گئے اور اس میں بہت سی نئی شاخیں نکل آئیں اور اس کے پتے سبز ہو گئے اور اس کی جڑ زمین میں مستحکم ہوئی اور اس پر بڑے بڑے پھل لگنے لگے۔ اس کا میوہ شہد کی مانند شیریں تھا اور عنبر کی طرح خوشبودار تھا۔ جو بھوکا پیاسا شخص اس میوہ کو کھاتا وہ سیر و سیراب ہوتا تھا۔ بیمار اس کے کھانے سے شفا پاتے' محتاج غنی ہو جاتے تھے اور جو حاجت مند اس کا میوہ کھاتا تھا اس کی حاجت بر آتی تھی جو اونٹ یا گوسفند اس کے پتے کھاتا تھا فربہ ہو جاتا تھا اور اس کا دودھ زیادہ ہو جاتا تھا۔

دیہاتوں میں بسنے والے دور دور سے آکر اس درخت کے سایہ میں اترتے تھے اور اس کے پتے باعثِ برکت سمجھ کر لے جاتے تھے اور جہاں آپ

انہیں نہ ملتا تھا اور بھوک و پیاس سے مجبور ہوتے تو کھانے کی بجائے اس درخت کے پتے کھا کر سیرو سیراب ہوتے تھے اور اس درخت کا ہمیشہ یہی حال تھا یہاں تک کہ ایک روز ہم نے دیکھا کہ اس کے میوے گر گئے اور پتے زرد ہو گئے یہ دیکھ کر ہم نہایت متحیر تھے کہ اس کا سبب کیا ہے کہ یکایک ہمیں جناب رسالت مآبؐ کی خبر وفات موصول ہوئی۔ اس کے بعد وہ درخت پھربار آور ہوا مگر وہ پہلے کی طرح اس میں لذت باقی نہ تھی اس کے پتوں کی تازگی بھی کم تھی۔ یہاں تک کہ تیس برس گزرے پھر ایک صبح کو جو دیکھا تو وہ درخت مائل بہ سیاہی ہو گیا ہے۔ اس کے میوے گر گئے ہیں اور شاخیں اور پتے کملا گئے ہیں ہم پھر متحیر ہوئے کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کوفہ میں شہید کر دیئے گئے ہیں اس کے بعد وہ درخت پھربار آور نہ ہوا مگر اس کی شاخیں اور پتے تروتازہ تھے۔ قبائل عرب تبرک و استشفاء کے لئے لے جاتے تھے ایک مدت تک اسی طرح رہا ایک روز جو ہم اٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس درخت میں سے تازہ خون جوش مار رہا ہے اور زمین پر جاری ہے اور اس کے شاخ و برگ خشک ہو چکے ہیں اور اس سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔

اس ہولناک منظر کو دیکھ کر ہمیں پریشانی لاحق ہوئی کہ یہ کیا حادثہ ہوا جب رات ہوئی تو اس درخت کی جڑ سے نوحہ و بکاء کی آواز ہمیں سنائی دی معلوم ہوتا تھا کہ بہت سے لوگ بلند آواز سے گریہ کر رہے ہیں بعض یہ کہتے **یَا ابْنَ النَّبِیِّ یَا ابْنَ الْوَصِیِّ یَا ابْنَ بَقِیَّۃِ سَادَاتِنَا الْاَکْرَمِیْنَ**

صبح تک اسی طرح گریہ و بکاء کی آواز بلند ہوتی رہی ہمیں معلوم نہ تھا کہ اس شور و غل کی وجہ کیا ہے ؟ کئی دنوں کے بعد خبر آئی کہ جناب سید الشہداء

خامس آل عباؑ اسی روز شہید ہوئے تھے پھر اس روز سے وہ درخت سیاہ اور خشک ہو گیا اور جڑ سے اکھڑ گیا اور کچھ اثر باقی نہ رہا۔ **رُوِیَ اَنَّہٗ لَمَّا عَرَضَ رَسُوْلَ اللّٰہِ الْمَرَضُ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْہِ عَرَجَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَ حَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ فَقَالَ۔**

اہل سیر کی معتبر کتب میں منقول ہے کہ جناب رسالتمابؐ حجتہ الوداع سے واپس لوٹے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا مرض لاحق ہوا کہ جس مرض میں دنیا سے انتقال فرمایا۔ اپنی وفات کے چند روز قبل سب اصحاب کو جمع کیا اور آپ منبر پر تشریف لے گئے حمد و ثنائے خدا عزوجل کے بعد فرمایا **یَا مَعْشَرَ النَّاسِ اِنِّیْ مُخَلِّفٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ** اے لوگو ! قریب ہے کہ میں اس دار فنا سے عالم بقا کی طرف کوچ کروں گا، لیکن میں تمہارے درمیان دو امر عظیم چھوڑے جاتا ہوں ان میں سے ایک کتاب خدا ہے اور دوسری میری عترت اور اولاد ہے **حَتّٰی یَرِدَ عَلَیَّ الْحَوْضَ وَلَا تَقَدَّمُوْا فَتَهْلِكُوْا وَ لَا تَاَخَّرُوْا فَتَتَفَرَّقُوْا** اے لوگو ! اگر تم ان دونوں چیزوں سے متمسک ہو گئے تو گمراہ نہ ہو گے۔ اس لئے کہ یہ دونوں آپس میں ایسے متحد ہیں کہ کبھی جدا نہیں ہوں گی۔ یہاں تک کہ یہ دونوں روز قیامت حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے۔ لازم ہے کہ ان دونوں کی ہرگز مخالفت نہ کرنا اور ان کے بارے میں افراط و تفریط میں مبتلا نہ ہونا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اے لوگو ! اب میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا اور نہ ہی کوئی دین میرے دین سے بہتر ہے اور جو کوئی میرے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ داخلِ دوزخ ہو گا" لوگو ! یہ یقین جانو کہ ادائے قصاص میں اجر و ثواب ہے اور ہر صاحب حق کے حق کا ادا کرنا ہر شخص پر لازم ہے۔

دے لوگو کسی کے حق کو غصب نہ کرو رسلئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ
نے قسم یاد فرمائی ہے کہ میں ہرگز اس کو نہ بخشوں گا جس نے کسی پر ظلم کیا ہو گا یا کسی نے دوسرے کا حق چھین لیا ہو گا اور کسی کا قصاص ہرگز معاف نہیں کروں گا اور حق سبحانہ تعالیٰ کو کسی سے قرابت نہیں کہ اس کی وجہ سے تم پر رعایت کرے بلکہ تم سب اس کے بندے ہو' لوگو ! میں تم سب کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تم میں سے کسی کا میرے ذمہ حق یا قصاص ہو تو وہ ابھی مجھ سے لے لے آخرت پر نہ رکھے یہ سن کر سوادہ بن قیس ایک روایت میں اس کا نام عکاسہ ہے حضرت کے سامنے آیا اور عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جس وقت آپ طائف سے ناقہ پر سوار ہو کر تشریف لا رہے تھے میں آپ کے استقبال کو گیا تھا۔ اس وقت آپ کے دست مبارک میں تازیانہ ممشوق تھا۔ آپ نے چاہا کہ ناقہ غضبا پر لگائیں اتفاقاً" وہ تازیانہ میری پشت پر آکر لگا۔ حضرت نے فرمایا اے بلال خانہ فاطمہؑ سے تازیانہ ممشوق لے آؤ۔ بلال خانہ فاطمہؑ پر حاضر ہوئے اور آواز دی اے بنت رسولؐ آپ کے والد ماجد نے تازیانہ ممشوق طلب فرمایا ہے۔ جناب سیدہ نے فرمایا اے بلال آج حضرت کی سواری کا دن نہیں وہ تازیانہ کیوں طلب فرمایا ہے۔ بلال نے کیفیت عرض کی جناب سیدہ نے ایک آہ بھری قریب تھا کہ روح اطہر تن مطہر سے مفارقت کر جائے اور رو رو کر یہ کہتی تھیں ہائے افسوس اب مساکین و فقراء کی سرپرستی کون کرے گا ؟ اس کے بعد وہ تازیانہ بلال کے حوالہ کیا۔ اور پھر رو کر فرمایا اے بلال میری طرف سے سوادہ سے کہنا کہ فاطمہؑ نے تجھ سے کہا ہے کہ تو دیکھتا ہے کہ رسولؐ خدا کا حال شدت مرض سے کیا ہو گیا ہے' اس وقت وہ قصاص سے کیونکر متحمل ہوں گے۔ غرض بلال وہ تازیانہ لے کر رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ادھر حسنینؑ بھی اپنی ماں سے کیفیت سن کر روتے ہوئے مسجد کی طرف دوڑے جب

دونوں صاحبزادے مسجد میں داخل ہوئے جناب رسالتمآبؐ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر نواسوں کو سینہ سے لگا لیا اور آپ کے آنسو حسینؑ کے چہرہ پر گرے اور پوچھا پیارے بیٹو تم روتے کیوں ہو ؟ عرض کی نانا جان ہم نے سنا ہے کہ سوادہ بن قیس آپ سے قصاص لینا چاہتا ہے۔ اس لئے ہم حاضر ہوئے ہیں کہ وہ آپ کی بجائے ہم دونوں بھائیوں سے قصاص لے۔ آپ کو تکلیف نہ دے حضرت نے فرمایا **وَلَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی** بیٹو ! اس امر میں ایک دوسرے کا عوض نہیں ہو سکتا۔ یہ فرما کر ارشاد کیا اے سوادہ اٹھ کر اپنا قصاص مجھ سے لے اس نے عرض کی یا رسول اللہ تازیانہ میرے بدن برہنہ پر پڑا تھا لہٰذا آپ بھی اپنا کرتہ اتار لیں۔ حضرت نے پیراہن کو اتارا اس وقت مسجد میں عجیب تلاطم برپا ہوا کہ تمام حضار مجلس ایک طرف با آواز بلند رو رہے تھے اور حسنینؑ ایک طرف زمین پر پچھاڑیں کھا رہے تھے۔ سوادہ نے دوڑ کر اپنا منہ پیغمبر کے شکم پر رکھ دیا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی بار الہٰی میں امیدوار ہوں کہ اس بطن اقدس کی برکت سے مجھے قیامت کے دن آتش جہنم سے محفوظ رکھنا۔ جب جناب رسالتمآبؐ نے دیکھا کہ سوادہ اپنا سر نہیں اٹھا رہا تو فرمایا اے سوادہ اب تجھے قصاص لینا منظور ہے یا نہیں اس نے عرض کی یا رسول اللہ اب مجھے ہرگز لینا منظور نہیں۔ حضرت نے یہ سن کر فرمایا خداوندا میری التجا ہے کہ تو سوادہ بن قیس کے گناہوں سے درگذر فرما۔ جس طرح کے وہ تیرے نبیؐ سے اپنے قصاص سے دستبردار ہوا۔ پس حضرت مسجد سے خانہ جناب ام سلمہؓ میں داخل ہوئے اس وقت یہ کلمہ حضرت کی زبان مبارک پر جاری تھا خداوندا میری امت کو آتش جہنم سے محفوظ رکھنا اور حساب کو ان سب پر سہل و آسان کرنا اس کے بعد جناب امیرؑ کو بلا کر اپنی ردا مبارک اوڑھائی اور بہت دیر تک اسرار تعلیم فرمائے۔ جناب امیر

المؤمنینؑ باہر تشریف لائے لوگوں نے عرض کی یا حضرت آپ سے رسولؐ خدا نے دیر تک کیا باتیں کیں۔ آپ نے ارشاد کیا کہ مجھے ہزار باب علم کے تعلیم فرمائے کہ مجھ پر ہر باب سے ہزار باب علم منکشف ہوئے الغرض حضرت بروایت مشہورہ اٹھائیسویں ماہِ صفر کو جناب رسولِ خدا کی حالت بہت متغیر ہوئی اس وقت جناب سیدہؑ اور حسنینؑ کو اپنے پاس بلایا اور اپنے سینہ سے لگا کر بہت دیر تک پیار کیا اور دنیا سے رحلت فرمائی، بیتُ الشرف میں ایک شور قیامت برپا ہوا زمین و آسمان سے رونے کی صدا بلند ہوئی۔

جناب فاطمہؑ ایک طرف زار و قطار رو رو کر جان نچھاور کر رہی تھیں۔ حسنینؑ دوسری طرف پچھاڑیں کھائے جا رہے تھے۔ امیر المؤمنینؑ ایک طرف وا محمداہ وا نبیاہ کہہ کر رو رہے تھے۔ آخر جناب امیرؑ نے غسل دے کر کفن پہنایا۔ سید ابن طاؤس لکھتے ہیں کہ حضرت امیرؑ جب رسول خدا کو کفن دے کر بند کفن باندھ چکے تو حسنینؑ بے تاب ہو کر فریاد کرتے تھے کہ کیوں نانا آپ تو کبھی ہم کو بے دیکھے نہ رہتے تھے اور جب دیکھتے تو پیار کرتے تھے اس وقت کیا ہوا کہ ہم آپ کے سرہانے کھڑے رو رہے ہیں اور آپ منہ چھپائے پڑے ہیں، ہم سے بات بھی نہیں کرتے۔ جناب امیر فرماتے ہیں کہ حسنینؑ کے اس بین پر حضرت کی لاش مبارک تین مرتبہ حرکت میں آئی۔ ایک روایت میں ہے کہ شہزادوں نے اصحابِ رسول سے ایک ایک کے پاس جا کر کہا کہ ذرا ہمارے نانا کے چہرہ سے چادر ہٹا دو کہ ہم ایک مرتبہ اور زیارت کر لیں۔ سب نے کہا ہماری مجال نہیں کہ حکم خدا کے بغیر نبی کے منہ پر سے چادر ہٹائیں۔ جب وہ صاحبزادے مایوس ہوئے خود حضرت کے جنازہ کے قریب جا کر عرض کرنے لگے نانا ہم نے کیا کیا۔ کسی کو منظور نہیں کہ ہم آپ کی ایک اور مرتبہ زیارت کر لیں اور آپ بھی نہ ہم سے

باتیں کرتے ہیں اور نہ اپنا منہ کھولتے ہیں۔ منقول ہے نواسوں کے بین سے حضرت کی لاش تڑپ گئی اور خود بخود بندِ کفن کھل گئے اور ہاتھ پھیلا کر دونوں صاحبزادوں کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ یہ دیکھتے ہی حضار میں کہرام پر کہرام ہوا۔ کچھ دیر بعد جناب امیرؑ نے اپنے بیٹوں کو ان کے نانا کے سینہ سے سمجھا کر تسلی و تشفی دے کر جدا کیا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۱۴

فضائلِ رسول خدا، معجزۂ محبوب خدا اور حالِ رحلتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

☆

اَیُّھَا النَّاسُ فَضَائِلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ مُعْجِزَاتِہٖ کَثِیْرَۃٌ لَا یُحْصِیْھَا الْاِنْسَانُ وَ مَنَاقِبُہٗ عَزِیْزَۃٌ لَا یُخْطِیْھَا الْمَلَائِکَۃُ وَالْجَانّ

آگاہ ہو مومنین کہ فضائل اور معجزات سرور کائنات اس قدر ہیں کہ ان کا احاطہ کسی انسان سے بلکہ تمام فرشتوں اور جنّات سے بھی ممکن نہیں ہے فَمِنْھَا اِنَّ اللّٰہَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ وَھُوَ لَا یَمُرُّ عَلٰی شَیْءٍ مِّنَ الشَّجَرَۃِ وَالْحَجَرِ اِلَّا وَھُوَ وَیُصَلِّیْ وَیُسَلِّمُ عَلَیْہِ حضرت کے بعد فضائل میں سے یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اور تمام فرشتے آپ پر درود و سلام بھیجتے ہیں اور تمام اہل مکّہ نے اکثر دیکھا کہ جب آپؐ کسی درخت اور پہاڑ کی طرف ہو کر گزرتے تھے تو وہ با آواز بلند کہتا تھا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ وَ مِنْھَا اَنَّہٗ کُلَّمَا کَانَ یَمُرُّ فِی الشَّمْسِ کَانَتِ الْغَمَامَۃُ تَسِیْرُ بِمَسِیْرِہٖ وَ تَقِفُ بِوُقُوْفِہٖ وَ مِنْھَا اَنَّہٗ یُبْصِرُ وَرَائَہٗ کَمَا یُبْصِرُ اَمَامَہٗ وَ یَنَامُ عَیْنُہٗ وَلَا یَنَامُ قَلْبُہٗ آپؐ کے فضائلِ مختصّہ میں سے یہ ہے کہ جب پیغمبرؐ اسلام دھوپ میں کہیں تشریف لے جاتے تو ایک ابر سفید کا ٹکڑا آپ کے سر اقدس پر سایہ فگن ہوتا اور

حضرت کے ہمراہ چلتا جس جگہ ٹھہر جاتے وہ ابر بھی ٹھہر جاتا تھا۔ جو چیز آپ کے پسِ پشت ہوتی تھی اس کو آپ اس طرح دیکھتے تھے جس طرح سامنے کی چیز کو ملاحظہ فرماتے تھے۔ ظاہری طور پر آپ کی آنکھیں سونے کے وقت بند ہو جاتی تھیں۔ مگر حضرت کا قلب مبارک بیدار ہوتا تھا **وَ مِنْهَا اَنَّهٗ كَانَ يَسِيْرُ فِي الطُّرُقِ وَ الْمَسَالِكِ تَفُوْحُ رِيْحُهٗ كَالْمِسْكِ لِكُلِّ مَارٍّ وَ سَالِكٍ** آپؐ کی ذات اقدس کے بعض فضائل میں سے یہ ہے کہ جب آپؐ کسی راہ سے گزر فرماتے تھے تو کئی روز تک اس راستہ میں مشک و عنبر سے بہتر خوشبو آتی تھی **وَ يَتَنَوَّرُ بِنُوْرِ جَمَالِهٖ الْآفَاقُ وَالْاَ مُرَجِلُهٗ وَ يَسْتَضِيْئُ بِوَجْهِهٖ الْاَرْضُ وَالسَّمَاءُ** آپؐ جب شب تاریک میں کہیں تشریف لے جاتے تھے تو وہ رات چہرۂ انور کے نور سے روز روشن کی طرح منور ہو جاتی تھی اور نور آفتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نور جمال کے سامنے مغلوب ہو جاتا تھا۔

صاحب حُزن المومنین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ یوں تحریر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عرب کا ایک قافلہ کسی سفر سے آرہا تھا۔ اتفاقاً راستہ بھول گیا اور ایک وحشت ناک صحرا میں پہنچا۔ سب بھوکے پیاسے حیران و پریشان پھر رہے تھے۔ لیکن کہیں پانی کا چشمہ نہ ملا سب کو مایوسی ہوئی اور بارگاہ الٰہی میں تضرع و زاری کی۔ ناگاہ دور سے ایک بزرگوار کہ ان کا چہرہ آفتاب تاباں کی مانند درخشاں تھا نمایاں ہوئے۔ آپؐ کے نور سے تمام صحرا روشن ہوگیا۔ اہل قافلہ نے قریب جا کر دیکھا کہ سردار کونین رسول الثقلین دوش مبارک پر ایک پانی کا مشکیزہ لئے رونق افروز ہیں اور با آواز ندا آئی کہ اے پیاسو نجات کی راہ اختیار کرو' آبِ حیات شوق سے پیو۔ یہ آواز سن کر سب جناب رسولؐ خدا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ہر شخص

لینے اور دینے میں سبقت کرتا تھا۔ جناب رسولؐ خدا نے قافلہ کو راہوار سمیت سیراب کیا اور وہ مشک قدرت خدا سے اسی طرح بھری رہی یہاں تک کہ اہل قافلہ نے اپنی مشکیں بھرلیں۔ لیکن اس قافلہ میں ایک حبشی غلام تھا اس نے پانی نہ پیا۔ منبع جُودو سخا جناب رسولؐ خدا نے با آواز بلند فرمایا اے غلام تو بھی پانی پی لے کہ تشنہ معلوم ہوتا ہے۔ اس نے اعتبار نہ کیا اور اہل قافلہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا میں ہرگز یہ پانی نہ پیوں گا وہ جادوگر معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ مشکِ آب سے تمام قافلہ کو سیراب کر دیا اور وہ خالی نہ ہوئی یہ سن کر جناب رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس خدائے عزوجل کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب تک میں اس غلام کو سیراب نہ کروں گا اس صحرا سے ہرگز نہیں جاؤں گا۔ یہ سن کر وہ حبشی غلام سامنے آیا۔ اور عرض کی یا حضرت اگر آپ رسول برحق ہیں تو ارشاد فرمایئے کہ یہ پانی کس مقام سے مشک میں آتا ہے۔ آپ نے اُنگشت مبارک سے اشارہ فرمایا کہ حجاب کے پردے اس کی آنکھوں سے اٹھ گئے۔ دیکھا کہ پانی مسلسل آسمان سے مشک میں آرہا ہے۔

حضرت کا یہ اعجاز دیکھ کر اس نے ایک نعرہ مارا اور قدم اقدس پر گر کے بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو اس کے دل میں نور ایمان جلوہ گر ہو چکا تھا وہ شرف اسلام سے مشرّف ہوا کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ آسمان پر جادو اثر نہیں کرتا۔ اس کے بعد اس غلام نے اپنے آقا سے تمام ماجرا بیان کیا کہ وہ یہودی اپنی قوم سمیت جناب رسالتمابؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایمان لایا۔

فَوَا اَسَفَاهُ قَدْ اَظْلَمَتِ الْآفَاقُ مِنْ فَقْدِهٖ وَاغْبَرَّتِ الْاَرْضُ وَالسَّمَاءُ اِنَّ هٰذِهٖ لَمُصِيْبَةٌ عُظْمٰى وَ رَزِيَّةٌ كُبْرٰى لِلْاِسْلَامِ وَاَهْلِهٖ سِيَّمَا لِعِتْرَتِهٖ وَبِضْعَتِهٖ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ وَ عَلِيِّ الْمُرْتَضٰى

افسوس ہزار افسوس حضرات دہم ہجری ۲۸ ماہ صفر کو آپ کے انتقال سے تمام عالَم تیرہ و تاریک ہو گیا اور اس غم و الم سے تمام آسمان و زمین میں قیامت برپا ہوئی اور اہل اسلام پر مصیبتِ عظمیٰ طاری ہوئی۔ خاص کر جو مصیبت فاطمہ زہراؑ علی مرتضیٰؑ اور حسنینؑ علیہم السلام پر واقع ہوئی۔ اس کا بیان ممکن نہیں پس اب کچھ اس مصیبت کو بیان کرتے ہیں۔ **رُوِیَ اَنَّہٗ لَمَّا تَغَیَّرَ حَالُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بَکَتْ فَاطِمَۃُ عَلَیْھَا السَّلَامُ بُکَاءً شَدِیْدًا وَاَخَذَتْ رَاْسَہٗ فِیْ حِجْرِھَا۔**

منقول ہے کہ جب جناب رسالتمابؐ کی حالت نہایت متغیر ہوئی اور وقت وفات قریب پہنچا تو جناب سیدہ یہ حال دیکھ کر نہایت پریشان ہوئی اور بہت زیادہ روتیں اور اپنے والد گرامی کا سر مبارک اپنی گود میں رکھ کر چاہتی تھیں کہ اچھی طرح اپنے باپ کی صورت دیکھ سکیں کہ ان کے بابا کو غش کیوں آیا ہے جب ہوش آیا تو **اِذْ نَادٰی رَجُلٌ خَلْفَ الْبَابِ** یکایک ایک مرد نے دروازہ کے پیچھے سے آواز دی **اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَنَا رَجُلٌ غَرِیْبٌ رَسُوْلٌ اِلَیْکَ فَاْذَنْ لِیْ حَتّٰی اَدْخُلَ عَلَیْکَ** اے رسول خدا آپ پر سلام ہو میں ایک مسافر ہوں اور کسی کا پیغام لایا ہوں' مجھے اجازت ملے تو حاضر ہوں اور کچھ عرض کرنا ہے وہ عرض کروں **فَقَالَتْ فَاطِمَۃُ یَا عَبْدَاللّٰہِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ فِیْ شِدَّۃِ الْمَرَضِ قَدْ غُشِیَ عَلَیْہِ فَعَلَیْکَ اَنْ تَرْجِعَ** یہ سن کر جناب سیدہ نے فرمایا اے بندہ خدا رسولؐ خدا اس وقت غش میں ہیں۔ اب تو چلا جا کیونکہ یہ وقت شرف زیارت کا نہیں ہے **فَسَکَتَ ھُنَیْئَۃً وَلَمْ یَبْرَحْ عَنِ الْبَابِ** وہ تھوڑی دیر خاموش رہا مگر دروازہ سے نہ ہٹا اور پھر اجازت چاہی **ثُمَّ اسْتَاْذَنَ بِصَوْتٍ مُّھِیْبٍ قَالَ یَا**

سَیِّدَتِیْ اِنِّیْ رَسُوْلٌ اِلَیْہِ فَلَا بُدَّلِیْ مِنَ الدُّخُوْلِ عَلَیْہِ اس کے بعد خوفناک آواز کے ساتھ عرض کی اے سیدہ' میری آقا زادی میں کسی کا بھیجا ہوا ہوں اور مجھے بغیر شرفِ زیارت کے کوئی چارہ نہیں ہے یہ ممکن کہ دَرِ دولت سے واپس لوٹ جاؤں۔

اور نہ یہ مجال ہے کہ بغیر اذن دولت سرا میں داخل ہوں **فَفَزِعَتْ فَاطِمَۃُ حَتّٰی اَفَاقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ** اس مہیب آواز کو سن کر بی بی پر ایسا خوف طاری ہوا کہ وہ کانپنے لگیں۔ اسی اثناء میں جناب رسول خدا کی آنکھیں غش سے کھل گئیں اور فرمایا اے نور چشم آپ کانپ کیوں رہے ہیں۔ جناب سیدہ نے عرض کی بابا ایک اعرابی دروازہ پر کھڑا اذن حضوری چاہتا ہے اور ہرچند میں نے معذرت کی لیکن وہ عذر قبول نہیں کرتا **فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَا قُرَّۃَ عَیْنِیْ اَمَا تَعْرِفِیْنَہٗ وَھُوَ قَاطِعُ اللَّذَّاتِ وَ مُفَرِّقُ الْجَمَاعَاتِ وَھُوَ مَلَکُ الْمَوْتِ یَا فَاطِمَۃُ وَھُوَ یَحْفَظُ حُرْمَۃَ بَابِکِ لَا یَمْنَعُہٗ مَانِعٌ مِنَ الْوُلُوْجِ وَلَا یَحْجُبُہٗ حَاجِبٌ مِنَ الْخُرُوْجِ فَاْذَنِیْ لَہٗ ○**

یہ سن کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اے نور چشم آپ نے اس کو نہیں پہچانا یہ وہ شخص ہے کہ لذتوں کو قطع کرتا ہے اور جماعتوں کو پراگندہ کرتا ہے عورتوں کو بیوہ کرتا ہے اور بچوں کو یتیم کرتا ہے۔ اے نورِ نظر اگر یہ اندر آنے کا ارادہ کرلے تو کوئی اس کو منع نہیں کر سکتا اور اگر باہر جانا چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ اے فاطمہؑ یہ فرشتہ ملک الموت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے دروازہ کو یہ رُتبہ عطا کیا ہے کہ ملک الموت بھی اجازت لئے بغیر گھر کے اندر نہیں آسکتا اسے آنے کی اجازت دے دو غرض جب ملک الموت اذن پا کر حاضر ہوئے اور عرض کی اے حبیب خدا اللہ تعالیٰ نے تحفہ سلام کے بعد ارشاد

فرمایا ہے کہ تمہیں اختیار ہے اگر ہماری ملاقات منظور ہے تو اپنی موت پر راضی ہو کہ تمام حور و غلمان اور رضوان تمہاری زیارت کے مشتاق ہیں اور اگر اپنی موت منظور نہ ہو تو جب تک جی چاہے دنیا میں رہو، ہمیں تمہاری خوشی بہر صورت منظور ہے حضرتؐ نے فرمایا اے ملک الموت مجھے اتنی مہلت دو کہ جبرئیلؑ میرے پاس آئیں اور مجھے کچھ خوشخبری سنائیں۔ ملک الموت نے عرض کی بسرو چشم آپ کی اطاعت ہم پر واجب ہے یکایک جبرئیل امین بھی نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ حق تعالیٰ آپ کا مشتاق ہے اور ارشاد فرما رہا ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى یعنی تمہاری امت کو ہم اس قدر بخشیں گے کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ یہ مژدہ سن کر ملک الموت سے فرمایا اے عزرائیلؑ اب حکم رب جلیل بجا لاؤ۔

فَبَكٰى جِبْرَئِيلُ يَمِينَهٗ وَ مِيكَائِيلُ عَنْ يَسَارِهٖ وَ مَلَكُ الْمَوْتِ جَالِسٌ بَيْنَ يَدَيْهِ لِيَقْبِضَ رُوْحَهٗ وَ يَبْكِيْ پس جبرئیلؑ دائیں بائیں بیٹھے رو رہے تھے اور اس مصیبت عظمٰی پر رو رہے تھے اور علیؑ ابن ابی طالبؑ کا ہاتھ اپنے رخسار مبارک کے نیچے تھا کہ دفعتاً آشیانِ جنت کو پرواز کی۔ جب حضرت جنت کو تشریف لے گئے تو اہل بیتؑ کی نظروں میں عالم سیاہ ہو گیا بیتُ الشرف میں قیامت برپا ہوئی۔ ہر طرف سے شور وَا مُحَمَّدَاهُ وَا نَبِيَّاهُ بلند ہوا۔ جناب فاطمہ زہراؑ اور حسنینؑ کا رونا تڑپنا کوئی بیان نہیں کر سکتا مگر مقامِ تصور ہے کہ زینبؑ بھی پچھاڑیں کھاتی تھیں۔ وہ وقت وہ تھا کہ جب عاشورہ، وقت عصر لشکر عمر سعد نے خوشی کی تکبیریں کہیں تھیں اور جناب زینبؑ خیمہ سے باہر نکلیں تو وہ حال دیکھا کہ خدا کسی بھائی کا یہ حال بہن کو نہ دکھائے۔ فقط اشارہ کافی ہے کہ سر اقدس تو نیزہ پر تھا اور بدن پر وہ

صدر سے گذرا کر جسم سے ریزہ ریزہ ہو گیا۔

راوی کہتا ہے کہ واللہ میں جناب زینبؑ کا حال نہیں بھولتا کہ اس معظّمہ کی نظر جونہی اپنے بھائی کے سر پر پڑی، دیکھتے ہی زمین پر گر کر غش کر گئیں اور جب غش سے افاقہ ہوا تو اپنے بھائی کا سر گود میں لے کر اپنا دردِ دل یوں بیان کیا۔

تَنُوْحُ وَ دَمْعُ الْعَيْنِ نُطْقُهَا
وَ فِيْ قَلْبِهَا نَارًا لِّمَصَائِبَ صُبَّتْ
اَخِيْ يَا هِلَالًا غَابَ قَبْلَ كَمَالِهٖ
فَمِنْ فَقْدِهٖ اَضْحٰى نَهَارِيْ كَلَيْلَةٍ

اور نوحہ فرماتی تھیں مگر حال یہ تھا کہ پہلے آنسوؤں کی لڑی نکلتی تھی اس کے بعد کلمہ زبان سے نکلتا تھا اور دل میں مصیبت کی آگ بھڑکتی تھی۔ کہتی تھیں کہ اے میرے چاند ابھی تو کمال کو بھی نہ پہنچا تھا کہ غروب ہو گیا اور تیرے غائب ہو جانے سے میری آنکھوں میں زمانہ تاریک راتوں کی مانند تیرہ و تار ہو گیا ہے۔

اَخِيْ يَا اَخِيْ اَيَّ الْمَصَائِبِ اَشْتَكِيْ
فِرَاقَكَ اَمْ هَتْكِيْ وَ ذُلِّيْ وَ غُرْبَتِيْ
اَخِيْ بَعْدَ ذَاكَ الصَّوْنِ وَا لسِّتْرِ وَ الْحَيَا
فَلَا حَظُّنَا اِلَّا الرَّزَايَا فِيْ دَارِ غُرْبَتِيْ

یعنی بھائی اے بھائی کس کس مصیبت کا میں تجھ سے حال بیان کروں، آیا یہ بیان کروں کہ تم سا وارث مجھ سے اس عالم میں جدا ہو گیا یا اپنی ذلّت و بے

حُرمتی و غربت و تنہائی بیان کروں۔ اے بھائی آپ کے رُوبرو تو ایسا پردہ تھا کہ کوئی فرشتہ بھی میرے دروازہ تک نہ آسکتا تھا اور آپ کے بعد رذیل اور کمینہ لوگ اس عالم غربت میں ہماری طرف دیکھتے تھے۔

أَمِ الثَّوْبَ مَسْكُوْباً أَمِ الْجِسْمَ عَارِياً
أَمِ النَّحْرَ مَنْحُوْراً بِسَيْفِ صَقِيْلِهِ

آیا آپ کی پوشاک لٹنے کو یاد کروں یا آپ کے بدن نازنین کو جو فاطمہ کی آغوش میں پلا تھا اس کے خاک و خون میں غلطاں' برہنہ رہنے کو یاد کروں یا آپ کو وہ سوکھا گلا جسے نانا رسول خدا چوما کرتے اس کے خنجر سے کٹنے کو یاد کروں۔

أَمِ الظَّهْرِ مَرْضُوْضاً أَمِ الشَّيْبِ دَامِياً
أَمِ الرَّأْسِ مَرْفُوْعاً كَبَدْرٍ الدَّاجِيَةِ

اے بھائی آپ کی پشت مبارک کو یاد کروں جو طاعت خالق میں ہمیشہ خمیدہ رہتی تھی اب گھوڑوں کے سموں سے ریزہ ریزہ ہے یا آپ کے سر مبارک کو یاد کروں جو سجدہ خالق میں ہمیشہ رہا کرتا تھا' اب نوک نیزہ پر جلند کیا گیا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ شب چہاردہ درخشاں ہے یا آپ کے ان محاسن شریف کو یاد کروں جو آپ کے خون سے خضاب کی گئی ہے۔

أَمِ الرَّحْلَ مَنْهُوْباً أَمِ الْمُهْرَ نَاعِياً
أَمِ الْوَجْهَ مَكْبُوْباً بِحَرِّ الضَّمِيْرَةِ

یا اس اسباب کی شکایت کروں جو لٹ گیا یا ذُوالجناح کا حال بیان کروں جس

سے وہ آپ کی شہادت کی خبر لے کر آیا یا اس نیزہ کی شکایت کروں جس نے منہ کے بل آپ کو زمین پر گرا دیا یا اس ظلم کی شکایت کروں کہ آپ کے قتل کے بعد جب اشقیاء ہمیں لُوٹنے کو آئے تو اہلِ حرم کو نیزے مار مار کر گرا دیا۔

أَخِيْ لَيْتَ هٰذَا النَّحْرَ كَانَ بِمَنْحَرِيْ
يَا لَيْتَ هٰذَا السَّهْمَ كَانَ بِمُهْجَتِيْ

اے بھائی کاش تمہارے عوض زینبؑ ذبح کی جاتی یا وہ تیر جس نے تمہارے جگر کو توڑ کے تمہیں گھوڑے سے گرایا وہ میرے دل کے پاس ہوتا تو بجا تھا۔ افسوس اے بھائی تم مرگئے اور یہ بہن تمہارے بعد زندہ رہی۔ جناب زینبؑ خاتون کے یہ بَین سن کر دوست اور دشمن کے دل شق ہوتے تھے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ الخ۔

مجلس نمبر ۱۵

زُہرہ فلک نبوّت ، مُشتری سماءِ عِصمت و طہارت فاطمہ زہراؑ کی ولادت باسعادت، جناب سیدؑہ کی خادمہ ام ایمن کے لئے پانی کے ڈول کا نازل ہونا اور بی بی کی وفات حسرت آیات کا تذکرہ

☆

اکثر محققین کے نزدیک سیدہ نساء عالمین مخدومہ ملائکہ مقربین حضرت فاطمہ زہراؑ کی ولادت باسعادت بیسویں ماہ جمادی الثانی روز جمعہ سال دوم بعثت میں واقع ہوئی چنانچہ شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے مصباح میں اور کلینیؒ نے کافی میں بسند معتبر امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ وُلِدَتْ فَاطِمَۃُ بَعْدَ مَبْعَثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ بِخَمْسِ سِنِیْنَ وَ تُوُفِّیَتْ وَلَھَا ثَمَانَ عَشَرَۃَ سَنَۃً وَ سَبْعِیْنَ یَوْمًا وَبَقِیَتْ بَعْدَ اَبِیْھَا خَمْسَۃً وَ سَبْعِیْنَ یَوْمًا یعنی جناب فاطمہ زہراؑ بعثت رسول خدا کے پانچ برس بعد پیدا ہوئیں اور اس گوہر درج عصمت و طہارت کا وفات کے وقت سن شریف اٹھارہ سال اور پچھتر روز تھا اور جناب سرور کائنات کے کل پچھتر روز بعد زندہ رہیں۔

رُوِیَ فِی الْمَنَاقِبِ عَنْ عَلِیِّ بْنِ مُعَمَّرٍ اَنَّہٗ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَتْ فَاطِمَۃُ حَلَفَتْ اُمُّ اَیْمَنَ اَنْ لَا تَکُوْنَ بِالْمَدِیْنَۃِ کتاب مناقب میں بسند معتبر علی بن معمر سے منقول ہے کہ جب مخدومہ کونین جناب فاطمہ زہرہؑ نے اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی تو اس وقت اُمّ ایمن خادمہ سیدہؑ نے قسم کھائی کہ میں اب مدینہ میں ہرگز قیام نہ کروں گی اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مکان جس میں جناب

فاطمہ زہراؑ رہتی تھیں اُمّ ایمن سے خالی نہ دیکھا جاتا تھا۔ اس لئے مدینہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئیں اتفاقاً" اثناء سفر اس قدر تشنگی نے ان پر غلبہ کیا کہ وہ مرنے والی تھیں **فَرَفَعَتْ رَاْسَهَا اِلَى السَّمَاءِ وَقَالَتْ يَا رَبِّ اَتَقْتُلُنِيْ عَطْشَانًا وَاَنَا خَادِمَةُ بِنْتِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى** اس وقت اپنا سر آسمان کی طرف بلند کر کے عرض کی یا ارحم الراحمین میں پیاس سے مرتی ہوں تجھے گوارا ہے کہ میری روح غلبہ تشنگی کی وجہ سے بدن سے مفارقت کر جائے حالانکہ میں نبیؐ کی دختر کی خادمہ ہوں۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ابھی اس خادمہ کی دعا نا تمام تھی کہ ایک پانی کا ڈول آسمان سے ان پر نازل ہوا ام ایمن نے پانی پی کر شکر خدا کیا۔ لکھا ہے کہ اس وقت سے سات برس تک ان کو کبھی آب طعام کی خواہش نہ ہوئی۔ ہرچند اہل مکہ نے امتحاناً" شدت گرما میں ان کو جابجا بھیجتے تھے لیکن ام ایمن کو پیاس نہ لگتی تھی **وَلَقَدْ رُوِيَ عَنْ وَرَقَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْاَزْدِيِّ اَنَّهٗ قَالَ خَرَجْتُ حَاجًّا اِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ الْحَرَامِ** بحار الانوار میں ورقہ بن عبداللہ ازدی سے منقول ہے کہ ایک سال میں حج خانہ کعبہ کو گیا تھا ناگاہ میں نے دیکھا کہ گندم گوں' خوش رو شیریں کلام ضعیفہ نہایت فصاحت و بلاغت سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کر رہی ہے کہ اے مالک کعبہ محترم و مقام زمزم تیرے فضل و کرم سے امیدوار ہوں کہ مجھ کو میرے آقاؤں کے ساتھ جو طاہر و پاک ہیں محشور کرنا۔ ورقہ کہتا ہے کہ میں نے اس ضعیفہ سے کہا کہ مجھے تیرے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کنیزان اہل بیت اطہارؑ سے ہو۔

تمہارا نام کیا ہے ضعیفہ نے کہا کہ ہاں میں جناب فاطمہ زہراؑ کی کنیز ہوں میرا نام فِضہ ہے۔ ورقہ بیان کرتا ہے کہ طواف کے بعد ان سے ملاقات کی اور

کہا اے فضہؑ جناب فاطمہ زہراؑ کا مجمل حال بیان کرو کہ سرور کائنات کی وفات کے بعد ان معصومہ پر کیا گزری۔ فضہ نے بیان کیا کہ اے ورقہ ستائیس روز تو بابا کی رحلت کے بعد اس معصومہ کو گریہ و زاری میں گزرے۔ پھر وہ بیماری لاحق ہوئی جس سے صحت نہ پائی مختصر حال یہ ہے کہ رسولِ خداؐ کی وفات کے چالیس روز بعد جناب امیر ظہر کی نماز مسجد میں ادا کر کے گھر واپس لوٹے تو دیکھا کہ کنیزیں روتی پیٹتی دولت سرا سے چلی آرہی ہیں۔ حضرت نے ان سے پوچھا خیر تو ہے انہوں نے عرض کی جلد تشریف لے چلیں کہ ہماری آقا زادی کا حال بہت متغیر ہے اب گمان ہوتا ہے کہ آپ انہیں زندہ نہ پائیں گے۔ یہ سنتے ہی آپ بہت جلد بیت الشرف میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ معصومہ فرش بیماری پر بے ہوش پڑی ہیں جناب امیرؑ بے تاب ہو گئے۔ دوش مبارک اپنے زانو پر رکھ کر با آواز بلند فرمایا اے مادر حسنینؑ آنکھیں کھولو۔ معصومہ نے کچھ جواب نہ دیا پھر حضرت فرمایا اے دختر رسول خدا کچھ باتیں کرو پھر' جواب نہ دیا۔ پھر فرمایا اے اس برگزیدہ پیغمبر کی بیٹی جو زکوٰۃ کا مال چادریں لے کر فقراء و مساکین کو دیا کرتے تھے۔ اس پر بھی آپ نہ بولیں تو پھر آواز دی اے فاطمہؑ جواب دو کہ میں علیؑ بن ابی طالبؑ ہوں۔ بی بی نے حضرت کا نام سن کر آنکھیں کھول دیں اور آپ کو دیکھ کر رونے لگیں۔ جناب امیرؑ نے فرمایا اے فاطمہؑ اس وقت تمہارا کیا حال ہے سیدہ نے کہا اس وقت میں اپنی موت کے آثار پاتی ہوں۔ یا ابا الحسنؑ میں جانتی ہوں کہ میرے بعد تم قلتِ تزویج پر اکتفاء نہ کرو گے۔ اگر تم کسی عورت سے عقد کرو تو ایک شبانہ روز تو اس کے ہاں رہنا اور ایک دن رات میری اولاد کے پاس رہنا اور میرے دونوں بیٹوں حسنؑ اور حسینؑ سے با آواز بلند غصہ نہ کرنا اس لئے کہ یہ دونوں میرے مرنے سے یتیم ہو جائیں گے۔ کل کی بات ہے کہ یہ دونوں اپنے نانا کی مصیبت میں مغموم ہو چکے ہیں اور آج اپنی ماں سے جدا ہو رہے ہیں۔ جناب امیرؑ

نے فرمایا اے فاطمہؑ تمہیں اپنی وفات کا حال کیونکر معلوم ہوا حالانکہ جس دن جناب رسالتمابؐ نے وفات پائی اس روز سے وحی کو آنا موقوف ہوگیا ہے۔ جناب سیدہ نے عرض کی یا امیرالمومنین میں ابھی سوئی تھی کہ دیکھا کہ جناب رسالتمابؐ مجھ سے فرماتے ہیں اے بیٹی جلد آؤ میں نہایت مشتاق ہوں۔ میں نے عرض کی اے پدر عالی قدر بخدا میں زیادہ تر آپ کی ملاقات کی مشتاق ہوں۔ حضرت نے فرمایا اے بیٹی آج کی شب تو میرے پاس ہو گی اس لئے مجھے یقین ہے کہ آج میں اپنے پدر بزرگوار سے ضرور لاحق ہوں گی۔

پس یا ابو الحسن آپ ہی مجھے غسل دینا اور غسل کے وقت میرا لباس نہ اتارنا کہ میں پاک اور پاکیزہ ہوں اور میرے عزیز و اقرباء کے ساتھ مجھ پر نماز پڑھنا اور میرا جنازہ رات کو اٹھانا۔ جناب امیرؑ فرماتے ہیں جب بی بی نے وفات پائی میں نے حسبِ وصیت تجہیز و تکفین کی اور اس کافور بہشت سے حنوط کیا کہ جو جناب رسول خدا کے حنوط سے باقی رہ گیا تھا۔ جناب امیرؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میں نے چاہا کہ فاطمہؑ کے بند کفن کو باندھوں۔ اپنے اہل بیتؑ کو آواز دی۔

یَا اُمَّ کُلْثُوْمَ یَا زَیْنَبُ یَا فِضَّۃُ یَا حَسَنُ یَا حُسَیْنُ هَلِمُّوْا تَزَوَّدُوْا مِنْ اُمِّکُمْ فَهٰذَا الْفِرَاقُ وَاللِّقَاءُ فِي الْجَنَّۃِ اے ام کلثومؑ و زینبؑ و فضہ اور اے حسنؑ و حسینؑ آؤ اور اپنی ماں کا آخری دیدار کرلو کہ پھر قیامت تک ملاقات نہ ہوگی۔ یہ سنتے ہی وہ سب دوڑ کر جنازہ کے گرد جمع ہو گئے اور رونا پیٹنا شروع کیا اور حسنینؑ رو رو کر کہنے لگے اے اماں جب آپ نانا کے پاس جائیں تو ہماری طرف سے عرض کرنا کہ ہم نے آپ کے بعد بڑے بڑے ظلم و ستم اٹھائے اور دو مہینے بھی نہیں گزرے کہ یتیم ہو گئے [illegible]

فقال امیرالمومنینؑ انی اشہد اللہ انہا قد حنت وانت ومدت یَدَیْهَا وَضَمَّتْهَا اِلٰی صَدْرِهَا مَلِیًّا جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اس وقت سیدہ کی لاش نے حرکت کی اور حسنینؑ کی طرف رخ کیا اور آہستہ سے آہ کی اور دونوں ہاتھ پھیلا کر حسنینؑ کو دیر تک سینہ سے لگائے رہیں۔ ناگاہ ہاتف نے ندا کی یا علیؑ جلد حسنینؑ کو فاطمہؑ کے سینہ سے جدا کرو ملائکہ اور آسمان رو رہے ہیں اور رسول خدا بیٹی کے بہت مشتاق ہیں۔ غرض جناب امیرؑ نے تسکین و دلاسا دیکر حسنینؑ کو فاطمہؑ کے سینہ سے جدا کیا اور کفن بند باندھ کر جنازہ روضۂ پیغمبر پر لائے۔

اور عرض کی یا رسول اللہ میری طرف سے اور آپ کی صاحبزادی کی طرف سے جو اس روضہ مقدس میں حاضر ہے سلام پہنچے۔ یہ آپ کی امانت مجھ سے لے لی گئی، پھر اسی مقام پر حضرت نے خدّام اور اصحاب خاص کے ساتھ نماز پڑھ کر دفن کر دیا اور چند شعر جناب سیدہ کے ماتم میں ایسے پڑھے کہ سننے والوں کے دل ہلنے لگے۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۱۶

حضرت زہراؑ کی وفات ' فضہ کی زبانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت فضہ کے لئے ناقہ کا آنا ' حضرت زہراؑ کا حضرت علیؑ کو وصیتیں کرنا

☆

فِی الْبِحَارِ عَنْ مَالِکِ بْنِ دِیْنَارِ اَنَّہٗ قَالَ رَاَیْتُ فِیْ مُوْدِعِ الْحَجِّ اِمْرَاَۃً ضَعِیْفَۃً عَلٰی دَابَّۃٍ نَحِیْفَۃٍ وَالنَّاسُ یَنْصَحُوْنَھَا لِتَنْکُصَ وَھِیَ لَا تَنْکُصُ کتاب بحار الانوار میں مالک ابن دینار سے منقول ہے کہ ایک سال میں نے حج کا قصد کیا جب میں اس جگہ پہنچا جہاں حاجیوں کو وداع کرتے ہیں ایک ضعیفہ کو دیکھا کہ وہ ایک لاغر مرکب پر سوار ہے اس کے ارد گرد بہت سے آدمی جمع ہیں اور ہر ایک اس ضعیفہ کو سمجھا رہا ہے کہ گھر کو واپس لوٹ جائیں۔ حج کا قصد نہ کریں کیونکہ تمہارا مرکب اس طولانی سفر اور دور دراز کی مسافت کو طے نہ کر سکے گا لیکن وہ کسی کا کہنا نہ مانیں۔ آخر قافلہ کے ہمراہ عازم مکہ ہوئی ایک صحرا میں پہنچ کر مرکب چل نہ سکا گر پڑا فَرَفَعَتْ رَاْسَھَا اِلَی السَّمَاءِ وَقَالَتْ یَا رَبِّ لَا فِیْ بَیْتِیْ تَرَکْتَنِیْ لَا اِلٰی بَیْتِکَ حَمَلْتَنِیْ فَوَعِزَّتِکَ وَجَلَالِکَ لَوْ فَعَلَ بِیْ ھٰذَا غَیْرُکَ لَمَا شَکَوْتُہٗ اِلَّا اِلَیْکَ اس ضعیفہ نے آسمان کی طرف اپنا سر بلند کیا اور عرض کی پروردگار تو نے نہ مجھے میرے گھر میں رہنے دیا اور نہ اپنے گھر آنے دیا' تجھے اپنی عزت و جلالی کی قسم ہے اگر کوئی اور شخص مجھ سے اس طرح پیش آتا تو میں اس کا شکوہ تجھ سے کرتی' لیکن تیرا شکوہ کس طرح کروں سوائے اس کے کہ تجھ سے عرض کروں

مالک بن دینار کہتا ہے کہ وہ ضعیفہ بارگاہ خداوندی میں ابھی عرض کر رہی تھی ناگاہ ایک شخص مہار ناقہ پکڑ کر اس کے سامنے آیا اور ناقہ کو بٹھا دیا اور کہا آپ اس پر سوار ہوں پس وہ ضعیفہ اس ناقہ پر سوار ہوئی دیکھا کہ وہ ناقہ چشم زدن میں تیز رفتار بجلی کی مانند نظروں سے اوجھل ہو گیا جب میں مسافتیں طے کر کے مکّہ مکرّمہ میں داخل ہوا تو طواف کی خاطر خانہ کعبہ میں گیا' دیکھا کہ وہ ضعیفہ طواف کر رہی ہے۔ یہ دیکھ کر میں حیران ہوا اور پوچھا تمہیں اس خدا کی قسم ہے جس نے تمہیں یہ رتبہ عطا کیا کچھ بیان کرو کہ تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے ؟ اس ضعیفہ نے فرمایا اے شخص میں مسکنہ کی بیٹی شہرہ فضّہ کے نام سے مشہور ہوں اور دخترِ رسولؐ کی کنیز ہوں۔

مومنین جائے گریہ و بکاء ہے کہ جس مخدومہ کونین کی کنیزوں کے یہ مرتبے ہوں افسوس صد افسوس کہ وہ بی بی رسالتمابؐ کی رحلت کے بعد بے پناہ مصیبتوں اور دکھوں میں مبتلا ہوں اور اشقیائے امت نے اس مخدومہ عالم کو ایسی اذیتیں اور تکلیفیں دیں کہ آپ ان مظالم کو برداشت نہ کر سکیں اور دنیا سے گزر گئیں۔ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ جناب سیدہ باپ کی جدائی میں اس قدر ضعیف و ناتواں ہو گئی تھیں کہ اٹھنا بیٹھنا دشوار ہو گیا تھا اور اٹھتے وقت عصا کا سہارا لیتی تھیں۔ ہر وقت آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے۔ پہلو کے درد کی وجہ سے ایسی بے قرار تھیں ہر گھڑی غش پر غش آتا تھا۔

وَتَقُولُ وَاَبَتَاہُ زَالَت قُوَّتِی
صُبَّت عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْاَنَّہَا

صُبَّت عَلَی الاَیَّامِ صِرنَ لَیَالِیَا

جب غش سے افاقہ ہوتا تھا تو اپنے پدر بزرگوار کی یاد میں فریاد کر کے کہتی تھیں ہائے بابا آپ کی جدائی نے فاطمہؑ کو ایسا ضعیف و ناتواں کر دیا ہے کہ بالکل طاقت جاتی رہی اور آپ کے بعد اس ناتواں کا کوئی حامی و مددگار باقی نہ رہا اور اے پدر بزرگوار آپ کے بعد مجھ پر وہ مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑتیں تو رات ہو جاتے۔

جناب امیرالمومنین سے منقول ہے کہ جب سرور کائنات نے دنیا سے رحلت فرمائی میں نے ان کو انہی کے پیراہن میں غسل دیا اور وہ پیراہن میرے پاس تھا۔ فاطمہ زہراؑ ہر روز مجھ سے کہتی تھیں یا علیؑ وہ پیراہن جس میں آپ نے میرے بابا کو غسل دیا تھا وہ مجھے دیں لیکن میں نہ دکھاتا تھا۔ جب بہت اصرار کیا تو ایک روز وہ پیراہن مطہر میں نے لا دیا۔ فاطمہؑ نے اس پیراہن سے اپنے باپ کی خوشبو پا کر غش کر گئیں میں نے اس پیراہن کو چھپا دیا اور پھر کبھی نہ دکھایا۔

کتاب محرق القلوب میں منقول ہے کہ رسالتمابؐ کی رحلت کے بعد بی بی پچھتّر روز زندہ رہیں۔ جب جناب سیدہ کی حیات کی آخری رات آئی تو آپ کو الہام کے ذریعہ معلوم ہوا کہ میری وفات قریب ہے۔ جب صبح ہوئی حسنینؑ کے کھانے' نہلانے لباس بدلوانے کا سامان مہیا کیا۔ اسی اثنا میں امیرالمومنین گھر میں تشریف لائے اور فرمایا اے دخترِ رسولؐ بہترین زنانِ عالم میں نے پہلے دن سے آپ کو ایک وقت دو کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا' آج کیا وجہ ہے کہ آپ اتنی کمزوری اور ضعف کے باوجود تین کاموں میں مصروف ہیں۔ جناب سیدہؑ روئے

لگیں اور عرض کی یا ابوالحسنؑ میرا آخری وقت آن پہنچا ہے۔ بچوں کو نہلا دھلا کر کھانا کھلا دوں' کیونکہ جب میں گزر جاؤں گی آپ تو میرے غم میں روہیں گے ان بچوں کی خبر کون لے گا۔ یہ حسرت بھرے جملے سن کر جناب امیرؑ رونے لگے اور فرمایا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اے دختر رسولؐ جب سے تمہارے پدر بزرگوار نے انتقال فرمایا ہے تو تمہاری وجہ سے گھر میں تسکین تھی اب تم بھی دنیا سے جا رہی ہو تو میں غم پر غم کیونکر برداشت کروں گا۔ معصومہؑ نے عرض کی اے ابوالحسنؑ آپ نے مصیبت رسول خدا پر صبر کیا اسی طرح میری مصیبت میں بھی صبر کرنا۔ صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ مخدومہ کہہ رہی تھیں کہ ان کی حالت متغیر ہوئی' نقاہت اور ضعف غالب ہوا' اس کے باوجود شفقت مادری سے اپنے بچوں کے کام میں اسی طرح مشغول رہیں اور بار بار بچوں کو دیکھتی اور روتی تھیں اس کے بعد وصی پیغمبرؐ سے فرمایا یہ وصیت کا وقت ہے۔ چاہتی ہوں کہ آپ سے کچھ بیان کروں ایک یہ کہ میں سالہا سال تمہارے ساتھ رہی ہوں اگر کوئی قصور ہوا ہو تو معاف کر دو آپ نے جواب دیا اے فاطمہؑ تم زنانِ عالم سے بہترؐ رسول کی بیٹی' خدا کی برگزیدہ' مخلوق ہو تم سے کیونکر خطا ہو سکتی ہے۔

دوسری وصیت یہ فرمائی میرے بعد اگر حسنینؑ سے آپ کے خلافِ طبع کوئی امر واقع ہو تو آپ یتیم سمجھ کر ان پر رحم کرنا اور ان کی غلطی کو معاف کر دینا۔

تیسری وصیت یہ فرمائی کہ میں گھر کبھی تنہا نہیں رہی اور اب اس غیر مکان میں جا رہی ہوں جہاں کوئی انیس و ہمدم نہیں۔ اس عالم تنہائی میں کون ساتھ دے گا چاہتی ہوں کہ آپ مجھے بھول نہ جائیں میری قبر پر فاتحہ خوانی کرتے رہنا۔

چوتھی وصیت یہ ہے کہ اگر میرے بعد کوئی عقد کرنا چاہیں تو امامہ دختر زینبؑ سے نکاح کرنا کہ وہ میری بھانجی ہے اور میری اولاد سے بہت محبت رکھتی ہے۔ جناب امیرؑ یہ حسرت آمیز باتیں سن کر با آواز بلند رونے لگے اور فرمایا جب آپ رسول خدا کی خدمت میں پہنچیں تو میری طرف سے سلام عرض کرنا۔

اور جو مصیبتیں مجھ پر گزری ہیں بیان کر دینا اس کے بعد جناب سیدہ غش کر گئیں حسنینؑ دیکھتے ہی چلاّ چلاّ کر رونے لگے۔ معصومہ بیٹوں سے اور بیٹے ماں سے لپٹے رو رہے تھے۔ آپؑ حسنینؑ کو کسی طرح سے جدا کر کے اپنے اپنے ساتھ لے کر روضہ رسولؐ پر چلے گئے۔ معصومہؑ نے اسماء کو بلا کر کہا کہ تھوڑی دیر تک میرے پاس نہ آنا اور ایک گھنٹہ کے بعد مجھے پکارنا۔ جب آواز نہ آئے تو سمجھنا کہ میں دنیا سے چلی گئی ہوں۔ اسماء کہتی ہیں کہ میں حجرہ سے باہر آئی' میں نے سنا کہ فرماتی ہیں خداوندا ہمارے ماننے والوں کو بخش دے۔ غرض میں نے ایک گھنٹے کے بعد آواز دی کچھ جواب نہ سنا' حجرہ میں جا کر چہرہ مبارک سے گوشہ چادر اٹھایا دیکھا کہ وہ معصومہ انتقال کر گئی ہیں۔ میں رونے پیٹنے لگی۔ ناگاہ حسنینؑ داخلِ حجرہ ہوئے اور پوچھا ہماری ماں کا کیا حال ہے ؟

اسماء کہتی ہیں مجھے تاب ضبط باقی نہ رہی' عرض کی اے شہزادو تمہاری ماں رسول خدا کی خدمت میں پہنچ گئی ہیں۔ صاجزادوں نے چھوٹے چھوٹے عمامے سروں سے پھینک دیئے اور روتے ہوئے مسجد رسول کی طرف روانہ ہوئے اور جناب امیرؑ کو خبر دی۔ حضرت کو سنتے ہی غش آگیا جب افاقہ ہوا تو [illegible]

گھر میں آئے اور حسب وصیت بی بی کو رات کے پردے میں غسل دیا اور تکفین کے بعد تابوت میں رکھ کر ایک جانب سے ابوذر نے اور ایک جانب سے خود حضرت نے اٹھا کر جہاں وہ معصومہ نماز پڑھتی تھیں رکھا اور نماز پڑھ کر دعا کی خداوندا یہ فاطمہؑ تیرے رسولؐ کی دختر حاضر ہے میری دعا ہے کہ اس کو ظلمت دنیا سے فوراً آخرت کی طرف جلد پہنچا۔ راوی کہتا ہے کہ ابھی حضرت دعا کر رہے تھے۔ ناگاہ ایک میل کے طول و عرض میں روشنی پھیل گئی' جب حضرت نے چاہا کہ بی بی کو دفن کریں ایک مقام جنت البقیع سے آواز آئی یہاں لاؤ یہاں لاؤ۔ حضرت نے جو اس طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ ایک قبر کھدی ہوئی تیار ہے۔ آپ نے وہیں دفن کر دیا اور فرمایا اے زمین تجھے اپنی یہ امانت سپرد کرتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے چاہا کہ بی بی کو قبر میں اتاریں اس وقت دو ہاتھ جو رسول خدا کے ہاتھوں کے مشابہ تھے اندر سے ظاہر ہوئے اور نعش جناب سیدہ کو لے لیا اور قبر میں رکھ دیا غرض جناب امیرالمومنین نے اس نور خدا کو خاک میں چھپا کر روتے ہوئے دولت سرا کو مراجعت فرمائی اور ساری زندگی بی بی کے غم میں روتے رہے۔

مجلس نمبر ۱۷

حضرت امیرؑ کے فضائل اور تاریخ ولادت باسعادت ابن ملجم کا آپ کے سراقدس پر تلوار مارنا اور حضرت حسنینؑ کا جناب امیرؑ کو مسجد سے گھر لے جانا' قطامہ کے برآمدہ کا الٹنا اور اس ملعونہ کا واصلِ جہنم ہونا

☆

وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ مَا مِنْ قَوْمٍ اِجْتَمَعُوْا اَوْ تَذَكَّرُوْنَ فَضْلَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ هَبَطَتْ عَلَيْهِمْ مَلَائِكَةُ السَّمَآءِ حدیث میں آیا ہے کہ جس وقت مومنین (کسی جگہ پر) جمع ہوتے ہیں اور جناب امیرؑ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے مصافحہ کرتے ہیں فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجَتِ الْمَلَائِكَةُ اِلَى السَّمَاءِ پس جب وہ مومن متفرق ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں فَقَالَ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ اِنَّا نَشُمُّ مِنْ رِيْحِكُمْ مَالَا نَشُمُّهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ اس وقت ہمیں آپ سے ایسی خوشبو آرہی ہے کہ فرشتوں میں ہم نہیں سونگھتے فَيَقُوْلُوْنَ كُنَّا عِنْدَ قَوْمٍ يَذْكُرُوْنَ مُحَمَّدًا وَاَهْلَبَيْتِهٖ پس وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اس وقت ہم ان لوگوں کے پاس تھے کہ وہ محمد و آل محمد صلی علیہ و آلہ وسلم کے ذکر میں مشغول تھے پس یہ خوشبو ان کی خوشبو ہے۔ وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں بھی وہاں لے چلو جہاں ذکر اہل بیت ہوتا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں اس وقت وہ لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں۔ فَيَقُوْلُوْنَ اِذْهَبُوْنَا فِيْ مَكَانِ الَّذِيْ يَذْكُرُوْنَ فِيْهَا پھر فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں اس مکان میں لے چلو جہاں وہ لوگ ذکرِ اہل بیتؑ میں مشغول تھے مومنین' فریقین میں سے مشہور

محدثین و مورخین لکھتے ہیں کہ جناب امیر بروز جمعہ ماہ رجب کی تیرہ تاریخ عام الفیل کے تیس سال کے بعد کعبہ مکرمہ میں متولد ہوئے اس وقت جناب رسول خدا کی عمر شریف اٹھائیس سال تھی بیاضِ فخری میں منقول ہے کہ ایک روز حضرت جبرئیلؑ امین جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر تھے کہ ناگاہ جناب امیرؑ تشریف لائے جبرئیلؑ امین جناب امیرؑ کو دیکھتے ہی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے جناب رسول خدا نے فرمایا اے جبرئیلؑ تم علیؑ کو دیکھتے ہی کیوں اٹھ کھڑے ہوئے اور علی کی اس قدر تعظیم کیوں کرتے ہو ؟ جبرئیلؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کا مجھ پر حقِ تعلیم ہے۔ حضرت نے پوچھا علیؑ کا تجھ پر حق تعلیم کس طرح سے ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ حقیقت حال یہ ہے کہ جب حق سبحانہ تعالیٰ نے مجھے خلق کیا اس وقت مجھ سے فرمایا کہ بتا تیرا نام کیا ہے اور تو کون ہے اور میرا نام کیا ہے اور میں کون ہوں جناب اقدس الٰہی کا یہ ارشاد سن کر میں نہایت متحیر ہوا اور مجھ کو اس کا کچھ جواب نہ آیا پس اے رسول خدا میں متحیر و ساکت تھا کہ ناگاہ جناب امیرؑ عالمِ انوار میں میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ اللہ کے سوال کے جواب میں کہو تو ربِّ جلیل ہے اور میں بندۂ ذلیل ہوں اور میرا نام جبرئیلؑ ہے اس لئے میں ان کی تعظیم کے لئے اٹھا۔ افسوس ہزار افسوس اس فلکِ کج رفتار نے رسول مختارؐ کی وفات کے بعد اہل بیت اطہارؑ سے کیسی روگردانی کی عجب عجب طرح کے ظلم و ستم خاندانِ رسالت پر ڈھائے گئے۔ رسول خدا کا ذرا بھر پاس نہ کیا' پیغمبرؐ کی وصیت کو اپنے دلوں سے بالکل بھلا دیا۔ اشقیائے امت ہمیشہ ہی جناب حیدر کرار کے درپے رہے۔ حضرت کو ایک لمحہ کے لئے بھی آرام و چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ کیسی کیسی لڑائیاں لڑتے رہے۔ آخرکار اس شیر کردگار کو عین سجدۂ پروردگار میں مسجد کوفہ کے اندر ۴۰ھ ماہ رمضان کی

انیسویں تاریخ کو تیغِ ظلم سے زخمی کیا اس وقت آپ کا سِن مبارک 63 برس تھا۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ انیسویں ماہ رمضان کو امیرالمومنینؑ نماز شب میں مشغول تھے کچھ دیر بعد اندر سے باہر تشریف لاتے اور آسمان کی طرف دیکھتے تھے حضرت ام کلثومؑ فرماتی ہیں میں نے عرض کی اے پدر بزرگوار میری جان آپ پر فدا ہو کیا وجہ ہے۔ آج کی شب آپ نے آرام نہیں فرمایا اور نہایت پریشان حال نظر آرہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا اے نور دیدہ تیرے باپ نے کیسے کیسے شجاعانِ عرب کو قتل کیا اور بڑی بڑی مُہموں کو سَر کیا کبھی خوف طاری نہ ہوا، مگر آج کی رات مجھ کو نہایت اضطراب و قلق ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ایک تہائی رات رہ گئی ہے حضرت تجدید وضو کر کے مکان کے صحن میں تشریف لائے اس وقت مرغابیوں نے حضرت کے گرد ہالہ ڈال دیا اور نوحہ و بکا کی آواز بلند کی آپ نے ارشاد کیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ یہ وہ آوازیں ہیں کہ جن کے بعد گریہ و ماتم کی آواز بلند ہو گی اور کل جو امر ظاہر ہونے والا ہے۔ وہ ضرور ظاہر ہو گا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا اے نور چشم ان جانوروں کو ہمیشہ دانہ پانی دینا اور ان کے حال سے غافل نہ رہنا کہ یہ بے زبان اور اسیر ہیں۔ اگر یہ کام تم سے نہ ہو سکے تو ان کو چھوڑ دینا خدا جس طرح چاہے گا ان کو رزق دے گا یہ کہہ کر حضرت گھر سے باہر تشریف لے گئے۔

جناب ام کلثومؑ کہتی ہیں کہ میں فوراً اپنے بھائی امام حسنؑ کے پاس آئی اور کہا رات تمہارے باپ کا یہ حال رہا کہ ذرا بھر آرام نہیں فرمایا کبھی صحن میں آتے تھے اور کبھی مکان کے اندر تشریف لے جاتے تھے اور کلماتِ حسرت و یاس ارشاد فرماتے تھے۔ اس وقت اس شب تاریک میں باہر تشریف لے گئے ہیں یہ سنتے ہی امام حسنؑ دوڑے اور راستہ میں حضرت سے ملاقات کر کے عرض کی اے

پدر بزرگوار آپ اس وقت گھر سے باہر کیوں نکلے ہیں۔ فرمایا یا قرۃ عینی **خَرَجْتُ لِرُؤْیَا رَاَیْتُهَا فِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ اَهَالَتْنِیْ وَ اَقْلَقَتْنِیْ** ارشاد کیا اے نور دیدہ میں نے ایسا خوفناک خواب دیکھا ہے کہ مضطرب ہو کر گھر سے باہر نکلا ہوں۔

امام حسنؑ نے عرض کی یا حضرت چاہتا ہوں وہ خواب مجھ سے بھی ارشاد فرمائیں فرمایا اے فرزند میں نے دیکھا ہے کہ گویا جبرئیلؑ آسمان سے کوہ قبس پر نازل ہوئے اور وہاں سے دو پتھر اٹھا کر کعبہ کی طرف لے گئے اور خانہ کعبہ کی پُشت پر ان دونوں پتھروں کو چھوڑ دیا اور ایک دوسرے پر دے مارا کہ وہ دونوں خاکستر ہو گئے اس کے بعد اس خاکستر کو ہوا میں متفرق کیا۔ مکہ و مدینہ میں کوئی گھر باقی نہ رہا جس میں وہ خاک نہ پہنچی ہو۔ امام حسنؑ نے عرض کیا اس خواب کی تعبیر کیا ہے فرمایا اگر یہ خواب صادق ہے تو تمہارا باپ شہید ہو گا اور مکہ و مدینہ میں کوئی گھر ایسا نہ ہو گا کہ اس گھر میں اس مصیبت پر ماتم نہ ہو اے حسنؑ تم اپنے بستر پر جا کر آرام کرو یہ فرما کر حضرت داخل مسجد ہوئے اور حسبِ معمول نماز تہجد کے بعد گُلدستہ اذان پر تشریف لائے اس طرح اذان کہی کہ کوفہ کے ہر مکان میں آواز پہنچی ناگاہ قطامہ ملعونہ ابن ملجم کے بستر کے قریب آکر کہنے لگی تعجب ہے کہ جس کو ایسا امر عظیم درپیش ہو وہ اس طرح غافل سوئے۔ یہ سن کر وہ بے حیا بیدار ہوا اور زہر آلود تلوار لے کر مسجد میں آکر جہاں دوسرے لوگ سوتے تھے یہ بھی سونے والوں کی طرح اوندھا پڑ رہا۔ حضرت امیرؑ اذان دینے کے بعد معمول کے مطابق سونے والوں کی طرف جگانے کے لئے تشریف لے گئے اور اَوروں کو جگاتے ہوئے ابن ملجم کے قریب تشریف لائے اور آواز دے کر فرمایا تو جس فعل کا ارادہ رکھتا ہے میں خوب جانتا ہوں یہ فرما کر محراب عبادت میں

تشریف لائے اور خضوع و خشوع سے نماز صبح میں مشغول ہوئے۔ ابن ملجم ملعون اٹھ کر محراب کے قریب آیا اور ستون مسجد سے چھپ کر کھڑا ہو رہا جب حضرت پہلی رکعت کے رکوع اور سجدۂ اول سے فارغ ہوئے اور سر مبارک اٹھایا اس وقت ابن ملجم نے تلوار کو تول کر اس زور سے فرق مبارک پر لگائی کہ پیشانی اطہر سے سر انور شگافتہ ہو گیا۔

حضرات ہرچند جناب امیر المومنینؑ کو صدمہ ضربت معلوم ہوا مگر آپ نے آہ تک نہ کی نہایت صبر سے کام لیا مگر اس صدمہ سے حضرت سے سنبھلا نہ گیا زمین پر جھک گئے اور فرمایا **بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ وَ عَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ** ○

سر اقدس سے خون جاری تھا اس کو اپنے چہرہ مبارک اور ریش اطہر سے ملتے تھے اور زخم پر مٹی ڈالتے تھے **ثُمَّ تَلٰی قَوْلَہٗ تَعَالٰی مِنْهَا خَلَقْنٰکُمْ وَ فِیْهَا نُعِیْدُکُمْ مِنْهَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی** اس کے بعد اس آیہ کریمہ کو تلاوت فرمایا۔ جس کا مضمون یہ ہے " اس زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں لے جائیں گے اور اسی سے پھر انہیں نکالیں گے"۔ آہ جب یہ امر عظیم واقع ہوا درواز ہائے مسجد آپس میں ٹکرانے لگے فرشتہ ہائے آسمان محو گریہ و ماتم ہوئے عالم میں اندھیرا ہو گیا جبرئیلؑ نے زمین و آسمان میں با آواز بلند ندا کی کہ قسم بخدا ستون ہدایت گر گیا۔ ستار ہائے روشن بے نور ہو گئے ایمان کی مضبوط رسی ٹوٹ گئی۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ابن عم شہید ہوا۔ برگزیدۂ خدا علیؑ مرتضیٰ قتل ہوا قسم بخدا جو بہترین اوصیاء تھا اس کو بدترین اشقیاء نے قتل کیا جب **قَدْ قُتِلَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ** کی آواز امّ کلثومؑ نے سنی تو اپنا منہ پیٹ لیا گریبان کو چاک کر لیا اور رو رو کر **وَ اَبَتَاہُ وَ اَعَلِیَّاہُ** کی آواز بلند کی اور اپنے

بھائی حسنؑ و حسینؑ کو آواز دی افسوس تمہارے پدر بزرگوار قتل ہوئے۔ حسنینؑ ہائے بابا ہائے بابا کہہ کر خوب روئے اور حسرت کے ساتھ یہ کہہ رہے تھے کہ کاش ! ہمیں موت آتی اور ہم آپ کے قتل کی خبر نہ سنتے۔ پھر اپنی بہنوں سے فرمایا تم ابھی صبر کرو اپنا حال غیر نہ کرو جب تک ہم صحیح خبر دریافت نہ کر لیں۔ یہ کہہ کہ دونوں شہزادے محزون و مغموم روتے ہوئے مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔

افسوس صد افسوس حسنینؑ نے مسجد میں آکر دیکھا کہ حضرت پر غش طاری ہے اور سر اقدس سے خون جاری ہے یہ دیکھ کر وہ شہزادے بہت روئے یہاں تک کہ حضرت امیرؑ کو غش سے افاقہ ہوا۔

ابو مخنف نے محمد حنفیہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت کا حال زیادہ متغیر ہونے لگا اس وقت ارشاد فرمایا کہ اب مجھے گھر لے چلو اور جہاں میں نماز پڑھا کرتا تھا اس جگہ لٹا دو۔ حسبُ الحکم حسنینؑ حضرت امیرؑ کو دولت سرا کی طرف لے چلے۔ اس وقت لوگ حضرت کے ارگرد جمع تھے اور اس قدر سب کے سب رو رہے تھے کہ قریب تھا کہ وہ مرنے والے ہیں۔ **راوی کہتا ہے** کہ جناب امیر علیہ السلام کو جب دولت سرا کی طرف لے جایا جا رہا تھا اس وقت قطامہ ملعونہ اپنے برآمدے پر بیٹھی تھی۔ جب لوگوں کے رونے کی آواز سنی تو خوشی سے تالیاں بجانے لگی نہایت خوش ہوئی کہ اب جناب امیر زندہ نہ رہیں گے حق سبحانہ نے اس وقت اس برآمدہ کو الٹ دیا اور وہ ملعونہ نیچے دب کر رہ گئی اور زمین کے برابر ہو گئی۔ واصلِ جہنم ہوئی۔ پس جناب حسنینؑ نے جناب امیرؑ کو عبادت گاہ تک پہنچایا اہل حرم نے حضرت کی یہ حالت دیکھ کر بے تابانہ سر و پا برہنہ دوڑ کر حضرت کے اردگرد حلقہ ڈال کر رونا پیٹنا شروع کر دیا کوئی بی بی چہرہ ع

اقدس سے خون پوچھتی تھی کوئی معظمہ حضرت کے ہاتھ چومتی تھی۔ غرض اس وقت حضرت کے گھر قیامت کبریٰ برپا تھی ہر در و دیوار سے واعلیاہ وا اماماہ کی آواز بلند ہو رہی تھی۔

اَلَا لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۱۸

فضائلِ جناب امیرؑ، شہادت سے قبل اہل بیتؑ کو صبر کی تلقین کرنا

☆

قال رسول اللہ من ذکر فضیلۃ من فضائل علی بن ابی طالب مقرّ بہا غفر اللہ تعالٰی لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر شفیع روز جزا جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جو بندہ مومن حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کی ایک فضیلت بیان کرے (بشرط اعتقاد) حق سبحانہ تعالٰی اس کے گذشتہ و آئندہ گناہ بخش دیتا ہے۔ وحبّ علی یا کل الذنوب کالنار للحطب و من احبّ علیاً غفر اللہ ذنوبہ ولو کانت بعدد قطرات المطر رسول خدا نے فرمایا علیؑ بن ابی طالبؑ کی دوستی گناہوں کو اس طرح کھاتی ہے جس طرح آگ خشک لکڑی کو اور جو مومن علیؑ سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالٰی اس مومن کے گناہ بخش دیتا ہے اگرچہ اس کے گناہوں کی کثرت قطرات باران کی مانند ہی کیوں نہ ہو وقال رسول اللہ لو کان الریاض اقلاما و البحور مدادا والجن حساباً والانس کتابا ما احصوا فضائل علی ابن ابی طالب عامّہ اور خاصّہ نے اس حدیث کو کثرت اور تواتر کے ساتھ نقل کیا ہے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمام درخت قلم ہو جائیں اور تمام دریا بمنزلہ سیاہی ہوں اور تمام جن حساب کریں اوز تمام انسان لکھیں تو پھر بھی علیؑ کے فضائل کا ہرگز احاطہ نہیں کر سکتے۔ پس حضرات افسوس

ہے کہ جو شخص رسول خدا کے بعد تھا) انبیاء والمرسلین اور ملائکہ مقربین سے افضل ہو وہ ابن ملجم کے ہاتھ سے کاری زخم کھائے۔

اَعَدلُکَ یا ھذا الزمانُ مُحَرَّمٌ
اَم الجَوْرُ مَفروضٌ عَلیکَ مُحَتَّمٌ

اے زمانہ کج رفتار آیا عدل و انصاف تجھ پر حرام ہے آیا خاصانِ خدا پر ظلم کرنا تجھ پر فرض ہوگیا ہے۔

فشانک تعظیم الاراذل دائماً
وعرنین ارباب الفضائل ترغم

پس تیرا حال ابتداء سے یہ ہے کہ تجھے ان لوگوں کی تعظیم منظور رہتی ہے جو لائق تعظیم نہیں ہیں اور تو صاحبان فضل و شرف کو ذلیل و خوار کرنا اپنے لئے ضروری سمجھتا ہے۔

اِذ زادَ فضلُ المرءِ زادَ امتحانُہ
وَ ترعیٰ لِمَنْ لا فضلَ فیہِ وَ ترحَمُ

تیرا حال یہ ہے کہ جس شخص میں زیادہ فضل و کمال پاتا ہے تو اس کو بلا اور آفات میں مبتلا کرتا ہے اور تو اس کی رعایت کرتا ہے کہ جو فضل و کمال سے خالی ہے۔

یقادُ علیٌّ فی حمائلِ سیفِہ
ویقتلُہ اللکعُ اللعینُ ابنُ ملجمٍ

اے زمانہ ناپائیدار اس سے زیادہ اور کیا ظلم ہوگا کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ

بہترین خلق کو بدترین خلق کشاں کشاں گھر سے باہر لائے اور ابن ملجم سے شقی نے اُس جناب کو شہید کیا۔ چنانچہ منقول ہے کہ جب ابن ملجم نے جناب امیرؑ کے فرق مبارک پر انیسویں ماہ رمضان کو زہر آلود تلوار سے ضرب لگائی اس وقت آسمان اور زمین کے درمیان جبرئیلؑ نے ندا کی تَهَدَّمَتْ وَاللّٰهِ اَرْكَانُ الْهُدٰى وَانْطَمَسَتْ اَعْلَامُ التُّقٰى وَانْفَصَمَتِ الْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى قُتِلَ اِبْنُ عَمِّ الْمُصْطَفٰى قُتِلَ الْوَصِيُّ الْمُجْتَبٰى قُتِلَ اِبْنَ عَمِّ مُحَمَّدٍنِ الْمُصْطَفٰى قسم بخدا ستون ہدایت منہدم ہو گئے اور نشان ہدایت سرنگوں ہوئے' ریسمانِ ہدایت ٹوٹ گئیں یعنی جو امام برگزیدہ خدا تھا وہ شہید ہوا اور وصی رسول خدا قتل ہوا اور ابن عم محمد مصطفیٰؐ مارا گیا۔ اس آواز کے سنتے ہی حسنینؑ بے تابانہ روتے ہوئے دولت سرا سے مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ جناب امیرؑ پر غش طاری ہے اور سر اقدس سے خون جاری ہے اپنے پدر بزرگوار کا یہ حال دیکھ کر بہت روئے۔

حتیٰ کہ آپؑ کو غش سے افاقہ ہوا اس وقت دونوں صاحبزادوں نے عرض کی اے پدر بزرگوار ہم کو کس بے رحم نے یتیم کر ڈالا۔ فرمایا پسر رسول یہ عبدالرحمٰن ابن ملجم نے تلوار لگائی ہے پھر شہزادوں نے عرض کی وہ ملعون کہاں گیا ہے حضرت نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے کوئی اس کی تلاش میں نہ جائے عنقریب وہ ملعون اس دروازہ سے داخل ہو گا۔ ناگاہ حذیفہ یمانی ابن ملجم کی مشکیں باندھے ہوئے اسی دروازہ سے آئے جس دروازہ سے کہ حضرت نے اس کے حاضر ہونے کی پہلے خبر دی تھی اور حضرت کے سامنے ابن ملجم کھڑا کر دیا۔ آپؑ نے فرمایا اے شخص تو ایسے گناہ عظیم کا مرتکب ہوا کیا میں تیرا اچھا امام نہ تھا یا تجھ پر احسان نہ کرتا تھا حالانکہ جن لوگوں کو تو اپنے نزدیک مجھ سے بہتر جانتا ہے میں ان سے

زیادہ تجھ پر مہربان تھا۔ باوجودیکہ تجھ کو اپنا قاتل یقیناً جانتا تھا اور مجھے بخوبی اس امر کا علم تھا کہ تیرے ہاتھ سے قتل ہو گیا ہے۔ اس پر بھی جو نیکیاں اور احسان تجھ پر کئے اس سے اِتمام حجت مقصود تھا یہ سن کر وہ ملعون رونے لگا اور کہنے لگا یا امیر المؤمنین جس کی قسمت میں یہ ہو کہ وہ فسق و فجور کی وجہ سے داخل جہنم ہو تو حضرت کس طرح اس کو آتش جہنم سے بچا سکتے ہیں اس کے بعد جناب امیرؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا اے فرزند اپنے اسیر اور قیدی پر مہربانی اور شفقت کرنا آیا تم لوگ نہیں دیکھتے کہ اس کی آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں اور اس کا دل کانپ رہا ہے۔ شہزادہ حسنؑ نے عرض کی۔

اے پدر بزرگوار اس جفاکار غدّار نے آپ کو شہید کیا ہے اور آپ اس کے ساتھ لطف و احسان سے پیش آنے کو ارشاد کرتے ہیں' حضرت نے فرمایا اے فرزند ہم اہل بیتؑ مجسّم رحمت و شفقت ہیں تمہیں لازم ہے کہ جو تم کھاؤ اسے بھی کھلاؤ اور جو آپ پیو وہ اس کو بھی پلاؤ اگر میں دنیا سے رحلت کر جاؤں تو اے حسنؑ تم قصاص اس طرح لینا کہ فقط تلوار کی ایک ضرب لگانا کیونکہ اس نے بھی مجھ کو ایک ہی ضرب لگائی ہے اور اگر میں نے صحت پائی تو مجھے اختیار ہے کہ جیسا مناسب ہو گا ویسا کروں گا بلکہ عفو تقصیر بھی مجھ سے بعید نہیں۔ اس لئے کہ ہم لوگ وہ ہیں کہ اپنے گناہگاروں سے بھی عفو و احسان سے پیش آتے ہیں اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا مجھے گھر میں وہاں لے چلو جہاں میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ پس جناب امیرؑ کو دولت سرا کی جانب لے چلے اور لوگ نالہ و فریاد کرتے ہوئے ساتھ ساتھ چلے جاتے تھے جب گھر میں لے جا کر جائے نماز پر لٹایا اور بی بیوں نے حضرت کا یہ حال مشاہدہ کیا روتے روتے بیہوش ہو گئیں اور حضرت کے گھر میں کہرام بپا ہو گیا۔ حضرتؑ نے سب کو تسلی دی اور صبر کی تلقین فرمائی محمد حنفیہ سے

منقول ہے کہ جب اکیسویں رات ہوئی، زہر کا (اثر تمام) بدن مبارک میں پھیل گیا
اس وقت ہم جناب کی زندگی سے مایوس ہوئے صبح کے وقت لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے سب کو امر و نہی پروردگار سے آگاہ کیا اور سب کو وصیت صبر فرمائی اس کے بعد لوگوں نے دودھ کا پیالہ آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے وہ سب نوش فرمایا اس کے بعد حضرت نے ابن ملجم کی پیاس یاد کی حسنینؑ سے فرمایا تمہیں خدا کی قسم کہ جس طرح میرے لئے دودھ لائے تھے اسی طرح دودھ ابن ملجم کے لئے لے جاؤ اور اس کو پلاؤ منقول ہے جب حضرت کا وقتِ وفات قریب آپہنچا اس وقت حسنینؑ کو وداع کیا اور ارشاد فرمایا کہ اُمورِ خیر میں مصروف رہنا اور میرے بعد تم پر ظلم و ستم ہوں گے پس ان پر صبر کرنا یہاں تک کہ منتقم حقیقی تمہارے دشمنوں سے انتقام لے پھر حضرت اپنی دوسری اولاد کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو یہ وصیت فرمائی کہ تم پر لازم ہے کہ کبھی اولاد فاطمہؑ کی مخالفت نہ کرنا حق تعالیٰ تم سب کو میری مصیبت میں تسلی عطا کرے آگاہ ہو کہ میں اب تم سب سے رخصت ہوتا ہوں اور اپنے حبیب رسولؐ خدا کی خدمت میں جاتا ہوں۔

خلاصۃ المصائب میں لکھا ہے کہ جب جناب امیر المومنینؑ سفر جنت کے عازم ہوئے تو سب اولاد کے ہاتھ امام حسنؑ کے ہاتھ میں دیئے لیکن عباسؑ کو حضرت حسنؑ کے سپرد نہ کیا یہ حال دیکھ کر جناب اُمّ البنینؑ (حضرت عباسؑ کی والدہ ماجدہ) بہت گھبرائیں اور عرض کی اے آقا اس کنیز سے آپ کچھ ناراض ہیں یا عبّاسؑ نے کچھ قصور کیا ہے کہ اس کا ہاتھ امام حسنؑ کے ہاتھ میں نہ دیا یہ بات سن کر جناب امیرؑ رونے لگے اور فرمایا اے ام البنین تیرا عباسؑ تو مجھے سب فرزندوں سے پیارا ہے اور میرے دل کو تاب نہیں کہ اس کا حال بیان کروں۔
مادرِ عباسؑ نے عرض کی یا حضرت کچھ تو ارشاد کیجیے کہ اس کنیز کی تسلی ہو اور

عباسؑ کا ہاتھ بھی امام حسنؑ کے ہاتھ میں دیجئے تاکہ میں فخر کر سکوں۔ آہ آہ جب یہ سنا تو حضرت نے امام حسنؑ کو قریب بلایا اور عباسؑ کا ہاتھ جناب امام حسینؑ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا اے فرزند یہ تیرا علمدار ہے جب تو کربلا میں نرغہ اعداء میں گھرے گا تو عباسؑ تجھے بہت دوست رکھتا ہے۔ تجھ پر اپنی جان نثار کرے گا یہ سن کر سب رونے لگے محمد حنفیہ کہتے ہیں جب حضرت ہم سب کو وداع کر چکے تو میں نے دیکھا کہ آپ کے ہونٹوں پر ذکر الٰہی جاری تھا اور پیشانی اقدس سے عرق جاری ہے۔ حضرت اس عرق کو پونچھتے جاتے میں نے عرض کی اے پدر بزرگوار کیا وجہ ہے کہ آپ کی پیشانی مبارک کو پونچھتے ہیں فرمایا اے فرزند میں نے جناب رسالتمآبؐ سے سنا ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے اس وقت مروارید آبدار کی مانند اس کی پیشانی پر عرق آتا ہے۔ اور دل کی سوزش کم ہو جاتی یہ فرما کر قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور زبان مبارک سے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فرمایا ناگاہ رنگ مبارک مائل بہ سفیدی ہوا اور حضرت نے وفات پائی اس وقت جناب زینبؑ اور اُمّ کلثوم حضرت کی بیٹیاں اور تمام اہل بیتؑ باآواز بلند رونے لگے۔ سبھوں نے گریبان چاک کر ڈالے، اپنے رخساروں پر طمانچے مارے اور ہر ایک در و دیوار سے صدائے گریہ بلند ہوئی۔ بعض اہل کوفہ سے منقول ہے کہ ہم نے جنوں اور فرشتوں کے نوحہ کی آواز سنی اور آسمان سے یہ آواز آئی ۔

فَقَدْ مَاتَ خَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ مُحَمَّدٍ
وَ اَکْرَمُهُمْ فَضْلًا وَّ اَوْفَاهُمْ عَهْدًا

یعنی اس شخص نے آج وفات پائی کہ جو رسول خدا کے بعد تمام خلق سے

بہتر تھا۔ اس شخص نے آج انتقال کیا جو فضل و کرم اور ایفائے عہد میں سب سے زیادہ وفا کرنے والا تھا۔ جب اہل کوفہ کو معلوم ہوا کہ جناب امیرؑ نے وفات پائی اس وقت سب مرد و زن روتے پیٹتے گروہ در گروہ در دولت پر حاضر ہوئے اور ہر شخص دھاڑیں مار مار کر روتا تھا اور کثرت گریہ و زاری سے تمام کوفہ ہل رہا تھا۔

کیوں حضرات جب جناب امیر المومنینؑ نے وفات پائی تو تمام اہل کوفہ بے قرار ہو کر گریہ و ماتم کرنے لگے اور اہل بیتؑ کو پرسہ دیا ایک دن وہ تھا جب انہی کے جگر گوشہ کو روز عاشور کربلا میں تین دن کا بھوکا پیاسا ذبح کیا گیا اور وہی اہل کوفہ تھے کہ جنہوں نے پُرسے کی بجائے فرزندانِ علیؑ و فاطمہؑ کو سر برہنہ رسن بستر مقید کر کے شہر بشہر دیار بدیار پھرایا اور لاش امام حسینؑ پر گھوڑے دوڑائے اور جسمِ اطہر کو گرم ریت پر تپش آفتاب میں چھوڑ دیا اور بدن اقدس سے لباس اتار لیا گیا کسی نے ذوالفقار لی کسی نے انگلیاں کاٹ کر انگوٹھی اتار لی اور کوئی عمامہ سر اقدس سے اتار کر لے گیا اور کوئی زرہ لے گیا۔ چنانچہ صاحب **سُرور المومنین** لکھتے ہیں کہ جناب رسول خدا کی زرہ ذاتِ الفصول عاشورہ کے دن حضرت امام حسینؑ نے زیب تن کی ہوئی تھی۔ جب آپ شہید ہوئے تو یزید بن رکاب لعین وہ زرہ حضرت کے بدن مبارک سے اتار کر لے گیا جب وہ جناب مختار کی قید میں آیا تو مختار نے اس سے زرہ ذات الفصول طلب کی اس نے بالکل انکار کیا کہ مجھ کو علم نہیں ہے کہ کون لے گیا ہے۔ آخر کار مختار نے حکم دیا کہ اس پلید کا نجس گوشت بمقراض سے ریزہ ریزہ کرو جب اس بد ذات کا گوشت کترا جانے لگا اس وقت وہ شقی کہنے لگا کہ وہ زرہ فلاں مقام میں دفن ہے۔ مختار نے عبداللہ کامل کو اس زرہ کو لانے کے لئے حکم دیا جب وہ موقع نشانی پر گئے تو دیکھا واقعی وہ زرہ

اس مقام میں دفن ہے۔ عبداللہ اس زرہ کو ایک طبق میں رکھ کر مختار کے سامنے لائے سب حاضرین جلسہ نے دیکھا کہ اتنی مدت گزر جانے کے بعد وہ زرہ اسی طرح خون امام حسینؑ سے تر ہے یہ دیکھ کر مختار اور دوسرے لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰالِمِیْنَ الخ

مجلس نمبر۱۹

فضائلِ جنابِ امیرؑ، یہودیوں کے سوال پر اس مدفون پتھر کا ظاہر کرنا جس پر چند انبیاء کے نام منقوش تھے، آپؑ کی شہادت اور ایک نابینا کا گریہ و زاری کرنا

☆

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَا عَلِیُّ لَوْ اَنَّ عَبْدًا عَبَدَ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ مِثْلَ مَا قَامَ نُوْحٌ فِیْ قَوْمِہٖ ○

حدیث میں آیا ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے جناب امیرؑ سے فرمایا یا علیؑ اگر کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی اتنی مدت عبادت کرے جتنی کہ حضرت نوح علیہ السلام نے زندگی میں کی ہے وَکَانَ لَہٗ اُحُدٌ ذَھَبًا فَاَنْفَقَہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور یا علیؑ کوہ احد جو کہ سب پہاڑوں سے بڑا ہے کے برابر راہ خدا میں سونا خرچ کرے وَمُدَّ فِیْ عُمْرِہٖ حَتّٰی حَجَّ اَلْفَ حَجَّۃٍ عَلٰی قَدَمَیْہِ اور یا علیؑ اس بندہ کی عمر اتنی ہو کہ ہزار حج پا پیادہ بجا لائے ثُمَّ قُتِلَ بَیْنَ الصَّفَاءِ وَالْمَرْوَۃِ وَلَمْ یَکُنْ فِیْ قَلْبِہٖ مُحَبَّتُکَ لَمْ یَشُمَّ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَلَمْ یَدْخُلْھَا یا علیؑ اس کے بعد وہ ظلم و ستم کے ساتھ کوہ و مروہ کے درمیان قتل کر دیا جائے۔ ان تمام باتوں کے باوجود اگر تمہاری محبت نہ رکھتا ہو تو وہ ہرگز بہشت کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گا اور اس میں داخل بھی نہ ہو سکے گا۔

بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے رسول خدا

کو دیکھا کہ جناب امیرؑ کی گردن میں دونوں ہاتھ ڈالے پیارے منہ چوم رہے تھے
اور رو رو کر فرماتے تھے **بِاَبِیْ اَنْتَ یَا وَحِیْدُ الشَّہِیْدُ** باپ تجھ پر فدا ہوا اے مسجد
میں تنہا شہید ہونے والے **وَجَعَلَ یَبْکِیْ وَ یَتَّخِذُ عَرَقَ وَجْہِہٖ وَیَلْطَخُ بِہٖ وَجْہَہٗ**
یہ کہہ کر روتے جاتے اور حضرت علیؑ کے روئے مبارک کا پسینہ پونچھتے تھے اور
اس کو اپنے منہ پر ملتے تھے۔ اسی طرح منقول ہے کہ جنگ خندق میں جس دن
جناب امیرؑ کے سر پر عمر بن عبدود کے ہاتھ سے زخم لگا **فَشَدَّ النَّبِیُّ جُرْحَہٗ بِیَدِہٖ
وَیَبْکِیْ وَ یَقُوْلُ اَیْنَ اَکُوْنُ اِذَا خُضِبَ ہٰذِہٖ مِنْ ہٰذِہٖ**

اس دن میں کہاں ہوں گا جس روز یہ ریش مبارک اس سر اطہر کے لہو
سے خضاب ہو جائے گی۔ ابن بابویہؒ نے عمار یاسرؓ سے روایت کی ہے کہ ایک روز
جناب شیر خدا خالق کون و مکان کے حکم سے مدینہ منورہ سے دو فرسخ کے فاصلہ پر
تشریف لے گئے وہاں پر پچاس یہودی آپ کے پاس آئے اور پوچھا علیؑ تمہارا نام
ہے اور تم ہی امت احمد مختار کے امام اور پیشوا ہو؟ حضرت نے فرمایا ہاں میں ہی
ہوں انہوں نے عرض کی یا حضرت ایک پتھر اس جنگل میں ہے اس پر پیغمبروں کے
نام منقوش ہیں اور ہمارا دین و ایمان اس پر نقش ہے۔ ہم نے اپنی کتابوں میں
اس کے بارے میں پڑھا تو ہے مگر اس کا نشان معلوم نہیں کہ وہ اس صحرا میں کس
مقام پر مدفون ہے اگر آپ امام برحق ہیں تو ہمیں اس پتھر کا نشان بتا دیں۔ آپ
نے اس کو اپنے ساتھ لیا اور دائیں جانب تھوڑی سی دور جا کر دیکھا کہ ایک بہت
بڑے پہاڑ کی مانند ایک ریت کا ٹیلہ ہے حضرت اس کے پاس جا کر کھڑے ہوئے
اور ہوا کو حکم کیا کہ اس ریت کو اڑا دے فوراً اس نے اس کو متفرق اور منتشر کر
دیا۔ جب سب ریت اڑ گئی تو وہ پتھر نمودار ہوا حضرت نے ان سے ارشاد کیا کہ یہ
وہی پتھر ہے کہ جس کو تم ڈھونڈتے تھے۔ انہوں نے اسے دیکھ کر عرض کی یا

حضرت۔ اس پتھر پر تو چھ پیغمبروں کے نام کندہ ہیں اور اس پر کوئی نام بھی معلوم
نہیں ہے۔ ارشاد کیا اے یہودیو تم اس کو الٹ کر دیکھو دوسری طرف انبیاء کے
نام لکھے ہوئے ہیں یہ سن کر یہودی شہر میں آئے اور ایک ہزار طاقتور نوجوان
اپنے ساتھ لے گئے انہوں نے مل جل کر ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر پتھر نے اپنی
جگہ سے جنبش نہ کی سب تنگ ہو کر دور ہٹ گئے جب حضرت نے دیکھا کہ پتھر
ان سے ہل بھی نہیں رہا تو خود اس کے پاس تشریف لائے اور ایک ہاتھ اس کے
نیچے ڈال کر قوت ید اللہی سے اس کو ایک معمولی پتھر کی مانند الٹ دیا۔ نچلی والی سطح
پر دیکھا کہ چھ اولوالعزم پیغمبروں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جن میں حضرت آدم'
حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت عیسیٰ' حضرت موسیٰ علیہم السلام اور حضرت
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نام کندہ تھے۔ ان سب نے یہ معجزہ دیکھ کر
ایمان قبول کیا اور صدق دل سے مسلمان ہوئے۔

منقول ہے کہ جب اس معجز نمائے خلق نے اکیسویں ماہ صیام کو اس
عالم فانی سے ملک جاودانی کی طرف انتقال فرمایا تو محمد حنفیہ کہتے ہیں کہ حسب
وصیت امام حسنؑ نے آپ کو غسل دیتے اور امام حسینؑ پانی ڈالتے تھے۔ تیسرے
شخص کی ضرورت نہ تھی بلکہ نعش مبارک خودبخود ایک جانب دوسری جانب پھر
جاتی تھی اور جسم مطہر سے مشک کی خوشبو آتی تھی امام حسینؑ نے کہا اے بھائی
آپ دیکھتے ہیں کہ یہ نعش مطہر کسقدر سبک ہے۔ امام حسینؑ نے ارشاد فرمایا اے
بھائی اس وقت ہمارے ساتھ فرشتوں کا ایک گروہ ہے جو کہ حضرت کو غسل دینے
میں ہمارے ساتھ شریک ہے۔ اس کے بعد امام حسینؑ نے جناب امیرؑ کو اس کافور
جنت سے حنوط کیا جو جناب رسولؐ خدا کے حنوط سے بچ گیا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ
کوفہ کے ہر کوچہ و بازار میں ایک طویل عرصہ تک وہی خوشبو باقی رہی۔ پھر جناب

امام حسنؑ نے پانچ کپڑوں سے آپکا کفن کیا۔ اور نماز جنازہ پڑھ اور تابوت میں
لے چلے۔ منقول ہے کہ جس کوچہ و بازار سے نعش مطہر کا گذر ہوتا تھا اس طرف کے مکان اور درخت تعظیماً" جھکتے تھے اور پھر سیدھے ہو جاتے اور بعض دیواروں جو اس وقت خم ہو گئی تھیں اسی حالت میں خمیدہ رہیں غرضیکہ وہ عجب قیامت کا دن تھا جب ہر در و دیوار سے حزن و ملال کے آثار پیدا تھے حافظ رجب علی برسی نے **کتاب مشارق الانوار** میں محدثین اہل کوفہ سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسنؑ حضرت علی علیہ السلام کا تابوت لے کر اس راستہ پر پہنچے جس راستہ سے لوگوں کی نجف کی طرف سے آمد و رفت تھی ایک سوار کو دیکھا کہ اس میں مشک و عنبر سے بہتر خوشبو آرہی تھی۔ قریب آیا اور حسنینؑ پر سلام کیا اور کہا یہ تابوت مجھے دے دو امام حسنؑ نے کہا اے شخص ہمارے پدر بزرگوار نے وصیت کی ہے کہ اس تابوت کو سوائے جبرئیلؑ کے اور حضرت خضرؑ کے کسی اور کو نہ دینا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حسنینؑ غسل و کفن سے فارغ ہوئے۔ تابوت پچھلی طرف سے اٹھایا اور اگلی طرف سے تابوت خودبخود بلند ہوا اور اٹھانے والا کوئی نظر نہ آتا تھا۔ اس لئے کہ اس کے حامل جبرئیلؑ اور میکائیلؑ تھے۔ پس تابوت مقدس جس درخت کے پاس سے ہو کر گزرتا تھا وہ تعظیم کے لئے جھک جاتا تھا اور تمام کوفہ میں شور ماتم برپا تھا امام حسنؑ فرماتے ہیں جب ہم مقام دفن پر پہنچے اور قبر کھودنی شروع کی تو ایک لوح نظر آئی کہ جس پر لکھا تھا کہ یہ وہ قبر ہے جس کو حضرت نوح علیہ السلام نے بندہ صالح و مطہر علیؑ بن ابی طالبؑ کے لئے تیار کیا ہے۔

جب ہم نے چاہا کہ آپ کی نعش مبارک کو قبر میں اتاریں تو ہاتف سے ندا آئی کہ حضرت کو جلد قبر میں اتارو کہ دوست اپنے دوست کا بے حد مشتاق

تو دیکھا کہ تمام قبر مطہر سندس بہشت سے آراستہ ہے۔ جب اس بہشتی پارچہ کو سرہانے سے اٹھایا تو رسول خدا' آدم اور ابراہیمؑ کو پایا کہ میرے پدر بزرگوار سے باتیں کر رہے ہیں اور امام حسینؑ نے پاؤں کی طرف سے اس پارچہ بہشتی کو اٹھایا دیکھا کہ جناب سیدہ حواؑ ' مریمؑ اور آسیہ رو رہی ہیں پس امام حسنؑ نے نعش مبارک کو دفن کیا اور وہاں سے محزون و مغموم دولت سرا کی جانب مراجعت فرمائی۔ **مجالس مفجعہ** میں منقول ہے کہ جب دونوں شہزادے واپس آرہے تھے تو ان کا ایک ویران جگہ سے گزر ہوا وہاں سے گریہ و بکاء کی آواز سنائی دی۔ حسنینؑ رونے کی آواز سن کر وہاں پر تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک شخص یکہ و تنہا نہایت ضعیف و ناتواں فرش خاک کی بجائے اینٹیں سرہانے رکھے شدت مرض میں پڑا رو رہا ہے۔ صاحبزادوں نے پوچھا اے شخص ہمیں اپنے حال سے مطلع کر کہ تو کون ہے ؟ اس نے کہا میں ایک پردیسی' غریب و نادار شخص ہوں اس بھری دنیا میں میرا کوئی یار و مددگار نہیں ہے۔ حسنینؑ نے فرمایا اگر تیرا معین و مددگار نہیں ہے تو پھر تیری کون تیمارداری کرتا ہے۔ یہ سن کر وہ شدت سے رونے لگا اور کہا اے بندگان خدا میں ایک سال سے اس مقام میں ہوں ہر روز ایک عظیم انسان میرے پاس آیا کرتا تھا اور شفیق باپ کی مانند میرے پاس بیٹھ کر مجھ پر مہربانی و شفقت کرتا اور اپنے ہاتھ سے کھانا پانی کھلاتا پلاتا تھا۔ پوچھا تو نے اس جناب کا نام بھی دریافت کیا اس نے کہا ایک دن پوچھا تھا۔ ارشاد کیا تجھے میرے نام سے کیا کام ہے میں تیری خدمت و اطاعت فقط خوشنودی خدا کے لئے کرتا ہوں شہزادوں نے کہا کیا تو ان کی شکل و صورت کو پہچانتا ہے۔ بولا میں اندھا ہوں کچھ دکھائی نہیں، دیتا لیکن افسوس ہے کہ وہ میرا شفیق، تین دن سے میرے پاس نہیں آیا

پتہ نہیں اس پہ کیا گزری

شہزادوں نے کہا اگر ان کا کچھ کلام اور ان کے فضائل حمیدہ تجھے معلوم ہوں تو بیان کر۔ اس نے کہا ان کی زبان پر ہروقت تسبیح و تہلیل جاری تھی اور میرے پاس بیٹھتے تھے تو فرماتے تھے **مِسکِین جَالس مسکینا و غریب جالسَ غریبا** کہ مسکین مسکین کے پاس بیٹھا ہے اور غریب غریب کا ہم نشین ہے **فقالا یا شیخ هو ابونا علی بن ابی طالب وصی محمد المصطفیٰ** حسنینؑ نے فرمایا اے شخص وہ ہمارے پدر بزرگوار علی بن ابی طالب وصی رسالتمابؐ تھے اس غریب الوطن اور نابینا شخص نے کہا پھر کیا وجہ ہے کہ وہ دو تین دن سے میرے پاس تشریف نہیں لائے شہزادوں نے فرمایا ایک ملعون نے ان کے سر پر تلوار ماری اور اس کے صدمہ سے انہوں نے رحلت فرمائی ہے۔ جب اس نابینا نے اس سانحہ **جانگداز** کی خبر سنی تو فریاد کرنے لگا اور زمین پر لوٹتا تھا اور تڑپ تڑپ کر کہتا تھا کہ ہائے افسوس یا امیرالمومنینؑ آپ کے بعد مجھ بے کس کی خبرلینے والا کوئی نہ رہا ہرچند کہ حسنینؑ اسے تسلی و تشفی دیتے تھے مگر اس کا تڑپنا موقوف نہ ہوتا تھا اور رو رو کر کہتا تھا اے شہزادو تمہیں تمہارے نانا مصطفیٰ اور بابا علی المرتضیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے حضرت کی قبر پر لے چلو تاکہ میں زیارت کروں۔ پس حسنینؑ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور جناب امیر کی قبر مطہر پر لے آئے اس نابینا نے اپنے آپ کو قبر پر گرا دیا اور رو رو کر یہ دعا مانگ رہا تھا کہ خداوندا میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ میری روح کو ابھی قبض کر لے اور مجھے ابھی دنیا سے اٹھا لے۔ اس لئے کہ اپنے آقا کی وفات کے بعد زندگی کا لطف باقی نہ رہا پس اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی اور اس دیندار شخص نے اسی وقت انتقال کیا۔

مجلس نمبر ۲۰

امام حسنؑ کی تاریخ ولادت اور آپ کے فضائل و معجزات، بوڑھیا کے بیٹے کا زندہ ہونا، مفلوج آدمی کا شفایاب ہونا، شامی سے خوش اخلاقی سے پیش آنا اور آپؑ کی شہادت۔

☆

رُوِیَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاضِعًا لِلْحَسَنِ عَلٰی عَاتِقِہٖ وَ یَضَعُ فَمَہٗ عَلٰی فِیْہِ وَ یَقُوْلُ مَنْ اَحَبَّنِیْ فَلْیُحِبَّہٗ ابن عازب کہتا ہے کہ میں نے جناب رسولؐ خدا کو دیکھا کہ امام حسینؑ کے منہ پر منہ رکھے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے کہ جو شخص مجھے دوست رکھے اسے چاہئے وہ میرے حسینؑ کو دوست رکھے۔ مومنین پر واضح ہو کہ مشہور روایات کے مطابق سبط مصطفیٰ جان و جگر علیؑ و زہراؑ امام حسنؑ بن علیؑ حجتِ خدا کی ولادت با سعادت پندرہویں ماہ رمضان، سال سوم ہجری نبوی کو مدینہ منورہ میں ہوئی آپ رسول خدا کے شبیہہ ترین تھے۔ پیغمبر اسلام نے وفات پائی تو آپ کا سن مبارک سات برس اور کئی مہینہ کا تھا بعض نے آٹھ برس کا بھی لکھا ہے اور جب جناب امیرؑ نے انتقال فرمایا تو آپ سینتیس برس کے تھے ماہ صفر ۵۰ھ نبوی میں آپ کی عمر شریف سنتالیس (۴۷) برس کی تھی۔ اسی تاریخ میں شہادت پر فائز ہوئے آپ کی شہادت زہر سے ہوئی۔ معاویہ نے جعدہ بنت اشعث کے ہاتھ دلوایا تھا چالیس روز اس صدمہ سے آپ بیمار رہے اس کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ امام حسنؑ کے معجزات بہت زیادہ ہیں ہم ان میں سے چند بیان کئے دیتے ہیں مناقب شہر آشوب میں ابن عباس سے روایت ہے کہ میں ایک دن فرزندِ رسول جناب امام حسنؑ کی خدمت میں

حاضر تھا ناگاہ دیکھا ایک بوڑھی عورت آئی اور رو رو کر عرض کرنے لگی اے مسیحائے عالم میں نے ساری زندگی آپ کے آبائے طاہرین اور اجداد معصومین کی محبت و موذت میں بسر کی۔ اس وقت مجھ پر ایک ایسی مصیبت آن پڑی ہے کہ جناب کی توجہ اور عنایت کے سوا اس کا کوئی علاج اور چارہ نہیں۔ حضرت نے فرمایا وہ کیا مصیبت ہے وہ بولی میری تمام عمر کی پونجی ایک بچہ تھا آج بارہ دن ہوئے کہ اس نے دنیا سے رحلت کی اور اب میرا کوئی سہارا نہیں رہا اس کے بغیر زندگی مجھ پر حرام ہے۔ چاہتی ہوں کہ حضرت دعا فرما دیں کہ حق تعالیٰ مجھ کو اس سے کسی طرح ملا دے یا مرا رشتۂ حیات قطع کر دے کہ زیر خاک اس راحت جاں سے جا کر ملحق ہوں یا اللہ تعالیٰ آپ کی مسیحائی سے اس پارۂ جگر کو دوبارہ زندگی عطا فرمائے کہ وہ مجھ سے آکر ملے۔ حضرت نے اس ضعیفہ کی جو یہ بے تابی اور بے قراری دیکھی رحیم ابن رحیم کو رحم آگیا فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ تیرا فرزند ہی تجھ سے آکر ملے گا یہ فرما کر اس عورت کے ساتھ اس کے فرزند کی قبر پر تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا کر کے دعا کی اور قبر کے سرہانے آکر کچھ ایسا فرمایا کہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا اور پائے مبارک سے ایک ٹھوکر لگائی وہ قبر شگافتہ ہو گئی اور وہ جوان قبر سے کفن پہنے ہوئے باہر نکل آیا اور حضرت کے قدموں پر گر کر عرض کرنے لگا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حُجَّۃَ اللّٰہِ۔

اے مولا اس وقت ہاتف غیب نے آواز دی کہ اس جواں کی روح کو اس کے قالب میں داخل کرو کہ امام عصر حسن مجتبیٰؑ اس کو مجھ سے طلب کرتا ہے اور خود اس جوان کی قبر پر کھڑا ہے مشکوٰۃ الانوار میں منقول ہے کہ ایک دن جناب امام حسنؑ مدینہ کے کسی بازار میں سوار ہو کر جا رہے تھے اتفاقاً" تازیانہ زمین پر گر پڑا اس وقت اس مقام پر ایک مفلوج آدمی جس کے ہاتھ پاؤں شل

تھے موجود تھا اس نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ اگر میرے ہاتھ پاؤں صحیح و سالم ہوتے تو میں یہ تازیانہ فرزند رسول کو زمین سے اٹھا کر دست مبارک میں دے دیتا اور آداب خدمت گذاری بجا لاتا جونہی اس مفلوج کے دل میں یہ خیال گزرا امام نے علمِ امامت سے دریافت کیا اور اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر متبسم ہوئے اور فرمایا تازیانہ اٹھا دے فوراً اس جوان مفلوج نے اپنے بدن میں بالکل آثار صحت پائے اور دیکھا کہ تمام بیماریاں دور ہو گئی ہیں اس وقت کھڑا ہو گیا اور دوڑ کر تازیانہ اٹھا کر مسیحائے زمان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ راوی کہتا ہے کہ جب تک وہ جوان زندہ رہا کسی مرض میں مبتلا نہ ہوا امام حسنؑ کے حلم و تحمل کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ آپ کا حلم بعینہٖ رسول خدا کے حلم جیسا تھا۔

لکھتے ہیں کہ ایک دن امام حسنؑ کہیں تشریف لے جا رہے تے کہ ناگاہ ایک شامی حضرت کو دیکھ کر بدکلامی کرنے لگا۔ حضرت نے سلام دعا کے بعد ارشاد فرمایا اے شخص معلوم ہوتا ہے تو مسافر ہے تو نے غلطی سے مجھے اس طرح کہا اگر تو مجھ سے کسی شئے کا طالب ہے تو میں وہ چیز تجھے دے دوں اگر تو طالب ہدایت ہے تو میں تجھے ہدایت کروں اور اگر تو بھوکا ہے تو تجھے سیر کروں اور اگر تجھے لباس کی ضرورت ہے تو لباس دوں اگر فقیر ہے تو غنی کر دوں جب اس شامی نے آنحضرت کا یہ اخلاق دیکھا تو رونے لگا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کی جانب سے زمین پر حجت ہیں اور خدا وہ جگہ خوب جانتا ہے کہ جس جگہ اپنی رسالت قرار دیتا ہے۔

"اے فرزند رسول اس سے پہلے میں آپ کو اور آپ کے پدر بزرگوار کو نہایت دشمن رکھتا تھا اور اب آپ سے زیادہ کوئی میرا دوست نہیں اس کے بعد

وہ شامی حاضر خدمت ہوا اور حضرت کے ہاں مہمان رہا یہاں تک کہ وہ نیک عقیدہ رکھنے والا شخص دنیا سے رحلت کر گیا۔ افسوس ہزار افسوس کہ ایسے معجز نما اور صاحبِ اخلاق امام کے ساتھ معاویہ نے کیا کیا سلوک کئے اور ہمیشہ درپئے ہلاکت رہا۔ چنانچہ منقول ہے کہ اسماء حضرت امام حسنؑ کی ایک زوجہ تھی اس سے اس ملعون نے ساز باز کر کے چند مرتبہ حضرت کو زہر دلوایا اور آپ نے رسول خدا کی قربت کی برکت سے شفا پائی۔ آپ تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے چند دن کے لئے موصل چلے آئے۔ آپ کے گھر والے اور اصحاب خاص بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ راوی کہتا ہے کہ شام میں ایک نابینا شخص جو خاندان رسول کا سخت دشمن تھا، رہتا تھا۔ اسے جب معلوم ہوا کہ امام حسنؑ ان دنوں موصل میں ہیں تو وہ آپ کو مارنے کی نیت سے موصل آیا اور آپ کی بیعت کر کے رابطہ بڑھایا۔ اتفاقاً ایک روز حضرت مسجد سے نماز ادا کر کے باہر آئے اور ایک دوکان پر کسی شخص کے پاس داہنا پاؤں بائیں پاؤں پر رکھے ہوئے بیٹھے کچھ حدیثیں بیان فرما رہے تھے۔ ناگاہ وہ نابینا در مسجد سے نکل کر امام حسنؑ کے قریب آیا اور عصا ٹیک کر کھڑا ہوا عصا کی نوک زہر آلود تھی۔ اس نے امام کے پاؤں پر رکھ دی جب اسے معلوم ہوا کہ یہی امام کا قدم مبارک ہے تو پوری طاقت سے عصا کو دبا دیا کہ وہ نوکِ عصا حضرت کے تلوے سے پار ہو گئی۔ جناب امام حسنؑ ایک آہ کھینچ کر بے ہوش ہو گئے۔ پائے اقدس سے خون جاری ہوا اور پایہ مبارک پر زخم آ گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت کے ماننے والوں نے اس دشمن خدا کو گرفتار کر لیا جب حضرت کو ہوش آیا تو فرمایا یہ نابینا کُور باطن ہے اسے چھوڑ دو کہ روز قیامت یہ قاتلان آل محمدؐ میں محشور ہو گا۔ حسب الحکم حضرت کے عقیدت مندوں نے اسے چھوڑ دیا اور درد زخم نے وہ شدت کی کہ آپ بے قرار ہو کر اکثر فرمایا کرتے تھے کہ آہ آہ

میں نے چاہا تھا کہ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہوں مگر جہاں جاتا ہوں مصیبتیں دامن گیر ہوتی ہیں۔ القصہ جراح کو بلا کر زخم دکھلایا۔ اس نے دیکھتے ہی کہا کہ نوک عصا میں زہر تھا جب مومنین نے سنا تو بولے اس کمینے کو خوامخواہ چھوڑ دیا حضرت نے فرمایا بے فکر رہو وہ بدکردار عنقریب اپنے انجام کو پہنچے گا۔ چنانچہ منقول ہے کہ چند دنوں کے بعد حضرت عباسؑ حق شناس موصل میں تشریف لائے دیکھا وہ شقی وہی عصا لئے شہر سے باہر جا رہا ہے۔ آپ نے بڑھ کر اس کا عصا چھین کر وہیں اس کے سر پر ایسا مارا کہ اس کا سر شگافتہ ہو گیا اور غلاموں سے ارشاد فرمایا کہ اس نابکار کا سر قلم کر ڈالو۔ الغرض جب وہاں کے مومنین نے سنا کہ وہ کور باطن و واصل جہنم ہوا تو اس کی نجس لاش کو جلا دیا۔ غرضیکہ اس جراح نے ایسا علاج کیا کہ آپ کی رگوں سے زہر کھینچ لیا اور حضرت بہت جلد شفایاب ہوئے اس کے بعد حضرت واپس مدینہ لوٹ آئے مگر اسماء ملعونہ کے گھر نہ رہے۔
جب مروان بے ایمان نے سنا کہ امام حسنؑ مدینہ میں تشریف لائے ہیں تو وہ زہر جو کہ معاویہ نے روم سے منگوا کر اس کے پاس بھیجا تھا۔ اس نے مالائے مروارید بھی زہر کے ساتھ جعدہ کے پاس روانہ کی اور یہ وعدہ بھی کیا کہ اس کی شادی اپنے بیٹے یزید پلید کے ساتھ کرے گا۔ الغرض ۲۸ صفر ۵۰ھ کی رات آئی تو جعدہ ملعونہ امام حسنؑ کو مارنے کا ارادہ سے وہاں آئی۔ جہاں امام آرام فرما رہے تھے۔ تمام اہل بیتؑ طاہرین امام حسنؑ کے دائیں اور بائیں آرام فرما رہے تھے۔ ایک کوزہ آب سربمہر رکھا تھا اس ملعونہ نے موقعہ پا کر اس کوزہ میں تھوڑا سا زہر ڈال دیا اور اپنے گھر چلی گئی۔ آہ جناب امام حسنؑ نیند سے بیدار ہوئے سب کو جگا کر کہا کہ میں نے ابھی اپنے جد نامدار پدرِ عالی قدر مادرِ غمگسار کو خواب میں دیکھا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا وضو کیلئے پانی لاؤ مگر لیکن حضرت نے سرہانے کے پاس
کوزے کو جو دیکھا تو اس کو اٹھا لیا۔ اس میں پانی تھا۔ آپ نے کچھ پانی پیا حلق سے پانی کا اترنا تھا کہ زہر کے اثر سے ٹکڑے ہو گیا۔ حضرت نے کوزہ رکھ کر فرمایا آہ آہ یہ کیسا پانی ہے جس نے حلق سے اترتے ہی میرے جگر کو پارہ کر ڈالا ہے۔ جب اہل بیتؑ نے حضرت کی یہ حالت بے قراری دیکھی بے اختیار سر و سینہ پیٹنے لگے۔ جب امام حسینؑ نے یہ کیفیت سنی بے تابانہ دوڑے آکر کیا دیکھتے ہیں کہ جناب امام حسینؑ بستر پر تڑپ رہے ہیں اور جناب زینبؑ اور ام کلثومؑ بھائی کے اردگرد بیٹھی رو رہی ہیں۔ جونہی امام معصوم کی نظر بھائی حسینؑ مظلوم پر پڑی بے تابانہ گلے سے لپٹ گئے اور فرمایا اے بھائی اب یہ ہمارا آخری دیدار ہے کیونکہ میں نے ابھی خواب میں اپنے نانا اور والد گرامی کو دیکھا ہے کہ بہشت میں میرا ہاتھ پکڑ کر وہ حضرات ٹہل رہے ہیں اور جد نامدار مجھ سے فرماتے ہیں اے فرزند آپ کو خوش ہونا چاہئے کیونکہ آپ نے دشمنوں کے شر سے نجات پائی ہے۔ آج کی رات تو میرے پاس ہو گا اور دوسری طرف بہشت میں اپنی مادر گرامی کو دیکھا کہ وہ پریشان حالت کے ساتھ میرے پاس کھڑی ہیں اور خازنان بہشت و حوران پاک سرشت صف بہ صف سامنے دست بستہ حاضر ہیں مجھ کو دیکھ کر مادر گرامی نے ارشاد فرمایا کہ اے فرزند قصر زمردی تیرے لئے آراستہ ہے اے جان مادر تو کل کی رات میرے پاس ہو گا۔

پس اے بھائی جان جب یہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہوا تو اسی کوزہ سے میں نے تھوڑا پانی پیا اس نے حلق میں اترتے ہی میرے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا یہ سن کر امام حسینؑ نے چاہا کہ وہ پانی پی کر دیکھیں۔ جناب زینبؑ یہ دیکھتے ہی دوڑیں اور گھبرا کر بھائی پر گر پڑیں۔ امام حسنؑ نے وہ کوزہ امام حسینؑ کے ہاتھ

سے لے کر زمین پر دے مارا۔ راوی کہتا ہے کہ زہر کے اثر سے وہ زمین جوش کھانے لگی اور جوش میں آکر شق ہو گئی۔ امام حسنؑ درد جگر سے ایسے بے قرار تھے کہ کبھی بہنوں پر تکیہ کرتے اور کبھی بھائیوں سے لپٹ جاتے۔ جب صبح ہوئی اور آفتاب نکلا تو آپ کو قئے آئی۔ باختلاف روایات ستریا ایک سو ستر ٹکڑے جگر کے منہ سے طشت میں گرے اور جب آفتاب بلند ہوا تو رنگ مبارک سبز ہو گیا آپ نے اپنے بھائی سے پوچھا کہ میرے چہرہ کا رنگ اس وقت کیسا ہے امام حسینؑ نے کہا اے بھائی اس وقت آپ کا رنگ مائل بہ سبز تھا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا اے بھائی اس وقت مجھے حدیث شب معراج یاد آئی یعنی جب جد نامدار شب معراج بہشت عنبر سرشت میں تشریف لے گئے تھے تو آپ نے دو قصر یاقوت سرخ و زمرد سبز بلاحظہ فرمائے۔ وہ قصر زمردی میرا تھا اور یاقوت سرخ تمہارے لئے ہے تمہارا رنگ تمہارے خون سے سرخ ہو جائے گا اس کے بعد امام حسنؑ نے اپنے دونوں ہاتھ امام حسینؑ کی گردن میں ڈال دیئے اور منہ پر منہ رکھ کر بے اختیار زار و قطار رونے لگے اس وقت یہ کیفیت دیکھ کر وہاں پر موجود سب رونے پیٹنے لگے۔ کثرت بکاء سے محشر برپا ہو گیا پھر حضرت نے اہل بیتؑ طاہرین کو بلا کر ایک ایک کو وداع کیا۔ اپنی بہن ام کلثومؑ سے کہا کہ میرے فرزند قاسمؑ کو جلد بلاؤ جب جناب قاسمؑ حاضر ہوئے تو آپ اپنے فرزند کو گلے سے لگا کر رخساروں پر بوسے دے کر زار و زار رونے لگے۔ قاسمؑ کا ہاتھ امام حسینؑ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا اے بھائی یہ میں اپنا فرزند تمہارے سپرد کرتا ہوں اس پر ہمیشہ مہربانی کی نظر رکھنا اور ہم نے فاطمہ کبریٰ کو اس سے نامزد کیا ہے جب مناسب معلوم ہو اس کی امانت اس کے سپرد کر دینا۔ یہ سن کر امام حسینؑ نے کہا اے برادر آپ کا یہ ارشاد بشرط امکان بجا لاؤں گا حضرات یقین ہے کہ جناب امام حسنؑ نے اپنے فرزند

کو وصیت فرمائی ہو گی کہ اے فرزند دلبند یاد رکھنا اپنے چچا کو اپنا آقا اور امام سمجھنا اور جب کبھی تمہارے مظلوم چچا پر مصیبت کا وقت آئے تو اپنی جان کو جان فاطمہؑ سے عزیز نہ کرنا۔ علی اکبرؑ سے پہلے اپنے چچا پر قربان کرنا اس پر اتنا شور و گریہ و بکاء ہوا کہ در و دیوار لرز رہے تھے۔ پھر امام حسینؑ نے پوچھا کہ آپ کو کس نے زہر دیا ہے ارشاد فرمایا جس نے یہ کام کیا ہے وہ بہت جلد اپنی سزا کو پہنچے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے سامنے رسوا ہو پھر خلوت میں جعدہ کو بلا کر فرمایا کہ او ملعونہ میں نے تجھ سے کیا برائی کی تھی کہ تو نے میرے بچوں کو یتیم کیا' میرے سامنے سے دور ہو تو اپنی مراد کو نہ پہنچے گی۔

مومنین ۲۸ صفر کی رات آئی تو حضرت امام حسنؑ کا حال نہایت متغیر ہوا اور بار بار غش پر غش آنے لگا' ایک افاقہ آیا تو حسرت بھری نگاہ سے تمام اہل بیتؑ سے الوداع کیا اور امام حسینؑ سے فرمایا اے بھائی میں نے سب بھائی بہنوں اور تمام فرزندوں کو تمہارے سپرد کیا ہے' اگر کبھی ان سے کوئی غلطی سرزد ہو تو ہماری خاطر معاف کر دینا۔ پھر کلمہ طیبہ زبان مبارک پر جاری فرمایا اور آسمان کی طرف سے اشارہ کر کے رحلت فرمائی۔ اس کے بعد سب اہل حرم گریہ و ماتم کرنے لگے۔ منقول ہے وفات سے قبل حضرت نے امام حسینؑ سے وصیت فرمائی تھی کہ اے بھائی اگر خونریزی کا خطرہ نہ ہو تو ہماری میت کو ہمارے نانا کے روضہ کے ساتھ دفن کرنا ورنہ جنت البقیع میں دفن کر دینا۔ وصیت کے مطابق امام حسینؑ تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر بنی ہاشم کے چند افراد کے ہمراہ تابوت امام حسنؑ کو روضہ رسول خداؐ کی طرف لے کر چلے اس وقت مروان بے ایمان نے ممانعت کی اور تیر اندازوں کو لے کر سد راہ ہوا اور تیر مارنے لگا کہ ستر تیر تابوت امام حسنؑ میں پیوست ہو گئے اس وقت امام حسینؑ نے کہا بھائی کی وصیت سے

مجبور ہوں ورنہ دشمنان کو رکاوٹ ڈالنے کی قیمت معلوم ہو جاتی۔ بنی ہاشم نے چاہا کہ مروان کو قتل کر دیں۔ حضرت امام حسینؑ مانع ہوئے اور فرمایا میرے بھائی کی وصیت کو ضائع نہ کرو یہ سن کو سب بنی ہاشم خاموش ہو گئے امام حسینؑ وہاں سے تابوت اٹھا کر جنت البقیع میں لائے اور حضرت امام حسنؑ کو دفن کرنے لگے جب لاش اطہر تابوت سے نکالی تو آہ آہ سات تیر امام حسنؑ کے جسم اطہر میں پیوست ہو گئے تھے۔ حضرت نے تابوت توڑ کر تیر نکالے اور میت امام حسنؑ کو وہیں دفن کیا۔ سب بنی ہاشم نے حلقہ باندھ کر گریہ و زاری کی۔ حضرت امام حسنؑ کی وفات کے بعد سات تیر امام کی میت میں پیوست ہو گئے تھے۔ اس پر امام حسینؑ اور دیگر اہل بیت نے رو رو کر اپنا حال تباہ کر دیا۔ آہ وہ برادران دیاوران خیرخواہ کہ روز عاشور اپنے آقا اور برادر کو اس حال میں دیکھتے کہ آپ کے جسم پر اس قدر تیر پیوست ہوئے کہ جس وقت زین سے زمین پر تشریف لائے تو کچھ دیر تک آپ کا جسم تیروں پر معلق رہا اس کے بعد زمین پر آئے۔ گویا امام حسینؑ کا تابوت ہی تیروں کا بن گیا تھا۔ چنانچہ جناب صاحبُ الزمانؑ اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنَ السِّھَامِ نَعْشُہٗ یعنی سلام ہو اس شہید مظلوم پر جس کو تیروں کا تابوت میسّر ہوا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰالِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۲۱

جناب امام حسنؑ علیہ السلام کے فضائل، معجزات اور شہادت۔

☆

رُوِیَ عَنِ الْمَنَاقِبِ عَنْ اَنَسٍ اَنَّهُ قَالَ جَاءَ النَّبِیُّ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَالْحَسَنُ مُتَعَلِّقٌ بِہٖ فَوَضَعَہٗ مُقَابِلَ جَنْبِہٖ وَصَلّٰی

کتاب مناقب میں حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا ایک دن نماز پڑھنے کے لئے تشریف لائے اور امام حسنؑ حضرت کی آغوش میں تھے "حضرت نے امام حسنؑ کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور نماز میں مشغول ہوئے فَلَمَّا سَجَدَ طَالَ السُّجُوْدُ فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ مِنْ بَیْنِ الْقَوْمِ فَاِذَا الْحَسَنُ عَلٰی کَتِفِ رَسُوْلِ اللّٰہِ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت نے سجدہ کیا تو سجدہ کو اس قدر طول دیا کہ میں نے اپنا سر اٹھایا تاکہ معلوم کروں کہ اس بے حد طولانی سجدہ کا مقصد کیا ہے۔ میں نے دیکھا امام حسنؑ رسول خدا کے کندھے پر سوار ہیں۔

فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ لَہُ الْقَوْمُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَقَدْ سَجَدْتَ فِیْ صَلٰوتِکَ ہٰذِہٖ سَجْدَۃً مَا کُنْتَ تَسْجُدُ ھَا کَاَنَّمَا یُوْحٰی اِلَیْکَ جب حضرت نے نماز ادا کر لی تو لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت آپ نے سجدہ کو اتنا طول دیا کہ اتنا طول کبھی نہ دیا تھا۔ شاید اس وقت آپ پر وحی نازل ہوئی ہے۔

[illegible]

[illegible] حضرت نے ارشاد فرمایا کہ وحی نازل نہیں ہوئی تھی مگر میرا حسنؑ میری پشت پر سوار تھا۔ مجھے گوارا نہ ہوا کہ میں اسے اپنی پشت سے اتاروں جب تک کہ وہ خود بخود نہ اترے۔ **حضرات** جناب امیرؑ اور ان کی گیارہ اولادیں نور واحد سے ہیں۔ زہد و عبادت اور علم و حکمت میں سب برابر ہیں ان کے مراتب اور کمالات چھوٹی یا بڑی عمر پر موقوف نہیں۔ چنانچہ امام حسنؑ نے بچپن میں بڑے بڑے مشکل سوالات کے ایسے عمدہ جوابات دیئے کہ علمائے زماں اور حکمائے جہاں دم بخود ہو کر رہ گئے۔ **خرائج** میں منقول ہے کہ جناب امیرؑ کوفہ میں تشریف رکھتے تھے اتفاقاً" ایک شخص آیا اور عرض کی یا امیرالمومنین میں آپ کے اہل شہر اور رعایا میں سے ہوں حضرت نے فرمایا نہ تو میری رعایا میں ہے اور نہ اس شہر کا رہنے والا ہے۔ بلکہ ابن اصفر نے تجھے کچھ سوالات دریافت کرنے کے لئے معاویہ کے پاس بھیجا تھا اور معاویہ نے تجھے میرے پاس بھیجا ہے۔ اس نے عرض کی یا حضرت آپ نے سچ فرمایا واقعی معاویہ نے مجھے خفیہ طور پر آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شخص اس راز سے واقف نہ تھا۔ حضرت نے فرمایا تجھے جو پوچھنا ہو میرے فرزند حسنؑ سے پوچھ۔ وہ شخص حسب ارشاد امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے کہا کہ تو یہ سوال کرنے کی غرض سے آیا ہے کہ حق و باطل میں کتنا فاصلہ ہے اور آسمان و زمین میں کتنا بعد ہے اور مشرق و مغرب کے درمیان کتنی مسافت ہے قوس و قزح کیا شئے ہے اور مؤنث کیا ہے اور وہ دس چیزیں کون سی ہیں کہ ان کا بعض بعض پر غالب ہے۔ اس شخص نے عرض کی یا بن رسول اللہ آپ نے بجا ارشاد فرمایا واقعی میں یہی سوال کرنے کے لئے حاضر ہوا تھا قَالَ الْحَسَنُ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ اَرْبَعُ اَصَابِعَ حضرت نے فرمایا حق

و باطل کے درمیان 4 انگشت فاصلہ ہے یعنی آنکھ اور کان کے درمیان چار انگلیوں کا فرق ہے پس جو چیز تو اپنی آنکھ سے دیکھے وہ حق ہے اور جو امر تو اپنے کان سے سنتا ہے وہ کبھی باطل بھی ہوتا ہے۔

وَبَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ دَعْوَۃُ الْمَظْلُوْمِ مَدَّ الْبَصَرِ آسمان اور زمین کے درمیان مظلوم کی دعا اور نگاہ چشم کے پہنچنے کا فاصلہ ہے **وَبَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ مَسِیْرَۃُ یَوْمِ الشَّمْسِ** مشرق و مغرب کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی کہ سورج صبح سے شام تک طے کرتا ہے۔ **وَالْقَزَحُ اِسْمُ الشَّیْطَانِ** قزح شیطان کا نام ہے پس وہ قوس ارزانی کا نشان اس زمین کے لئے غرق سے امان ہے لیکن مؤنث یعنی جو خنثیٰ جس کے بارے معلوم نہ ہو کہ آیا مرد ہے یا عورت' اس کے بلوغ کا انتظار کیا جائے گا اگر وہ خنثیٰ مرد ہے تو اسے احتلام ہو گا اور اگر عورت ہے احتلام نہ ہو گا اور وہ دس چیزیں کہ ان کا بعض بعض پر غالب ہے۔ پس آگاہ ہو سب مخلوقات خدا سے سخت ترین پتھر ہے اور پتھر سے سخت لوہا ہے کہ پتھر کو کاٹ ڈالتا ہے اور لوہے پر غالب آگ ہے کہ اسے نرم کر دیتی ہے اور آگ پر غالب پانی ہے اور پانی پر غالب بادل اور بادل پر غالب ہَوا اور ہَوا پر غالب وہ فرشتہ ہے کہ جو اسے پھیرتا ہے اور اس فرشتہ پر غالب ملک الموت ہے کہ اس فرشتہ کی روح قبض کرنے والا ہے اور ملک الموت پر غالب موت ہے اور موت پر غالب حکم خدا ہے کہ موت کو دفع کر دیتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے امام حسنؑ نے پچیس حج پاپیادہ کئے اور دو مرتبہ اپنا تمام مال راہ خدا میں تقسیم کر دیا۔ منقول ہے کہ جناب حضرت علی مرتضیٰؑ نے اکیسویں ماہ رمضان کو اس دار فانی سے ملک جاودانی کی طرف انتقال فرمایا اور تمام اہل بیتؑ اور فرزندان امیر المومنینؑ کفن دفن سے فارغ ہوئے تو صبح کو امام حسنؑ

مجتبیٰ نے مسجد میں منبر پر رونق افروز ہو کر ایک خطبہ الٰہی جو کہ حمد الٰہی و درود رسالتمآبؐ پر مشتمل تھا نہایت وضاحت و بلاغت سے ادا فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ **اَیُّھَا النَّاسُ** آج کی رات ہم لوگوں سے وہ بزرگوار تشریف لے گیا کہ گذشتہ لوگوں نے جس کا مثل نہیں دیکھا اور آنے والے قیامت تک اس کی نظیر نہ پائیں گے اور وہ جناب اس رات بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئے ہیں کہ جس رات جناب موسیٰ نے وفات پائی اور اسی رات جناب عیسیٰ آسمان پر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد حضرت کے بہت فضائل بیان فرمائے اپنے پدر بزرگوار کے غم میں آپ اور حاضرین مجلس بہت روئے۔ منقول ہے کہ اس وقت چار ہزار شخص نے آپ کی بیعت کی جب یہ خبر معاویہ کو پہنچی تو ساٹھ ہزار اہل نفاق کو اپنے ساتھ لے کر عراق کی طرف متوجہ ہوا تاکہ امام حسنؑ سے جنگ کرے ادھر امام حسنؑ معاویہ کی آمد کی خبر سن کر کوفہ سے روانہ ہوئے تاکہ جنگ کا دفاع کر سکیں۔ سفر کرتے کرتے دونوں لشکر ایک جگہ پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے مگر اکثر بے وفا کوفی معاویہ سے مل گئے یہاں تک کہ آپ کے لشکر نے حضرت کے گھر کا سارا سامان لوٹ لیا۔ حتیٰ کہ ردائے مبارک دوش مقدس سے کھینچ لی اور وہ مصلیٰ جس پر آپ رونق افروز تھے وہ بھی نیچے سے کھینچ لیا حضرت اپنے لشکر کی بے وفائی دیکھ کر واپس مدائن کو تشریف لے آئے۔ اثنائے راہ میں ابن سنان لعین نے جو کمین میں بیٹھا تھا ایک خنجر حضرت کی ران پر ایسا مارا کہ استخوان مبارک تک اتر گیا۔

اس کے صدمہ سے حضرت نہایت بے حال ہو گئے اور مدائن میں آکر علاج کروایا .. پھر امام صحت یاب ہو گئے راوی کہتا ہے کہ چند مہینوں کے بعد حضرت نے

انصار کی بے وفائی کی وجہ سے معاویہ سے صلح کرکے مدینہ میں سکونت اختیار کی مگر معاویہ نے اپنے عہد کا پاس نہ کیا ہمیشہ ہی ایذاء رسانی پر مستعد رہا۔ امام حسنؑ عبداللہ بن عباس کے مشورہ سے دمشق میں تشریف لے گئے اور معاویہ سے جا کر شکایت فرمانے لگے اس غدار مکار شخص نے اس وقت ظاہری طور پر انکار کیا اور عذر پیش کیا۔ پھر حضرت بڑے اصرار سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے جب وہ موصل پہنچے تو ایک شخص کے گھر قیام فرمایا جو ظاہر میں غلامی کا دعویٰ اور باطن میں جانی دشمن تھا ایک روز اس ملعون نے موقعہ پا کر حضرت کو زہر دے دیا جب اس کے آثار ظاہر ہوئے تو حضرت نے دعا کی جس سے اس کا اثر زائل ہو گیا اور آپ صحیح و سالم ہو گئے۔

اس کے بعد آپ کے چند جانثاروں نے اس ظالم کو قتل کر دیا غرض وہاں سے بھی حضرت مغموم و محزون ہو کر مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ اس وقت مدینہ کا گورنر مروان بن حکم تھا۔ منقول ہے کہ معاویہ نے تھوڑا عرصہ کے بعد زہر ہلاہل کی ایک شیشی مروان کے پاس بھیجی اور خط کے مضمون میں کہا کہ یہ زہر شام اور روم سے منگوایا ہے اگر اس کا ایک قطرہ دریائے عمان میں پڑے تو سب ذی حیات آبی جانور ہلاک ہو جائیں۔ جس طرح بھی ممکن ہو وہ حسنؑ مجتبیٰ کو بلا کر ان کے آباؤ اجداد سے ملحق کر کے میری سلطنت کے مٹ جانے کا خطرہ ہے۔ چنانچہ مروان نے اس وقت کی دلالہ ایسونیہ کے ذریعہ جعدہ بنت اشعث (جو اسماء کے نام سے مشہور تھی) کے نام پیغام بھیجا کہ اگر وہ امام کو زہر دے دے تو بے پناہ انعامات دینے کے ساتھ یزید کی شادی اس سے کرے گا۔ وہ ملعونہ یہ بات سنتے ہی دُنیا کے لالچ میں آگئی اس ملعونہ نے ایک مرتبہ تھوڑا سا زہر شہد میں ملا کر حضرت کو کسی بہانہ سے کھلا دیا۔ آپ تمام دن قئے کرتے رہے اور ساری رات

کرب و بے قراری میں گزاری جب صبح ہوئی تو حضرت نے اپنے جد امجد کے روضہ پر جا کر دعا کی اور شکم مبارک کو مزار اقدس سے مس کیا تو آپ کو افاقہ ہوا پھر چند روز کے بعد اس ملعونہ سے زہر رُطب میں رکھ کر حضرت کو کھلایا۔ اس مرتبہ بھی تکلیف حد سے زیادہ لاحق رہی۔ شام سے سحر تک نالہ و فریاد میں بسر کی اور پھر روضہ اقدس میں جا کر تربت طیبہ سے مس ہو کر شفا پائی بناء بر روایت مشہور اٹھائیسویں صفر پچاس ہجری میں حضرت کا سن اڑتالیس برس کا ہو چکا تھا آپ نے کل دس برس خلافت کی۔ جعدہ ملعونہ نے دودھ میں وہی زہر ہلاہل ملا کر حضرت کو پلا دیا اور حضرت نے پیاس کی وجہ سے بلا تامل نوش کیا۔ اس زہر کو پیتے ہی جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگے اس وقت حضرت نے اس ملعونہ نے فرمایا اے دشمن خدا اللہ کی تجھ پر لعنت ہو تو نے مجھے ناحق قتل کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت کو متواتر خون کی قئے آنے لگی اور جگر اقدس ٹکڑے ٹکڑے ہو کر منہ سے نکلنے لگا۔ جب حضرت کا حال نہایت متغیر ہوا تو گذشتہ انبیاء و اوصیاء کے تبرکات جو کہ حضرت امیر نے آپ کو سپرد کئے تھے وہ آپ نے امام حسینؑ کے حوالے کئے اور دونوں بھائی گلے سے مل کر کافی دیر تک روتے رہے پھر حضرت نے زبان پر کلمہ شہادت جاری کیا اور جنت کی طرف رحلت فرمائی اس وقت اہل بیتؑ رسول میں عجیب قیامت بپا ہوئی الغرض جناب امام حسینؑ نے خود بہ نفس نفیس اپنے بھائی کو غسل دیا اور حنوط و کفن سے فارغ ہو کر جناب امام حسینؑ اور سب بھائی روتے پیٹتے نعش اقدس کو لے کر روضہ رسول کی طرف لے چلے لیکن مروان اور ایک ظالم نے حضرت کو وہاں دفن ہونے نہ دیا۔ بالاخر امام حسینؑ نے مجبور ہو کر جنت البقیع میں دفن کر دیا۔

حضرات جناب امام حسنؑ نے جب دنیا سے رحلت فرمائی تو سب

سعادتمندوں نے حضرت کی تجہیز وتکفین اور تشییع جنازہ کی مگر افسوس کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو آپ کی لاش کئی دنوں تک کربلا کی گرم ریت پر پڑی رہی۔ آپ کے عزیزوں میں کوئی ایسا نہ تھا جو ان لاشوں کو دفن کرتا۔ البتہ جو وارث تھا وہ چند بی بیوں اور یتیم بچوں سمیت اسیر ہو کر کوفہ و شام کی طرف روانہ ہو چکا تھا ادھر مخدّرات عصمت کے ہاتھ رسیوں میں بندھے ہوئے تھے سروں پر چادر نہ تھی۔ بیٹوں اور بھائیوں کے قاتل جب ان بیبیوں کے سامنے سے گذرتے تو فخر کے ساتھ کہتے کہ ہم نے فلاں شہزادے کو قتل کیا ہے آخرُ الامر بنی اسد کی چند عورتوں اور مردوں نے رحم کھا کر کئی دنوں کے بعد جب اعدائے دین کا لشکر دور چلا گیا تو انہوں نے امام حسینؑ اور دیگر شہداء کی لاشوں کو دفنا دیا صاحبُ الامر اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ تَوَلّٰی دَفْنَہٗ اَھْلُ الْقُرٰی یعنی میرا سلام ہو اس غریب و بے کس پر جس کو اہل قریہ نے رحم کھا کر دفن کیا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۲۲

امام حسنؑ کے فضائل اور معجزات اور روضۃ الصفاء کی چند روایات ۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا نے امام حسنؑ کو اپنے دوش مبارک پر سوار کیا تو ایک شخص نے کہا نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا غُلَامُ یعنی اے بچے تیرا کیا اچھا مرکب ہے کہ جس پر تو سوار ہوا یہ سن کر جناب رسول خدا نے ارشاد فرمایا نِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ اے شخص تو نے مرکب کی تعریف کی اور سوار کی کچھ تعریف نہ کی بلکہ یہ کہو کہ سوار کیا اچھا ہے حضرت کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ جناب امام حسنؑ ایک جگہ پر تشریف رکھتے تھے۔ حضرت کے سامنے ایک قصاب مادہ گائے لئے ہوئے گزرا۔ حضرت نے حاضرین سے فرمایا کہ اس کے شکم میں مادہ بچہ ہے اور اس کی پیشانی پر سفید ٹیکا ہے اور اس کی دم کا سرا سفید ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم قصاب کے ساتھ گئے جب اس نے گائے کو ذبح کیا تو اس کے شکم سے اس طرح کا بچہ نکلا پس ہم نے یہ اعجاز دیکھ کر امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا یا بن رسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نہیں فرمایا ہے کہ خدا ہی اسے جانتا ہے کہ رحم میں نر ہے یا مادہ پس آپ کو کیسے پتہ چلا حضرت نے فرمایا جو چیز پوشیدہ اور مخفی ہے اور یقیناً ہونے والی ہے اس پر کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل مطلع نہیں ہے اس کو محمدؐ و آل محمدؐ ہی جانتے ہیں اور اس کا علم انہیں حاصل ہے۔ حضرات افسوس صد افسوس کہ

ایسے معجز نمائے خلق کو معاویہ نے زہر سے شہید کرا دیا چنانچہ روضۃ الصفا کے مصنف جو کہ سُنّی المذہب ہیں نے اپنی کتاب میں صاف صاف لکھا ہے کہ جب معاویہ نے امام حسنؑ سے صلح کی تھی تو یہ طے پایا تھا کہ معاویہ کے مرنے کے بعد خلیفہ کا تعین امام حسنؑ کے مشورہ کے بغیر نہ ہو گا یعنی جس کو آپ خلیفہ مقرر کریں وہی قابل قبول ہو گا۔ اس معاہدہ کو چند روز گزرے تھے کہ معاویہ کے دل میں خیال آیا کہ بہتر یہ ہے کہ یزید کو خلیفہ مقرر کر دیا جائے اور روساء اور مشاہیر سے بیعت لے کر اقتدار کا مسئلہ حل ہی کر لیا جائے۔ لیکن اسے یقین تھا کہ امام حسنؑ کی موجودگی میں یہ کام نہ ہو گا اس لئے کہ اس نے سوچا کہ امام حسنؑ کو پہلی فرصت میں قتل کر دیا جائے تا کہ خلافت یزید برقرار رہے اور کسی قسم کا خطرہ بھی لاحق نہ ہو۔ آخرکار اس نے مروان بن حکم کو انعام و اکرام دے کر جعدہ بنت اشعث کے پاس مدینہ بھیجا اور پیغام بھیجا کہ جتنی جلدی ہو سکے امام حسنؑ کو زہر دے کر قتل کر دے اس کے بعد تیرا نکاح یزید کے ساتھ کر دیا جائے گا بالآخر وہی ہوا جو کہ اس بدطینت عورت سے ہونے کی توقع تھی۔ امام علیہ السلام کو زہر دیا اور آپ نے زہر کے اثر سے شہادت پائی۔ اس کے بعد معاویہ نے پچاس ہزار درہم جعدہ کے پاس بھجوائے اور یزید سے کہا کہ وہ اس سے عقد کرے۔ لیکن یزید لعین نے کہا جب اس نے رسول خدا کے بیٹے کے ساتھ وفا نہ کی تو مجھ سے کیا وفا کر سکتی ہے۔ یزید نے اپنے مصاحبوں کو حکم دیا کہ وہ شادی کے بہانے سے جعدہ کو لے آئیں جب جنگل میں پہنچیں تو اس کے بالوں کو اونٹ کی دم سے باندھ کر جنگل میں چھوڑ دیا جائے چنانچہ ایسا ہوا وہ واصل جہنم ہوئی بعض مورخین نے کہا کہ جعدہ نے حضرت امام حسنؑ کو تین مرتبہ زہر دیا آپ نے آخری مرتبہ زہر کے اثر ہی سے شہادت پائی لکھا ہے کہ جب حضرت کی رحلت کا وقت

قریب پہنچا تو امام حسینؑ حضرت امام حسنؑ کے پاس آئے عرض کی اے بھائی آپ کو کس نے زہر دیا ہے۔ خدانخواستہ اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو میں اس سے قصاص لوں گا۔

امام حسنؑ نے فرمایا اے بھائی اگر میرا گمان واقع کے مطابق نہ ہو تو یہ کھلی گمراہی اور عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے بعد قتل عام ہو' روضتہ الصفا میں لکھا ہے کہ امام حسنؑ نے فرمایا جب میں دار دنیا سے کوچ کر جاؤں تو مجھے نانا کے قرب میں دفن کرنا۔ بشرطیکہ خونریزی نہ ہو اگر جنگ و جدل کا خطرہ ہو تو بقیع میں دفن کر دینا چنانچہ امام علیہ السلام جب شہید ہوئے تو امام حسینؑ جنازہ روضہ رسول پر لے کر آئے اور حضرت کی قبر کے نزدیک قبر کھودنے لگے تو یہ خبر مروان وغیرہ کو پہنچی تو انہوں نے آکر منع کیا مومنین میں سے کچھ لوگوں نے اونٹ پر سوار ایک عورت سے کہا جو امام کو دفن نہ کرنے پر زور دے رہی تھی کہ اے عورت ایک دن تو ایک امام سے جنگ لڑنے کو آئی تھی آج بھی اونٹ پر بیٹھ کر جنازۂ فرزند رسول پر جھگڑا کھڑے کرنے آئی ہے۔ اور ان کو دفن نہیں ہونے دیتی غرض ہرچند کوشش کی مگر کچھ اثر نہ ہوا آخر آدمی دو فرقوں میں بٹ گئے۔ اور آپس میں تیر مارنے لگے یہاں تک کہ کئی تیر حضرت کے جنازہ پر لگے۔ امام حسینؑ نے جب یہ حال دیکھا تو اپنے بھائی کی وصیت کے مطابق ان کے جنازہ کو بقیع میں لا کر دفن کیا۔ صاحب روضتہ الشہداء نے لکھا ہے کہ مورخین اور راویان اخبار معتبرین نے یوں بیان کیا ہے کہ جب حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے انتقال فرمایا تو حسنؑ بن علیؑ منبر پر تشریف لائے اور ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو آج کی رات وہ شخص اٹھ گیا ہے جس کی نہ گذشتہ لوگوں میں نظیر تھی اور نہ آنے والے لوگوں میں اس

جیسا کوئی ہو گا اس نے ہمیشہ ہی لوگوں کو دین خدا کی طرف دعوت دی اور میں بھی آپ کو راہ ہدایت کی طرف بلاتا ہوں یہ خطبہ سن کر بہت سے آدمی اکٹھے ہو کر حضرت کی بیعت کرنے لگے۔ چنانچہ قیس بن عبادہ انصاری وغیرہ چالیس آدمیوں نے امام حسنؑ کی بیعت کی۔

جب معاویہ کو امیرالمومنینؑ کی شہادت کی خبر پہنچی تو علاقے پر قبضہ حاصل کرنے کی غرض سے ساٹھ ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب امام حسنؑ کو معلوم ہوا آپ چالیس ہزار کا لشکر لے کر آگے بڑھے تا کہ معاویہ کو ظلم و بغاوت سے منع کریں۔ آپ نے دَیر عبدالرحمٰن میں نزول فرمایا اور قیس بن سعد کو بارہ ہزار سوار دے کر مقدمہ لشکر مقرر کیا جب ساباط ' یمن ' مدائن میں پہنچے تو اس جگہ توقف کیا تا کہ آدمی اور چوپائے آرام کر لیں۔ حضرت کے توقف کرنے سے سب لشکر والوں نے سمجھا کہ امام حسنؑ ارادہ جنگ نہیں رکھتے کیونکہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میری کسی سے ذاتی دشمنی اور خصومت نہیں ہے۔

میں امن و سلامتی اور مسلمانوں میں اتحاد چاہتا ہوں۔ مجھے تفرقہ اور اختلاف سے سخت نفرت ہے کیونکہ اس سے معاشرہ کا سکون تباہ ہو جاتا ہے۔ ابھی آپ یہ باتیں کر رہے تھے کہ آپ کے لشکر کے کچھ افراد نے آپ کے خلاف بغاوت شروع کر دی' حملہ کر کے خیمہ میں جو سامان پڑا تھا لوٹ لے گئے یہاں تک کہ جس بچھونے پر بیٹھے تھے اس کو بھی نیچے سے گھسیٹ لیا۔ جب آپ نے لشکر کی بے وفائی ملاحظہ فرمائی تو مدائن کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں جراح کا قبیط ہندی جو کہ حضرت کی تاڑ میں چھپا ہوا تھا اس نے حضرت کے پاؤں پر تلوار ماری جس سے آپ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اسی حالت میں آپ کو

جراح کے پاس لایا گیا۔ اس نے علاج کیا اور آپ کو شفا ملی۔ اس کے بعد آپ نے سوچا کہ یہ کوفہ والے کس قدر بے وفا ہیں انہوں نے جو سلوک میرے بابا کے ساتھ کیا تھا وہی سلوک میرے ساتھ کر رہے ہیں چنانچہ حالات کی بے رخی اور زمانہ کی ستم ظریفی کو دیکھ کر کچھ شرائط کے تحت معاویہ کے ساتھ صلح کر لی۔

بعض روایات میں لکھا ہے کہ ایک روز امام علیہ السلام روزہ میں تھے افطار کے وقت دولت سرا پر تشریف لائے۔ گرمی کی شدت کے باعث آپ کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ جعدہ نے وقتِ غنیمت جان کر دودھ میں زہر ملا دیا اور حضرت کے سامنے لائی۔ آپ نے شدت پیاس میں اس دودھ کو نوش فرمایا۔ زہر نے اپنا اثر فوراً دکھلا دیا جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر منہ سے باہر نکلنے لگے۔ آپ نے جعدہ سے فرمایا کہ اللہ کی تجھ پر لعنت تو نے مجھے ناحق قتل کیا ہے خدا تجھے قتل کرے۔

امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب امام حسنؑ کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو حضرت رونے لگے۔ کسی نے عرض کی اے فرزند رسول تعجب ہے آپ اس وقت رو رہے ہیں آپ سے زیادہ رسول خدا سے کوئی قربت نہیں رکھتا اور جو کچھ رسول اکرمؐ نے آپ کے فضائل و مناقب میں ارشاد فرمایا ہے وہ سب پر عیاں ہیں۔

اور آپ نے بیس حج پا پیادہ کئے ہیں اور اپنا تمام مال راہ خدا میں تین مرتبہ تقسیم کر دیا ہے یہاں تک کہ نعلین بھی پائے مبارک سے اتار دیئے یہ سن کر حضرت نے فرمایا کہ اس وقت دو سبب ہیں۔ ایک خوف الٰہی ہے اس سے بہرحال ڈرنا چاہیئے۔ دوسرا دوستوں اور عزیزوں کی جدائی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ دفعتہ"

چہرہ اقدس زرد ہو گیا اور دم رکنے لگا۔ امام حسینؑ تشریف لائے اور یہ حال دیکھ کر رونے لگے اور اپنے آپ کو مسموم بھائی پر گرا دیا۔ اور منہ پر منہ ملنے لگے، پیشانی اقدس کے بوسے لینے لگے۔ اس کے بعد امام حسینؑ نے کہا اے بھائی آپ کا کیا حال ہے حضرت نے فرمایا افسوس کہ یہ وہ وقت ہے جب میں آپ سے جدا ہو رہا ہوں۔ اگر دنیا دار فانی نہ ہوتا تو میں آپ سے کبھی جدا نہ ہوتا۔ پھر امام حسنؑ نے بھائی سے وصیت فرمائی اور اسم اعظم اور تبرکات انبیاء سلف امام حسینؑ کے سپرد کئے اور فرمایا اے بھائی جب میرے بدن سے روح مفارقت کر جائے تو آپ ہی مجھے غسل دینا، حنوط کرنا اور کفن پہنانا اور میرا جنازہ اٹھا کر نانا جان کے روضہ اقدس پر لے جانا اور ان کے پہلو میں دفن کر دینا اگر کوئی آپ کو منع کرے اور جھگڑا کرے تو میرے جنازہ کو اٹھا کر بقیع میں لے جانا اور مجھے ماں فاطمہ زہراؑ کے پہلو میں دفن کر دینا۔ اس کے بعد دونوں بھائی گلے مل کر کافی دیر تک روتے رہے پھر امام حسنؑ نے زبان مبارک پر کلمہ شہادت جاری کیا اور جنت کی طرف رحلت فرمائی۔ اس وقت امام حسنؑ کے گھر عجب قیامت بپا تھی۔ حسبُ الارشاد امام حسینؑ نے اپنے بھائی کو غسل دیا اور حنوط کیا اور کفن دے کر جنازہ مرقد رسول خدا کی طرف لے چلے۔ ناگاہ ایک ظالموں کا ٹولہ نمودار ہوا جس نے امام حسنؑ کو ان کے نانا کے جوار میں دفن نہ ہونے دیا۔

بنی امیہ نے اس قدر تیر مارے کہ اس مظلوم مسموم امام کی لاش سے ستر تیر نکلے یہ ظلم دیکھ کر بنی ہاشم کے نوجوانوں نے چاہا کہ ان ظالموں کو قتل کر دیں۔ مگر امام حسینؑ نے فرمایا اللہ اللہ میرے بھائی کی وصیت ضائع نہ کرو اور جنازہ کو قبرستان بقیع کی طرف لے چلو۔ اس لئے کہ حضرت نے مجھ سے قسم لی تھی کہ

اگر کوئی میرے جنازے کو جوارِ پیغمبر میں دفن نہ ہونے دے تو تم ہرگز اس سے لڑائی نہ کرنا اسی وقت میرے جنازہ کو بقیع میں لے جا کر ماں کے جوار میں دفن کر دینا۔ یہ سنتے ہی سب بنی ہاشم لڑنے سے باز رہے اور ناچار جنازہ بقیع میں لے گئے اور حضرت کو وہاں دفن کر دیا۔ **حضرات** سنا آپ نے کہ ظالموں نے زہر دینے کے بعد مسموم امام کی میت پر تیر برسائے اور ان کو نانا کے جوار میں دفن نہ ہونے دیا۔ اب مومنین امام حسینؑ کے حال پر بھی گریہ فرمائیں کہ روز عاشور اعدائے دین نے امام مظلوم کے بدن اقدس پر اس قدر تیروں کی برسات برسائی کہ آپ کا تمام بدن چور چور ہو گیا۔

فَاَصْبَحَ مَوْلَانَا الْحُسَیْنُ کَقُنْفُذٍ
عَلَیْہِ جِرَاحَاتٌ بِہَا الدِّیْنُ یُثْلَمُ

چنانچہ شاعر کہتا ہے کہ حضرت کے بدن پر اس قدر تیر لگے کہ تمام جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تیروں تلواروں پتھروں کے زخم اتنے تھے کہ ان کو شمار کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ خدا جانے اس مظلوم کی مظلومہ بہن پر اس وقت کیا گزری ہو گی جب سب کچھ لٹا کر اس "رسن بستہ" نے بے پردہ اونٹوں پر سوار ہو کر بھائی کی لاش پر آئی ہو گی۔ تو کس حال سے اور کس زبان سے الوداع کیا ہو گا۔ جب بی بی نے تیروں، پتھروں اور تلواروں میں چھپی ہوئی بھائی کی لاش کو دیکھا تو حسرت بھری نگاہ سے کہنے لگی اَاَنْتَ اَخِی الْحُسَیْنُ کیا میرا بھائی حسینؑ تو ہے اَنْتَ ابْنُ اُمِّیَ الزَّہْرَاء کیا میرا ماں جایا حسینؑ تو ہے۔

مجلس نمبر ۲۳

فضائلِ گریہ امام حسینؑ کی تاریخِ ولادت باسعادت حضرت کا حکم خدا سے ایک مومنہ کو زندہ کرنا، ولید کا امام عالی مقام کو طلب کرنا، آپ کا اپنے انصار و اقرباء کو اپنے ساتھ لے کر جانا، معاویہ کی ہلاکت اور یزید کا امام سے بیعت طلب کرنا، امام عالی مقام کا نانا رسولِ خدا اور ماں زہرا کی قبر پر آخری الوداع کرنا

☆

قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ بَكٰى عَلَى الْحُسَيْنِ اَوْ اَبْكٰى اَوْ تَبَاكٰى وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو مومن امام حسینؑ کی مصیبت پر روئے یا کسی کو رلائے یا رونے کی شکل بنائے تو ان سب پر جنت واجب ہے **كُلُّ عَيْنٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الْاِعْيُنُ بَكَتْ عَلَى الْحُسَيْنِ فَاِنَّهَا ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ بِنَعِيْمِ الْجَنَّةِ** امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا روز قیامت وہ ہولناک دن ہو گا کہ جس کے خوف سے تمام اہل محشر روئیں گے۔ مگر جو مومن دار دنیا میں امام حسینؑ کی مصیبت پر رویا ہو گا وہ اس روز بادیدۂ خنداں محشور ہو گا۔ اسے نعیم جنت کی خوشخبری دی جائے گی کتاب کتاب **بحار الانوار** میں مناقب شہر آشوب ہے۔ اس طرح منقول ہے کہ شہزادۂ کونین امام حسین علیہ السلام بروز جمعرات یا بروز منگل پانچویں ماہ شعبان کہ چار سال ہجرت نبوی کو گذرے تھے۔ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے کتاب **دروس** میں شہید اول رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام حسینؑ کی ولادت با سعادت ربیع الاول کے آخری

ہفتہ میں کہ تیسرا سال ہجری تھا، مدینہ منورہ میں واقع ہوئی بعض روایات میں وارد ہے کہ آپ بروز جمعرات ۱۳ تاریخ ماہ رمضان دوسری روایت میں ہے آپ پانچویں تاریخ شعبان کو پیدا ہوئے بعض علماء نے لکھا ہے کہ تیسری شعبان اور بعض نے نقل کیا ہے کہ پانچویں تاریخ جمادی الاولیٰ کو اس نور خدا نے اس عالم ظلمانی کو منور کیا۔

ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ **زاد المعاد** میں جناب شہید کربلا کی تاریخ ولادت ۳ شعبان تحریر فرمائی ہے۔ شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے ۵ شعبان لکھی ہے۔ اگرچہ آقائے کونین امام حسینؑ کے معجزات شمار سے باہر ہیں۔ ان میں سے ایک معجزہ کتاب خرائج الجرائح سے نقل کر کے یہاں پر بیان کئے دیتے ہیں۔ یحیٰ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں امام حسینؑ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا ناگاہ ایک جوان روتا ہوا آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی مولا میری ماں مر گئی اور مال چھوڑ گئی ہے۔ لیکن کچھ وصیت نہیں کی حضرت نے حاضرین محفل سے فرمایا اٹھو اس مومنہ کے گھر چلیں۔ جب حضرت اس کے گھر پر پہنچے دروازہ پر کھڑے ہو کر اس ضعیفہ کے زندہ ہونے کی دعا کی ابھی دعا مکمل نہ ہوئی تھی کہ وہ مومنہ اٹھ بیٹھی اور زبان پر کلمہ شہادت جاری کیا۔ جب اس کی نظر حضرت کے جمال عدیم المثال پر پڑی تو سلام عرض کرنے کے بعد کہنے لگی اے فرزند رسول آپ تشریف لائے ہیں اگر کوئی ارشاد ہے تو فرمائیے۔ آپ اس مومنہ کے قریب تشریف لے گئے اور اس سے ارشاد فرمایا کہ تجھ کو اپنے بارے میں وصیت کرنی ہو تو بیان کر تا کہ تیرے بعد اس پر عمل کیا جائے اس نے عرض کی کہ میرے مال کا تہائی حصہ آپ کے اختیار میں ہے جس طرح سے چاہیں تقسیم فرمائیں اور دو تہائی مال میرے اس بیٹے کا ہے بشرطیکہ وہ آپ کا سچا محب ہو اگر یہ

حضرت کا مخالف ہو تو یہ بھی مال حضور کا ہے جسے چاہیں عنایت کریں۔ اس لیے
کہ مال مومن میں مخالف کا کچھ حق نہیں پھر عرض کی یا حضرت آپ میری نماز
جنازہ پڑھائیں اور اپنے دست مبارک سے میری تجہیز و تکفین کریں یہ کہہ کر وہ
عورت مرگئی افسوس ہزار افسوس ایسے معجز نما امام کو اشقیاء نے وطن میں نہ رہنے دیا
اور روضۂ رسولؐ اور قبرِ بتولؑ سے چھڑایا **مقتل ابو مخنف اور ارشاد شیخ اور**
لہوف وغیرہ میں منقول ہے کہ معاویہ ملعون ۱۵ رجب ۶۰ھ کو واصل جہنم ہوا
اس کا بیٹا یزید مسند حکومت پر براجمان ہوا اس نے باپ کی وصیت کے مطابق ولید
بن عتبہ جو کہ حاکم مدینہ تھا کے نام خط لکھا باپ کے مرنے کی خبر دینے کے ساتھ
اس نے اس امر پر زور دیا کہ جتنا جلدی ممکن ہو امام حسینؑ سے بیعت لے اگر وہ
انکار کریں تو بلا تامل ان کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دے یہ خط پاتے ہی ولید
نے ایک شخص کو امام حسینؑ کی خدمت میں روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ آپ اسی
وقت تشریف لائیں جب ولید کا پیغام حضرت کو ملا تو آپ علم امامت سے فوراً جان
گئے اور قاصد سے فرمایا کہ تم چلو ہم آتے ہیں جب وہ چلا گیا تو حضرت نے عزیز و
انصار کو حکم دیا کہ تم سب ہتھیار لگا کر میرے ساتھ ولید کے پاس چلو اس وقت
حضرت عباسؑ اپنے بھائیوں سمیت اور علی اکبرؑ، قاسمؑ، فرزندان مسلمؑ بن عقیلؑ اور
سب انصار مسلح ہو کر حاضر ہوئے۔ آپ بتیس مسلح جان نثار ہمراہ لے کر دروازہ
ولید پر پہنچے۔ وہاں پر آپ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ دروازہ پر ٹھہرے رہو
میں تنہا ولید کے پاس جاتا ہوں لیکن جس وقت تم میری آواز بلند سنو تو فوراً اندر
چلے آنا آپ یہ حکم دے کر بنفس نفیس مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ ولید
دیکھتے ہی مسند چھوڑ کر کھڑا ہو گیا اور حضرت کو احتراماً مسند پر بٹھایا اس وقت
مروان لعین بھی ولید کے پاس موجود تھا۔ ولید نے پہلے معاویہ کی ہلاکت کی خبر
سنائی۔ پھر نامہ ولید پڑھ کر سنایا اور بیعت کا مطالبہ کیا جب حرف بیعت آیا حضرت

نے فرمایا اے ولید بھلا یہ ممکن ہے کہ حسینؑ جو کہ فرزند رسول ہے وہ یزید جیسے
فاسق و فاجر آدمی کی بیعت کرے پھر آپ نے فرمایا یہ رات کا وقت ہے کل صبح
تم بھی غور و تامل کرو ہم بھی سوچتے ہیں کہ ہم میں سے کون لائق
خلافت ہے۔ یہ فرما کر تلوار کو زمین پر ٹیک کر اٹھ کھڑے ہوئے ابھی چند قدم
چلے تھے کہ مروان ملعون نے ولید سے کہا اے ولید کیا کرتا ہے اگر اس وقت
حسینؑ تیرے قبضہ سے نکل گئے اور بیعت نہ کی تو خدائے عزوجل کی قسم تو پھر
بھی نہیں کریں گے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ اس وقت ان کو اپنے محاصرہ میں لے لو اگر
بیعت کر لیں تو فبہا ورنہ انہیں قتل کر دو اور ان کا سر کاٹ کر یزید کی طرف بھجوا
دیں **راوی کہتا** ہے کہ حضرت نے مروان کی بے ہودہ گفتگو سن کر فرمایا اے
ولدالزنا تو میرے قتل پر ولید کو اکساتا ہے۔ تُو تو جھوٹا اور مکار شخص ہے کس کی
جرات کہ مجھے قتل کر سکے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں مومنوں کے قاتل
فاسق و فاجر یزید کی بیعت کروں۔ جب آپ کی آواز بنی ہاشم کے جوانوں نے سنی تو
دروازہ توڑ کر اندر چلے آئے حضرت عباسؑ اور حضرت علی اکبرؑ کی تلواریں ولید
اور مروان کی گردنوں پر لہرانے لگیں ان کے علاوہ عزیز و انصار نے بھی میان سے
تلوار کھینچی ہوئی تھی قریب تھا کہ ان ملعونوں کی گردنیں اڑا دی جائیں مگر حضرت
نے اپنے جانبازوں کو منع کیا اور فرمایا کہ ہم اہل بیتؑ رسول ہیں ہمیں مناسب
نہیں کہ جنگ کی ابتداء کریں جب تک ہمارا دشمن جنگ کی ابتداء نہ کرے آپ
خاموش رہے اس کے بعد آپ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ **راوی کہتا** ہے کہ
حضرت جب سے ولید ملعون کے پاس گئے تھے زینبؑ، ام کلثومؑ، رقیہؑ، ام ربابؑ،
سکینہؑ اور فاطمہ صغریٰؑ گھبرائی پھرتی تھیں کبھی ڈیوڑھی پر جاتی تھیں اور کبھی صحن خانہ

میں آ گئی تھیں اور زار و قطار رو رہی تھیں ۔ آپ دروازے کے پیچھے کھڑی ہوئی بہن زینبؑ اور بیٹی سکینہؑ کو گلے سے لگا کر رونے لگے فرمایا اے زینب اے سکینہ صبر کرو ابھی تو پہلی مصیبت ہے۔ راوی کہتا ہے اس وقت حضرت کے گھر میں کہرام بپا تھا۔

فلما جن اللیل جاء علی قبر جدہ باکیا حزینا راوی کہتا ہے کہ اسی رات حضرت روتے ہوئے روضہ رسول خدا پر آئے **فقال السلام علیک یا رسول اللہ انا الحسین بن فاطمۃ فرخک و ابن فرختک الذی خلفتنی فی امتک** عرض کی سلام آپ پر اے رسول خدا میں آپ کا نواسہ حسینؑ ہوں اور تمہاری بیٹی فاطمہ زہراؑ کا بیٹا ہوں اور میں وہ ہوں کہ جس کو آپ اپنے کندھوں پر سوار کرتے تھے اور آپ نے مجھے امانت کے طور پر اپنی امت کو سونپا تھا **فیا جداہ قد خذلونی و ضیعونی ولم یحفظونی** آگاہ ہو اے نانا آپ کی امت نے میرا ذرا بھر لحاظ نہ کیا اور مجھ کو بے حد ستایا یہاں تک کہ مجھے مدینہ میں نہیں رہنے دیتے اب میں آپ سے رخصت ہونے کو آیا ہوں یہ فرما کر امام حسینؑ دیر تک روتے رہے اسی اثناء میں حضرت کی آنکھ لگ گئی۔ **و اذ برسول اللہ و معہ جماعۃ من الملائکۃ** ناگاہ خواب میں جناب رسول خدا کو دیکھا کہ ان کے ہمراہ فرشتے روتے چلے آ رہے ہیں **حتی ضم الحسین الی صدرہ و قبل ما بین عینیہ و قال** یہاں تک کہ امام حسینؑ کے قریب آئے اور ان کو اپنی چھاتی سے لگایا اور پیشانی کو چوم کر فرمایا **یا حبیبی یا حسین کانی اراک عن قریب مرملا بدمائک مذبوحا بکربلا** اے میرے حبیب اے میرے حسینؑ گویا میں دیکھتا ہوں کہ تو اپنے خون میں لوٹ رہا ہے اور قوم اشقیاء تجھے قتل کرنا چاہتی ہے **وانت مع ذلک عطشان لا تسقی و ظمآن لا تروی** تو اس وقت پیاسا ہے اور پانی مانگتا ہے کوئی

رحم نہیں کھاتا اور پانی نہیں دیتا ۔ اے فرزند علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ ہم سب تیرے مشتاق ہیں آنے میں دیر نہ کرو **وان لک فی الجنۃ لدرجات لن تنالھا الا بالشھادۃ** اے حسینؑ اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے بہشت میں بہت اعلیٰ درجے مقرر کئے ہیں لیکن ان کا حصول تیری شہادت پر موقوف ہے **فجعل الحسین ینظر الی جدہ و یقول** یہ سن کر امام حسینؑ اپنے نانا کی طرف دیکھ کر رونے لگے اور عرض کی **یا جداہ لا حاجۃ لی فی الرجوع الی الدنیا** اے نانا اب مجھے دنیا کی طرف جانے کی کوئی حاجت نہیں ہے مجھے اپنی قبر میں لے لیں اشقیاء نے مجھے بہت ستایا ہے **فقال لہ رسول اللہ لا بد لک من الرجوع الی الدنیا حتی ترزق الشھادۃ** جناب رسول خدا نے ارشاد کیا اے نور چشم ضروری ہے کہ تو دنیا میں جائے اور ظالموں کے ہاتھوں شہادت پائے **فانتبہ الحسین من نومہ فزعا مرعوبا** امام حسینؑ یہ خواب دیکھ کر روتے ہوئے بیدار ہوئے اور اہل بیتؑ کو خواب سنایا اس کے بعد اہل بیت اطہار میں کہرام بپا ہوا **ثم جاء علی قبر امہ فاطمۃ الزھراء** پھر جناب امام مظلوم نہایت حزن و ملال کے ساتھ قبر زہراء پر آئے اور عرض کی **یا اماہ لقد اھجرنا من جوارک** اماں جان سخت ناچار ہوں بنی امیہ مجھے آپ کے جوار سے چھڑا رہے ہیں۔ حضرت یہ کہہ رہے تھے کہ جناب زینبؑ روتی ہوئیں تشریف لائیں اور قبر زہراء سے لپٹ کر کہنے لگیں **یا اماہ اما سمعت حال کتابۃ یزید** اے اماں کچھ سنا آپ نے کہ یزید نے تمہارے بیٹے حسینؑ کو کیا لکھا ہے کہ اگر بیعت کرے تو ٹھیک ورنہ اس کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دے اس لئے ناچار بھائی وطن چھوڑ رہے ہیں۔ جناب امام حسینؑ جناب زینبؑ کو گھر میں لائے اور سفر کی تیاری میں مشغول ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ جب حضرت کو یقین ہوا کہ بلائے عظیم نازل ہونے والی ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ کو میرا امتحان منظور ہے تو فرمایا دیکھئے اس امتحان میں ثابت قدم رہتا ہوں یا نہیں۔ جب صبح ہوئی آپ روضہ

رسول حضرت فاطمہ زہراؑ اور قبر حسنؑ مجتبیٰ سے رخصت ہوئے اور اپنے اہل بیت اطہارؑ اعوان و انصار کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے آیہ کریمہ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ تلاوت فرما رہے تھے یعنی اے پروردگار عالم مجھے ظالموں کے ہاتھ سے نجات دے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ۔

مجلس نمبر ۲۴

معاویہ کی ماں کا خواب دیکھنا اور رسولِ خدا کا تعبیر بتانا، امام حسینؑ کی مدینہ سے روانگی اور آپ کی جدائی میں تمام اہلِ بیتؑ کا گریہ کرنا

☆

رُوِیَ اَنَّ ہِنْدَ اُمَّ مُعَاوِیَۃَ جَاءَ تْ اِلٰی دَارِ رَسُوْلِ اللّٰہِ عِنْدَالصُّبْحِ وَ دَخَلَتْ وَجَلَسَتْ اِلٰی جَنْبِ عَائِشَۃَ روایت میں ہے کہ ایک روز علی الصبح معاویہ کی ماں ہندہ خانۂ پیغمبر میں حاضر ہوئی اور حضرت عائشہ سے کہنے لگی اے دخترِ ابو بکر میں نے رات کو ایک عجیب و غریب خواب دیکھا ہے۔ چاہتی ہوں کہ جناب رسول خدا سے بیان کروں۔ حضرت عائشہ نے کہا تو مجھ سے بیان کر میں رسول خدا سے ذکر کروں گی فَقَالَتْ اِنِّیْ رَاَیْتُ فِیْ نَوْمِیْ شَمْسًا مُشْرِقَۃً عَلَی الدُّنْیَا کُلِّھَا ہندہ نے کہا میں نے خواب دیکھا کہ ایک آفتاب تابندہ مہر درخشندہ آسمان پر بلند ہوا اور تمام عالم اس کے نور سے روشن ہو گیا فَوُلِدَ مِنْ تِلْکَ الشَّمْسِ قَمَرٌ فَاَشْرَقَ نُوْرُہٗ عَلَی الدُّنْیَا پھر اس آفتاب جہاں تاب سے ایک چاند ظاہر ہوا کہ اس کے نور سے ساری دنیا منور ہو گئی۔ ثُمَّ وُلِدَ مِنْ ذٰلِکَ الْقَمَرِ نَجْمَانِ زَھْرَانِ قَدْ اَزْھَرَ مِنْ نُوْرِ ھِمَا الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ اس کے بعد دو تابندہ ستارے ظاہر ہوئے اور ان کے نور سے مشرق و مغرب روشن ہو گیا فَبَیْنَھَا اَنَا کَذٰلِکَ اِذَا اَبْدَرَتِ السَّحَابَۃُ السَّوْدَاءُ مُظْلِمَۃٌ کَاَنَّھَا اللَّیْلُ الْمُظْلِمُ

میں ان آفتاب' ماہتاب اور ستاروں کو دیکھ رہی تھی کہ ناگاہ ایک طرف

سے سیاہ بادل نمودار ہوا فَوُلِدَ مِنْ تِلْکَ السَّحَابَۃِ السَّوْدَاءِ حَیَّۃٌ رَقْطَاءُ اور اس سیاہ بادل سے ایک ابلق رنگ کا سانپ ظاہر ہوا فَدَبَّتِ الْحَیَّۃُ اِلَی النَّجْمَیْنِ فَابْتَلَعَتْھُمَا اور وہ سانپ ان دونوں ستاروں کو نگل گیا فَجَعَلَ النَّاسُ یَبْکُوْنَ فَیَتَاَسَّفُوْنَ عَلٰی ذٰلِکَ النَّجْمَیْنِ اس وقت لوگوں کا عجب حال ہوا اُن تاروں کے لئے بے قرار ہو کر رونے لگے اور افسوس کرنے لگے اور اپنے سروں پر مٹی ڈالنے لگے۔ ہر طرف عظیم ماتم برپا ہوا عائشہ نے رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ خواب عرض کیا فَلَمَّا سَمِعَ النَّبِیُّ کَلَامَھَا تَغَیَّرَ لَوْنُہٗ وَاسْتَعْبَرَ جب حضرت نے وہ خواب سنا تو فرط غم سے آپ کا رنگ مبارک متغیر ہو گیا وَقَالَ یَا عَائِشَۃُ اَمَّا الشَّمْسُ الْمُشْرِقَۃُ فَاَنَا رو کر فرمایا اے عائشہ آفتاب جہاں تاب تو میں ہوں فَاَمَّا الْقَمَرُ فَھُوَ فَاطِمَۃُ اِبْنَتِیْ اور وہ ماہ منیر میری دختر نیک اختر فاطمہ زہرا ہیں وَاَمَّا النَّجْمَانِ منہما الْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ اور وہ ستارے میرے نواسے حسنؑ و حسین ہیں وَاَمَّا السَّحَابَۃُ السَّوْدَاءُ فَھُوَ مُعَاوِیَۃُ وہ ابر تاریک معاویہ ہے وَاَمَّا الْحَیَّۃُ الرَّقْطَاءُ فَھُوَ یَزِیْدُ وہ ابلق رنگ کا سانپ یزید ہے کہ جو میرے فرزند پر حملہ کرے گا۔

ایک وقت ایسا آئے گا جب فاطمہؑ کا حق غصب کیا جائے گا وہ فریادیں کرے گی اس کی فریاد کو کوئی نہیں پہنچے گا۔ یہاں تک کہ وہ غموں' دکھوں سے نڈھال ہو کر دنیا سے رحلت کر جائے گی۔ پھر علی علیہ السلام بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کئے جائیں گے ان کی شہادت کے بعد لوگ حسنؑ و حسینؑ کے سخت دشمن ہو جائیں گے یہاں تک کہ حسنؑ کو زہر دے کر شہید کر دیا جائے گا اور حسینؑ پر فوجیں لشکر آور ہوں گی ان کو وطن سے بے وطن کیا جائے گا۔ وہ مکہ میں پناہ مانگیں گے تو وہاں سے بھی دربدر کر دیئے جائیں گے آخرکار ان کو

عزیزوں اور جانثاروں سمیت نہایت بے دردی سے بھوکا پیاسا شہید کر دیا جائے گا۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے ماننے والے قیامت تک ان کے غم میں صف ماتم بچھائیں گے، ہر جگہ عزاداری ہو گی۔ مومنین اپنے سروں میں خاک ڈالیں گے کبھی حسنؑ کی مصیبت یاد کر کے روئیں گے کبھی حسینؑ کی مظلومیت اور شہادت کو یاد کر کے گریہ و ماتم کریں گے فَاَشْفَعُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ میں قیامت کے روز ان کی شفاعت کروں گا اور ان کو عذاب الٰہی سے بچا کر بہشت میں لے جاؤں گا۔

مومنین جب وہ وقت آیا کہ جس کی خبر جناب رسالتمابؐ نے دی تھی یعنی معاویہ مر گیا اور یزید پلید مسند نشین ہوا اس لعین نے ولید بن عتبہ جو حاکم مدینہ تھا کے نام خط لکھا اس میں تاکید کی حسینؑ بن علیؑ سے بیعت طلب کرنا اگر وہ بیعت سے انکار کریں تو ان کا سر کاٹ کر میرے پاس روانہ کر دینا ولید نے حضرت کو اپنے پاس بلا کر حکم یزید سے مطلع کیا۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پاک و طاہر دودھ پینے والا، نجس دودھ پینے والے کی بیعت کرے آپ نے مدینہ کو چھوڑنے اور اپنی جان قربان کرنے کو ترجیح دی اور جاتے وقت روضۂ رسول پر آئے اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نانا آپ پر حسینؑ کا آخری سلام پہنچے اَنَا الْحُسَیْنُ بْنُ فَاطِمَةَ فَرْخُکَ وَ ابْنُ فَرْخَتِکَ میں تمہاری اس بیٹی فاطمہؑ کا بیٹا حسینؑ ہوں، حضرت نے تمام رات حزن و کرب میں گزاری صبح کے قریب جو آنکھ لگ گئی خواب میں رسول خدا کو دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور سینہ سے لگا کر فرمایا اے حسینؑ میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو زمین کربلا پر اپنے خون میں غلطاں ہے۔ امام حسینؑ نے عرض کی اے نانا اب مجھے دنیا میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کے دشمنوں نے مجھ پر جینا بھی حرام کیا

ہے مجھے اپنی قبر میں لے لو۔ حضرت نے فرمایا ضروری ہے کہ آپ دنیا میں جائیں اور شہید ہو کر میرے دین کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بچا لیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ درجات پر فائز کرے گا۔

جب حضرت خواب سے چونکے تو گھر میں تشریف لائے اور سفر کی تیاری شروع کر دی فِی الْبِحَارِ وَغَیْرِهٖ مِنْ کُتُبِ الْاَخْبَارِ اَنَّ الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ لَمَّا تَهَیَّا عَلَی الشُّخُوْصِ مِنَ الْمَدِیْنَةِ وَ شَاعَ ذٰلِکَ اجْتَمَعَتِ النِّسَاءُ الْهَاشِمِیَّاتُ فِیْ دَارِهٖ بَاکِیَاتٍ سَاکِبَاتٍ منتخب اور بحار الانوار کی مانند احادیث کی مشہور کتب میں منقول ہے کہ جب امام حسینؑ نے مدینہ منورہ سے عراق جانے کا قصد کیا اور یہ وحشت اثر خبر مدینہ منورہ میں مشہور ہوئی تو تمام شہر خصوصاً محلہ بنی ہاشم میں عجب قیامت بپا ہوئی ہر گھر سے گریہ و بکاء کی آواز بلند ہونے لگی یہاں تک کہ بنوہاشم کی تمام عورتیں روتی پیٹتی ہوئی امام کے گھر میں جمع ہوئیں اور گریہ و ماتم میں مصروف ہو گئیں۔

حضرت نے نہایت صبر و تحمل کے ساتھ سب کو تسلیاں دیتے ہوئے فرمایا مجھ مظلوم کی فرقت میں اس قدر گریہ نہ کرو اور اس مصیبت عظمیٰ میں صبر کرو منقول ہے یہ سنتے ہی سب بیبیاں مزید رونے لگیں ان میں اکثر تو بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑیں سب نے عرض کی اے فرزند رسول جب آپ جیسا سردار اور وارث ہم سے جدا ہو کر پردیس کی طرف جا رہا ہو تو ہم ماتم نہ کریں تو کیا کریں۔ آپ کی مظلومیت پر صبر کرنا مشکل کام ہے۔ اے جگر گوشہ فاطمہ زہراؑ اے نور چشم رسول خدا، خدا کی قسم آج کا دن ہمارے لئے وہی مصیبت کا دن ہے جس روز رسولؐ خدا، علی مرتضیٰؑ اور فاطمہ زہراؑ نے دنیا سے رحلت فرمائی تھی بلکہ یہ دن اس دن سے بھی زیادہ مصیبت کا دن ہے اس لئے کہ آپ کے بعد ہمارا کوئی

سرپرست باقی نہیں ہے۔

افسوس صد افسوس آج ویران اور سنسان ہو رہا ہے راوی کہتا ہے کہ اس اثناء میں جناب ام سلمہؓ زوجہ رسول خدا روتی ہوئی تشریف لائیں اور فرمایا اے پارۂ جگر اے نورِ نظر تو اپنی جدائی میں مجھے اس بڑھاپے میں مغموم اور پریشان نہ کر کیونکہ تیری جدائی برداشت نہ کر سکوں گی فَاِنِّیْ سَمِعْتُ جَدَّکَ یَقُوْلُ **یُقْتَلُ وَلَدِیَ الْحُسَیْنُ بِاَرْضِ عِرَاقٍ** اے میرے فرزند حسینؑ تو عراق کی طرف سفر نہ کر کیونکہ میں نے تیرے نانا رسولِ خدا سے بارہا سنا ہے کہ وہ حضرت فرماتے تھے کہ میرا حسینؑ سر زمین عراق پر شہید کر دیا جائے گا امام حسینؑ نے جواب دیا نانی جان خداوند عالم کی قسم میں سب کچھ جانتا ہوں یہاں تک کہ مجھے وہ زمین کا بھی علم ہے جہاں میں شہید ہوں گا اپنے قاتل کے نام و نشان سے بھی خوب واقف ہوں۔ جو اصحاب و عزیز اور اقرباء میرے ہمراہ شہید ہوں گے ان کے حال سے بھی آگاہ ہوں بلکہ نانی جان اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھلا دوں ؟ یہ فرما کر حضرت نے سرزمین کربلا کی طرف اشارہ کیا منقول ہے اسی وقت دوسری زمین جھک گئی اور سرزمین کربلا بلند ہو کر صاف نظر آنے لگے آنحضرت نے جناب ام سلمہؓ کو اپنی مقتل گاہ اور مدفن کی جگہ دکھلائی۔

فَبَکَتْ اُمُّ سَلْمَۃَ بُکَاءً شَدِیْدًا فَقَالَ یَا اُمَّاہُ اِصْبِرِیْ عَلٰی رِضَاءِ اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ شَاءَ اَنْ یَّرَانِیْ مَقْتُوْلاً مَذْبُوْحًا ظُلْمًا وَّ عُدْوَانًا وَّاَنْ یَّرٰی اَھْلِیْ وَ حَرَمِیْ مُشَرَّدِیْنَ وَاَطْفَالِیْ مَذْبُوْحِیْنَ مَاسُوْرِیْنَ

جب مخدومۂ عالم جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے مقتل سیدالشہداء مشاہدہ کیا اس قدر روئیں کہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑیں۔ حضرت نے تسلی

دیتے ہوئے فرمایا اے مادر گرامی یہ وہ ناگزیر امر ہے کہ صبر و شکر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس مصیبت عظمٰی پر صبر کرنا باعث خوشنودی خدا ہو گا، اللہ تعالٰی چاہتا ہے کہ مجھے اپنی راہ میں ظالموں کے ظلم کے ذریعے شہید دیکھے اور میرا سر تن سے جدا ہو۔ خداوندِ جلیل کو یہ منظور ہے کہ میری شہادت کے بعد میرے اہل حرم دربدر سربرہنہ مقید ہو کر پھرائے جائیں اور میرے ہمراہ میرے بچے ذبح ہوں اور باقی ماندہ اسیر ہوں اور ہرچند وہ سب بی بیاں اس کی بیکسی میں استغاثہ کریں لیکن ان کی فریاد کو کوئی نہ پہنچے۔ جب ام سلمہؓ نے یہ باتیں سنیں تو بہت زیادہ گریہ و ماتم کیا اور فرمایا اے نور چشم تمہارے نانا نے مجھے ایک مشت خاک دی تھی وہ میرے پاس اب بھی موجود ہے جب امام حسینؑ نے سنا تو آپ نے ایک مشت خاک اٹھا کر جناب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دی اور فرمایا نانی جان اس خاک کو دوسری شیشی میں رکھ لیں جب ان دونوں شیشیوں سے تازہ خون جوش مارنے لگے تو اس وقت یقین کرنا کہ میں شہید ہو گیا ہوں۔

یہ فرما کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے رخصت ہوئے اور ان کو اور بنو ہاشم کے تمام مردوں اور عورتوں کو روتا پیٹتا ہوا چھوڑ کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جناب ام سلمہؓ فرماتی ہیں جس روز میرا فرزند حسینؑ مجھ سے رخصت ہو کر عراق کی طرف روانہ ہوا میں اسی دن سے شب و روز رویا کرتی تھی اور اس کی جدائی سے ہمیشہ محزون و مغموم اکیلی گھر میں بسر کرتی تھی اور اوقاتِ نماز میں ہر روز ان دونوں شیشیوں کو دیکھا کرتی تھی مگر ہمیشہ بدستور پاتی تھی۔ یہاں تک کہ محرّم کی دسویں ہوئی تو میں نے حسبِ معمول صبح کو ان شیشیوں کو بدستور پایا مگر جب نماز ظہر کے بعد اِن شیشیوں پر نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ ان سے تازہ

خون کھول رہا تھا ہے۔ یہ دیکھتے ہی میں نے اپنا سر پیٹ لیا اور اس قدر روئی پیٹی کہ مجھے کسی چیز کا ہوش نہ رہا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میرا فرزند دلبند اس وقت کربلا میں شہید ہو گیا ہے۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں اس وقت کوئی شخص جو پتھر اور ڈھیلا زمین سے اٹھاتا تھا اس کے نیچے سے تازہ خون جاری پاتا تھا۔ اس وقت آسمان سے تازہ خون برسا اور آفتاب کو گہن لگ گیا اور زمین و آسمان میں ایسی تاریکی پھیلی کہ دن کو تارے نظر آنے لگے۔ میرا وہ تمام دن رونے پیٹنے میں گزرا، رات کو روتے روتے میری آنکھ لگ گئی میں نے دیکھا کہ رسول خدا نہایت محزون و مغموم حالت میں نظر آرہے ہیں اور ان کی آنکھیں مسلسل آنسوؤں کی بارش برسا رہی ہیں۔ میں نے آنحضرت کا یہ حال دیکھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کا یہ کیا حال ہوا ہے کہ چہرہ مبارک پر گرد پڑی ہوئی ہے اس بے تابی سے آپ کو کبھی روتے نہیں دیکھا تھا۔ حضرت نے فرمایا اے ام سلمہ آج میرا فرزند دلبند حسینؑ عزیزوں اور ساتھیوں سیمت زمین کربلا پر نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا گیا ہے۔ آج مجھ پر اتنی بڑی مصیبت نازل ہوئی اتنا کبھی نہیں ہوئی تھی۔ میری بیٹی فاطمہؑ بھی قبر میں تڑپ رہی ہے۔ ام سلمہ فرماتی ہیں یہ خواب دیکھ کر میں رونے لگی اور مجھے یقین کامل ہو گیا کہ میرا فرزند حسینؑ شہید ہو گیا ہے۔ اس کے بعد میں نے بنی ہاشم کی تمام عورتوں کو آواز دی کہ تم سب گریہ و بکاء کرو اس لئے کہ فرزند رسول الثقلین قتل ہو گیا ہے۔ چنانچہ سب بی بیاں روتی پیٹتی جمع ہوئیں اور اس وقت شور قیامت بپا ہوا اور آسمان سے یہ آواز آئی کہ وہ حسینؑ شہید ہوا جس کی پیشانی انور پر رسول خدا ہمیشہ بوسہ دیتے تھے۔ افسوس کہ وہ امام مظلوم قتل ہوا کہ جس کے جد امجد رسالتمآبؐ اور باپ علی مرتضیٰؑ افضل ترین قریش ہیں۔

مجلس نمبر ۲۵

مجلسِ شبیرؑ میں حضرت زہراءؑ کا تشریف لانا اور عزاداروں کو دعائیں دینا، امام حسینؑ کا مدینہ کو خیرباد کہنا اور فاطمہ صغریٰؑ سے الوداع کرنا۔

☆

رُوِیَ اَنَّ فَاطِمَۃَ الزَّہرَاءِ تَجِیْئُ فِیْ مَجْلِسٍ یُذْکَرُ فِیْھَا مَصَائِبُ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس گھر میں مجلسِ ماتم امام حسینؑ میں مصائب امام بیان ہوتے ہیں تو جناب زہراء وہاں پر تشریف لاتی ہیں وَمَعَھَا مَرْیَمُ وَ خَدِیْجَۃُ وَاٰسِیَۃُ اور بی بی کے ساتھ مریمؑ مادر عیسیٰؑ خدیجہ کبریٰؑ اور آسیہ زن فرعون بھی ہوتی ہیں۔

وَ فِیْ یَدِھَا خِرْقَۃٌ تَمْسَحُ بِھَا دُمُوْعَ الْبَاکِیْنَ وَ تَقُوْلُ طُوْبٰی لَکُمْ یَا اَحِبَّائِیْ تَعْزُوْنَ وَ تَبْکُوْنَ عَلٰی وَلَدِیَ الْغَرِیْبِ الَّذِیْ لَیْسَ لَہٗ اَبَوَیْہِ فِی الدُّنْیَا اَنَا اَشْرَکُ مَعَکُمْ فِی الضَّرَّاءِ وَ اَشْفَعُکُمْ فِی الْقِیٰمَۃِ اور حضرت زہرا کے ہاتھ میں ایک رومال ہوتا ہے اس سے رونے والوں کے آنسو پونچھ کر کمال شفقت سے فرماتی ہیں کہ خوش حال تمہارا ! اے میرے مُحِبّو ! تم میرے ایسے غریب بیٹے پر روتے ہو کہ دنیا میں جس کا کوئی نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ رونے پیٹنے میں شریک ہوں روز' قیامت خدا سے تمہاری شفاعت کروں گی۔ حضرات شفقتِ جناب زہراؑ عزاداروں پر ہمیشہ رہتی ہے اور قیامت کے دن بھی ان کے شامل حال [illegible]

رہے گی ۔ کتنا بلند رتبہ ہے عزاداروں کا ۔ مومنین کرام کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو راہ حسینؑ پر اپنا تن من دھن قربان کر دیتے ہیں وہ حسینؑ جس کو ظالموں نے چین سے وطن میں نہ رہنے دیا اور جناب روتے ہوئے روضہ رسول سے رخصت ہوئے اور یہ فرما رہے تھے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَا الْحُسَیْنُ بْنُ فَاطِمَۃَ فَرْخُکَ وَ ابْنُ فَرْخَتِکَ اے رسولؐ خدا آپ پر سلام ہو میں آپ کی بیٹی فاطمہ زہراءؑ کا بیٹا ہوں۔ حضرت رات بھر روتے رہے۔ صبح کے قریب آنکھ لگ گئی رسول خدا کو خواب میں دیکھا کہ حضرت تشریف لائے' چھاتی سے لگایا اور فرمایا اے میرے حبیب حسینؑ میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب آپ کو سرزمین کربلا پر شہید کر دیا جائے گا۔ وَاَنْتَ مَعَ ذٰلِکَ عَطْشَانٌ لَا تُسْقٰی اور تو اے بیٹا اس وقت پیاسا ہے اور کوئی پانی نہیں دیتا۔ جناب امام حسینؑ نے حضرت کی طرف دیکھ کر عرض کی نانا مجھے دنیا میں جانے کی ضرورت نہیں ہے مجھے اپنی قبر میں لے چلو۔ حضرت نے فرمایا پیارے بیٹے تم نے شہید ہو کر ایسا رتبہ حاصل کرنا ہے جو کسی کو بھی نہ ملے گا۔ آپ خواب سے بیدار ہوئے اور سفر کی تیاری شروع کر دی۔ آپ نے سب کو تیار ہونے کا حکم دے دیا۔ مگر سوائے فاطمہ صغریٰؑ کے .... آپ اپنی بیٹی کو مدینہ میں چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ مجبوری کی وجہ سے ایسا کیا تاکہ وہ بی بی بیمار ہونے کی وجہ سے مزید سفری صعوبتوں سے محفوظ رہے۔ روایت میں ہے اِنَّ فَاطِمَۃَ الصُّغْرٰی مَرِیْضَۃٌ یَوْمَ خُرُوْجِ وَالِدِھَا مِنَ الْمَدِیْنَۃِ اِلَی الْعِرَاقِ کہ جس روز سید الشہداء مدینہ سے کوچ کر رہے تھے امام زادی فاطمہؑ صغریٰ بیمار تھی اور حد درجہ کمزور و ناتواں ہو چکی تھیں۔ اس لئے آپ نے اپنی بیٹی کو اُم سلمہؓ کے سپرد کیا اور فرمایا تھا اے ماں اس غمدیدہ' فراق رسیدہ کی تیمارداری میں مصروف رہنا۔ جس وقت فاطمہ صغریٰؑ نے یہ بات سنی کہ بابا مجھے اکیلا گھر میں چھوڑ کر جا رہے ہیں تو کمزوری و نقاہت کے باوجود حضرت کے پاس آ کر عرض کی

بابا جان مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ سفر پر جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ میرے شیرخوار بھائی کو ساتھ لے جا رہے ہیں اور مجھے یہیں چھوڑے جا رہے ہیں اگر میں نے کوئی غلطی کی ہے تو مجھے معاف کر دیجئے کہ آپ کریم ابن الکریم ہیں۔ حضرت نے فرمایا اے فاطمہؑ میں آپ پر ناراض کیسے ہو سکتا ہوں مگر تو بیمار ہے اور سفر بہت کٹھن ہے بیٹی تجھے تیری جدہ ماجدہ ام سلمہ کے سپرد کر کے جا رہا ہوں کہ وہ تیری بزرگ اور غمخوار ہیں۔ ضعیفی اور پیری کی وجہ سے ان کو بھی یہاں چھوڑے جاتا ہوں وہ تیری غمگسار رہیں گے اور تیمارداری کریں گی۔

فاطمہ صغریٰؑ نے عرض کی اے بابا میں آپ لوگوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اگر آپ کے ساتھ جاؤں گی تو مجھے یقین ہے میں جلد شفایاب ہوں گی۔ اگر مرگئی تو وہ مرنا بھی مجھے منظور ہے۔ آپ کا فراق اور آپ کی جدائی میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔ بابا جن لوگوں سے مجھے انس و محبت ہے وہ سب آپ کے ہمراہ جا رہے ہیں پھر یہاں پر میرا جی کیونکر لگے گا میں اپنا دل کس سے بہلاؤں گی۔ حضرت نے اس بیمار کو بہت دلاسا دیا **فَاَمَرَ الْعَبَّاسُ بِتَجْهِیْزِ الْاُمُوْرِ** پھر اپنے برادر حق شناس عباسؑ کو حکم دیا کہ اونٹوں پر محمل لگاؤ اور مخدرات عصمت کو سوار کرو۔ آج ہمارا مدینہ سے کوچ ہے۔ اے عباسؑ تم خود خیال کرنا کئی چھوٹے بڑے بچے میرے ساتھ جا رہے ہیں۔ عبداللہ امام حسنؑ کا بیٹا ہے' زین العابدینؑ کا بیٹا محمد باقرؑ ہے' سکینہؑ ہے' علی اصغرؑ اور پسران مسلمؑ بھی ان سب کو پردہ داروں' محملوں میں بٹھانا تاکہ کم از کم گرمی سے محفوظ رہ سکیں اور میری محترم بہن زینبؑ کو عزت و احترام کے ساتھ محمل میں سوار کرنا۔ ان کی خدمت گذاری اور پردہ داری حد سے زیادہ کرنا کہ وہ خاتون محشر کی بیٹی ہیں۔ انہوں نے فقط میری

الفت کی وجہ سے تمام مصائب برداشت کرتے ہیں۔ افسوس کہ امام حسینؑ کو پردہ ع
زینبؑ کا اتنا خیال تھا لیکن کوفیوں نے خاتون جنت کی بیٹی کے پردہ کا ذرا بھر خیال نہ کیا بلکہ سر سے ردا تک چھین لی اور بے پلانوں اونٹوں پر سوار کر کے شہر بہ شہر اور دیار بہ دیار پھرایا۔ وہ بچے کہ جنہیں گرم ہوا سے بچاتے تھے ان میں سے ایک علی اصغر تھا اس کو حرملہ نے گلوئے مبارک پر ایسا تیر مارا کہ وہ معصوم اپنے مظلوم باپ کی گود میں تڑپ تڑپ کر مرگیا۔ اور پیاسا دنیا سے انتقال فرمایا۔ عبداللہ ابن حسنؑ کے پہلے تو ظالموں نے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ وہ دوڑ کر امام سے چمٹ گیا حضرت نے اسے چھاتی سے لگا کر فرمایا **یَا ابْنَ اَخِیْ اِصْبِرْ عَلٰی مَانَزَلَ بِکَ** اے پیارے بھتیجے صبر کر حضرت اسے سینہ سے لگائے دلاسے دے رہے تھے **اِذْ رَمَاہُ اللَّعِیْنُ بِسَھْمٍ فَذَبَحَہٗ فِیْ حِجْرِہٖ** کہ حرملہ لعین نے ایک تیر مارا کہ عبداللہ کے بھی گلے کے پار ہوگیا اور وہ اپنے چچا کی گود میں شہید ہوا۔ الغرض جب امام ذوالجناح پر سوار ہوئے اور سب عزیز اور ساتھی آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے تو درو دیوار سے **اَلرَّحِیْلُ اَلرَّحِیْلُ** کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ فرزند رسول جا رہا ہے **فَلَمَّا اَرَادَ الْمَسِیْرَ تَبِعَتْہُ فَاطِمَۃُ الصُّغْرٰی اِلٰی ظَاھِرِ الْمَدِیْنَۃِ** جب امام حسینؑ روانہ ہوئے فاطمہ صغریٰؑ ضعف و نقاہت کے باوجود عصا تھام کر گھر سے جناب امام کے پیچھے پیچھے نکلی' تپ کی شدت سے غش پہ غش آتا ناطاقتی سے پاؤں لڑکھڑاتے تھے' دو قدم چلتی پھر بیٹھ جاتی تھی لیکن قافلہ کے پیچھے پیچھے شہر کے باہر تک پہنچ گئی **فَقِیْلَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَاطِمَۃُ تَجِیْئُ خَلْفَکَ بَاکِیَۃً وَ تَقُوْلُ لَا اُفَارِقُ اَبِیْ**

○

کسی نے عرض کی یا حضرت آپ کی صاحبزادی فاطمہ صغریٰؑ آپ کے پیچھے روتی چلی آرہی ہے ہر چند سمجھاتے ہیں نہیں مانتی کہتی ہے کہ میں بھی بابا سے

ساتھ جاؤں گی۔ یہ جناب امام حسینؑ اپنی بیٹی کی حالت دیکھ کر بے اختیار رو پڑے۔ اہل حرم بھی بلند آواز کے ساتھ روئے حضرت نے جناب عباسؑ و علی اکبرؑ سے فرمایا کہ جاؤ میری پیاری بیٹی فاطمہ صغریٰؑ کو میرے پاس لے آؤ۔ پس عباسؑ و اکبرؑ گئے اور اس بیمار کو چھاتی سے لگا کر خوب روئے اور کہا فاطمہؑ چلو تم کو تمہارے بابا بلاتے ہیں۔ **فَسُرَّتْ بِذٰلِكَ سُرُوْرًا عَظِیْمًا** یہ سن کر فاطمہؑ بہت خوش ہو گئی گویا تندرست ہو گئی۔ بار بار پوچھتی تھی کہو کیا بابا جان مجھے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں یہ کہتی ہوئی آنسو پونچھتی ہوئی تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی چلی جا رہی تھی آہ جب شاہ کے سامنے آئی آپ نے بلند آواز سے رو کر کہا ادھر آیئے فاطمہؑ تمہارا باپ تمہیں ملنے کے لئے بے چین ہے ادھر فاطمہؑ چلا چلا کر رونے لگی **وَ تَعَلَّقَتْ بِاَذْیَالِہٖ وَقَالَتْ یَا اَبِیْ کَیْفَ بَعْدَ کُمْ وَاَرٰی مَنَازِلَکُمْ خَالِیَۃً وَلَمْ یَرٰی فِیْہِ اَنِیْسٌ** بے قرار ہو کر حضرت کے دامن سے لپٹ گئی اور کہنے لگی اے بابا بیمار کے دل کو کیونکہ صبر آئے گا جب تمہارے بعد گھر خالی اجڑا ہوا نظر آئے گا۔ آپ کی خواب گاہ خالی پڑی ہو گی' ان مکانوں میں میرا کوئی انیس و شفیق نظر نہیں آئے گا۔ بیمار کی تیمارداری کے لئے ماں ہو گی نہ پھوپھی' بابا مجھے دوا کون پلائے گا۔ میرے لئے کھانا کون تیار کرے گا' مجھے تسلیاں کون دے گا ؟ بابا جان یقین جانئے میں آپ کے غم فراق میں مرجاؤں گی۔ مجھے اپنے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ کی جدائی مار ڈالے گی وہ بھی مجھ سے بے حد مانوس ہے۔ خدشہ ہے کہ کہیں میرا علی اصغرؑ میری جدائی میں کڑھ کڑھ کر بیمار نہ ہو جائے۔ **فَلَمَّا رَاٰی الْحُسَیْنُ فِیْ اَسْوَءِ حَالٍ رَفَعَ رَاْسَہٗ اِلَی السَّمَاءِ وَ مَدَّ یَدَہٗ وَ حَرَّکَ شَفَتَیْہِ بِالدُّعَاءِ** پس حضرت نے فاطمہؑ کی بے قراری کو دیکھا تو بہت افسردہ ہوئے۔ آسمان کی طرف دیکھا اور دونوں ہاتھ قبلہ کی طرف اٹھائے۔ لب ہائے مبارک کو جنبش دے کر کہا پروردگار تو

میرے حال سے خوب آگاہ ہے کہ میرے بیٹے عراق میں بھوکے پیاسے گوسفند کی مانند ذبح ہوں گے۔ اور میری کچھ اولاد قید ہو کر طوق و سلاسل میں شہر بہ شہر پھرائی جائے گی' زندان میں محبوس ہوں گے' میری ایک بیٹی فاطمہ صغریٰؑ ہماری جدائی میں رو رو کر مرنے والی ہے۔ خداوندا اس بیمار کو صبر و قرار اور سکون عنایت فرما اس کو تنہائی سے مانوس فرما۔ دعا کے بعد گھوڑے سے اترے اور فاطمہؑ کو پیار کیا اپنے زانوئے مبارک پر بٹھایا اور دلاسا دے کر فرمایا **یَا فَاطِمَۃُ اِذْھَبِیْ اِلٰی دَارِکِ** اے فاطمہ تو گھر چلی جا کہ تو بیمار ہے اس لئے تجھ کو یہیں چھوڑے جا رہا ہوں **فَاِذَا وَصَلْتُ اِلَی الْعِرَاقِ اَرْسَلُ اَخَاکَ عَلِیَّ نِ الْاَکْبَرَ اَوْ عَمَّکَ الْعَبَّاسَ** جس وقت عراق کی سرزمین میں پہنچوں گا تو انشاء اللہ تعالیٰ تیرے بھائی علی اکبرؑ یا تمہارے چچا عباسؑ کو بھیج کر تجھ کو وطن سے بلا لوں گا۔ اے فاطمہؑ جب تو صحت مند ہو جائے مجھے خط لکھنا میرا دل مطمئن رہے گا۔ غرض حضرت بیٹی کو تسلی دے کر صغریٰ سے آخری الوداع کیا اور روانہ ہونے لگے اور فاطمہ کو یقین ہو گیا کہ میں تنہا رہ گئی ہوں ماں' بہنیں' پھوپھیاں روتے ہوئے چلی گئی ہیں تو صبر نہ کر سکی۔ پچھاڑیں کھا کر سر پر خاک ڈالنے لگی اور کہا **یَا اَبَاہُ وَ یَا اَخَاہُ قِفُوْا سَاعَۃً لِلضَّعِیْفَۃِ الْعَلِیْلَۃِ** اے بابا اے بھائی علی اکبرؑ ذرا تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر جاؤ کہ فاطمہ دوبارہ تمہاری زیارت کرے آخر تم جدا ہو کے جا رہے ہو' علی اصغر کو ایک مرتبہ اور پیار کرلوں امام مظلوم نے رو رو کر فرمایا اے عباسؑ فاطمہؑ مرنے والی ہے۔ اونٹوں کو بٹھوا دو کہ فاطمہؑ ایک بار پھر ماں' بہنوں اور پھوپھیوں سے مل لے آہ جب اونٹ بٹھانے لگے تو شہربانوؑ اور زینبؑ خاتون نے اپنے آپ کو محمل سے گرا دیا سب اہل حرام روتے ہوئے ہر ایک فاطمہ صغریٰؑ کو گلے لگا کر روتا رہا۔ جب بہنوں کی ملاقات کی باری آئی تو فاطمہؑ دوڑ کر سکینہؑ سے اس بے قراری سے لپٹی اور روئی کہ کسی کو دیکھنے اور بیان کرنے

اور سننے کی تاب نہ تھی۔ حضرت سے بھی دیکھا نہ گیا بلند آواز سے روتے رہے۔
آہ امام علیہ السلام صغریٰ اور سکینہؑ کی آخری ملاقات نہ دیکھ سکتے تھے۔ ناچار جناب
زینبؑ نے کبریٰ و صغریٰ اور سکینہؑ سے کہا بس کرو علی اصغر تمہیں روتا دیکھ کر سہما
جاتا ہے۔ بس اب نہ رو اللہ تمہیں صبر دے یہ کہہ کر جدا کیا **فَقَالَتْ فَاطِمَۃُ**
اِیْتُوْنِیْ بِاَخِیِ الرَّضِیْعِ عَلِیِّ نِ الْاَصْغَرِ صغریٰ نے کہا میرے چھوٹے بھائی علی اصغر کو
لاؤ میری گود میں دے دو جب اصغر، صغریٰ کو دینے لگے تو اصغر، صغریٰ کو دیکھ کر
ہنس دیا اور اس کی طرف ہمکنے لگا فاطمہؑ بھی نہایت اشتیاق کے ساتھ دوڑی
وَمَدَّتْ یَدَیْہَا وَ ضَمَّتْہُ اِلٰی صَدْرِہَا اور دونوں ہاتھ پھیلا کر گود میں لے کر سینہ
سے لگا لیا **ثُمَّ قَالَتْ لِلنِّسَاءِ اِمْضُوْا سَالِمِیْنَ بِحِفْظِ اللّٰہِ یَبْقٰی اَخِیْ عِنْدِیْ** پھر فاطمہؑ
نے اہل حرم سے کہا بسم اللہ سوار ہو کر چلے جاؤ اور صحیح و سلامت پہنچو تمہیں
اللہ کے سپرد کرتی ہوں، لیکن میرا بھائی علی اصغرؑ میرے پاس رہے گا۔ اسے جانے
نہیں دوں گی یہ بہت چھوٹا ہے سفر کی سختیاں برداشت نہیں کر سکے گا۔ **فَاَجَابُوْا**
بِہَا النِّسَاءَ یَا فَاطِمَۃُ نَاوِلِیْنَا طِفْلًا فَاِنَّہٗ لَا یَصْبِرُ عَلٰی فِرَاقِ اُمِّہٖ پس اہل حرم نے
کہا اے صغریٰ اس بچے کو ہمیں دے دو کہ یہ ماں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکے گا۔
صغریٰ نے کہا میں ماں سے زیادہ اس کی خدمت کروں گی۔ اس کے گہوارہ سے
ایک دم جدا نہیں ہوں گی۔ اور زنانِ بنی ہاشم کا دودھ پلواؤں گی رات بھر جاگوں
گی۔ یہ تنہائی میں میرا مونس ہو گا سب حیران تھے اور رو رہے تھے کہ اصغر کو
صغریٰ سے کیسے جدا کریں صغریٰ، اصغر کو چھاتی سے لپٹائے تھی، کسی کی گود میں نہ
دیتی تھی جب زینب و کلثوم علیہما السلام نے سمجھایا، پیار کیا وہ مجبور ہو کر کہنے لگی
اسے لے جاؤ لیکن مجھ سے مت چھینو جس کے پاس خود بخود چلا آئے وہ لے
جائے۔ یہ سن کر ہر ایک بی بی لینے کو آتی تھی مگر وہ معصوم منہ پھیر کر بہن کے

گلے سے چمٹ جاتا تھا۔ گویا اس امام زادہ کو پتہ تھا کہ پھر اس کی اس بہن سے
ملاقات نہیں ہو گی، کربلا میں تیر کھا کر شہید ہوں گا۔ غرض اہل بیتؑ نے اس صغیر
کو صغریٰ کی گود سے لے لیا اور سوار ہو کر روانہ ہوئے صغریٰ اس قدر روئی کہ
غش آگیا۔ اور زمین پر گر پڑی **فَلَمَّا اَفَاقَتْ مَارَأَتْ اَحَدًا** کچھ دیر کے بعد جب
ہوش میں آئی تو دیکھا نہ فوج ہے نہ سردار نہ اکبرؑ ہے نہ علمدارؑ نہ سکینہؑ ہے نہ
اصغرؑ نہ بہنیں ہیں نہ پھوپھیاں ہیں۔ ام سلمہؓ سہارا دے کر گھر میں لے آئیں کہا
یا الٰہی مسافرانِ عراق کے فراق میں صغریٰ کو صبر دے۔ آہ جب اس بیمار کو وہ گھر
خالی نظر آیا تو بے قرار ہو کر پکاری **یَا عَمَّتِیْ زَیْنَبُ وَ اُمَّ کُلْثُوْمِ یَا اَخِیْ عَلِیِّ الْاَکْبَرُ**
فِیْ اَیِّ مَکَانٍ اَنْتُمْ اے میری پھوپھی زینبؑ تم کہاں ہو اے پھوپھی ام کلثومؑ تم
کس جگہ میں ہو اے بھائی علی اکبرؑ تم کہاں چلے گئے ہو صغریٰ کو جواب دو غرض
اس دن سے فاطمہؑ اپنے گھر والوں کو یاد کر کے کبھی روضہ رسول اور کبھی قبر بتول
پر رویا کرتی تھی۔ شب و روز انتظار میں تھی کہ جب بابا عراق میں پہنچیں گے تو
بھائی علی اکبرؑ لینے کو آئیں گے اور وہاں وہ نرغہ اعداء میں گرفتار تھے۔ پینے کو پانی
نہ تھا عباسؑ کے شانے تن سے جدا ہوئے تھے علی اکبرؑ کے سینہ پر برچھی لگی اور
اصغرؑ کے گلے پر تیر اور بابا بے دردی سے شہید ہو چکے تھے، سبھی یہی کہہ رہے
تھے صغریٰ الوداع، الوداع ہمارا انتظار نہ کرنا۔ قیامت کے روز ملاقات ہو گی۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۲۶

امام حسینؑ کی مدینہ سے روانگی، مصائب اھل بیتؑ اور عبداللہ بن سنان کی روایت۔

☆

قَالَ الْبَاقِرُ اَیُّمَا مُؤْمِنٍ ذَرَفَتْ عَیْنَاهُ عَلٰی مُصَابِ جَدِّیَ الْحُسَیْنِ حَتّٰی تَسِیْلَ عَلٰی خَدِّهٖ

جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے جو مومن ہمارے جد بزرگوار امام حسینؑ کی مصیبت پر چشم پُرآب ہو اور اس کی آنکھ سے ایک قطرہ اشک نکل کر اس کے رخسار پر گرے بَوَّاَهُ اللّٰهُ فِی الْجَنَّةِ غُرَفًا یَسْکُنُهَا اَحْقَابًا تو اس کا ثواب یہ ہے کہ خداوند عالم اس کو بہشت عنبر سرشت میں جگہ دیتا ہے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہا کرے۔ حضرات امام حسینؑ فرزند رسول الثقلین کو دشمنانِ دین نے ایسا تنگ کیا کہ آپ نے تیسری شعبان ۶۰ھ کو عازم عراق ہوئے حضرت کے سفر کرنے سے تین دن پہلے عبداللہ ابن سنان اہل کوفہ کو خط لے کر حضرت کی خدمت میں مدینہ میں آیا۔ عبداللہ بن سنان کہتا ہے جب حضرت آمادہ سفر ہوئے تو میں نے دل میں سوچا کہ بادشاہ حجاز کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس شان و شوکت سے سوار ہوتا ہے۔ اس آرزو کے حصول کے لئے در دولت پر حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند دمک رہا ہے اور کرسی پر رونق [illegible]

موجود ہیں اور آپکے گرد بنی ہاشم کے چند جوان اور اصحاب باوفا نثاروں کی
طرح دست بستہ جمع ہیں۔ ایک طرف زین بستہ گھوڑے آراستہ کھڑے ہیں
دوسری طرف چالیس محملیں حریر و دیبا سے مزیّن ناقوں پر بندھے ہیں۔ ناگاہ بلند
قامت اور خوبصورت جوان بیت الشرف سے باہر آیا اور بنی ہاشم کو آواز دی کہ
نزدیک سے ہٹ جاؤ شتربانوں کو پکارا' اونٹ قریب لائے گئے وَاِذْ بِمَرْاَتَیْنِ قَدْ
خَرَجَتَا مِنَ الدَّارِ یکایک دو جلیل القدر بی بیاں کنیزوں کے حلقے میں اس طرح
برآمد ہوئیں کہ چادریں شرم و حیا سے زمین تک پڑتیں تھیں۔ گردنیں جھکائے
ہوئے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی تھیں۔ جس جوان نے شتربانوں کو پکارا تھا وہ ایک
ناقہ کے قریب آیا اور اپنا گھٹنا خم کر کے دونوں خاتون کے بازو تھام کر باری باری
سوار کرا دیا۔ پھر دو چھوٹی چھوٹی بچیاں باہر آئیں' اسی جوان نے ان دونوں کو
محملوں میں ایک ایک بی بی کی گود میں بٹھایا۔ میں نے ایک شخص سے دریافت کیا
کہ جوان اور بی بیاں اور بچیاں کون ہیں اس نے کہا یہ جوان تو حضرت امام حسینؑ
کے بھائی عباسؑ ہیں اور وہ بی بیاں زینبؑ اور ام کلثومؑ جناب امیرؑ کی بیٹیاں تھیں
اور یہ بچیاں سکینہؑ اور رقیہؑ دختران امام حسینؑ ہیں۔ پھر چاند سے چہرہ والا ایک
صاحبزادہ ایک بی بی کو ساتھ لئے باہر آیا اور ایک محمل میں ان کو سوار کر دیا۔ میں
نے پوچھا یہ کون ہیں معلوم ہوا یہ بچہ قاسمؑ فرزند امام حسنؑ اور وہ بی بی ام فروہؑ ان
کی مادر گرامی ہیں۔ اس کے بعد ایک نوجوان جس کی خوبصورتی بیان سے باہر تھی
ایک بی بی کو ساتھ لئے کہ جس کی گود میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا باہر آیا اور ایک
اونٹ کے قریب آکر اپنا گھٹنا خم کر کے انہیں سوار کیا۔ میں نے کسی سے دریافت
کیا تو معلوم ہوا وہ جوان علی اکبرؑ اور بی بی ان کی ماں ام لیلیٰؑ ہیں اور وہ بچہ علی
اصغرؑ تھا جس کو بی بی نے گلے سے لگایا ہوا تھا۔ جب سب بی بیاں سوار ہو چکیں تو
میں نے دیکھا کہ ایک جوان یہ کہتا ہوا برآمد ہوا کہ اے بنی ہاشم ذرا سامنے سے

ہٹ جاؤ اب جناب رسول خدا کی دوسری بہو سوار ہونے کو تشریف لاتی ہیں۔ اس
وقت میں نے دیکھا کہ ایک مخدّرہ معظّمہ بہت سی کنیزوں کے حلقے میں ایسے
سکون و وقار سے آرہی ہیں کہ ان کی شان و شوکت سے آثار شاہی نمایاں ہیں۔
راوی کہتا ہے کہ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ جوان اور بی بی کون ہیں۔
اس جوان نے جواب دیا یہ جوان تو سیّدالساجدین زین العابدینؑ ہیں اور یہ بی بی
اس جوان کی والدہ ماجدہ شہربانو ہیں۔

جب سب اہل حرم اور بچے محملوں میں سوار ہو چکے تو جناب امام حسینؑ
نے آواز دی کہ میرے بھائی قمر بنی ہاشم کہاں ہیں فَجَاءَہُ الْعَبَّاسُ قَائِلاً لَبَّیْکَ
لَبَّیْکَ جناب عباس لبیک لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوئے فَقَالَ لَہُ الْاِمَامُ قَدِّمْ لِیْ یَا
اَخِیْ جَوَادِیْ حضرت نے اپنے بھائی عباسؑ سے فرمایا اب میری سواری منگواؤ
حضرت عباسؑ امام عالی مقام کو سوار کرنے کے لئے خود گھوڑا لے کر حاضر ہوئے
اور رکاب تھام کر اپنے بھائی کو سوار کیا۔ یہ دیکھ کر سب عزیز و انصار اپنے اپنے
مرکب پر سوار ہو گئے۔ جناب عباسؑ علم حسینؑ لئے آگے آگے اور سب جانثار
پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ آہ آہ اس وقت حضرت کا یہ حال تھا کہ کبھی اہل مدینہ کی
طرف اور کبھی روضہ رسول کی جانب' کبھی جنت البقیع کی سمت حسرت و یاس کی
نگاہ سے دیکھتے ہیں اور روتے تھے' کبھی اپنی بیمار بیٹی کا خیال کر کے' کبھی اپنے آباد
گھروں کی ویرانی دیکھ کر گریہ فرماتے تھے۔ مومنین مقام تصور ہے اس وقت
ان پر کیا صدمہ گزرا ہو گا جس وقت آپ کو یقین ہو گیا ہو گا کہ اب نانا کا روضہ
اقدس' ضریح فاطمہ زہراؑ بے چراغ ہو گئی ہے۔ اہل مدینہ سے قیامت تک پھر
ملاقات نہ ہو گی پھر لوٹ کر مدینہ میں آنا نصیب نہ ہو گا۔ غرض سب لوگوں نے
حضرت کو وداع کیا اس وقت اہل مدینہ سروں پر خاک ڈال کر ماتم کرنے لگے

الفراق الفراق الوداع الوداع کی آواز بلند ہوئی۔ جب آواز گریہ اور شور ماتم بہت زیادہ بلند ہوا تو حضرت عباسؑ نے اہل مدینہ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے بھائیو ہمارا یہ سفر اس مقام تک ہے کہ جہاں سب کو جانا ہے اب ہم سے ہاتھ اٹھاؤ اور رشتہ الفت قطع کرو کہ اب ہماری اور تمہاری ملاقات قیامت پر موقوف ہے۔ راوی کہتا ہے میں بھی حضرت کے ساتھ چلا جاتا تھا یہاں تک کہ حضرت نے کربلا میں پہنچ کر روز عاشور عزیز و انصار کے داغ پر داغ اٹھا کر زخم پر زخم کھا کر تین دن کی بھوک پیاس میں شہادت نوش کیا اور عمر سعد نے تاراجی خیام کے بعد اپنی فوج کو حکم دیا کہ جو بے وارث عورتیں اور یتیم بچے باقی رہ گئے ہیں ان کو رسن بستہ اور سربرہنہ بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کر کے کوفہ کی طرف روانہ ہوں۔ یہ حکم سنتے ہی دشمنان دین اونٹوں کو قریب لا کر بولے اے **قیدیو** جلد سوار ہو جاؤ واللہ اس وقت مجھے ان کی وہ شان و شوکت یاد آگئی جو میں نے روانگی کے وقت مدینہ میں دیکھی تھی۔ آہ آہ وہ بی بیاں جن کی چادریں زمین تک پڑتی تھیں آج ان کے سروں پر رومال تک نہیں اور جن کو ہاتھوں سے تھام کر عباسؑ نے سوار کیا تھا اب ان کے بازوؤں میں طوق اور رسیاں بندھی ہیں۔

شامیان بستند بازو زینبؑ و کلثومؑ را
اے فلک آن ابتداء این انتہائے اہل بیتؑ

وہ صاحبزادیاں جو اپنی پھوپھیوں کے ساتھ ایک سواری پر آئی تھیں اس وقت ان کے گلے میں رسی باندھ دی گئی ہیں۔ غرض جب زینبؑ نے سوار کرنے کا حکم عمر سعد سے سنا تو اس سے ارشاد فرمایا اے عمر سعد تو کس قدر بے حیا ہے کہ اپنے نبی کی ذریت کو نامحرموں سے سوار کرنے کے لئے کہتا ہے۔ تو نہیں جانتا

ہم امانت رسول ہیں اپنی فوج سے کہہ دے کہ وہ ہٹ جائیں، ہم لوگ خود سوار ہو لیں گے۔ اس کے بعد جناب زینبؑ اور ام کلثومؑ آگے بڑھیں اور ایک ایک بی بی کو نام لے کر آواز دی۔ کہ اے ام لیلیٰؑ اے ربابؑ، اے ام فروہؑ، عباسؑ و اکبرؑ و قاسمؑ تو میدان میں سر کٹائے خاک پر سوئے ہوئے ہیں وہ کس طرح تم کو سوار کرا سکیں گے ہم آپ کو سوار کراتی ہیں۔ سب بی بیاں ناقوں پر سوار ہو گئیں۔ حتیٰ کہ جناب زینبؑ نے ام کلثومؑ اور فضہؑ تک کو بھی سوار کر دیا **نَظَرَتْ يَمِيْناً وَّ شِمَالاً فَلَمْ تَرىٰ اَحَداً سِوَىٰ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ وَهُوَ مَرِيْضٌ** پھر آپ نے دائیں بائیں دیکھا ایک بیمار بیٹے کے سوا اور کسی کو نہ پایا آپ نے فرمایا آؤ بیٹا تم کو بھی سوار کروں سیّد سجادؑ نے عرض کی اے پھوپھی میں جس حال میں ہوں مجھے اسی طرح چھوڑ دیجئے۔ خود سوار ہو لیجئے غرض جب جناب زینبؑ ناقہ کے قریب آئیں اور چاہا کہ سوار ہوں تو پہلے ہر طرف نگاہ کی شہداء کی لاشوں کو دیکھا کہ خون میں ڈوبے زخموں سے چور چور گرم زمین پر پڑے ہیں۔ سروں سے تن جدا کر کے نیزوں پر بلند کیا ہے۔ یہ حال دیکھ کر بے اختیار سر و سینہ پیٹ کر رونے لگیں **وَا غُرْبَتَاهُ وَا سَيِّدَاهُ وَاحُسَيْنَاهُ وَا اَخَاهُ** یعنی ہائے بھائی، ہائے حسینؑ ہائے میرے سردار تمہارے بعد ہمارا پرسان حال نہیں۔ آہ آہ بیمار کربلا زینبؑ کے دلخراش بین سن کر طوق و زنجیر پہنے ہوئے بیماری سے لڑکھڑاتے گرتے پڑتے جناب زینبؑ کے پاس آئے اور گھٹنے زمین پر ٹیک کر کہنے لگے اے پھوپھی سوار ہو جائیے آپ کے دل خراش بین نے دل کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ آہ یہ کہہ کر آپ ضعف سے تھرتھرا کر زمین پر گر پڑے شمر ملعون نے دور سے دیکھا تو تازیانہ لئے دوڑا، قریب آ کر کس منہ سے کہوں کہ اس ظالم نے کیا کیا۔ ایک تازیانہ بیمار کی پشت مبارک پر ایسا مارا کہ سید سجادؑ کی پشت سے گوشت اڑ گیا اور خون بہنے لگا اور حضرت کو غش آ گیا۔

یہ ظلم دیکھ کر جناب زینبؑ کا کلیجہ پھٹ گیا' رو رو کر کہنے لگیں بے رحم خدا سے ڈر ارے بیمار کو دوا دیتے ہیں یتیم کو دلاسا دیتے ہیں یا اس کو زنجیروں میں جکڑتے ہیں۔ ایذائیں دیتے ہیں بے قصور حیوانوں کو بھی کوئی تازیانہ نہیں مارتا میرے' بھتیجے نے ایسا کیا قصور کیا ہے کہ تو نے یہ تازیانہ مارا۔ غرض جناب زینبؑ مغموم کسی طرح سے اپنے ناقہ پر سوار آئیں اور وہ لٹا ہوا قافلہ کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۲۷

فضائلِ گریہ اور شہادت
جناب مسلمؑ بن عقیلؑ ۔

☆

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ شِيْعَتَنَا لَقَدْ شَارَكُوْنَا فِي الْمُصِيْبَةِ بِطُوْلِ الْحُزْنِ وَالْحَسْرَةِ عَلٰى مُصَابِ جَدِّي الْحُسَيْنِ

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا خدا رحم کرے ہمارے ماننے والوں پر کہ انہوں نے ہمارا ساتھ دیا ہماری مصیبت ' غم ' حزن ' رونے ' پیٹنے اور ماتم کرنے کو طول دینے میں ہمارے ساتھ مدد کی ہے۔ میرے جدّ مظلوم امام حسینؑ کے ذکر کو زندہ کر رکھا ہے۔ جس طرح ہم امام مظلوم کو یاد کر کے روتے ہیں اسی طرح ہمارے ماننے والے بھی انہیں یاد کر کے گریہ کرتے ہیں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ قَالَ عَلِيٌّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ اِنَّكَ لَتُحِبُّ عَقِيْلًا ایک دن جناب امیرؑ نے رسول خداؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ عقیلؑ کو دوست رکھتے ہیں قَالَ اِيْ وَاللّٰهِ لَاُحِبُّهٗ حُبَّيْنِ حُبًّا لَهٗ وَحُبًّا لِحُبِّ اَبِيْ طَالِبٍ جناب رسول خداؐ نے فرمایا واللہ میں عقیلؑ کو دو محبتوں سے دوست رکھتا ہوں ایک تو اس کی محبت ہے اور دوسری محبت چچا ابوطالبؑ کی وجہ سے پھر فرمایا اِنَّ وَلَدَهٗ مَقْتُوْلٌ فِيْ مَحَبَّةِ وَلَدِكَ عقیل کا فرزند مسلمؑ تیرے فرزند حسینؑ کی محبت میں قتل کیا جائے گا۔ سب سے پہلے جو حسینؑ پر

جان نثار کرے گا وہ مسلم ہو گا پھر ارشاد فرمایا فَتَدْمَعُ عَلَيْهِ عُيُوْنُ الْمُؤْمِنِيْنَ مسلم عالم پردیس میں اکیلا اس طرح بے دردی کے ساتھ شہید ہو گا کہ قیامت تک مومنوں کی آنکھیں اس کی مصیبت میں رویا کریں گی ثُمَّ بَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ حَتّٰى جَرَتْ دُمُوْعُهٗ عَلٰى صَدْرِهٖ پھر رسول خدا مسلمؑ کی مصیبت اور مظلومیت کو یاد کر کے روئے کہ آنسو ریش مبارک سے سینہ اقدس پر ٹپکنے لگے اور فرمانے لگے اِلَى اللّٰهِ اَشْكُوْ مَا تَلْقٰى عِتْرَتِيْ مِنْ بَعْدِيْ میں خدا سے اس مصیبت کی شکایت کرتا ہوں جو میرے بعد میری عزت کو پہنچیں گی۔ اگر غور کیجئے تو مسلمؑ بن عقیل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بلند درجہ رکھتے ہیں مسلم پر ملائکہ درود بھیجتے ہیں۔ چونکہ ان پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود گریہ فرمایا اس لئے ان کی یاد میں مومنین کو بھی گریہ کرنا چاہئے جناب مسلم کی شہادت امام حسینؑ کی شہادت کا مقدمہ تھی روایات صحیحہ میں وارد ہوا ہے جب امام حسینؑ مرقد رسول خدا سے جدا ہوئے اور تیسری شعبان کو مکہ مکرمہ پہنچے تو کوفیوں نے مسلسل حضرت کی خدمت میں اتنے خطوط ارسال کئے کہ دو خرجیاں بھر گئیں۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ بارہ ہزار خط آنجناب کو موصول ہوئے سب کا مضمون ایک ہی تھا کہ ہم سب غلام ہیں اور آپ ہمارے آقا اور امام ہیں۔ یہاں ہمارا کوئی ہادی نہیں آپ جلد تشریف لائیے یہاں کے درخت شاداب اور میوہ دار ہیں اور ساکنان شہر آپ کے عقیدت مند اور فرمانبردار ہیں اور ہم آپ کے معاون و مددگار ہیں۔

حضرت نے اس مضمون کے ساتھ خط لکھ کر حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ کو کوفہ کی طرف روانہ کیا اما بعد واضح ہو کہ تمہارا اشتیاق تمہارے خطوں سے ظاہر ہوا پہلے میں اپنے بھائی مسلمؑ بن عقیلؑ کو کہ خلعت زہد و تقویٰ سے آراستہ ہیں تمہارے پاس بھیجتا ہوں ان کی اطاعت عین میری اطاعت ہے جب یہ تمہارا

خلوص اعتقاد اور حُسنِ سلوک لکھ بھیجیں گے اس وقت انشاء اللہ ہم بھی وہاں نیں گے۔ جناب مُسلمؑ مکہ سے یہ خط لے کر روانہ ہوئے تھوڑی دور گئے تھے کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک شخص نے ہرن کو شکار کیا۔ آپ شگون بد سمجھ کر واپس گئے اور امام سے ماجرا بیان کیا اور عرض کی شاید یہ سفر مبارک نہیں ہو گا کہ فال بد نظر آئی۔

حضرت نے فرمایا اے بھائی کیا تم موت سے ڈر گئے ؟ اگر تمہارا مقصد نہ ہو تو میں کسی اور کو روانہ کروں جناب مُسلمؑ نے عرض کیا یا بن رسول اللہ میری ہزار جان آپ پر فدا ہو مرنے کا مجھے ہرگز خوف نہیں ہے اور نہ ہی اس خیال سے واپس آیا ہوں بلکہ آپ کی زیارت سے دوبارہ مشرف ہونے اور جی بھر کے آپ کی زیارت کرنے کے لئے آیا ہوں۔ معلوم نہیں پھر زیارت نصیب ہو یا نہ ہو یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگے۔ مظلوم کربلا بھی مسلم کو گلے لگا کر بہت روئے پھر بھائی کو رخصت کیا۔ مسلم پہلے مدینہ روانہ ہوئے' روضہ رسول کی زیارت کے بعد سب اقارب و احباب سے رخصت ہوئے' پھر اپنے دونوں صاحبزادوں کو کہ ان کا نام محمدؑ اور ابراہیمؑ تھا ہمراہ لیا اور قبیلہ بنی قیس کے دو آدمی لے کر کوفہ میں وارد ہوئے اور مختار ابن ابی ثقفی کے گھر میں قیام فرمایا۔ جب کوفہ والوں کو حضرت مسلمؑ کی تشریف آوری کی خبر معلوم ہوئی تو گروہ در گروہ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے لگے حتیٰ کہ اٹھارہ ہزار کوفیوں نے حضرت مُسلمؑ کی بیعت کی عبداللہ حضرمی نے یہ تمام صورت حال یزید پلید کو خفیہ طور پر لکھ بھیجی۔ اس شقی نے عبداللہ بن زیاد' والی بصرہ کو لکھا کہ ایسا بندوبست کر کہ اہل کوفہ بیعت حسینؑ سے باز رہیں اور جس طرح ممکن ہو مسلمؑ کا سر کاٹ کر میرے پاس روانہ کر۔ ابن

زیاد کوفہ میں آیا اور آتے ہی شہر میں منادی کرا دی کہ جو شخص مسلمؑ کی بیعت کرے گا وہ عتاب یزید سے نہ بچ سکے گا۔ یہ حکم سنتے ہی جنہوں نے بیعت کی تھی بیعت توڑ دی اور حق سے انحراف کیا۔ جب مسلمؑ نے یہ کیفیت مشاہدہ کی تو مجبور ہو کر ہانی بن عروہ کے گھر پناہ لی۔ بڑی کوشش کے بعد ابن زیاد نے ہانی کو قتل کر دیا' خدا کسی کو عالم مسافرت میں بے یار و مددگار نہ کرے۔

اب حضرت مسلمؑ کا کون شفیق اور دوست تھا کہ اس کے گھر جاتے' لاچار تن تنہا کوفہ کے بازاروں اور کوچوں میں ایک جانب سے دوسری جانب حیران و پریشان پھرتے تھے۔ یہاں تک کہ طوعہ کے گھر تک پہنچے آپ نے خود سلام میں سبقت کر کے فرمایا **یَا اَمَتَہ اللّٰہِ اِسْقِنِی الْمَاءِ فَسَقَتْہُ** اے کنیز خدا مجھے تھوڑا پانی پلا اس مومنہ نے رحم کھا کر پانی پلایا اور کہا اے بندۂ خدا اپنے گھر جا' کہ شہر پُر آشوب ہے۔ اس مظلوم نے کہا اے ضعیفہ میرا یہاں پر کوئی عزیز و غمخوار نہیں ہے۔ مسافر ہوں کس کے گھر جاؤں ؟ اگر تو آج کی رات اپنے گھر میں جگہ دے تو کل قیامت کے روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تجھے بہشت میں جگہ دیں گے۔ وہ ضعیفہ حیران ہو کر پوچھنے لگی کہ تم کون ہو' فرمایا **اَنَا مُسْلِمُ بْنُ عُقَیْلٍ** میں سفیر حسینؑ مسلم بن عقیل ہوں۔ یہ سنتے ہی وہ ضعیفہ حضرت کو اپنے گھر میں لے گئی اور ایک مکان میں ایک فرش بچھا کر آب و طعام جو اس وقت موجود تھا سامنے لا کر رکھ دیا۔ آہ ایسی غریب الوطنی اور مصیبت میں کون کھانا کھا سکتا ہے۔ آپ نے کچھ نوش نہ فرمایا' جب صبح ہوئی طوعہ وضو کے لئے پانی لائی اور عرض کی یا حضرت آپ نے رات کو کیوں نہیں آرام کیا۔ فرمایا ذرا میری آنکھ لگ گئی تھی **فَرَاَیْتُ عَمِّی اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَھُوَ یَقُوْلُ الْعَجَلَ الْعَجَلَ** میں نے خواب میں چچا امیر المومنینؑ کو دیکھا کہ آپ فرما رہے تھے اے مسلمؑ جلد آ جلد آ میں

تمہارا منتظر ہوں۔ اے طوعہ یقین ہے میں دوسری رات دنیا میں نہیں ہوں گا آج ضرور شہید کر دیا جاؤں گا۔ یہ سن کر طوعہ آبدیدہ ہوئی اور تسکین دلجوئی کے لئے کچھ کلمات کہے اسی اثناء میں طوعہ کے بیٹے نے کہ جو دشمن اہل بیتؑ تھا' ابن زیاد کے پاس جا کر حضرت مسلمؑ کی خبر دی۔ وہ ملعون خوش ہوا اور طوق بلا اس کے گلے میں ڈال دیا اور محمد بن اشعث کو ہزار سوار پانچ سو پیادوں کے ساتھ حضرت مسلمؑ کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ جب وہ ناری طوعہ کے پاس پہنچے اور حضرت مسلمؑ نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی تو آمادۂ مرگ ہوئے' زرہ پہن لی کمر باندھ کر مسلح ہو گئے۔ جب طوعہ نے حضرت کو ہتھیار لگاتے دیکھا عرض کی اے میرے سیّد و آقا کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو آمادۂ مرگ پاتی ہوں۔ جناب مسلمؑ نے فرمایا اے طوعہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ لشکر شقاوت ابن زیاد کے حکم پر مجھے گرفتار کرنے کے لئے آیا ہے۔ اس لئے میں مسلح ہو کر باہر نکلنا چاہتا ہوں' میرے نزدیک اس ننگ و عار سے مرنا بہتر ہے۔ یہ کمینے مجھے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے جائیں گے۔

جناب مسلمؑ طوعہ سے یہ فرما رہے تھے کہ دفعتاً" وہ سب سوار جفا شعار گھر میں گھس آئے اور چاہا کہ آپ کو گرفتار کریں۔ یہ دیکھتے ہی حضرت مسلمؑ تلوار پکڑ کر حجرہ سے صحن میں تشریف لائے اور پے در پے حملہ کر کے ان کو گھر سے نکال دیا اور کچھ ناریوں کو واصل جہنم کیا۔ ابن زیاد نے مزید مسلح آدمی بھیجے' وہ دوبارہ حملہ آور ہوئے۔ ایک ملعون کہ جس کا نام بکر تھا کمین گاہ سے نکل کر حضرت مسلمؑ کے چہرۂ اقدس پر ایسی تلوار لگائی کہ اس ضرب سے آپ کے ہونٹ کٹ گئے اور دندانِ مبارک سامنے سے گر گئے۔ حضرت مسلمؑ نے اس کی گردن پر تلوار ماری کہ وہ لعین واصل جہنم ہوا منقول ہے لشکر کا سپہ سالار حضرت کی شجاعت دیکھ

کر حیران ہوا۔ اسے خوف محسوس ہوا کہ اس کو کہیں حضرت مسلمؑ سے شکست حاصل نہ ہو۔ وہ مزید مدد کے لئے ابن زیاد کے پاس پہنچا۔ ابن زیاد نے کہا تو کتنا بزدل ثابت ہوا ہے کہ ایک تنِ تنہا شخص سے اتنی بڑی فوج کی تعداد کے باوجود شکست کھا رہا ہے۔ یہ سن کر ابن اشعث نے کہا اے ابن زیاد تو نہایت نافہم اور بے عقل ہے' تو نے اپنے زعم میں کسی کوفہ کے سبزی فروش کے ساتھ لڑنے کو بھیجا ہے۔ بلکہ اے بدنہاد تو نے ہمیں اس شخص کی طرف بھیجا ہے کہ وہ اہل بیت کے شیروں میں سے ایک شیر ہے۔ وہ شخص اس جلیل القدر خاندان سے تعلق رکھتا ہے' کہ جن کی تلوار مشرق سے مغرب تک ایک خاص شہرت رکھتی ہے۔ خدا کی قسم یہ وہ شیر ہے کہ جب تلوار پکڑ کر میدان کارزار میں ڈٹ جاتا ہے تو سینکڑوں جنگجو جوانوں کے خون کے دریا بہا دیتا ہے۔ یہ سن کر وہ ملعون نادم و پشیمان ہوا اور بہت سے مسلح سپاہی ابن اشعث کے ہمراہ روانہ کئے۔ جب حضرت مسلمؑ نے دیکھا کہ مزید فوج لڑنے کے لئے آئی ہے' تو اس شیر نے پھر ان پر حملہ کیا اور بہت سے یزیدیوں کو واصل جہنم کیا اور خود بھی بہت زخمی ہوئے۔ تیروں سے آپ کا جسم چھلنی ہو چکا تھا۔ ابن اشعث نے فوج سے پکار کر کہا کہ مسلمؑ کو امان دو کہ یوں تم مسلمؑ پر قابو نہ پاؤ گے اور وہ تم میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ پس مسلم کو پیام امان دیا حضرت نے کہا اے بے وفا کوفیو ! مجھے تمہاری امان پر ہرگز اعتماد نہیں ہے۔ ثُمَّ حَفَرُوْا لَهٗ فِیْ وَسْطِ الطَّرِیْقِ وَاَخْفَوْا رَاْسَهَا پھر ان لعینوں نے راستہ میں ایک کنواں کھودا اور اس کا منہ چھپا دیا پھر وہ فوجی حضرت مسلمؑ سے لڑنے لگے۔ حضرت لڑتے جاتے تھے کہ آپ کا پاؤں اس گڑھے میں جا پڑا اور اس میں گر پڑے اس کے بعد سب شقی آپ پر ٹوٹ پڑے اور حضرت کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پھر ابن اشعث لعین نے آپ کے دہن شریف پر ایسی تلوار ماری کہ آپ کا ہونٹ کٹ گیا اور دانت

گر پڑے فاخذوہ اسیراً الی ابن زیاد پس حضرت کو گرفتار کر کے ابن زیاد کی طرف لے چلے۔ حضرت کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی فقال یا قوم اسقونی؟ آپ نے فرمایا اے قوم میں پیاسا ہوں مجھے تھوڑا سا پانی پلاؤ۔ عمر بن حریث نے ایک جام پانی کا بھیجا حضرت نے لے لیا اور چاہا کہ پییئں' تمام پیالہ خون سے بھر گیا۔ حضرت مسلمؑ نے کہا اب رزق دنیا میری قسمت میں نہیں ہے اگر قسمت میں ہوتا تو پیتا۔ جب حضرت کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا تو حضرت نے اس کو سلام نہ کیا۔ ایک درباری بولا اے مسلمؑ تو نے امیر کو سلام نہ کیا۔ فقال واللہ مالی امیرٌ سوی الحسینؑ حضرت مسلم نے فرمایا واللہ میرا حسینؑ بن علیؑ کے سوا کوئی امیر نہیں ہے۔ ابن زیاد بولا چاہے سلام کرو یا نہ کرو تم ہر صورت میں قتل کر دیئے جاؤ گے۔ حضرت مسلمؑ نے کہا اگر تو قتل کرے گا تو میری ایک حاجت ہے اسے بجا لا۔ وہ بولا تمہاری کیا حاجت ہے' حضرت نے کہا میں چاہتا ہوں کہ کوئی مرد قریش ہو' میں اسے وصیت کروں۔ عمر سعد اٹھا اور بولا وصیت کیا ہے فقال اول وصیتی انی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ وان علیاً ولی اللہ حضرت مسلمؑ نے کہا میری پہلی وصیت یہ ہے کہ میں خدا کی وحدانیت' رسالت پناہ کی نبوت' علیؑ ابن ابی طالبؑ ولایت و امامت کی گواہی دیتا ہوں دوسری وصیت یہ ہے کہ میں سات سو درہم کا مقروض ہوں میری زرہ بیچ کر میرا قرض ادا کرنا تیسری وصیت یہ ہے کہ ان تکتب الحسین ان یرجع ولا یاتی الی بلدکم فیصیبہ ما اصابنی اے عمر سعد میری طرف میرے آقا حسینؑ ابن علیؑ کو لکھ بھیج کہ مدینہ کو واپس لوٹ جائیں کوفہ میں نہ آئیں' کوفی ان سے بھی یہی سلوک کریں گے' جو مجھ سے کیا ہے' مجھے معلوم ہوا ہے کہ امام حسین علیہ السلام اپنے اہل و عیال سمیت کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ وہ شقی بولا تم نے جو اقرار شہادتین کیا تو ہم بھی مسلمان

ہیں اور کلمہ پڑھتے ہیں اور رہا قرض سات سو ہم کو اختیار ہے چاہیں ادا کریں یا نہ کریں اور جو وصیت امام حسینؑ کی آمد سے متعلق ہے فلا بد ان یقدم علینا منیۃ الموت ضروری ہے کہ وہ ہمارے پاس آئیں اور ہم انہیں بھی تمہاری طرح قتل کریں۔ اس کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا ان یصعد بہ علی القصر و یرمی بہ منکساً مسلم کو محل کی چھت پر لے جا کر وہاں سے سر کے بل گرا دو فالقہ من اعلی القصر و عجل بروحہ الی الجنۃ آہ آہ اس ظالم کے حکم سے ایک لعین نے مظلوم مسلمؑ کا ہاتھ پکڑا اور محل کی چھت پر لے گیا اور حضرت مسلمؑ کو منہ کے بل گرا دیا اور اس کے صدمہ سے مسلمؑ کی روح راہی جنت ہوئی۔ ثم انھم اخذوا مسلماً وھانیاً یسحبونھما فی الاسواق پھر اہل کوفہ نے ابن زیاد کے حکم سے ہانی اور مسلمؑ کے پاؤں میں رسی باندھی اور بازاروں میں گھسیٹتے پھرتے تھے۔ جب یہ خبر قبیلہ مدحج نے سنی تو بہت کشت و خون کر کے یہ دونوں لاشیں لے گئے اور دفن کیں

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین الخ -

مجلس نمبر ۲۸

جناب امیرؑ کا یتیموں کے حال پر گریہ کرنا
شہادت فرزندانِ مسلمؑ ۔

☆

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهُ قَالَ مَنْ ذَكَرَنَا اَوْ ذُكِرْنَا عِنْدَهُ فَخَرَجَ عَيْنِهٖ دَمْعٌ وَلَوْ مِثْلَ جَنَاحِ الْبَعُوْضَةِ غَفَرَ اللّٰهُ ذُنُوْبَهٗ وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ

احادیث کتب میں جناب امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا جو شخص ہمارے مصائب بیان کرے یا سنے اور اس کی آنکھوں سے ایک قطرہ آنسو نکلے اگرچہ مچھر کے پَر برابر ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے تمام گناہ بخش دے گا۔ اگرچہ اس کے گناہوں کی کثرت کف دریا کی مانند ہو ابنَ الحدید نے حکایت کی ہے کہ ایک رات جناب امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کہیں سے دولت خانہ کو تشریف لاتے تھے۔ ایک گھر پر پہنچے دیکھا کہ ایک بیوہ عورت چولہے پر پانی گرم کر رہی ہے اور اس کے بچے شدت گریہ سے زمین پر لوٹتے ہیں سَئَلَ عَنْهَا لِمَا يَبْكُوْنَ مَا تَصْنَعُ جناب امیرؑ ٹھہر گئے اور اس عورت سے پوچھا کہ بچے کیوں روتے ہیں اور تو کیا کر رہی ہے ؟ اس نے کہا اے شخص میں بیوہ اور بے وارث عورت ہوں اور یہ میرے یتیم بچے ہیں۔ آج مجھے کچھ میسر نہ آیا کہ انہیں کچھ کھلاتی' اس وقت ان بچوں کا بھوک سے بہت بُرا حال ہے اور رو رہے ہیں۔ ناچار ان کو بہلانے کے لئے خالی دیگچی میں پانی چولہے پر چڑھا دیا

ہے تاکہ سمجھیں ان کے لئے کہ کچھ پک رہا ہے۔ اس امید پر سو جائیں حضرت اس عورت کا حال سن کر بہت غمگین و ملول گھر میں تشریف لائے۔ جو کا آٹا جو حضرت کی خوراک تھی سب کا سب لے گئے اور اس سے فرمایا اے عورت اس کو جلد گوندھ کر خمیر کر اور آپ گرم پانی میں آش پکانے لگے لیکن یہ بھی خیال تھا کہ ایسا نہ ہو کہ کھانا پکنے سے پہلے بچے رو رو کر سو جائیں۔ اس لئے ادھر آش کی خبر لیتے ادھر بچوں کے ساتھ کھیلتے اور ان کا دل بہلاتے' دونوں گھٹنے زمین پر رکھ کر ان کے ساتھ دوڑتے جاتے تھے' یہاں تک کہ وہ بچے رونا بھول گئے۔ جب کھانا تیار ہوا تو حضرت نے ان یتیموں کو ان کی ماں کے ساتھ بیٹھ کر کھلایا۔ اس کے بعد دست مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر یوں دعا کی "خداوندا ان بچوں کو کبھی بھوکا نہ رکھنا کہ یہ بے کس و یتیم ہیں" عورت نے ہرچند آپ سے آپ کا نام و حسب پوچھا مگر حضرت نے نہ بتایا اور رخصت ہو کر چلے آئے۔ آپ فاقہ سے رہے' جب صبح ہوئی تو عورت نے اس عظیم اور ہمدرد انسان کی ہمدردی کا تذکرہ اپنے ہمسایہ عورت سے کیا۔ اس نے شکل و صورت پوچھی جب اس نے بیان کی تو انہوں نے کہا وہ تو امیر المومنینؑ تھے۔ یہ عادتیں اور جو کا آٹا انہی سے مخصوص ہے۔ وہ عورت بہت روئی کہ افسوس میں نے اپنے آقا سے گھر کا کام لیا۔

افسوس کہ حضرت امیرؑ کے یتیموں پر کسی نے رحم نہ کیا **امالی میں شیخ صدوقؒ** نے لکھا ہے کہ جب جناب امیرؑ کے دونوں نواسے یعنی حضرت مسلم سے پہلے گرفتار ہو کر کوفہ میں ابن زیاد کے سامنے پیش کئے گئے تو رحم کی بجائے اس ظالم نے داروغہ زندان کو بلایا اور کہا ان دونوں بچوں کو سخت قید میں ڈالا جائے **وَمِنْ طِيْبِ الطَّعَامِ فَلَا تُطْعِمْهُمَا وَمِنْ بَارِدِ الْمَاءِ فَلَا تَسْقِهِمَا** اور انہیں ہرگز اچھا

کھانا نہ دینا اور ٹھنڈا پانی نہ پلانا۔ یہ جانے لعین کو کیا عداوت تھی ان دو ننھے شہزادوں سے۔ **فَكَانَ الْغُلَامَانِ يَصُوْمَانِ النَّهَارَ فَاِذَا اَجَنَّهُمَا اللَّيْلُ اُتِيَا بِقُرْصَيْنِ مِنْ شَعِيْرٍ وَ كُوْزٍ مِّنْ مَاءٍ** وہ یتیم بچے دن کو روزہ رکھتے شام کو جو کی دو روٹیاں اور پانی کا ایک کوزہ داروغہ زندان انہیں لا کر دیتا تھا۔ اسی مصیبت میں سال بھر گزرا چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے کہا **يَا اَخِيْ طَالَ بِنَا مَكْثُنَا وَيُوْشِكُ اَنْ تَفْنٰى عُمْرُنَا وَ تَبْلٰى اَبْدَانُنَا** اے بھائی ہمیں اس قید خانہ میں بہت عرصہ ہوا ہے۔ یقین ہے ہم اس قید خانہ میں مر جائیں گے اور ہمارے بدن گھل جائیں گے۔ آج داروغہ زندان کو بتاؤ کہ ہم رسولؐ خدا کے کیا لگتے ہیں۔ شاید وہ رحم کھا کر چھوڑ دے جب رات ہوئی **اَقْبَلَ الشَّيْخُ بِقُرْصَيْنِ مِنْ شَعِيْرٍ وَ كُوْزٍ مِّنْ مَاءٍ** داروغہ حسب عادت جو کی دو روٹیاں اور پانی کا ایک کوزہ لایا' چھوٹے بھائی نے کہا اے شیخ کیا تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پہچانتا ہے۔ وہ شخص بولا **وَكَيْفَ لَا اَعْرِفُ وَهُوَ نَبِيِّيْ شَفِيْعُ النَّاسِ** کیوں نہیں جانتا کہ وہ پیغمبر خدا اور شفیع روز جزا ہیں۔ پھر صاحبزادے نے کہا **اَتَعْرِفُ جَعْفَرًا** آیا تو جعفر کو جانتا ہے۔ اس نے کہا کیوں نہیں جانتا کہ خدا نے انہیں دو پر عطا کئے ہیں وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ پھر کہا اے شیخ **اَتَعْرِفُ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ** اور کیا تو علیؑ بن ابی طالبؑ سے واقف ہے **قَالَ كَيْفَ لَا اَعْرِفُ وَهُوَ اِبْنُ عَمِّ النَّبِيِّ وَ اِمَامِيْ** اس نے کہا کیونکر نہ جانوں کہ وہ حضرت ابن عم رسول اور میرے امام ہیں۔ پس صاحبزادہ نے کہا اے شیخ تو مسلمؑ بن عقیلؑ کو بھی جانتا ہے۔ کہا ہاں کیوں نہیں جانتا وہ بھی پسر عم رسول ہیں اس وقت دونوں نے بے تاب ہو کر کہا اے شیخ **نَحْنُ مِنْ وُلْدِ مُسْلِمِ بْنِ عَقِيْلٍ** ہم تیرے پیغمبر کی عزت سے ہیں اور ہم مسلمؑ بن عقیلؑ کے یتیم ہیں **قَدْ ضَيَّقْتَ عَلَيْنَا سِجْنَنَا فَمَالَكَ لَا تَرْحَمُ صِغَرَ سِنِّنَا** تو نے

ہماری قید کو تنگ کیا۔ پس تجھے 260 کیا کہتے ہیں جو پر رحم نہیں کرتا۔ جو نہیں اس نے یہ

کلام سنا بَكَىٰ بُكَاءً شَدِيدًا وَ انكَبَّ عَلىٰ اقدامِهِمَا يقبلهُمَا وہ بہت رویا اور دوڑ کر پاؤں پر گر کر چومنے لگا' کہہ رہا تھا میں آپ پر قربان ہوں وَاللّٰهِ لَا اُرِيْدُ اَنْ يَكُوْنَ مُحَمَّدًا صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ خَصْمِيْ فِيْ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اور میں نہیں چاہتا کہ روز قیامت رسول خدا مجھ سے دشمنی کریں پس' اے صاحبزادے مجھ پر جو گزرے گی نبھاؤں گا' یہ قید خانہ کا دروازہ کھلا ہے جدھر چاہو چلے جاؤ یَا حَبِيْبَيَّ سِيرَا اللَّيْلِ وَ اكْمِنَا النَّهَارَ اے میرے دوستو رات کو چلنا اور دن کو چھپ رہنا" غرض وہ دونوں شہزادے رات بھر چلے۔ اور جب صبح ہوئی تو ایک باغ میں جا کر بلند درخت پر چڑھ گئے اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَ اِذَا بِجَارِيَةٍ قَدْ رَاتْهُمَا جب سورج طلوع ہوا ایک کنیز اس باغ میں آئی اور ان کو درخت پر بیٹھا ہوا پایا۔ پوچھا تم کون ہو ؟ جب انہوں نے سارا واقعہ سنایا بَكَتْ لِحَالِهِمَا وہ ان کے حال پر روئی پھر دلاسا دیا اور کہا تم میرے ساتھ چلو میری بی بی تمہاری ماننے والی ہے۔

ان شہزادوں کو ساتھ لے کر آئی اور اپنی بی بی کو خبر دی۔ وہ نیک بخت عورت سنتے ہی ننگے پاؤں دوڑی ہوئی آئی قَالَتْ لَهُمَا اُدْخُلَا عَلَيَّ بِالرَّحْبِ وَالسَّعَةِ اور بولی اے صاحبزادو گھر میں تشریف لے چلو۔ خوش حال کنیز کا فرزند خیر البشر میرے مہمان ہوں۔ یہ کہہ کر ایک کمرہ جس میں کوئی نہیں جاتا تھا ان کے رہنے کو خالی کر دیا اور اس میں فرش پاکیزہ بچھا دیا ثُمَّ اَتَتْهُمَا بِطَعَامٍ فَاَكَلَا وَشَرِبَا پھر ان کے سامنے کھانا رکھا۔ یتیمان مسلمؑ نے کھایا اور ٹھنڈا پانی پیا اور فرش پر لیٹے۔ چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے کہا يَا اَخِيْ قَدْ اَمِنَّا لَيْلَتَنَا هٰذِهِ اے بھائی آج کی رات ہم نے امن پایا فَتَعَالَ حَتّٰى اُعَانِقَكَ قَبْلَ اَنْ يُفَرِّقَ الْمَوْتُ بَيْنَنَا پس قریب آؤ کہ میں تمہارے گلے لگوں۔ قبل اس کے کہ موت

[illegible]

ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی ڈالے 261 پس ایک دوسرے سے

بغلگیر ہو کر سو رہے رات تھوڑی سی گزری تھی اَقْبَلَ خَتَنُ الْعَجُوْزِ وَ قَرَعَ الْبَابَ کہ اس عورت کا داماد آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا اس مومنہ نے کہا تو کون ہے بولا میں حارث ہوں قَالَتْ لَيْسَ لَكَ هٰذَا بِوَقْتٍ وہ بولی یہ وقت تیرے آنے کا نہیں تھا۔ آج اس وقت کیوں آیا وہ بولا جلد دروازہ کھول کہ میرے ہوش و حواس منتشر ہیں۔ آج ایک مشکل مسئلہ پیش آیا ہے وہ بولی کون سی مشکل درپیش ہے۔ قَالَ هَرَبَ الْغُلَامَانِ مِنَ السِّجْنِ فَنَادَى الْاَمِيْرُ فِيْ عَسْكَرِهِ مَنْ جَاءَ بِرَاْسِ هِمَا فَلَهُ اَلْفَا دَرَاهِمَ بولا کہ دو بچے قید خانہ سے بھاگے ہیں۔ ابن زیاد نے اعلان کیا ہے کہ جو ان کے سر لائے گا اس کو دو ہزار درہم دیئے جائیں گے۔ میں ان کی تلاش میں تھک چکا ہوں اور میرا گھوڑا بھی دوڑتے دوڑتے مر گیا ہے۔ لیکن ان کا کہیں نشان نہ ملا۔ وہ لعین گھر میں آیا اور کھانا کھا کے سونے کے لئے لیٹا۔ ابھی سویا بھی نہ تھا کہ دوسرے کمرہ سے سانس لینے کی آواز آئی۔ اس نے اپنی زوجہ سے پوچھا کہ یہ آواز کیسی ہے۔ اس نیک بخت نے کچھ جواب نہ دیا وَاِذَا بِاَحَدِ الْوَلَدَيْنِ قَدِ انْتَبَهَ ناگاہ ایک صاحبزادہ چونکا فَقَالَ لِاَخِيْهِ اِجْلِسْ فَاِنَّا هَالِكَيْنَ قَدْ قَرُبَ پس دوسرے بھائی کو جگا کر بولا اے بھائی کیا سوتے ہو اٹھو ہماری موت کا وقت قریب آپہنچا ہے۔ اس شہزادہ نے چونک کر کہا اے بھائی تم نے کیا دیکھا قَالَ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ وَ اِذْ بِاَبِيْ وَاقِفٌ عِنْدِيْ کہا میں نیند میں تھا' دیکھا بابا میرے پاس کھڑے ہیں وَاِذَا بِالنَّبِيِّ عَلِيٍّ وَ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ کہ یکایک میرے بابا کے پاس رسول خداؐ ' علی مرتضیٰؑ فاطمہ زہراؑ اور حسنؑ و حسینؑ تشریف لائے اور میرے بابا نے فرمایا مَالَكَ تَرَكْتَ اَوْلَادَكَ بَيْنَ الْمَلَاعِيْنِ اے مسلمؑ تمہیں کس طرح صبر آیا کہ ان دونوں بچوں کو دشمنوں میں چھوڑ آئے فَقَالَ اَبِيْ بِاَثَرِيْ قَا[illegible] بابا نے عرض

کی آج کی رات عنقریب میرے پاس آئے ہیں۔ یہ سنکر دوسرے بھائی نے کہا

اے بھائی یہی خواب میں نے دیکھا ہے **فاعتنقا وبکیا** پس دونوں بھائی گلے مل کر خوب روئے۔ جب اس لعین نے رونے کی آواز سنی تو اٹھ کر دیوار پکڑتا ہوا اس کمرے میں آیا **حتّٰی وَقعت یدہٗ علٰی جنب الغلام الصّغیر** یہاں تک کہ اس کا نجس ہاتھ چھوٹے بچے پر پڑا **فقال من انت** وہ صاحبزادہ ڈر کر بولا کہ تو کون ہے۔ وہ لعین بولا کہ میں اس گھر کا مالک ہوں **فمن انتما** تم کون ہو۔ وہ بولے اے شیخ اگر ہم سچ کہیں تو ہمیں امان دے گا **قال نعم** کہنے لگا میں امان دوں گا۔ دونوں بولے **یا شیخ نحن من عترۃ نبیک ھربنا من السجن** اے شیخ ہم تیرے نبی کی عزت میں سے ہیں' قید خانہ سے بھاگ کر جان کے ڈر سے تیرے گھر میں چھپے ہیں۔ وہ بے دین بولا **ھربتما والی الموت وقعتما الحمد للہ الذی اظفرنی بکما** جان کے خوف سے بھاگے' آخر موت کے پھندے میں آکر پھنسے' شکر خدا کہ تم میرے ہاتھ لگے **ثم انہ لطم الاکبر لطمۃ اکبہ علی وجہ الارض** پھر اس ظالم نے بڑے بھائی کو ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا **ثم انہ کتفہ کتفا و ثیقا** پھر اس لعین نے زور سے اس کی مشکیں باندھ لیں **وجاء الی الاخر فضربہ ضربۃ ...... اشد منہ حتی خر علی وجھہ** پھر چھوٹے بھائی کو اس سے زیادہ زور سے طمانچہ مارا وہ بھی منہ کے بل گرا **ثم انہ کتفہ کتفا وثیقا** اس کے بعد اس کی مشکیں بھی باندھ لیں۔ دونوں شہزادے رو کر کہنے لگے اے شیخ تیری بیوی نے تو ہمیں مہمان کیا اور تو نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا **اما تخاف اللہ** آیا تو خوف خدا نہیں کرتا **اما تراعی قرابتنا من رسول اللہ** تو ہمارے بابا اور رسول خدا کی قرابت کا خیال بھی نہیں کرتا۔ اس لعین نے کچھ پرواہ نہ کی اور کمرہ سے کھینچتا ہوا باہر لے گیا **وبقیا مکتفین الی الفجر وھما** ... جب صبح ہوئی تو

پیکیاں ۔ رات بھر وہ یتیم مشکوں سے بندھے کوٹھے روتے رہے جب صبح ہوئی تو

وہ بے دین قتل کرنے لے چلا۔ اس کی زوجہ' بیٹا اور غلام اسے خوف خدا دلاتے تھے۔ وہ لعین کچھ نہ سنتا تھا۔ جب فرات پر پہنچا تو تلوار کھینچی **فمانعتہ زوجتہ فزعق علیھا حتی طار عقلھا** پس اس کی زوجہ مانع ہوئی' اس لعین نے ایک تلوار اپنی زوجہ کو ماری کہ وہ بے ہوش ہو گئی۔ پھر غلام کو تلوار دی کہ جا کر ان دونوں کو قتل کر۔ جب وہ قریب آیا ایک صاحبزادہ بولا **یا اسود ما اشبہ سوادک بسواد بلال** اے غلام تیرا رنگ بلال سے کس قدر مشابہ ہے۔ وہ بولا اے صاحبزادے تم کون ہو۔ یتیم مسلمؑ بولے **یا اسود نحن عترۃ نبیک** اے اسود ہم عزت نبی ہیں۔ جونہی اس نے یہ کلام سنا تو شہزادوں کے پاؤں پر گر پڑا اور قدم چوم کر بولا واللہ میں نہیں چاہتا کہ رسول خدا میرے دشمن ہوں۔ یہ کہہ کر فرات کے پار چلا گیا۔ وہ لعین پکارا کہ اے غلام تو نے میری نافرمانی کی۔ وہ بولا کہ میں نے خدا کی اطاعت کی اگرچہ تیری نافرمانی کی۔ پھر بیٹے سے بولا تو جا کر ان دونوں کو قتل کر۔ جب وہ قریب پہنچا تو دونوں صاحبزادے بولے **یا شاب اما ترحم علی شبابک ھذا من نار جھنم** اے جوان تو اپنی جوانی پر رحم نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ تو جہنم میں جائے۔ وہ بولا تم کون ہو **قالا نحن عترۃ نبیک** دونوں نے کہا ہم تیرے نبی کی عزت ہیں' تیرے باپ نے ناحق ہمارے قتل کا ارادہ کیا ہے۔ وہ بھی پاؤں پر گر پڑا اور فرات کے پار چلا گیا۔ وہ لعین پکارا تو نے میری نافرمانی کی۔ وہ بولا میں نے خدا کی اطاعت کی اگرچہ تیری نافرمانی کی۔ تب وہ ملعون غصہ سے بولا **واللہ ما یتولی قتلکما غیری** خدا کی قسم اس لعین کے سوا تمہیں کوئی قتل نہ کرے گا۔ یہ کہہ کر تلوار لے کر آیا' بیٹے نے منع کیا اس سنگدل نے پہلے اپنے بیٹے ہی کے سر پر تلوار ماری کہ وہ دنیا سے چل بسا پھر وہ یتیموں کے قتل پر متوجہ ہوا **فلما**

جب انہوں نے دیکھا تو بے اختیار رونے لگے اور بولے یا شیخ اذہب
بِنَا حَیًّا اِلَی ابْنِ زِیَادٍ لِیَصْنَعَ مَا یُرِیْدُ اے شیخ تو ہمیں ابن زیاد کے پاس زندہ لے چل، جو چاہے وہ ہمارے حق میں کرے فَقَالَ لَیْسَ لَکُمَا عَنْ سَبِیْلٍ وہ لعین بولا ہرگز یہ نہ ہو گا۔ پھر بولے اِنْ کَانَ مُرَادُکَ اَخْذَ الْمَالِ فَبِعْنَا فِی السُّوْقِ وَانْتَفِعْ بِاَثْمَانِنَا اے شیخ اگر حصول مال تیری مراد ہے تو ہمیں بازار میں بیچ لے اور قیمت سے فائدہ مند ہو اور ہمیں قتل نہ کر۔ وہ بولا یہ بھی نہ ہو گا۔ پھر انہوں نے کہا یَا شَیْخُ اَمَا تَرْحَمُ صِغَرَ سِنِّنَا اے شیخ ہماری یتیمی اور کم سنی پر بھی تو رحم نہیں کرتا۔ وہ لعین بولا خدا نے تمہارے لئے میرے دل میں رحم خلق نہیں کیا فَقَالَا دَعْنَا نُصَلِّیْ پس ناچار ہو کر بولے اگر تو ہمیں قتل ہی کرتا ہے تو ہمیں چھوڑ دے کہ ہم نماز پڑھ لیں۔ وہ بولا اگر تمہیں نماز کچھ فائدہ دیتی ہے تو نماز پڑھ لو۔ دونوں بھائیوں نے وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھ کر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور یوں دعا کرنے لگے یَا عَدْلُ یَا حَکِیْمُ اُحْکُمْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَہٗ بِالْحَقِّ اے خداوند عادل، اے حاکم تو ہمارے اور ہمارے قاتل کے درمیان انصاف کر فَعِنْدَ ذٰلِکَ تَقَدَّمَ اللَّعِیْنُ اِلَی الْاَکْبَرِ فَضَرَبَ عُنُقَہٗ فَسَقَطَ اِلَی الْاَرْضِ یَجُوْزُ بِدَمِہٖ ابھی وہ دونوں یتیم دعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ وہ سنگدل آگے بڑھا اور بڑے بھائی کی گردن پر ایک تلوار زور سے لگائی، کہ اس کا سر اقدس کٹ کر گر پڑا اور بدن خون میں لوٹنے لگا۔ فَصَاحَ اَخُوْہُ وَجَعَلَ یَتَمَرَّغُ فِیْ دَمِہٖ چھوٹے بھائی نے یہ حال دیکھ کر چیخ ماری اور بھائی کے خون میں لوٹنے لگا اور کہتا تھا وَا اَخَاہُ وَاقِلَّۃَ نَاصِرَاہُ افسوس اے بھائی مجھے اکیلا چھوڑ گئے، افسوس کوئی ہمارا مددگار نہیں ہے۔ اس کے بعد بھائی کا خون لے کر منہ پر ملتا اور کہتا تھا ھٰکَذَا اَلْقَی اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اسی صورت سے خدا اور اس کے رسول سے ملاقات کروں گا ثُمَّ ضَرَبَ اللَّعِیْنُ عُنُقَہٗ پھر اس

بے رحم نے چھوٹے بھائی کے سر پر تلوار لگائی اسکا سر بھی بدن سے جدا ہو گیا
وَ وَضَعَ رَاْسَیْھِمَا فِی الْمِخْلَاتِ وَرَمٰی بِاَبْدَانِھِمَا فِی الْفُرَاتِ لعین نے سروں کو ایک برتن میں رکھا اور جسموں کو فرات میں پھینک دیا فِی الْمَنَاقِبِ الْقَدِیْمِ اِنَّہٗ لَمَّا ضَرَبَ الْمَلْعُوْنُ الْوَلَدَ الْاَکْبَرَ وَرَمٰی بَدَنَہٗ فِی الْفُرَاتِ کَانَ بَدَنُہٗ عَلٰی وَجْہِ الْمَاءِ حَتّٰی قَذَفَ الثَّانِیْ کتاب مناقب قدیم میں منقول ہے کہ جب حارث ملعون نے بڑے بھائی کا سر تن سے جدا کیا اور اس کی لاش نہر فرات میں ڈال دی۔ پس وہ لاش پانی میں ٹھہری رہی جب تک کہ دوسرے بھائی کی لاش اس سے نہ ملی فَاَقْبَلَ بَدَنُ الْاَوَّلِ رَاجِعًا یَشُقُّ الْمَاءَ شَقًّا حَتَّی الْتَزَمَ بَدَنُہٗ بَدَنَ اَخِیْہِ الْاَصْغَرِ وَ مَضَیَا فِی الْمَاءِ پس جب حارث ملعون نے چھوٹے بھائی کی لاش فرات میں پھینک دی، اس وقت بڑے بھائی کی لاش پانی کو چیرتی ہوئی چھوٹے بھائی کی لاش کے قریب آئی اور آپس میں بغل گیر ہو کر دونوں لاشیں فرات میں ڈوب گئیں۔ ان دونوں لاشوں سے بیک وقت آواز آئی اَنْتَ تَرٰی مَا فَعَلْتَ بِنَا اے ملعون، تجھے معلوم ہو گا اور اس کا بدلہ دیکھے گا، جو تم نے ہم پر ظلم کیا ہے، غرض اس ظالم نے شہزادوں کے سر لے کر ابن زیاد کے سامنے رکھ دیئے فَلَمَّا نَظَرَ اِلَیْھِمَا قَامَ ثُمَّ قَعَدَ وَ فَعَلَ ثَلَاثًا جب ابن زیاد نے ان سروں کو دیکھا تین مرتبہ تعظیم کو اٹھا اور بیٹھا۔ حارث سے پوچھا تو نے انہیں کیوں قتل کیا ؟

وہ بولا مال کے لئے ابن زیاد نے کہا انہوں نے آخری وقت کچھ کہا بھی تھا۔ وہ شقی بولا ہاں کہا تھا کہ ہمیں ابن زیاد کے پاس لے چل جو چاہے وہ ہمارے حق میں کرے۔ مگر میں نے قبول نہ کیا۔ پھر کہنے لگے ہمیں بازار میں چل کر بیچ دے یہ بھی میں نے قبول نہ کیا۔ پھر بولے اے شیخ تجھے ہماری کمسنی پر بھی رحم نہیں آتا میں نے کہا کہ خدا نے تمہارے لئے میرے دل میں رحم خلق نہیں کیا۔

(ابن زیاد بولا اگر تو انہیں زندہ لاتا تو تجھے بہت انعام) دیتا۔ پھر ناراض ہو کر وہاں پر
ایک محب اہل بیتؑ بیٹھا تھا سے کہا کہ اس کو وہیں لے جا کر قتل کر دو' جہاں اس نے ان یتیموں کو قتل کیا ہے۔ وہ شخص حارث کو دریا کی طرف لے چلا اور کہتا تھا خدا کی قسم اگر ابن زیاد مجھے اپنی بادشاہت بھی دیتا تو بھی مجھے ایسی خوشی نہ ہوتی۔ جب فرات پر آیا اس شقی کی آنکھیں نکالیں اور کان کاٹے پھر ہاتھ پاؤں کاٹے اور واصلِ جہنم کیا۔

اس کے بعد اس مومن کے پاس شہزادوں کے سر تھے ان کو اس نے آنکھوں سے لگایا اور چوم کر دریا کے حوالے کر دیئے لکھا ہے کہ ان کے بدن پانی سے نکل کر اوپر آئے اور سروں سے ملے اور دریائے رحمت الٰہی میں چلے گئے اور اس لعین کا سر اس مومن نے برچھی پر رکھ کر بازار میں نصب کیا۔ شہر کے لڑکے اس پر ڈھیلے مارتے اور کہتے تھے ھٰذَا قَاتِلُ ذُرِّیَّۃِ الرَّسُوْلِ یہ لعین ذریت رسول کا قاتل ہے۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر۲۹

فضائلِ حج ' جبرئیلؑ کا امام حسینؑ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ' امام عالی مقام کا حج کو عمرہ سے تبدیل کر کے عراق کی طرف روانہ ہونا' منزلِ سوق پر حضرت کو مسلمؑ کی شہادت کی خبر کا ملنا' مصائب حضرت سکینہؑ۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالاً وَّ عَلیٰ کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ خلاصۃ المنہج میں منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص سوار ہو کر حج کو آئے اس کا مرکب جتنے قدم اٹھائے گا ہر قدم پر ستر نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی اور جو شخص پاپیادہ حج کو جائے تو ہر قدم پر سات سو حسنات حرم اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جائیں گی۔ راوی نے پوچھا یا رسول اللہ حسناتِ حرم سے مراد کیا ہے۔ فرمایا حسناتِ حرم کا ایک حسنہ دوسرے ایک لاکھ حسنہ کے برابر ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں رَاَیْتُ الْحُسَیْنَ قَبْلَ اَنْ یَّتَوَجَّہَ اِلَی الْعِرَاقِ عَلٰی بَابِ الْکَعْبَۃِ میں نے امام حسینؑ کو خانہ کعبہ میں سفر کربلا سے پہلے دیکھا کہ آپ در کعبہ پر کھڑے ہیں وَکَفُّ جِبْرَئِیْلَ فِیْ کَفِّہٖ وَ جِبْرَئِیْلُ یُنَادِیْ ھَلُمُّوْا اِلٰی بَیْعَۃِ اللّٰہِ جبرئیلؑ امین کا ہاتھ فرزند سید المرسلین کے ہاتھ میں ہے اور جبرئیلؑ ندا کرتے ہیں اے لوگو ! جسے خدا سے بیعت کرنی ہو وہ آکر حسینؑ بن علیؑ سے بیعت کرے کہ ان کی بیعت خدا کی بیعت ہے۔ کسی نے ابن عباسؓ سے کہا کہ تم حضرت کے ساتھ کیوں نہ گئے اور کس لئے شہادت کی سعادت سے محروم رہے۔

جواب دیا کہ میں نے حسینؑ کے ساتھیوں کے نام ایک فہرست میں لکھے دیکھے۔ (ان

میں نہ کوئی کم ہو سکتا تھا اور نہ زیادہ اور اس میں میرا نام نہ تھا۔ ادھر منافقین امت اس فکر میں تھے۔ چونکہ امام حسینؑ بیعت یزید سے انکار کر چکے ہیں اس لئے ان کو خانہ خدا ہی میں قتل کر دیا جائے۔ جناب امام حسینؑ کو یہ خیال ہوا کہ میرے قتل ہونے سے خانہ کعبہ کی حرمت برباد ہو گی۔ اس اندیشہ سے فرزند رسول نے تمام اعمال حج نہ بجا لائے۔ حج کو عمرہ سے بدل کر آٹھویں ذی الحجہ کو فقط سعی اور طواف بجا لا کر عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ نویں ذی الحجہ کو اہل کوفہ نے جناب مسلمؑ کو شہید کیا اور اس غریب پردیسی کے پاؤں میں رسی باندھ کر کوفہ کے بازاروں میں گھسیٹتے پھرے اور جناب امام حسینؑ کو اس سانحہ کی خبر نہ تھی۔ آپ مسلمؑ کے خط کے مطابق منزل منزل چلے جاتے تھے۔ آہ جب منزل سوق پر پہنچے تو حضرت سب سے جدا ہو کر ایک گوشہ میں پریشان مغموم بیٹھے تھے کہ یکایک ایک شخص کوفہ کی جانب سے ظاہر ہوا۔ حضرتؑ ــــــ اس کے قریب تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا اے شخص تجھے میرے بھائی مسلمؑ کی بھی خبر ہے کہ وہ کس طرح ہیں فَبَکَی الرَّجُلُ وَ رَمَی الْعِمَامَۃَ عَنْ رَاْسِہٖ جونہی اس نے مسلمؑ کا نام سنا عمامہ سر سے پھینک دیا اور بے اختیار رو رو کر کہنے لگا یَا سَیِّدِیْ مَا خَرَجْتُ مِنَ الْکُوْفَۃِ حَتّٰی رَاَیْتُ ھَانِیًا وَّ مُسْلِمًا مَقْتُوْلَیْنِ اے میرے آقا کیا پوچھتے ہو اپنے بھائی کی خبر۔ میں کوفہ میں موجود تھا کہ مسلم اور ہانی دونوں شہید ہوئے اور اہل کوفہ ان سے رخ موڑ گئے اور ان کے سر کو میرے سامنے یزید کے پاس تحفہ کے طور پر بھیجا گیا۔ فَلَمَّا سَمِعَ الْحُسَیْنُ ذٰلِکَ بَکٰی بُکَآءً شَدِیْدًا اِسْتَرْجَعَ پس جونہی حضرت نے یہ حال سنا بے اختیار روئے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر فرمایا فَمِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ یعنی اے مسلم تم پر گزرنا تھا، حکم خدا سے تم اس سے ادا۔ ہو گئے اور جو ہم پر گزرنا تھا وہ باقی

ہے۔ اور اس شخص سے فرمایا اے بھائی اس خبر کو میرے مختصر سے لشکر میں ظاہر نہ کرنا کہ سب پریشان ہو جائیں گے۔

وَجَاءَ اِلَى الْخَيْمَةِ وَدَعَا بِنْتَ مُسْلِمٍ وَكَانَ عُمْرُهَا اِحْدٰى عَشَرَ سَنَةً

حضرت وہاں سے ملول و غمگین خیمہ میں آئے اور فرمایا دختر مسلمؑ کو میرے پاس لاؤ اس وقت اس صاحبزادی کا سن گیارہ برس کا تھا **فَلَمَّا جَاءَتْ قَرَّبَهَا وَاَدْنَاهَا** پس جونہی وہ یتیم قریب آئی حضرت اسے دیکھ کر رونے لگے اور زانو پر بٹھا لیا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دے کر بہت پیار کیا اور اپنے ہاتھ سے اس کے کانوں میں دو گوشوارے پہنائے **وَكَانَ يَمْسَحُ يَدَهُ الشَّرِيْفَ عَلٰى نَاصِيَتِهَا وَرَاْسِهَا كَمَا يَفْعَلُ فِى الْاَيْتَامِ وَهُوَ مَعَ ذٰلِكَ يَبْكِىْ** حضرت بار بار اس کے سر اور پیشانی پر ہاتھ پھیرتے اور شفقت یتیمانہ فرماتے تھے اور روتے تھے **فَقَالَتْ يَا عَمِّ مَا رَاَيْتُكَ قَبْلَ هٰذَا الْيَوْمِ فَعَلْتَ بِىْ مِثْلَ مَا فَعَلْتَ** پس یتیمہ بولی اے عم بزرگوار آپ پہلے میرے حال پر اتنی شفقت نہ فرماتے تھے، جیسی آج فرما رہے ہیں۔ ایسا پیار تو یتیموں سے کیا جاتا ہے **فَلَمْ يَتَمَالَكِ الْحُسَيْنُ مِنَ الْبُكَاءِ وَبَكٰى بُكَاءً شَدِيْدًا** اس کلام سے جناب امام حسینؑ اپنے آپ پر ضبط نہ کر سکے اور بہت زیادہ روئے **قَالَ يَا اِبْنَتِىْ اَنَا اَبُوْكِ وَبَنَاتِىْ اَخَوَاتُكِ** بولے اے میری بیٹی اگرچہ مسلمؑ نے شہادت پائی، لیکن حسینؑ تو زندہ ہے۔ میں تیرا باپ ہوں، میری بیٹیاں تیری بہنیں ہیں **فَنَادَتْ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ** پس مسلمؑ کی بیٹی نے واویلا واثبورا کی آواز بلند کی اور مسلمؑ کی بیٹیوں نے یہ دیکھا تو دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کیا۔ حضرت نے انہیں چھاتی سے لگایا اور دلاسا دیا۔ اب یہ رونے کا مقام ہے۔ حضرت نے تو مسلمؑ کی شہادت کی خبر سن کر یتیمان مسلمؑ سے یہ سلوک کیا اور اس یتیم پرور کے یتیموں پر

کسی نے رحم نہ کھایا چنانچہ اسرار میں یہ روایت لکھی ہے کہ جناب امام حسینؑ کی ایک صاحبزادی جس کا نام سکینہؑ تھا مظلوم کی شہادت کے بعد جب مقتل میں پہنچی تو ایسے دلخراش بین کئے کہ ہر آنکھ برس رہی تھی۔ اس وقت وہ بی بی سید الشہداء کے کٹے ہوئے ہاتھوں اور بازوؤں کو اپنی گود میں رکھے ہوئے تھے۔ کبھی آنکھوں پر لگاتی کبھی بوسے دیتی تھی **تَارَةً تَضَعُ اَصَابِعَهُ عَلٰى فُؤَادِهَا** کبھی حضرت کا ہاتھ لے کر اپنے دل پر رکھتی تھی اور بین کر کے روتی جاتی اور کہتی تھی **يَا اَبَتَاهُ اِذَا اَظْلَمَ اللَّيْلُ مَنْ يَحْمِىْ حِمَاىَ يَا اَبَتَاهُ وَاِنْ عَطِشْتُ فَمَنْ يَرْوِىْ ظَمَاىَ** اے بابا جان جب اندھیری رات آئے گی تو مجھے تسلی کون دے گا۔ اگر پیاسی ہوں گی تو پانی کون پلائے گا **يَا اَبَتَاهُ نَهَبُوْا قُرْطِىْ وَرِدَائِىْ** اے بابا ظالموں نے میرے گوشوارے کان سے چیر کر چھین لئے اور میری ردا میرے سر سے اتار لی راوی کہتا ہے اس وقت اس یتیم کے بین سن کر سب بے اختیار رو رہے تھے کہ یکایک منادی ہوئی کہ اے اہل بیتؑ اب کوچ کا وقت ہے سوار ہو جاؤ پس اس وقت وہ صاحبزادی روتی ہوئی اس ملعون کے پاس آئی جو زبردستی سب کو سوار کرتا تھا۔ فرمایا اے شخص تجھے قسم ہے خدا اور اس کے رسول کی مجھے یہ بتا دے کہ تم لوگ آج یہاں ٹھہرو گے یا کوچ کرو گے۔ اس نے کہا ہم کوچ کریں گے۔ بی بی نے کہا جس وقت تم کوچ کرنا ان سب بی بیوں کو لے جانا۔ مجھے یہیں میرے باپ کے پاس چھوڑ جانا۔ اگر میں اپنے باپ کے پاس مر گئی تو میرا خون تمہارے ذمہ نہ ہو گا۔ اس ملعون نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا تم بچی ہو سب کے ساتھ سوار ہو جاؤ۔ مگر اس صاحبزادی نے دوڑ کر پھر اپنے باپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ جیسے بچے کسی کی طرف پناہ لیتے ہیں اور اس شخص نے پھر اس بی بی کو چھڑانا چاہا **فَقَالَتْ لَهُ اِنَّ لِىْ اَخًا صَغِيْرًا قَتَلَتْهُ بَنُوْ اُمَيَّةَ فَدَعْنِىْ اَزُوْرُهُ وَاَتَوَدَّعُ مِنْهُ كَفَاكَ اللّٰهُ** پھر اس صاحبزادی نے کہا اے

شخص میرا ایک چھوٹا بھائی بھی ان لاشوں میں پڑا ہے اسکو بنی امیہ نے قتل کیا ہے۔ مجھے اجازت دے کہ اس کو بھی وداع کرلوں اور آخری زیارت کروں۔ اس شخص نے رحم کھایا اور چھوڑ دیا۔ چند قدم سکینہؑ نے جا کر حضرت علی اصغرؑ کی لاش دیکھی تو بے تاب ہو گئی۔ بہت دردناک نوحہ پڑھا' منجملہ اس نوحہ کا ایک شعر یہ تھا ۔

اُوَدِّعُ صِغَارًا بِالطُّفُوْفِ ---- تَذَبَّحُوْا
اَشُمُّ ثَنَایَاھَا وَاَلْثِمُ عُیُوْنَھَا

یعنی میں وداع ہوتی ہوں اس چھوٹے بھائی سے جو اس زمین پر ذبح کئے ہوئے پڑا ہے۔ اس کے نازک دانتوں اور آنکھوں کے بوسے لیتی ہوں اور کہا اے بھائی اگر مجھے اختیار ہوتا کہ میں تیرے پاس رہوں۔ اگرچہ مجھ کو درندے کھا لیتے' تب بھی میں تیرے پاس سے نہ جاتی۔ اے بھائی میری طرف سے میرے جد امجد محمد مصطفیٰؐ علی مرتضیٰؑ ' اور دادی فاطمہ زہراؑ کی خدمت میں سلام عرض کرنا۔ اس کے بعد بی بی نے علی اصغرؑ کے خشک ہونٹوں پر منہ رکھ دیا۔ ظالموں نے سکینہؑ کو علی اصغرؑ کی لاش سے زبردستی چھڑایا' ہائے کیا قیامت ہو گی۔ ذرا اس روایت میں غور کیجئے کہ سکینہؑ کے حال سے کسی کو آگاہی نہ تھی جناب زینبؑ جناب ام کلثومؑ اور ماں کو خبر نہ تھی کہ سکینہؑ کہاں اور کس حالت میں ہے۔ ایسی قیامت پڑی ہوئی تھی سب پر **افسوس ہزار افسوس** اس وقت بی بی کو اونٹوں پر سوار کر دیا گیا جب قافلہ چلا تو وہ بی بی پھر پھر کر لاشوں کو دیکھتی جاتی اور سر کو پیٹ کر کہتی جاتی تھی **یَا اَبِیْ وَدَّعْتُکَ اللّٰہَ السَّمِیْعَ الْعَلِیْمَ وَاَقْرَءُ کَ السَّلَامُ** اے بابا میں تمہیں خدا کے حوالے کرتی ہوں' میرا آخری سلام قبول کیجئے۔

مجلس نمبر ۳۰

فضائلِ گریہ ' جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور علی مرتضیٰ علیہ السلام کا سرزمین کربلا پر پہنچنا ' حضرت امام حسین علیہ السلام کا زمینِ کربلا خریدنا اور بنی اسد سے وصیت کرنا

☆

عَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنَّ الْمُحَرَّمَ شَهْرٌ كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يُحَرِّمُوْنَ فِيْهِ الْقِتَالَ

جناب امام رضا نے فرمایا ہے ماہ محرم وہ مہینہ تھا کہ کافر تک اس میں قتال و جدال کو حرام جانتے ہیں فَاسْتُحِلَّتْ دِمَائُنَا وَهُتِكَتْ حُرْمَتُنَا وَ سُبِيَ فِيْهِ ذَرَارِيُّنَا اس امت نے کہ دعویٰ اسلام کرتی تھی ہمارا خون حلال جانا اور ہتک حرمت کی اور دختران فاطمہ زہراؑ کو قید کیا اور خیموں میں آگ لگائی اور ہمارے بارے میں حرمت نبی کا پاس نہ کیا اِنَّ يَوْمَ قَتْلِ الْحُسَيْنِ اَقْرَحَ جُفُوْنَنَا وَاَسْبَلَ دُمُوْعَنَا وَاَذَلَّ عَزِيْزَنَا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا دن وہ دن ہے کہ ہماری آنکھیں زخمی ہو گئیں اور ہمارے آنسو جاری ہیں اور ہمارے عزیزوں کو رسوا کیا۔ يَا اَرْضَ كَرْبَلَا اَوْرَثْتِنَا الْكَرْبَ وَالْبَلَاءَ اے زمین کربلا تو ہمارے اندوہ و بلا کے باعث ہوئی پس چاہئے کہ مومنین امام حسینؑ پر میری مانند گریہ کریں لِاَنَّ الْبُكَاءَ عَلَيْهِ يَحُطُّ الذُّنُوْبَ الْعِظَامَ کہ اس مظلوم پر رونے سے گناہان کبیرہ جھڑ جاتے ہیں منقول ہے ہے ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر پر تشریف [illegible] گئے [illegible] فَبَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ بُكَاءً

لے جا رہے تھے کہ ایکا ایک حضرتؐ ایک جگہ رک گئے فبکی رسول اللہ بکاءً شدیداً

شَدِيْدًا وَاسْتَرْجَعَ حضرت کچھ یاد کر کے بے اختیار روئے اور زبان مبارک پر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ جاری فرمایا ابھی جبرئیل علیہ السلام نے مجھے خبردی کہ یہ زمین ہے کہ جس پر میرا نواسہ حسینؑ ذبح ہو گا اور اس کا نام کربلا ہے كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ وَاِلٰى مَصْرَعِهٖ وَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ وَاِلٰى اَصْحَابِهٖ حَوْلَهٗ مَطْرُوْحِيْنَ گویا اپنے حسینؑ کو اور اس کے اصحاب کو یہاں دیکھ رہا ہوں کہ وہ ذبح کئے ہوئے پڑے ہیں وَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَى السَّبَايَا عَلٰى اَقْتَابِ الْمَطَايَا گویا میں اس کی عترت کو دیکھ رہا ہوں، یعنی ظالم میرے نواسوں کو بے پلان اونٹوں پر بٹھا کر اور سرِ حسینؑ نیزہ پر نصب کر کے شام کی جانب جا رہے ہیں اور میرے حسینؑ کا سر یزید کے پاس ہدیہ کے طور پر بھیجا گیا ہے۔ پس جو اسے دیکھ کر خوش ہو گا داخل جہنم ہو گا پھر حضرت اس سفر سے مغموم و محزون واپس لوٹے امالی میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جب امیر المومنینؑ جنگ صفین کو تشریف لئے جا رہے تھے۔ میں بھی حضرت کے ساتھ تھا۔ جب حضرت زمین کربلا پر پہنچے تو آپ نے رونا شروع کر دیا اور بلند آواز سے پکارے۔ اے ابن عباس اس جگہ کو پہچانتے ہو ؟ میں نے عرض کی نہیں۔ فرمایا اگر تم جانتے تو میری طرح جی بھر کر روتے۔ اس کے بعد حضرت پھر زار و قطار رونے لگے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی اور سینہ مبارک پر آنسو ٹپکنے لگے اور اس حال میں کچھ یاد کر کے فرمایا مَالِيْ وَلِآلِ اَبِيْ سُفْيَانَ مَالِيْ وَلِآلِ حِزْبِ الشَّيْطَانِ آہ آہ مجھے آل سفیان سے کیا کام صَبْرًا يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ فَقَدْ لَقِيَ اَبُوْكَ بِمِثْلِ الَّذِيْ تَلْقٰى مِنْهُمْ

اے ابو عبداللہ صبر کر تیرے باپ کو وہ صدمہ ہوا جو تم کو ظالموں سے پہنچے پھر حضرت نماز پڑھ کر سو گئے جب بیدار ہوئے تو فرمایا۔ اے ابن عباس میں نے خواب

میں دیکھا کہ کتنے آدمی اپنے ہاتھوں میں سفید علم لئے ہوئے اترے ہیں

اور اس زمین کے اردگرد ایک لکیر کھینچی۔ میں نے دیکھا کہ اس صحرا کے درختو
کی شاخیں جھک گئیں اور یہاں تازہ خون بہنے لگا وَكَانِّي بِالْحُسَيْنِ مُهْجَتِي
فَرْخِيْ وَ مُضْغَتِي قَدْ غَرِقَ فِيْهِ يَسْتَغِيْثُ فَلَا يُغَاثُ

اپنے جگر گوشہ اور پارۂ دل حسینؑ کو دیکھا اس دریائے خون میں ڈوب گ
اور فریاد کرتا ہے مگر کوئی فریاد کو نہیں پہنچتا اور کچھ لوگ میرے حسینؑ سے کہتے
ہیں کہ صبر کرو اے آلِ رسول تم بدترین مخلوق کے ہاتھ سے مارے جاؤ گے
اے ابا عبداللہ یہ جنت تمہاری مشتاق ہے پھر مجھے پُرسا دیتے ہیں۔ حضرات
وہ دن ہے کہ جب خامسِ آلِ عبا اس زمین میں پہنچے' اس لئے ماتم کرو اپنے سر
میں مٹی ڈالو' گریہ کرو وَكَانَ ذٰلِكَ فِي الْيَوْمِ الثَّانِيْ مِنَ الْمُحَرَّمِ جب ماہ محرم
دوسری تاریخ کو امام حسین علیہ السلام سرزمین ماریہ میں داخل ہوئے تو حضرت
گھوڑا رک گیا۔ حضرت نے ہرچند چاہا کہ آگے قدم بڑھائیں۔ لیکن گھوڑے نے
آگے قدم نہ رکھا' تب حضرت دوسرے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اس نے بھی
آگے قدم نہ بڑھایا' اسی طرح حضرت نے چھ گھوڑے بدلے مگر کسی نے قدم
بڑھایا فَقَالَ مَا يُقَالُ لِهٰذِهِ الْاَرْضِ حضرت نے پوچھا یہ کون سی زمین ہے اور اس
نام کیا ہے ؟ فَقَالُوْا نَيْنَوٰى لوگوں نے عرض کی یا بن رسول اللہ اسے نینوا
ہیں فَقَالَ هَلْ اِسْمٌ غَيْرُهُ هٰذَا حضرت نے فرمایا اور بھی اس کا کوئی نام ہے
تُسَمّٰى كَرْبَلَا عرض کی ہاں اسے کربلا بھی کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی حضرت گھوڑے
سے کود پڑے اور فرمایا یہ وہ جگہ ہے' جس کی خبر میرے نانا رسولؐ خدا نے
تھی۔ اس کے بڑے مرتبے ہیں۔ میں بچپن سے اس کا مشتاق تھا اور اسی
کے شوق میں گھر چھوڑ کر آیا ہوں اب میرا سفر تمام ہوا۔

وَهٰذَا مَقَامٌ قَدْ بَكٰى فِيْهِ جَدُّنَا
وَمِنْ قَبْلِهِ نُوْحٌ وَّ حَوَّا وَ اٰدَمٌ
وَهٰذَا مَقَامٌ فِيْهِ تُسْفَكُ دِمَائُنَا
فَلَاصَبْرَ فَلِلْمَوْضِعِ هٰنَا لِكَ مُخَيَّمٌ

جناب امیرؑ نے اور حضرت آدم و حوا و نوح علیہم السلام وغیرہ اس سرزمین
ازل ہوئے ہیں۔ سب نے کچھ نہ کچھ صدمے اٹھائے ہیں اور میری مصیبتوں کو
رکے روئے ہیں۔ اسی جگہ پر ہمارے عزیز و انصار گوسفند کی مانند ذبح کئے
یں گے۔ اسی زمین پر ہمارے ننھے ننھے بچے اور عزیز و انصار کے خون بہائے
یں گے۔ پس ہماری قبر اسی جگہ بنائیں گے۔ اسی مقام پر آٹھ سات روز کے
ے خیمہ برپا کر دو منقول ہے اس وقت ایک ایسی سرخ ہوا چلی اور غبار اٹھا کہ
روشن تاریک ہو گیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر اہل بیتؑ نہایت مضطرب اور پریشان
ے اور امام کی خدمت میں عرض کی کہ یہ کون سی زمین ہے کہ اس مقام پر
ازل رہے ہیں۔ حضرت نے سب و تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔ اس وقت
طرح کا شور و بکاء بلند ہوا [illegible] روز عاشورہ ہو گیا۔ اس کے بعد
ت نے زمین داروں کو بلا کر ارشاد کیا مجھے اس سرزمین کی آب و ہوا بہت پسند
ہے۔ اگر تم لوگ اس زمین کی قیمت لے کر ہمارے ہاتھ بیچ دو تو ہم اسے
ں گے۔ اور یہیں پر اپنی بود و باش اختیار کریں گے۔ انہوں نے عرض کی یا
ت ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں۔ یہ زمین آپ کے لئے حاضر ہے مگر اس
پر اکثر انبیاء و اولیاء مصیبتوں میں مبتلا ہوئے۔ خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ آپ
کسی مصیبت سے گرفتار ہو جائیں یہ امر ہمارے لئے

ناقابل برداشت ہوگا

حضرت نے فرمایا آپ نے محبت کے پیش نظر جو کچھ کہنا تھا کہا، مگر میں مجبور ہوں اس لئے کہ جس روز اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ اسی دن سے صحرا کو ہمارا مسکن قرار دیا ہے۔ اس لئے میں اسے آباد کرنا چاہتا ہوں۔

غرض آپ نے چار میل کی قیمت ساٹھ ہزار درہم ادا کر کے ان سے خرید لی۔ پھر ان زمینداروں سے فرمایا میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ ہم غریبوں، بے کسوں کی چند قبریں اس سرزمین پر ہوں گی انہیں بچا کر باقی میں زراعت کرنا، مگر پہلی شرط یہ ہے کہ جو میرا زائر میری قبر کی زیارت کے لئے آئے اس کو میری قبر تک پہنچا دینا۔ اخلاق و مہربانی سے اس کی خدمت کرنا اس لئے کہ دور دراز کے مومنین ہماری زیارت کو آئیں گے اور بعض یہیں کی مجاوری اختیار کریں گے۔ دوسرا تین دنوں تک میرے زوار کو مہمان رکھنا۔ حتیٰ الامکان اسے آرام دینا۔ ان لوگوں نے عرض کی کہ ہمیں قبول ہے ادھر وہ زمیندار رخصت ہوئے ادھر حضرت خیمہ میں تشریف لے گئے۔ مگر افسوس حضرات ابھی ان مسافروں نے آرام نہ پایا تھا کہ کوفہ و شام کی فوجیں صحرائے کربلا میں آنا شروع ہو گئیں۔ اور آتے ہی ان لعینوں نے فرات پر اپنا قبضہ کر لیا اور حضرت کے خیمے وہاں سے اٹھائے گئے اور آپ پر پانی بند کر دیا۔ آپ نے عمر سعد سے بہت گفتگو کی اور سمجھایا کہ میں تیرے پیغمبر کا نواسا ہوں۔ ہماری خونریزی میں تیری دنیا و آخرت خراب ہو گی۔ مگر اس ملعون نے حضرت کی باتوں پر کچھ اعتنا نہ کی جب آپ نے دیکھا کہ ملاعین ضرور مجھ کو شہید کر دیں گے تو ایک روایت کے مطابق جناب امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباسؑ کو فرمایا اے بھائی یہ جفاکار قوم مجھ کو ضرور قتل کرے گی۔ چاہتا ہوں کہ قوم بنی اسد کو ہمارے پاس بلاؤ کچھ انہیں وصیتیں کرنی ہیں۔

حسب الارشاد جناب عباسؑ کچھ مردوں، کچھ عورتوں اور کچھ بچوں کو لیکر حاضر خدمت ہوئے اور حضرت سے جا کر عرض کی قوم بنی اسد حاضر ہے۔ جناب امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے رومال سے آنسو صاف کئے، پھر فرمایا اے بھائی انہیں تین گروہ میں تقسیم کرو، مردوں کو جدا، عورتوں کو علیحدہ اور بچوں کو ایک طرف کھڑا کرو۔ جناب عباسؑ نے ان کی تین جماعتیں علیحدہ علیحدہ کھڑی کر دیں۔ امام حسینؑ پہلے مردوں کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے قوم میں تمہارے نبی کا نواسا ہوں۔ مجھے تم سے ایک کام ہے انہوں نے عرض کی ارشاد ہو۔ فرمایا اے بھائیو یہ جفاکار قوم ہمارے خون کی پیاسی ہے، ہم کل عزیز و انصار، چھوٹوں بڑوں سمیت شہید کر دیئے جائیں گے۔ ہماری لاشیں بے غسل و کفن گرم ریت پر چھوڑ دی جائیں گی۔ یہ اپنے کشتوں کو دفن کریں گے اور اہل بیتؑ کو اسیر کر کے اور ہم مظلوموں کے سروں کو تیروں پر نصب کر کے شام کی طرف روانہ ہوں گے۔ ہمارا کوئی وارث نہیں رہے گا، کہ ہماری بے سر لاشوں کو دفن کر دے۔ اس وقت حسینؑ تم سے یہ امید رکھتا ہے کہ ہماری لاشوں کو زمین کھود کر دفن کر دینا۔ اس کے بعد آپ نے بنی اسد کی عورتوں کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا اگر تمہارے مرد حاکم کے خوف سے لاشوں کے دفن کرنے میں تامل کریں تو تم انہیں غیرت دلا کر ہم مظلوموں کے دفن پر آمادہ کرنا۔ پھر اطفال کی جانب متوجہ ہوئے اور ان سے رو کر فرمایا اے بچو اگر تمہارے ماں باپ ہمارے دفن میں چشم پوشی سے کام لیں تو تم سب ایک ایک مٹھی خاک لے کر ہمارے جسموں پر اس قدر ڈالنا کہ ہم غریبوں کی لاشیں چھپ جائیں۔ اس لئے کہ بچوں سے کوئی نہیں کہہ سکتا۔ جب بنی اسد نے حضرت کا یہ جان سوز کلام سنا تو سب مل کر رونے اور ماتم کرنے لگے۔

مجلس نمبر ۳۱

فضائلِ گریہ، امام حسین علیہ السلام کا اہلِ کوفہ کے لئے بارش کی دعا مانگنا، حضرت کا کربلا میں پہنچنا اور کربلا میں یزیدی فوجوں کا جمع ہونا، حضرت پر پانی بند ہونا اور فرات سے بُریر ہمدانی کا پانی لانے کے لئے جانا۔

☆

عَنِ الصَّادِقِ عَلَیْہِ السَّلَامُ نَفْسُ الْمَھْمُوْمِ لِظُلْمِنَا تَسْبِیْحٌ وَ ھَمُّہٗ لَنَا عِبَادَۃٌ وَ کِتْمَانُ سِرِّنَا جِھَادٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ قَالَ وَ یَجِبُ اَنْ یُّکْتَبَ ھٰذَا بِالذَّھَبِ

جناب امام صادق علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے مومن کا پُردرد آہ کھینچنا ان جور و ستم پر جو اعدائے دین کے ہاتھ سے ہم اہل بیت طاہرین علیہم السلام پر گزرے ہیں۔ تسبیح خدا کا ثواب رکھتا ہے اور ہمارے مصائب پر مغموم ہونا عین عبادت ہے اور ہمارے اسرار کو دشمنوں سے مخفی کرنا راہ خدا میں جہاد ہے اور ہمارے مومنین پر لازم ہے کہ یہ حدیث آب زر سے لکھیں وَ عَنِ الصَّادِقِ اَنَّہٗ قَالَ جَاءَ اَھْلُ الْکُوْفَۃِ اِلٰی عَلِیٍّ فَشَکَوْا اِمْسَاکَ الْمَطَرِ عیون المعجزات میں جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دفعہ اہل کوفہ امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کمی باران کی شکایت کی اور عرض کی یا مولا دعا کیجئے کہ باران رحمت نازل ہو فَقَالَ لِلْحُسَیْنِ قُمْ وَ اسْتَسْقِ پس جناب امیرؑ نے امام کونین حضرت امام حسین علیہ السلام سے ارشاد فرمایا بیٹا کوفہ والوں کے لئے بارش کی دعا کرو فَقَالَ وَ حَمِدَ اللّٰہَ وَ صَلّٰی جناب امام حسین علیہ السلام اٹھے اور نماز استسقا ادا کی اور اس کے بعد حمد الٰہی اور نعت رسالت پر مشتمل ایسا خطبہ

بیان کیا کہ سننے والے حیران رہ گئے اور دعا مانگی کہ اے نیکیوں کے عطا کرنے والے' اے برکتوں کے نازل کرنے والے ہم پر ایسی رحمت کی بارش نازل کر جو تمام شہروں کو سیراب کرے' ایسی بارش کہ اس کی وجہ سے بندوں کی ناتوانی کو زائل کرے اور اس کی برکت سے مردہ زمین کو زندہ کر۔ ابھی دعا تمام نہ ہونے پائی تھی کہ بادل نمودار ہوا اور اس قدر مینہ برسا کہ تمام جھیلیں اور تالاب پر ہو گئے اور موج مارنے لگے **قَوْمٌ بِهِمْ نَنْظُرُ السَّمَاءَ وَ اِنَّهُمْ ذَبَحُوْا عِطَاشًا لَمْ يُصِبْهُمْ مَاءٌ ○**

حضرات جب امام حسین علیہ السلام کے خلق خدا خصوصاً اہل کوفہ پر ایسے احسانات ہوں افسوس کہ وہی **کوفی لا یوفی** حضرت سے یہ سلوک کریں۔ امام علیہ السلام ان کی دعوت کے مطابق زمین کربلا پر وارد ہوئے۔ انہوں نے اس جلیل القدر مہمان کی تکریم کی بجائے ان کو تین دن کا بھوکا' پیاسا شہید کر دیا اور ان کے سامنے ان کے عزیز اور ساتھی بے دردی سے قتل کر دیئے۔ پھر ان کی شہادت کے بعد ان کے یتیم بچوں اور اہل حرم پر ایسے ایسے مظالم کئے کہ ان کا بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ منقول ہے کہ جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ امام حسین علیہ السلام دو محرم کو وارد کربلا ہوئے ہیں تو اس نے حضرت کی طرف خط تحریر کیا کہ مجھے یزید کا حکم ملا ہے کہ یا تو امام حسینؑ سے بیعت لے' اگر وہ انکار کریں تو ان سے جنگ و جدال کر۔ حضرت نے وہ خط ملاحظہ کر کے پھینک دیا۔ جب قاصد نے جواب مانگا کہ حضرت نے فرمایا اس کا جواب سوائے کلمہ عذاب کے کچھ نہیں۔ یہ سن کر وہ ملعون بہت غضبناک ہوا اور عمر سعد کو بلا کر قتل امام پر ترغیب تحریص دلائی۔ پہلے تو عمر سعد نے انکار کیا لیکن جب ابن زیاد نے حکومت کا لالچ

دیا تب ابن سعد نے ایک رات کی مہلت مانگی اور ہمشی کامل سے (جو محبت علی

ابن ابی طالبؑ میں اسم بامسمّٰی تھے) سے مشورہ لیا انہوں نے بہت سمجھایا کہ اپنے آپ کو خون امام میں آلودہ نہ کر' دنیا چند روزہ ہے۔ کل قیامت کے دن' جناب رسولؐ خدا' علی مرتضیٰؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ کو کیا جواب دے گا۔ حتیٰ کہ عمر سعد کے ایک بیٹے نے بھی اس کو منع کیا۔ لیکن اس نے نہ مانا اور صبح کو ابن زیاد سے کہا کہ مجھے تیری خوشی منظور ہے۔ چنانچہ ابن زیاد نے پانچ سو تجربہ کار سوار ابن سعد کے ہمراہ کربلا کی طرف روانہ کئے اس کے بعد محمد بن اشعث کو چار ہزار سوار لشکر دے کر روانہ کیا۔ تیسرا لشکر شیث بن ربعی جو چار ہزار افراد پر مشتمل تھا روانہ کیا۔ اور حصین بن نمیر جو قادسیہ میں چار ہزار سوار لے کر امام حسینؑ کو روکنے کے لئے موجود تھا' وہ بھی وہاں سے کربلا کی طرف روانہ ہوا۔ اسی طرح کثیر تعداد میں فوجیں آنی شروع ہو گئیں۔ شمر ذی الجوشن چار ہزار سوار' ابن رکاب دو ہزار سوار' عامر بن حزیمہ چار ہزار سوار' خولی تین ہزار' سنان بن انس چار ہزار سوار' عروہ بن قیس دو ہزار اور ابو قدار الباہلی نو ہزار سوار لے کر داخل کربلا ہوئے۔ یہاں تک کہ ساتویں محرم تک ستر ہزار اشقیاء جمع ہوئے۔ ان میں سے دس ہزار تو فقط تیر انداز تھے۔ ان ملعونوں میں کوئی شامی' حجازی اور بصری نہ تھا۔ یہ سب لعین کوفی تھے۔ اس کے بعد عاشورا تک تو کئی لاکھ فوجیں جمع ہوئیں یہاں تک کہ زمین کربلا پُر ہو گئی اور ادھر مظلوم کربلا کے ساتھ کل بہتّر عزیز و انصار تھے۔ عمر سعد نے آتے ہی عمرو بن حجاج کو نہر فرات پر متعین کیا کہ پانی کا ایک قطرہ خیامِ امام تک نہ جانے پائے۔

جب امام مظلوم نے فوج کی یہ کثرت ملاحظہ فرمائی تو کسی سے پوچھا کہ یہ فوجیں کہاں سے آئیں ہیں اور کہاں جا رہی ہیں اس نے عرض کی یا ابن رسول اللہ

آپ پر جب پانی بند ہوا تو حضرت کے معصوم بچے خالی کوزے لئے العطش العطش
ں کی آوازیں بلند کرنے لگے ابن نما نے جناب سکینہؑ سے روایت کی ہے کہ وہ مظلومہ
لومہ فرماتی ہیں کہ ہمارے خیمہ میں آٹھویں محرم کو پانی بالکل ختم ہو گیا اور پیاس
کی شدت سے سب بے چین ہوئے جب چھوٹے چھوٹے پیاس سے بے قرار
ہوئے تو میں اپنی پھوپھی زینبؑ کے پاس جاتی تھی کہ انہیں اپنی پیاس سے آگاہ
کروں۔ آہ ان کے خیمہ میں ان کی عجب حالت دیکھی فِیْ حِجْرِھَا اَخِیْ رَضِیْعٌ وَھِیَ
تَارَۃً تَقُوْمُ وَ تَارَۃً تَقْعُدُ وَھُوَ یَضْطَرِبُ اِضْطِرَابَ السَّمَکَ وَیَصْرَخُ کہ بی بی کی گود
ہو میں میرا چھوٹا بھائی اصغرؑ ہے اور آپ اس کی بے تابی سے کبھی کھڑی ہوتی ہیں
کبھی بیٹھتی ہیں اور علی اصغرؑ پیاس کے مارے ماہی بے آب کی طرح تڑپتا ہے اور
شدت سے روتا ہے۔ آپ ارشاد کرتی ہیں کہ صبر کر صبر کر، اے بھتیجے بہت دشوار
ہے تیری پھوپھی پر کہ تجھے اس حال سے دیکھے اور پانی کا انتظام نہ کر سکے۔ جب
میں نے یہ حالت دیکھی تو بے ساختہ چیخیں مار مار کر رونے لگی۔ جناب زینبؑ
نے فرمایا کہ اے سکینہؑ تو کیوں روتی ہے۔ میں نے کہا علی اصغرؑ کی حالت پر رو
رہی ہوں۔ مجھے اپنی پیاس کا خیال نہیں ہے۔ پھر میں نے عرض کی اے پھوپھی
انصار کہاں ہیں ان میں سے کسی کو بھیجئے کہ شاید کچھ پانی مل جائے۔ وہ صاحبزادی
بیان کرتی ہیں کہ میں نے اصغرؑ کو گود سے لے لیا اور اپنے چچا کے خیمہ میں
لے گئی وہاں بھی پانی نہ پایا۔ خالی مایوس لوٹی اور وہاں سے بعض بچے میرے پیچھے
پیچھے چلے اس امید سے کہ شاید میں ان کو پانی دے سکوں۔ پھر میں اپنے خیمہ میں
آکر بیٹھ گئی اور خیمہ اصحاب میں کسی کو بھیجا کہ شاید وہاں پانی ملے۔ وہاں بھی نہ ملا
جب ہر طرف سے ناامید ہوئی تو اپنی پھوپھی کے خیمہ میں آئی اس وقت

ہم سب رونے لگے اور واویلا کرنے لگے کہ افسوس ہم پیاسے مرجائیں گے اور پانی
نہ ملے گا۔ اس وقت بُرَیر ہمدانی صحابی ہمارے پاس سے گذرے ہم بچوں کی حالت
دیکھ کر روتے روتے زمین پر گر پڑے اور سر پر خاک ڈالنے لگے وَ نَادٰی یَا
اَصْحَابِیْ مَاعِنْدَکُمْ مِنَ الرَّاْیِ اَیَسُرُّکُمْ اَنْ تَمُوْتَ بَنَاتُ فَاطِمَۃَ عَطْشَانًا وَفِیْ اَیْدِیْنَا
قَوَائِمُ سُیُوْفِنَا رو کر پکارے اے اصحاب تمہاری کیا رائے ہے آیا تمہیں آسان
معلوم ہوتا ہے کہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی بیٹیاں پیاس سے مرجائیں
گی۔ حالانکہ ہمارے ہاتھوں میں تلواروں کے قبضے ہیں۔ قسم بخدا ان بچوں پر
ہماری زندگی ہیچ ہے، بہتر یہی ہے کہ ہم اپنی جانوں کو ان پر نثار کر دیں۔ اے
اصحاب تم لوگ ایک ایک بچہ کا ہاتھ پکڑ کر دریا پر لے چلو قبل اس کے کہ یہ
پیاس سے ہلاک ہوں۔ یحییٰ بن مازنی نے کہا کہ وہ ظالم جنگ کرنے پر تلے ہوئے
ہیں۔ اگر کوئی نیزہ یا تیر ان بچوں کو لگ گیا تو گویا ہم ان کی موت کا سبب ہوں
گے۔ میری رائے یہ ہے کہ ایک مشک پانی کی ان بچوں کے لئے کسی طرح بھر
لائیں۔ اگر وہ ملاعین ہم سے لڑیں گے تو ہم بھی ان سے لڑیں گے وَاِنْ قُتِلَ مِنَّا
اَحَدٌ یَکُوْنُ فِدَاءً لِبَنَاتِ فَاطِمَۃَ الزَّھْرَاءِ اگر ہم سے کوئی مارا گیا تو ہم دختران فاطمہ
زہراءؑ پر فدا ہوئے۔ بریر نے کہا تمہاری رائے اچھی ہے، یہ کہہ کر ان لوگوں نے
ایک مشک اٹھا لی اور چار آدمی فرات کی طرف روانہ ہوئے۔ دریا کے نگہبانوں
نے جب ان لوگوں کو آتے دیکھا، پوچھا تم کون ہو میں نے کہا بریر ہوں اور یہ
میرے اصحاب ہیں۔ چونکہ ہم پیاس سے مرنے والے ہیں اس لئے فرات پر پانی
پینے جا رہے ہیں۔ وہ بولے ٹھہرو ہم اپنے سردار کو خبر کریں بریر اور اس سردار
میں اتفاق سے قرابت تھی۔ اس نے حکم دیا کہ بریر کو پینے دو۔ غرض جب یہ

جب یہ اصحاب باوفادار دریا میں پہنچے اور پانی کی ٹھنڈک محسوس کی تو بے اختیار رو کر کہنے لگے
خدا کی لعنت ہو عمر سعد پر کہ یہ پانی جاری ہے اور آل رسول ایک قطرہ کے لئے
ترس رہے ہیں۔ بریر نے اصحاب کو آواز دی' مشک جلد بھر لو اور خیمہ امام تک
پہنچاؤ کہ امام علیہ السلام کے بچے پیاس سے مرنے والے ہیں **وَلَا تَشْرَبُوا** حتیٰ
تَرْوِیَ اَکْبَادُ بَنَاتِ فَاطِمَۃَ لیکن بھائیو قبل اس کے دختران فاطمہ سیراب ہوں۔ کہیں
تم لوگ پانی نہ پینا۔ اصحاب بولے ہم جب تک امام حسینؑ کے بچوں کو پانی نہیں
پلا لیتے' خود نہیں پیئں گے۔ ناگاہ ایک نگہبان نے یہ باتیں سنیں بولا' تم لوگ
اپنا پانی پینا غنیمت نہیں سمجھتے۔ جس کے لئے تم لئے جاتے ہو اس کے ابھی ہم
جا کر اپنے سردار اسحاق کو خبر کرتے ہیں۔ یہ سن کر اسحاق ملعون نے حکم دیا کہ ان
سے پانی کی مشک چھین لو' بہت لعینوں نے آکر گھیر لیا اور کہنے لگے پانی گرا دو ورنہ
نہ اس پانی کے بدلے ہم تمہارا خون گرائیں گے۔ بریر نے کہا پانی سے اپنا خون بہانا
آسان ہے۔ آخر لعینوں نے ہر طرف سے ان کو گھیر لیا بریر ان سے لڑنے لگے
اور روتے جاتے تھے اور کہتے تھے **وَالَھفَاہُ عَلٰی اَکْبَادِ بَنَاتِ فَاطِمَۃَ** افسوس
ہے دختران فاطمہؑ کی پیاس پر ایک بزرگوار نے مشک اپنے کندھے پر اٹھالی کہ ایک
تیر مشک کے تسمہ پر آکر لگا اور ان کی گردن مجروح ہوئی اور خون مشک سے ٹپکنے لگا
انہوں نے جلدی مشک کو دیکھا کہ کہیں مشک تو نہیں چھدی' مشک کو سالم پایا تو کہا
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ رَقَبَتِیْ وِقَاءَ قِرْبَتِیْ کہنے لگے شکر خدا میری گردن مشک کی
سپر ہوئی۔ جب بریر نے دیکھا کہ یہ اشقیاء اس میں پانی نہ لے جانے دیں گے
پکارے اے اخوان بنی سفیان فساد نہ کرو بنی ہمدان کا مقابلہ نہ کرو۔ ناگاہ امام
حسینؑ نے یہ گفتگو سنی۔ اصحاب کو حکم دیا کہ جلدی کرو بریر کی مدد کرو جب کفار
نے اور اصحاب کو آتے دیکھا تو واپس مڑ گئے۔ بریر نے پانی کی مشک لا کر در خیمہ

پر رکھ دی۔ اور پکارے۔ اے آل رسولؐ پانی
حاضر ہے۔ یہ آواز سن کر سب بچے دوڑے اور خوشی سے سب نے چلا کر کہا۔
بریر پانی لائے ہیں' بریر پانی لائے ہیں **وَ رَمَیْنَ بِاَنْفُسِھِنَّ عَلَی الْقِرْبَۃِ** مارے خوشی
اور بے تابی کے سب نے اپنے آپ کو مشک پر گرا دیا' کوئی بچہ خوشی کے مارے
اسے ہلاتا تھا اور کوئی بے تابی کے مارے اپنے رخسار اس پر رکھتا تھا **وَمِنْھُنَّ مَنْ**
تُلْقِیْ فُؤَادَھَا عَلَیْھَا اور کوئی پیاس کے مارے اپنا سینہ اس پر رکھتا تھا جب بچوں
کا ہجوم ہوا **اِنْفَکَّتِ الْوِکَاءُ وَاُرِیْقَ الْمَاءُ فَتَصَارَخَتِ الْفِتْیَانُ وَصِحْنَ اُرِیْقَ الْمَاءُ یَا**
بُرَیْرُ ناگاہ مشک کا منہ کھل گیا اور سب پانی بہہ گیا۔ اس وقت بچے کس درد و یاس
سے رو کر پکارے ہائے' اے بریر پانی بہہ گیا اور سب پیاسے رہ گئے۔ بریر سر
پیٹ کر رونے لگے اور بولے **وَالَھفَاہُ عَلٰی اَکْبَادِ بَنَاتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ** ہائے افسوس'
ہائے ذریت رسول کی پیاس' ہائے آل محمدؐ کی مجبوری۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۳۲

فضائلِ گریہ ' جناب سید الشہداء کی حر بن یزید ریاحی سے ملاقات حرؑ اور اس کے بیٹے بکیر کی شہادت۔

☆

كُلُّ عَيْنٍ بَاكِيَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا عَيْنٌ بَكَتْ عَلَى الْحُسَيْنِ فَاِنَّهَا ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ بِنَعِيْمِ الْجَنَّةِ ○

یعنی ہر ایک آنکھ قیامت کے دن رو رہی ہوگی مگر وہ آنکھ جو امام حسینؑ کی مصیبت سن کر روئی ہے خنداں ہوگی اور اس کو جنت کی نعمتوں کی خوشخبری دی جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں مناجات کی اِلٰهِیْ تَرْزُقُ فِرْعَوْنَ وَهُوَ يَدَّعِی الرُّبُوْبِيَّةَ بار الٰہی تو فرعون کو رزق دیتا ہے' حالانکہ وہ دعویٰ خدائی کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ کو خطاب ہوا يَا ابْنَ عِمْرَانَ لَوْ تَرَكَ فِرْعَوْنَ الْعُبُوْدِيَّةَ مَا اَتْرُكُ الرُّبُوْبِيَّةَ اے عمران کے بیٹے اگر فرعون نے ہماری بندگی ترک کی تو میں خدائی اور بندہ پروری کیونکر ترک کروں۔ مومنین یہی وجہ تھی کہ امام حسینؑ نے اپنے قاتلوں کو منزل شراف کے راستہ میں پانی سے سیراب کیا۔ چنانچہ کتب احادیث میں منقول ہے کہ جب امام مظلوم اپنے گھر والوں اور ننھے منھے بچوں کو ہمراہ لے کر عازم سفر ہوئے اور منزل شراف پر پہنچے۔ تو علم امامت سے دریافت کیا کہ کل زوال کے بعد شدید گرمی کے وقت ہمارا دشمن ہمارا

راستہ روک لیں گے مگر وہ سب گھوڑوں سمیت پیاسے ہونگے تو صبح کے وقت

اپنے اصحاب اور عزیز و اقرباء کو حکم دیا کہ پانی زیادہ مقدار میں اپنے ہمراہ لے لو۔ حسبُ الحکم سب نے پانی کثرت سے ہمراہ لے لیا یہاں تک کہ دوپہر کے وقت ایک جگہ پر پہنچے۔ زوال کے قریب اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا اللہ اکبر حضرت نے فرمایا واقعی اللہ تعالیٰ بزرگ ہے۔ مگر اس وقت تکبیر کہنے کا کیا سبب ہے ؟ اس نے عرض کی کہ کھجور کی شاخیں دکھائی دے رہی ہیں' لگتا ہے کہ ہم آبادی کے قریب پہنچے ہیں۔ یہ سن کر بعض اصحاب نے عرض کی ہم اکثر اس راستہ سے آتے جاتے رہتے ہیں۔ لیکن ہم نے اس جگہ کبھی خرما کا درخت نہیں دیکھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھی طرح غور سے دیکھو اصحاب نے عرض کی یا حضرت ہمیں تو نیزوں کے سر اور گھوڑوں کے کان معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کیوں حضرات اس وقت اہل بیتؑ اور بچوں کا کیا حال ہو گا دوپہر کو دھوپ میں راستہ طے کیا۔ آرام کرنے کی بجائے دشمنوں کے آنے کی خبر سنی لکھا ہے بچے اور عورتیں مضطرب ہو گئیں۔ حضرت نے فرمایا کوئی گاؤں یہاں سے قریب ہو تو ہم وہاں اتر کر اہل حرم کو خیمہ لگا دیتے ہیں۔ تاکہ یہ آرام کر لیں اصحاب نے عرض کی کہ بائیں ہاتھ پر ایک بستی ہے۔ حضرت اپنے اصحاب اہل بیتؑ اسی طرف متوجہ ہوئے۔ اس لشکر نے دیکھا کہ حضرت نے بستی کو طرف رخ کیا ہوا ہے۔ وہ بھی تیزی سے اسی طرف روانہ ہوئے تاکہ حضرت کو کہیں جانے نہ دیں۔ راوی لکھتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ گویا ان کے نیزہ سے مکھی کی مانند اڑتے آتے تھے اور نشانوں کے پھریرے میرے جانوروں کے پروں کی مانند صدا دیتے تھے اور وہ لوگ چاہتے تھے کہ حضرت پر سبقت لے جائیں۔ مگر حضرت اپنے قافلہ کو لے کر اس بستی میں پہنچ گئے اور خیمے لگوائے۔ بچوں اور اہل حرم کو وہیں پہ اتارا۔ وہ لشکر بھی آپہنچا' حر

ہزار سواروں کے ساتھ حضرت کے سامنے کھڑا ہوا اور حضرت بھی اس کے مقابلے میں اپنے باوفا اصحاب سمیت کھڑے تھے۔ اصحاب کی اس وقت حالت یہ تھی کہ سر پر عمامے تھے اور تلواریں حمائل کئے ہوئے تھے اور اپنے آقا پر فدا ہونے کو آمادہ تھے۔

قَوْمٌ اِذَا نُوْدُوْا لِدَفْعِ مُلِمَّۃٍ
وَالْخَیْلُ بَیْنَ مُدَعِّسٍ وَ مُکَرْدَسٍ
لَبِسُوا الْقُلُوْبَ عَلَی الدُّرُوْعِ وَاَقْبَلُوْا
یَتَہَافَتُوْنَ عَلٰی ذَہَابِ الْاَنْفُسِ

یعنی وہ باوفا اصحاب جن کی شان میں خود امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کوئی اصحاب میرے اصحاب سے زیادہ باوفا نہیں ہوئے ہیں۔ ایسے باوفا تھے کہ جب کسی مصیبت یا سختی میں ان کو پکارا' فوراً دلوں کو اپنی زرہوں پر رکھ کر مستعد اور آمادہ ہو گئے اور ایک دوسرے پر جان دینے میں سبقت کرنے لگے۔ الغرض جب حضرت نے لشکر حر کو پیاسا دیکھا فرمایا اِرْشِفُوا الْقَوْمَ تَرْشِیْفًا یعنی ان کو پانی سے سیراب کرو۔ سب کو سیراب کیا' بلکہ برتن وغیرہ گھوڑوں کے سامنے لے جاتے تھے فَاِذَا عَبَّ فِیْہِ ثَلَاثًا اَوْ اَرْبَعًا اَوْخَمْسًا عُزِلَتْ عَنْہُ وَسُقِیَ اٰخَرُ جس طرح حیوانات کا قاعدہ ہے کہ پانی پی کر سر اٹھا لیتے ہیں اور پھر دم لے کر پیتے ہیں اسی طرح جب تین دفعہ یا چار دفعہ یا پانچ مرتبہ پانی پی کر جانور سیراب ہوتے تھے تو دوسرے کو پلایا جاتا تھا یہاں تک کہ سب لشکر سیراب ہوا۔ علی بن طعان نے کہا میں لشکر حر کے آخر میں تھا۔ جب حضرت کی مجھ پر نظر پڑی اور میری پیاس بھی حضرت نے مشاہدہ کی فرمایا اونٹ بٹھا دے اور مشک سے پانی پی لے ادر مشک

اونٹ پر تھی میں جتنی کوشش کرتا تھا کہ پانی نہ بہے مگر پانی بہہ جاتا تھا۔ حضرت نے ازراہ مہربانی فرمایا اے بھائی مشک کو درست کر لے تاکہ پانی تیرے منہ تک اچھی طرح سے پہنچے۔ وہ کہتا ہے حضرت جتنا سمجھاتے تھے۔ مگر میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کس طرح پیوں ۔ چنانچہ حضرت خود بنفس نفیس متوجہ ہوئے اور مشک کا دہانہ درست کر کے میری طرف موڑا یہاں تک کہ میں سیراب ہوا۔ سبحان اللہ کہاں یہ شفقت اور کہاں وہ شقاوت کہ روز عاشور اہل حرم کی العطش العطش کی آواز آسمان تک بلند تھی اور وہ اشقیاء پانی کا ایک قطرہ نہ دیتے تھے ملا محمد تقی اس مقام پر لکھتے ہیں کہ اس جگہ پر دو مقام یاد آئے ایک تو جب شمر لعین آمادۂ قتل ہوا تو حضرت نہایت زخمی تھے اور زبان مبارک شدت تشنگی سے بار بار چبتے تھے۔ حضرت نے اہتمام محبت کے طور پر فرمایا اے شمر اس وقت تو تھوڑا سا پانی دے اس بے حیا نے جواب دیا کہ اَنَّکَ تَزْعَمُ اَنَّ اَبَاکَ سَاقِیَ الْکَوْثَرِ

یعنی تم گمان رکھتے ہو کہ تمہارے باپ ساقی کوثر ہیں تمہیں پانی کی کیا ضرورت ہے۔ میں پانی کا ایک قطرہ بھی تمہیں نہ دوں گا حَتّٰی تَذُوْقَ مِنَ الْحَمِیْمِ یہاں تک کہ تم پیاسے مرجاؤ۔ اس عربی کے فقرہ کا اصلی ترجمہ نہیں ہوسکتا اس جہنمی نے کیا بے ہودہ اور بے ادبی کا کلمہ کہا۔ مگر اس کا حصہ جو جہنم کا گرم پانی تھا اس ملعون نے اپنا حال بیان کر کے حضرت پر قیاس کیا۔ دوسرا وہ وقت کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب اہل بیتؑ کو بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کر کے سخت گرمی میں شام کی طرف لے چلے' تو راستہ میں جو شہر ملتا تھا وہاں کے حاکم کو خبر کرتے تھے کہ یزید کا لشکر شہداء کے سر اور قیدی لے کر یہاں اترا ہے۔ وہ اشقیاء باجے بجاتے ہوئے اور نشان فتح لئے ہوئے کھانا' پانی اور گھاس لے کر

استقبال کو دوڑتے اور سب لشکر کو کھانا اور پانی دیتے تھے یہاں تک کہ جانوروں کو آب و دانہ سے سیرو سراب کرتے تھے۔ مگر امام حسین علیہ السلام کے بچے دیکھتے رہ جاتے تھے۔ مگر جو کھانا یا پانی بچ رہتا تھا اس کو زمین پر پھینک دیتے تھے۔ جب کچھ لوگ صدقہ کے طور پر خرما کے کچھ دانے اسیران اہل بیت کی طرف پھینکتے' بچے بھوک کی وجہ سے منہ میں ڈالنے لگتے تو جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ بچوں کے منہ سے نکال کر پھینک دیتی تھیں اور کہتی تھیں اَنَّ الصَّدَقَۃَ عَلَیْنَا حَرَامٌ کہ بالتحقیق ہم پر صدقہ حرام ہے۔ یہ کیا غضب کرتے ہو کہ ہمارے بچوں کو صدقہ کر کے دیتے ہو۔ آہ آہ یہ اس کے بدلے تھا جو حضرت نے منزل شراف پر ان اشقیاء کے لئے پانی مہیا کر رکھا تھا الغرض جب حضرت لشکر حر کو پانی پلا چکے تو زوال آفتاب ہو گیا تھا۔ حضرت نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص اذان دے اور حضرت خیمہ میں تشریف لے گئے۔ جب اقامت کا وقت آیا حضرت باہر تشریف لائے اس وقت ایک ردائے مبارک حضرت کے دوش پر تھی لشکر حر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم نے مجھے لکھا تھا کہ آپ آئیں اور راہ حق میں ہمیں ہدایت فرمائیں۔ اسی لئے میں آیا ہوں اگر تم اپنے عہد پر قائم ہو تو از سر نو بیعت کرو' تاکہ میں تم سے مطمئن ہوں۔ اگر تمہاری نیت میں فساد ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہاں لوٹ جاتا ہوں۔ سب نے سر جھکا لیا اور حضرت کے کلام کا جواب نہ دیا۔ حضرت نے حکم اقامت دیا اور حُر سے فرمایا اگر تم چاہو تو اپنے لشکر کے ساتھ علیحدہ نماز ادا کرو۔ حُر نے عرض کی کہ آپ نماز پڑھیں ہم بھی آپ کے ساتھ اقتداء کریں گے۔ مظلوم نے دونوں لشکروں کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد اس کے خیمہ میں تشریف لے گئے اور حضرت کے اصحاب اردگرد جمع ہوئے' حُر بھی اپنے خیمے میں گئے اور بعض اس کے پاس گئے

باقی لشکر گھوڑوں کی باگیں تھامے درختوں کے سایہ میں بیٹھے جب عصر کا وقت ہوا حضرت نے حکم دیا کہ سفر کی تیاری کرو۔ دونوں لشکروں نے نماز عصر ادا کی اس کے بعد حضرت نے ایک خطبہ پڑھا کہ اے لوگو ہم اہل بیتؑ اس گروہ غدار جو ظالم و جابر سے ہے خلافت کے لحاظ سے اولیٰ اور بہتر ہیں۔ اگر تم لوگ میرا آنا ناپسند کرتے ہو تو میں واپس لوٹ جاتا ہوں' میں صرف تمہاری دعوت پر آیا ہوں۔ حر نے عرض کی یا بن رسول اللہ واللہ میں ان خطوں سے آگاہ نہیں ہوں۔ حضرت نے حکم دیا کہ خطوں کی خرجیاں لے آؤ اصحاب نے سب خط حاضر کئے پھر حُر نے عرض کی کہ مجھ کو ان خطوں کی بالکل اطلاع نہیں ہے۔ لیکن مجھ کو ابن زیاد نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو اس کے پاس لے جاؤں حضرت نے فرمایا کہ تیری موت اس ارادہ سے قریب ہے۔ حضرت نے اصحاب کو حکم دیا ہے کہ سوار ہو۔ لشکر گھوڑوں پر سوار ہو کر دور چلا گیا تاکہ اہل حرم سوار ہو لیں۔ جبکہ بادشاہ کا احترام کیا جاتا ہے۔ افسوس کہ اس وقت بی بیوں کا یہ احترام تھا پھر جناب زینبؑ اور ام کلثومؑ کا یہ حال تھا کہ شام اور کوفہ میں ننگے سر کوچہ و بازاروں میں پھرائی گئیں۔ **الغرض** لشکر نے انتظار کیا یہاں تک کہ اہل حرم سوار ہوئے اور حضرت نے حکم دیا کہ مدینہ کی طرف چلو کہ لشکر مخالف راستہ پر آکر مانع ہوا۔ حضرت نے فرمایا **یَا حُرُّ ثَکِلَتکَ اُمُّکَ مَا تُرِیْدُ** اے حر تیری ماں تجھ کو روئے تیرا کیا ارادہ ہے۔ حر نے عرض کی یا حضرت اگر آپ کے سوا کوئی اور میری ماں کا نام لیتا تو میں بھی اس کی ماں کو اسی طرح کہتا۔ چاہے وہ کتنا ہی جلیل القدر ہوتا مگر **مَالِیْ اِلٰی اُمِّکَ سَبِیْلٌ** آپ کی مادر گرامی کا نام فاطمہ زہراؑ' مریم کبریٰؑ اور صدیقہ عظمیٰؑ ہے۔ ان کا نام ادب کے سوا نہیں لے سکتا۔ پھر حضرت نے فرمایا اے حر تو چاہتا کیا ہے۔ اس

نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو ابن زیاد لعین کے پاس لے جاؤں۔ حضرت نے فرمایا میں تیری ہرگز اطاعت نہ کروں گا۔ حر نے کہا میں بھی آپ سے دست بردار نہ ہوں گا۔ جب اس تقریر نے طول پکڑا تو حر نے کہا مجھ کو آپ کے ساتھ لڑنے کا حکم نہیں ہے' فقط اس قدر حکم ہے کہ آپ کے ساتھ ساتھ رہوں' یہاں تک کہ آپ کو کوفہ پہنچا دوں۔ اگر آپ کوفہ میں جانے پر راضی نہیں ہیں تو تیسرا راستہ اختیار کیجئے کہ وہ مدینہ کی طرف نہ جاتا ہو اور نہ کوفہ کی طرف۔ تاکہ میں ابن زیاد سے پوچھ سکوں شاید کوئی صورت ایسی نکلے کہ میں آپ جیسے بزرگوار کے خون میں مبتلا نہ ہوں۔ آپ قادسیہ اور عذیب کی طرف چلیں حضرت وہاں سے روانہ ہوئے اور حر بھی حضرت کے ساتھ چلے اور حر راستہ میں اپنے اصحاب سے جدا ہو کر حضرت کی خدمت میں تنہا حاضر ہوئے اور عرض کیا یا حسینؑ خدا کو یاد کرو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر آپ اس قوم سے لڑیں گے تو ضرور ہی شہید ہو جائیں گے۔ حضرت نے فرمایا اے حر تو مجھ کو موت سے ڈراتا ہے خدا کی راہ میں مارا جانا میری دلی تمنا ہے۔ حر مایوس ہوا تو اپنے لشکر کی طرف چلا گیا اور حضرت اپنے اصحاب سمیت کربلا کی طرف روانہ ہوئے اور ماہ محرم کی دوسری تاریخ کو آپ کا قافلہ وارد کربلا ہوا۔ ساتویں محرم سے حضرت پہ پانی بند ہو گیا۔ گیارہویں کو صبح سے دشمنوں نے ناحق پیاسوں کے خون بہانے پر کمریں چست باندھ لیں۔ دشمن کی فوج اتنی کثرت سے تھی کہ زمین کربلا پر ہو گئی تھی۔

فَلَمَّا تَبَدّٰی فِیْ ذَوِیْہِ وَ مِنْہُم
عَلِیٌّ وَ عَبَّاسٌ وَ عَوْنٌ وَ قَاسِمٌ

ادھر امام مظلوم کے پاس ۸۲ پیادے اور ۳۲ سوار تھے ان میں سب جوان نہ تھے کچھ بچے' کچھ بوڑھے وہ بھی تین دن کے پیاسے' عزیزوں میں علی اکبرؑ

عباسؑ، عونؑ و محمدؑ، قاسمؑ اصحاب میں زہیر ابن قین، حبیب ابن مظاہر اور مسلم بن عوسجہ۔ یہ سب بزرگوار چاروں طرف سینوں سپر کئے حضرت کو اپنے حلقہ میں لئے تھے۔

اضأت عراض الطف منہ و منہم
کان ھنا بدر حوالیہ انجم

امام اس فوج خدا میں اس طرح تشریف رکھتے تھے جس طرح چودھویں رات کا چاند تاروں کے حلقہ میں ہو۔ حضرت نے میمنہ فوج پر زہیر بن قین کو' میسرہ پر حبیب ابن مظاہر کو اور قلب لشکر پر شہزادہ علی اکبرؑ کو مقرر فرمایا۔ عَلَم کی سعادت تو حضرت عباسؑ کو حاصل تھی اور خود بنفس نفیس دشمنوں کے سامنے کھڑے ہوئے اور وعظ و نصیحت اور درد و حسرت کے وہ کلمات ارشاد کئے کہ اگر پتھر کا دل بھی ہوتا تو وہ بھی پگھل جاتا۔ ان ظالموں کے کیا دل تھے کہ رحم کے بدلے اور ظلم پر آمادہ ہوئے۔ پہلے عمر سعد ملعون نے لشکر خدا کی طرف تیر پھینکا اور کہا اے گروہ کوفہ و شام تم گواہ رہنا کہ پہلے فوج امام پر میں نے تیر پھینکا ہے۔ جب حُرّ نے یہ ظلم و ستم دیکھا تو خوفِ خدا سے کانپنے لگا اور پریشان ہو کر اپنے بیٹے بکیر سے کہنے لگا میں آتش جہنم میں جلنا نہیں چاہتا میں تو آقا پر نثار ہونے جاتا ہوں۔ تیرا کیا ارادہ ہے ؟ وہ بولا کیونکر ہو سکتا ہے کہ باپ اس سعادت سے کامیاب ہو اور بیٹا محروم رہے۔ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ غرض دونوں سعادت مندوں نے راہواروں کو مہمیز کیا۔ باگ اٹھاتے ہی فوج خدا میں داخل ہوئے۔ حُر ہاتھوں کو جوڑے' سر جھکائے روتا ہوا آگے بڑھا اور امام کے پائے مبارک پر سر رکھ کر عرض کی یابن رسول اللہ بابی انت و امی یہ وہی گنہگار ہے جو آپ کا سدِ راہ ہوا تھا۔ میں کیا جانتا تھا کہ یہ قوم آپ کے نانا کا کلمہ پڑھ کر

دغا سے پیش آئے گی۔ اپنے نبی کی اولاد کو قتل کرے گی امیدوار ہوں کہ میری توبہ قبول ہو اور میدان کارزار میں جانے کی بھی اجازت ملے فقال الحسین یا حرّ انا استحیی بنک لانک ضیفی حضرت نے فرمایا تیری توبہ قبول ہے لیکن اے مجھے شرم آتی ہے کہ کس طرح تجھے مرنے کی اجازت دوں۔ وہ بولا سب سے پہلے میں آپ کے راستے میں حائل ہوا اس لئے میں سب سے پہلے آپ پر قربان ہونا چاہتا ہوں۔ غرض جب حضرت نے حر کو نہایت مصر پایا اذن جہاد دیا۔ حکم پاتے ہی ان دونوں بہادروں کے چہرے جوش شجاعت اور فرط مسرت سے سرخ ہو گئے کس خوشی سے میدان میں جان دینے کو آئے غرض حر نے اعداء سے مخاطب ہو کر کہا ثکلتکم امھاتکم تمہاری مائیں تمہارے غم میں بیٹھیں کچھ جانتے ہو تم نے کس بے گناہ کے قتل پر کمر باندھی ہے یہ سید مظلوم' غریب الوطن بے کس' بھوکا پیاسا کوئی مظلوم ہے کس کی گود میں پلا ہے' بچپن میں کس کے کاندھے پر سوار ہوا ہے' کس کی زبان چوس چوس کر پرورش پائی ہے **اے غافلو !** یہ عرش کا تارا' اللہ کا پیارا' تمہارے نبی کا نواسا ہے۔ تمہارے ہی بلانے سے تمہارے پاس آیا ہے۔ مہمانی کے بدلے کیا ظلم کرتے ہو اے بے حیاؤ جس نہر سے یہود و نصاریٰ تک سیراب ہوں اس نہر کا پانی نبی زادہ پر بند کرنا کس ملت میں روا ہے وہ دشمن دین کیا جواب دیتے ہر طرف سے تیروں کا مینہ برسانا شروع کر دیا ادھر دونوں شیروں کو بھی غیض آگیا تلواریں کھینچ کر غضبناک شیر کی طرح فوج اشقیاء پر ٹوٹ پڑے۔ چشم زدن میں کشتوں کے پشتے' لاشوں کے انبار لگا دیئے' میمنہ اور میسرہ لشکر کو تہ و بالا کر دیا اس طرح وہ دونوں شیر لڑتے رہے قریب تھا کہ تمام لشکر بھاگ جائے ناگاہ ایک لشکر دونوں کے درمیان میں آکر حائل ہو گیا۔

باپ بیٹوں میں جدا ... بکیر کو تنہا پا کر اسقدر نیزے اور تلوار ... لگائے کہ

زخموں سے چور چور ہو کر زمین پر گرا۔ حر نے جو بیٹے کا گھوڑا خالی دیکھا تو آنکھوں میں خون اتر آیا اسی سمت حملہ کیا انبوہ کو سامنے سے ہٹا دیا اور بیٹے کے قریب پہنچ کر۔۔ حال دیکھا کہ خدا کسی باپ کو نہ دکھائے۔ مگر واہ رے صبر' خدا کا شکر کیا۔ ا۔۔ کریم تو نے مجھے اپنے حبیب کے فرزند کے ساتھ امتحان میں مبتلا کیا اس کے بعد چاہا کہ ایک بار خدمت امام میں حاضر ہوں۔ ناگاہ غیب سے آواز آئی یَا حُرُّ اَیْنَ تَذْهَبُ اے حر کہاں جاتا ہے حوران بہشتی منتظر ہیں یہ بشارت سن کر اس مشتاق جنت نے آواز دی یا بن رسول اللہ یہ غلام آپ کے جد بزرگوار کی خدمت میں جا رہا ہے۔ اگر کچھ پیغام دینا ہو تو ارشاد کیجئے حضرت نے فرمایا اللہ تجھے جزائے خیر دے تو آگے چل میں بھی آتا ہوں۔ اسی اثناء میں دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا پھر تیر پر تیر برسانے لگے نیزہ پر نیزہ لگانے لگے۔ ایک آدمی کہاں تک زخموں کا متحمل ہوتا دل پہلے ہی چھد چکا تھا چور چور ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرا اور پکارا یا بن رسول اللہ ادرکنی غلام نے جان نثار کی۔ کیا بندہ نوازی ہے حضرت سنتے ہی بے چین ہو گئے خود لاشِ حُر پر تشریف لائے اور اپنے مہمان کا سر زانوئے اقدس پر رکھ کر نہایت شفقت سے اس کا چہرہ آستین مبارک سے صاف کرنے لگے۔ حُر نے جو اپنے آقا کی خوشبو محسوس کی غش سے آنکھیں کھول دیں اور یہ غلام نوازی دیکھ کر متبسم ہوئے اور عرض کی یا مولا آپ غلام سے راضی ہوئے۔ فرمایا ہاں میں راضی ہوں بلکہ خدا و رسول تجھ سے رضامند ہوئے۔ یہ بشارت سن کر طائر روحِ گلشن جنت کو پرواز کر گیا۔ مشہور ہے کہ امام اس نئے مہمان کے ماتم میں اس طرح روئے جیسے کوئی عزیز کو روتا ہے اور خیمہ میں بھی تمام اہل حرم نے حُر کی شہادت پر ایسا ماتم کیا جیسا کسی عزیزوں کی لاش پر کرتے ہیں

مومنین مقام تصور ہے حر جب دنیا سے سدھارے تو رحلت کے وقت ان کا سر حضرت کے زانوئے مبارک پر رکھا تھا۔ مگر جب جناب امام مظلوم زخموں سے چور ہو کر پشت ذوالجناح سے زمین پر تشریف لائے تو کون تھا کہ ان کا سر زانو پر رکھتا جناب زینبؑ روتی پیٹتی دوڑیں تو اعدائے دین نے حضرت کے قریب آنے نہ دیا۔ دور جا کر پچھاڑیں کھانے لگیں جب حر نے غش سے آنکھیں کھولیں تو امام کا چہرہ منور نظر آیا تھا۔ آہ جب حضرت نے غش سے آنکھیں کھولیں تو قاتل کو سینہ پر سوار دیکھا' بہن کو سر پیٹتے خاک پر بیٹھ کر ماتم کرتے پایا۔ اس وقت عجب قیامت تھی کہ کبھی آپ آنکھیں کھول دیتے کبھی بند کر لیتے تھے۔ تمام اہل حرم جناب زینبؑ کے ہمراہ مغموم امام کی یہ حالت دیکھ کر اپنی حالت تباہ کر رہے تھے۔ ظالموں نے پردہ داروں کی اس حالت پر رحم نہ کھایا۔ سر کو تن سے جدا کیا اور طویل نیزہ پر نصب کیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۳۳

فضائلِ گریہ ' امام حسینؑ کی دعا سے حُر کا پیدا ہونا ' حُر اور ان کے بیٹے بُکیر کی شہادت ۔

☆

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ بَکٰی عَلٰی مَصَائِبِ الْحُسَیْنِ اَوْ تَذَکَّرَ اَوْجَلَسَ فِیْ مَجْلِسٍ اَوْ خَدِمَ اَھْلَ الْعَزَاءِ کَاَنَّہٗ زَارَنِیْ عَلَی الْعَرْشِ اَرْبَعِیْنَ مَرَّۃً مَعَ عَلِیٍّؑ

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جو مومن امام حسینؑ کے مصائب سنے یا ذکرِ مصائب کرے یا مجلس عزائے حسینؑ میں بیٹھے یا اہل عزا کی خدمت کرے' گویا اس نے عرش پر میری زیارت علیؑ بن ابی طالبؑ کے ساتھ چالیس بار یعنی چالیس مرتبہ کی معراج کا ثواب اُسے حاصل ہو گا۔ سبحان اللہ کیا مرتبہ ہے اس مجلس کا کہ فرشتے بھی اس میں شریک ہوتے ہیں مقتلِ شاہ شہیداں میں منقول ہے کہ ایک دن فرزند رسول الثقلین امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے حضرت امیرالمومنینؑ کی خدمت میں عرض کی کہ ہم دونوں بھائیوں کو خانہ کعبہ کی زیارت کا بہت زیادہ شوق ہے۔ ہم چاہتے ہیں اس سال حج بجا لائیں' چونکہ موسم گرما تھا اور شہزادوں کی عمریں بھی کم تھیں حضرت علی علیہ السلام نے سن کر تامل کیا۔ لیکن ان شہزادوں کا مسلسل اصرار رہا کہ وہ ہر حال میں جائیں گے بالآخر جناب امیرؑ نے مجبور ہو کر سامانِ سفر مہیا کر دیا وہ شہزادے مع

رخصت ہو کر مکہ مکرمہ کی طرف منزل بہ منزل تشریف لے جا رہے تھے۔ تکلیفِ سفر اور آب و ہوا کی تبدیلی کے باعث راستہ میں امام حسینؑ مریض ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضرت پر اُٹھنا بیٹھنا بھی دشوار ہو گیا۔ امام حسنؑ بھائی کی یہ حالت دیکھ کر سخت پریشان ہوئے کہ اس بیابان بے پایاں میں کہیں کسی مکان کا نشان پایا نہیں جاتا۔ کیا کریں اور کہا جائیں ؟ اسی پریشانی کے عالم میں مکان کی تلاش میں ایک سمت کو چلے۔ یکایک ایک پرانا مکان جس کی دیواریں اُفتادہ تھیں دور سے دکھائی دیا۔ جب قریب تشریف لے گئے "رَایٰ شَیخاً وَ شَیخۃً" دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص اپنی اہلیہ کے ساتھ بیٹھا ہے۔ حضرت نے اس پر سلام کیا' اس نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں ؟ آپ نے فرمایا ہم دونوں بھائی حج کے ارادہ سے سفر کر رہے تھے۔ یہاں آکر میرا بھائی مریض ہو گیا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ دو تین روز ہمیں اپنے گھر میں رہنے کی اجازت دیں تاکہ اس کا علاج کیا جا سکے۔ شیخ نے قبول کیا اور وہ دونوں شہزادے تین دن تک وہاں نہایت سکون کے ساتھ مقیم رہے۔ امام حسینؑ کو شافیٔ مطلق نے شفا بخشی۔ چوتھے روز جب رخصت ہو کر جانے لگے تو امام حسنؑ نے اس شیخ سے فرمایا اگر کبھی تمہارا مدینہ میں آنا ہو تو ہماری شکل و شمائل اہل شہر سے بیان کر کے ہمارے گھر کا پتہ پوچھ کر آنا اور ہمارے یہاں مہمان رہنا۔

غرض ایک طویل مدت کے بعد اتفاقاً" وہ شیخ اپنی زوجہ کے ہمراہ مسائل دریافت کرنے کے لئے مدینہ میں آیا۔ حُسنِ اتفاق سے ان کی سب سے پہلے ملاقات قبلۂ کونین جناب ابوالحسنینؑ سے ہوئی۔ وہ دوڑ کر حضرت کے قدموں پر گر کر بوسے دینے لگا اور شہزادوں کی شکل و صورت بتا کر ان کا پتہ پوچھنے لگا۔ یہ سن کر حضرت نے مسکرا کر فرمایا اے شیخ وہ دونوں میرے پارۂ جگر اور فرزند رسولؐ

جگر گوشہ بتول علیہما السلام ہیں۔ یہ فرما کر اس کو اپنے ساتھ لے کر دولت سرا پر تشریف لائے۔ اور حسنینؑ کو خبر دی کہ تمہارے مہمان آئے ہیں۔ یہ سن کر دونوں صاحبزادے بیتُ الشریف سے باہر تشریف لائے اور دوڑ کر اپنے مہمان سے لپٹ گئے اور نہایت احترام و اکرام سے ان کو اپنے مہمان خانہ پر ٹھہرایا اور ہر وقت ان کی خاطرداری اور مہمان نوازی میں مصروف رہے۔ اور ہر قسم کے لذیذ کھانے اور میوے ان کے لئے مہیا کرتے تھے۔ چند دنوں کے بعد جب اس شیخ نے چاہا کہ امام حسینؑ سے رخصت ہو' آپ نے فرمایا اے شیخ ہم تیری مہمانی سے سیر نہیں ہوئے' ہماری دلی خواہش ہے کہ آپ اسے اپنا گھر سمجھ کر کچھ مدت اور قیام کریں۔ وہ دیندار شخص امام زادہ کے اصرار پر کچھ دن اور ٹھہرا۔ اس کے بعد پھر اجازت چاہی' پھر حضرت اسی طرح مانع ہوئے اور فرمایا اگر کوئی حاجت ہو تو اسے بیان کر۔ شاید وہ پوری کرا سکوں۔ اس نے عرض کی یا بن رسولؐ اللہ اتنی مدت گزری مگر میرے گھر کوئی بچہ نہیں ہوا۔ اس امید و آس میں اس بن کو پہنچا۔ اگر آپ دعا فرمائیں تو عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نخلِ تمنا کو بار آور کرے اور ایک ثمر عطا فرمائے۔ یہ سن کر حضرت نے دو رکعت نماز ادا کی۔ دستِ دعا بارگاہ قاضی الحاجات میں بلند کر کے مناجات کی۔ وہ شیخ کہتا ہے کہ اس دعا کی برکت سے میری [illegible] بار آور ہو گ[illegible] چند دنوں کے بعد وہ طالبِ رخصت ہوئے۔ مگر اجازت نہ پائی یہاں تک کہ زمانہ حمل منقضی ہوا اور ایک فرزند ارجمند پیدا ہوا۔ بچہ کی پیدائش کے فوراً بعد وہ دوڑتا ہوا امام کی خدمت میں آیا اور خوشخبری سنائی۔ حضرت اس نومولود کے پاس بنفس نفیس تشریف لے گئے اور اس کے کانوں میں اذان و اقامت کہی۔ اس بچہ کا نام حُر رکھا اور اس وقت کچھ یاد کر کے روئے۔ شیخ نے رونے کی وجہ پوچھی اور عرض کی یا حضرت اگر یہ فرزند

آپ کے دشمنوں سے ہو تو اس کو ابھی مار ڈالوں ؟ حضرت نے فرمایا میں اس کی دشمنی کو یاد کر کے نہیں رویا بلکہ اس کی دوستی نے مجھے رلایا ہے۔ اے شیخ یہ میرے انصار سے ہو گا اور ایک روز یہ میری محبت میں اپنی جان نثار کرے گا۔

الغرض وہ شیخ چند دنوں کے بعد اپنے گھر کو روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ وہ بچہ اپنے والدین کے سایہ میں پرورش پا کر جوان ہوا۔ ادھر فرزند رسول الثقلین امام حسینؑ کو سفر عراق پیش آیا راوی کہتا ہے کہ جب امام حسینؑ منزل شراف سے آگے بڑھے اور لشکر حُر سے ملاقات ہوئی۔ دیکھا کہ حُر کی فوج پیاس کی شدت سے بے چین ہے اور گھوڑوں نے پیاس کی وجہ سے زبانیں نکالی ہوئی ہیں۔ اس وقت فرزند ساقی کوثر پیاسوں کی بے قراری دیکھ کر بے تاب ہوئے اور جناب عباسؑ کو بلایا اور ارشاد فرمایا اس لشکر کو' ان کے گھوڑوں سمیت فوراً سیراب کرو۔ جناب عباسؑ اور جناب علی اکبرؑ لشکر کو پانی پلانے میں مصروف ہو گئے۔ لشکر کو فوراً سیراب کر دیا اس کے بعد حضرت خود طشت اٹھا کر ایک ایک جانور کے سامنے لے گئے۔ جب ایک جانور تین یا چار مرتبہ پانی سے منہ اٹھا لیتا تھا' تب دوسرے جانور کے سامنے لے جاتے تھے۔ جب تمام لشکر سیراب ہو چکا اور حضرت نے کوچ کا ارادہ کیا اس وقت حُر گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت کے قریب اپنی فوج سے علیحدہ ہو کر حاضر ہوا اور عرض کی یا بن سول اللہ مجھ کو ابن زیاد کا حکم ہے کہ حضرت کو کسی اور طرف نہ جانے دوں' یہاں تک کہ حضرت کو اس کے پاس لے چلیں۔ آپ نے کچھ پرواہ نہ کی اور چاہا کہ گھوڑے کو آگے بڑھائیں تو حُر نے ذوالجناح کی لگام پر ہاتھ ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عباسؑ سخت غضبناک ہو گئے۔ چاہا کہ اس بے ادبی کی سزا دیں مگر حضرت امام حسینؑ مانع ہوئے اور حُر سے فرمایا تو ذوالجناح سے علیحدہ ہو جا اس نے کہا کہ میں ہرگز نہیں

چھوڑوں گا۔ جب حضرت نے دیکھا کہ جدا نہیں ہوتا' اس وقت آپ نے نہایت آرام سے فرمایا اے حُر تیرے باپ نے تجھے اپنی پیدائش کے بارے میں کبھی کچھ بتایا ہے یا نہیں ؟ حُر کو یاد آگیا کہ میں آپ کی دعا کی برکت سے پیدا ہوا ہوں۔ فوراً لگام کو چھوڑ دیا حضرات امام حسینؑ تو حُر کے والدین سے کس خاطر مدارت سے پیش آئے اور حُر کو لشکر سمیت اس صحرائے غربت میں پانی سے سیراب کیا اور اس فوج کے اکثر لوگ کوفہ سے تعلق رکھتے تھے۔ جب امام حسینؑ صحرائے کربلا میں ان کوفیوں کے مہمان ہوئے' تو مہمانی کے بدلے انہوں نے آپ اور آپ کے بچوں پر بے حد مظالم ڈھائے۔ ساتویں محرم کو پانی بند کر دیا' دسویں کو فرزند رسول کے قتل پر سب نے کمریں چست باندھیں۔ لاکھوں فوجیوں کے سامنے دو سو سے بھی کم مجاہد کھڑے تھے۔ سب سے پہلے عمر سعد نے خیام حسینی کی طرف تیر پھینکا اور کہا اے کوفہ و شام کے رہنے والو ! تم گواہ رہنا کہ جنگ کی ابتداء میری طرف سے ہوئی ہے۔ اس وقت حر بن یزید ریاحی نے خیال کیا کہ آج ضرور ہی اولاد رسول کا خون بہایا جائے گا۔ مضطرب ہو کر اپنے بیٹے بکیر سے کہنے لگا میں نہیں چاہتا کہ روز قیامت رسول خدا میرے دشمن ہوں۔ آتش جہنم میں جلنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے اس لئے لشکر یزید سے نکل کر فوراً فوجِ امام میں شامل ہو جائیے۔ لعنت ہو ایسی زندگی پر کہ ہماری آنکھوں کے سامنے فرزند رسول قتل ہو اور ہم زندہ رہیں۔ یہ مشورہ کر کے وہ دونوں اس طرح فوج سے نکلے کہ فوج یزید میں یہ گمان ہوا کہ دونوں لڑنے جا رہے ہیں۔ غرض حُر اپنے بیٹے بکیر کو ساتھ لے کر امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ گھوڑا سے اتر کر امام کے پاؤں پر گر پڑا اور گذشتہ غلطیوں کی معافی مانگنے لگا۔ عرض کی خدا کی قسم مجھے یہ گمان نہ تھا کہ یہ لوگ آپ سے اس طرح پیش آئیں گے اپنے آپ کو مسلمان کہلا کے فرزند رسول پر ظلم و

ستم کریں گے۔ اب میری آپ سے خواہش ہے کہ میری توبہ قبول کی جائے۔ اور اجازت دیجئے کہ اپنے بیٹے سمیت آپ کے قدموں میں جان نچھاور کر دوں۔ حضرت نے فرمایا اے حرؑ تو میرا مہمان ہے میں تجھے مرنے کی کس طرح اجازت دوں۔ اتنی دیر ٹھہر جا کہ میرے عزیز و انصار شہید ہو لیں۔ حرؑ نے عرض کی یا بن رسول اللہ سب سے پہلے میں نے آپ کا راستہ روکا تھا' اس لئے قربان بھی سب سے پہلے میں ہونا چاہتا ہوں۔ بالآخر حضرت نے اجازت دے دی وہ دونوں بہادر میدان میں آکر لشکر مخالف پر حملہ آور ہوئے اور ایسی جنگ کی کہ سر پر سر' لاشوں پر لاشیں دکھلائی دینے لگیں۔ قریب تھا کہ فوج مخالف شکست و ریخت سے دوچار ہو جائے۔ اس لئے افسرانِ فوج نے مشورہ کر کے باپ بیٹے کے درمیان جدائی ڈال دی۔ بکیر کو تنہا کر کے اس قدر ان پر تیر برسائے کہ وہ جری گھوڑے پر سنبھل نہ سکا' زمین پر گرا اور اس کی لاش گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچلی گئی۔ دوسری طرف حرؑ مصروف جہاد تھے۔ دشمنوں کو قتل کر رہے تھے۔ ناگاہ ایک شقی نے ان کے گھوڑا کو پے کر دیا اور وہ زمین پر گر پڑے اور گرتے ہی سینکڑوں تیر اور نیزے چل گئے' تلواروں سے بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ نیم جان ہو کر آواز دی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مولا میرا آخری سلام قبول فرمائیے۔ چاہتا ہوں مرتے وقت آپ کی زیارت سے مشرف ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ مظلوم کربلا ابھی لاش تک پہنچنے نہ پائے تھے کہ ظالموں نے حرؑ کا سر کاٹ کر امام کی فوج کی طرف پھینک دیا۔ آپ نے وہ سر اٹھا لیا اور اپنے زانو پر رکھ کر رومال سے خون پونچھنے لگے۔

مومنین! جب حرؑ کا سر کاٹ کر ظالموں نے پھینک دیا تو امام حسینؑ

نے اُٹھا کر اُسے صاف کیا۔ مگر جب اُس مظلوم کا سر جدا کر کے شمر لعنہ نے زمین پر رکھ دیا تو کون تھا کہ اس بریدہ سر کو اٹھاتا اور اس پر شفقت کا ہاتھ پھیرتا' اس کو خون سے صاف کرتا۔ آہ قاتل نے بے ادبی سے اٹھایا اور نوک نیزہ پر نصب کر کے اہل بیتؑ کو دیا' پھر ابن سعد کے پاس اپنا انعام لینے کے لئے لے گیا۔ اب آگے جو اس سرانور پر مصیبتیں گزریں بیان نہیں ہو سکتی۔ آہ آہ نیزہ پر نصب کر کے کہاں کہاں پھرایا گیا۔ گھوڑے کی زین سے باندھا گیا' درخت پر لٹکایا گیا' دروازہ دمشق پر آویزاں ہوا' تنور میں رکھا گیا' صندوق میں بند ہوا' مدتوں یزید کے تخت کے نیچے پڑا رہا۔ آج تک یہ بھی تحقیق نہ ہو سکی کہ وہ سرانور کہاں دفن ہے اور دفن ہوا تو بدن اطہر سے ملحق ہو کر دفن ہوا یا نہیں۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۴۳

امام حسینؑ پر گریہ کرنے کی فضیلت

اور

حضرت قاسم علیہ السلام کی شہادت۔

☆

کتاب احسن الاخبار میں روایت ہے کہ جب پروردگار نے لوح و قلم کو خلق کیا قلم کو خطاب الٰہی ہوا لکھ جو کچھ ہونے والا ہے قلم نے عرض کی اے خالق مجھے قدرت کہاں کہ آئندہ کی باتیں لکھوں اشیاء کا حال تو ہی جانتا ہے۔ علم کو حکم ہوا کہ قلم کا رفیق ہو اور بتلاتا جا **فَكَانَ الْقَلَمُ يَكْتُبُ بِتَعْلِيمِ الْعِلْمِ مَا يَجْرِي فِي الدُّنْيَا مِنْ عَدْلِ النَّاسِ وَ ظُلْمِهِمْ** پس قلم علم کی تعلیم کے تحت لکھتا تھا جو دنیا میں انصاف اور ظلم ہونے والا تھا **فَلَمَّا بَلَغَ اِلٰى حَالِ الْحُسَيْنِؑ كَتَبَ مَا يَجْرِي عَلَيْهِ مِنْ اُمَّتِهِ اَحَدٌ** جب وہ حال امام حسینؑ پر پہنچا تمام حال جو امام پر امت رسول کے ہاتھ سے ہونے والا تھا لکھا پھر رک گیا اور پروردگار عالم سے عرض کی خداوندا تیری مخلوقات سے کسی پر یہ ظلم و ستم نہ ہوں گے جو حسینؑ پر گزریں گے۔ خدایا میں بے حد افسردہ ہوں اب مجھ میں طاقت نہیں کہ اب کچھ لکھ سکوں۔ میں اتنا امیدوار ہوں کہ جس طرح امام حسینؑ کے ساتھی اپنا سر نثار کریں گے۔ میرا سر بھی اسی طرح مظلوم کی رفاقت میں قطع ہو جائے اور میری نیکیوں کا موجب بنے۔ **فَقَضَى اللّٰهُ حَاجَتَهٗ فَقُطِعَ رَاْسُهٗ** قلم کی دعا قبول ہوئی اور قلم کا سر بھی کٹ گیا اور یہ قاعدہ ہے جس چیز کا سر کاٹ ڈالیں وہ ناقص ہو جاتی ہے مگر سوائے قلم کے، اس کا قط جتنا زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی روانی سے لکھتا ہے۔

انہ لما اخبر النبیؐ ابنتہ فاطمۃ الزہراء بقتل ولدہا الحسین وما یجری علیہ من المحن حدیث میں آیا ہے کہ جب رسول خدا نے اپنی بیٹی فاطمہ زہراء علیہا السلام کو امام حسینؑ کی شہادت اور ان پر آنے والی مصیبتوں کی خبر دی تھی **بکت فاطمۃ بکاءً شدیداً** جناب فاطمہؑ نے جو سنا کہ حسینؑ تین روز پیاسا رہے گا اور اس کو بڑی بے دردی کے ساتھ ذبح کیا جائے گا۔ پھر اس کی لاش بے گور و کفن رہے گی تو بہت شدت سے روئیں **وقالت یا ابت متی یکون ذلک** بولیں اے بابا میرے حسینؑ پر کس زمانہ میں پیش آئے گا **قال رسول اللہ فی زمان خالٍ منی ومنک ومن علیؑ** جناب رسول خداؐ نے فرمایا اے فاطمہؑ افسوس کہ تیرا فرزند مصیبت میں مبتلا ہو گا تو تنہا ہو گا۔ اس وقت نہ میں ہوں گا' نہ تو ہو گی' نہ علیؑ ہو گا۔ یہ حال سن کر جناب سیدہ پہلے سے زیادہ روئیں اور بے قرار ہوئیں **ثم قالت یا ابت فمن یبکی علی ولدی ومن یلتزم باقامۃ العزاء** اور عرض کی اے بابا جب میرا بیٹا ایسی بے کسی سے شہید ہو گا تو اس پر کون روئے گا اور کون اس کی مجلس عزاء برپا کرے گا اور کون اس کی صف ماتم بچھائے گا ؟ **فقال النبیؐ یا فاطمۃ ان نساء امتی یبکین علی نساء اہلبیتی ورجالہن یبکون علی رجال اہلبیتی** حضرت نے فرمایا اے فاطمہؑ میری امت کی عورتیں' میری اہل بیتؑ کی عورتوں کی مصیبت کو یاد کر کے روئیں گی اور میری امت کے مرد میرے اہل بیتؑ کے مردوں پر روئیں گے **ویجددون العزاء جیلاً بعد جیلٍ فی کل سنۃ** میرے دوستوں کی ایک قوم ایک دوسرے کے بعد تیرے حسینؑ کا سامان ماتم ہر سال تازہ کریں گے **فاذا کان یوم القیمۃ تشفعین انت فی النساء وانا اشفع فی الرجال** اے فاطمہؑ جب روز قیامت ہو گا' عورتوں کی شفاعت تم کرنا اور مردوں کی شفاعت میں کروں گا۔ اور جو مصیبتِ حسینؑ سن کر روئے گا **فاخذناہ بیدہ وادخلنہ فی الجنۃ**

تو ہم اس کا ہاتھ پکڑ کر داخل جنت کریں گے **یا فاطمۃ کل عین باکیۃ یوم القیامۃ الا عین بکت علی الحسین** اے فاطمہؑ سب آنکھیں قیامت کے دن رو رہی ہوں گی مگر وہ آنکھ جو حسینؑ کی مصیبت پر روئی ہو گی **فانہا ضاحکۃ مستبشرۃ بنعیم الجنۃ** پس وہ آنکھ خوشحال ہو گی اور جنت کی نعمتوں کی اسے خوشخبری دی جائے گی۔ قربان جائیں مراتبِ حسنینؑ پر نہ زبان کو طاقتِ تقریر اور نہ قلم کو یارائے تحریر ہے کہ ان کے تمام فضائل و معجزات کا احاطہ کر سکے۔

صاحب اسرار الشہادۃ ابن موسیٰ سے اور وہ عیصہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتا ہے کہ ایک سال میں ایک سفر میں امام حسنؑ کے ہمراہ تھا آپ شہر شام کو تشریف فرما ہوئے۔ اس دن آپ روزہ سے تھے آپ نے کھانے پینے کی کوئی چیز اپنے ہمراہ نہ لی تھی۔ جب آپ نماز مغربین سے فارغ ہوئے تو میں نے دیکھا دَرہائے آسمان کھل گئے اور نور کی قندیلیں روشن ہو گئیں ملائکہ طبق ہائے جنت جو لذیذ کھانوں اور میووں سے بھرے ہوئے تھے اور آفتابہ طشت ہاتھوں میں لئے نازل ہوئے۔ اس وقت ہم ستر آدمی حضرت کی خدمت با سعادت میں حاضر تھے۔ سب شریک طعام ہوئے اور اس قدر کھانے اور میوے کھائے کہ سیر ہو گئے' مگر وہ کھانا کم نہ ہوا۔ اس کے بعد وہ فرشتے ان طبقوں کو آسمان پر لے گئے۔

نیز اسی کتاب میں شیخ حر عاملی سے منقول ہے چین کے بادشاہ کی ایک بیٹی تھی اور اس کے وزیر کا ایک بیٹا تھا۔ اتفاق سے شہزادی کا دل وزیر زادہ کی طرف مائل ہوا۔ رفتہ رفتہ بادشاہ کو یہ کیفیت معلوم ہوئی۔ غضبناک ہو کر دونوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد محبتِ پدری کی وجہ سے وہ سخت پریشان اور نادم ہوا۔ آخر ایک دن اراکینِ سلطنت اور دانایانِ مملکت کو بلا کر کہا مجھے بیٹی کا غم کھائے جا رہا ہے اور وزیر زادہ کی موت پر بھی بے حد صدمہ ہوا ہے۔ اب کوئی تدبیر ہو سکتی ہے کہ

یہ دونوں مقتول زندہ ہو جائیں۔ سب نے دست بستہ عرض کی یہ امر غیر ممکن ہے کہ کسی بشر کو مجال نہیں کہ کسی مردہ کو زندہ کر سکے' لیکن یہ سنتے ہیں کہ مدینہ میں ایک بزرگوار ہیں ان کا نام حسنؑ بن علیؑ ہے اگر وہ خداوند عالم سے دعا کریں تو یقین ہے کہ ان کی دعا کی برکت سے یہ دونوں زندہ ہو جائیں گے۔ بادشاہ نے پوچھا یہاں سے مدینہ کتنی دور ہے۔ وزیر نے عرض کی چھ مہینے کی مسافت ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے ایک دین دار قاصد کو طلب کیا اور حکم دیا کہ ایک مہینے میں جا کر حسنؑ ابن علیؑ کو مجھ تک پہنچا۔ اگر تاخیر ہو گئی تو تجھ کو قتل کر دوں گا۔

قاصد شہر سے کچھ دور جا کر وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز بجا لایا اور سجدہ میں جا کر دعا کرنے لگا اے پروردگار بحق محمدؐ و آل محمدؐ ہماری اس مشکل کو آسان کر۔ ابھی دعا سے فارغ نہ ہوا تھا کہ امام حسنؑ ازراہ اعجاز قاصد کے سر کی طرف سے رونق افروز ہوئے اور پائے اقدس سے اشارہ کیا کہ اٹھ تیرا مطلب پورا ہو گیا۔ اس نے سجدہ سے سر اٹھا کر دیکھا کہ ایک نوجوان خورشید تاباں کی مانند سامنے جلوہ گر ہے۔ عرض کی آپ کون ہیں اور آپ کا نام کیا ہے ؟ **قَالَ اَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ** آپ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا میں حسنؑ مجتبیٰ ہوں کہ جس کے لئے تو اپنے شہر سے نکلا ہے۔ یہ سنتے ہی قاصد فرط مسرت سے جھومنے لگا اور قدم مبارک چومنے لگا۔ پھر جا کر بادشاہ کو حضرت کی تشریف آوری کی خبر دی وہ بادشاہ بڑے احترام سے حضرت کو لے گیا اور دونوں لاشوں کو منگوا کر دست بستہ عرض کی یا مولا ان کے مرنے سے میرا جگر چاک چاک ہے اور تمام دنیا نظروں میں خاک ہے' آپ دعا فرمائیں کہ یہ دونوں زندہ ہو جائیں۔ راوی کہتا ہے ادھر حضرت نے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر محیٔ الاموات کی بارگاہ میں دعا کی ادھر

دونوں مُردوں کے جسموں میں جان آگئی۔ مغفور حسین نہایت مسرور و شاد ہوا اور ان دونوں کی آپس میں شادی کر دی۔ **کیوں مومنین !** جس بزرگوار کی برکت سے پروردگار مُردوں کو دوبارہ خلعت حیات عطا کرے فلک کج رفتار کو کب مناسب تھا کہ اس کے فرزند کے ساتھ یہ سلوک کرے کہ قاسم جو حد بلوغ کو نہ پہنچا تھا غم اقرباء میں رلائے' اس کو خلعت موت پہنائے اور اس کی بہن کو بھائی کے سلوک میں بٹھائے ؟ **افسوس حضرات** روز عاشور امام حسنؑ مجتبیٰ کہاں تھے کہ دیکھتے کہ ان کا بیٹا کس بے کسی سے شربت شہادت پی کر دنیا سے سدھارا۔ روایت میں ہے جب قاسمؑ آمادہ شہادت ہو کر امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا حضرت اور سب عزیز و انصار اپنی جانیں نثار کر چکے۔ مجھے بھی میدان جنگ جانے کی اجازت دی جائے۔ یہ سن کر حضرت نے رو کر فرمایا پیارے بیٹا تجھے کیونکر مرنے کی اجازت دوں کہ تو میرے بھائی حسنؑ کی نشانی ہے۔ قاسمؑ نے عرض کی آپ سا سردار ایسی مصیبت میں گرفتار ہو تو ہم ایسے جانثار کس طرح آرام سے بیٹھے رہیں۔ مظلوم کربلا اپنے بھتیجے قاسمؑ کی گفتگو سن کر بے تاب ہوئے اور بلند آواز سے رونے لگے۔ پھر ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ خیمہ میں لائے اور جناب زینبؑ سے فرمایا تبرکات والا صندوق لاؤ حسب الارشاد زینبؑ خاتون نے صندوق حاضر کیا امام حسینؑ نے قفل کھول کر امام حسنؑ مجتبیٰ کی قبا صندوق سے نکالی اور فرمایا اے بیٹا ماں' بہنوں' پھوپھیوں سے رخصت ہو کر جہاد پر جاؤ۔ آہ جب قاسمؑ پردہ داروں سے رخصت ہونے کے لئے گئے تو تمام خیموں میں کہرام برپا ہو گیا۔ سب بی بیاں حسنؑ کے یتیم کی مظلومیت پر رونے پیٹنے اور ماتم کرنے لگیں **الغرض** جب قاسمؑ سب اہل بیتؑ کو روتا پیٹتا چھوڑ کر خیمہ سے باہر آئے تو پھر امام حسینؑ سے مرنے کی اجازت چاہی **فَبَکَی الْحُسَیْنُ وَضَمَّہٗ اِلٰی صَدْرِہٖ** حضرت پکار پکار کر رونے لگے اور بے اختیار سینے سے لگالیا۔

کعِمَامَۃِ الْمَوْتٰی پھر پیراہن قاسمؑ کا گریبان بطور کفن چاک کر دیا اور عمامہ بطور عمامہ میت باندھ کر دونوں گوشے سینہ پر لٹکا دیئے اس کے بعد گود میں اٹھا کر گھوڑے پر بٹھا دیا اور سر سے پاؤں تک حسرت بھری نگاہ سے دیکھ کر کافی دیر تک دھاڑیں مار کر روتے رہے۔ آخر فرمایا بیٹا جاؤ ہم نے تمہیں خدائے عزوجل کے سپرد کیا۔ اپنی جدائی کا داغ بھی اپنے چچا کو دکھاؤ' ادھر امام کی بے کسی دیکھو۔ جناب قاسمؑ بھی دھاڑیں مار کر روئے اور چچا سے رخصت ہو کر فوج اشقیاء کے سامنے آکھڑے ہوئے اور عمر سعد بدنہاد سے فرمایا تجھے کیونکر گوارا ہے کہ خود اس نہر سے پانی پیئے اور اپنے گھوڑوں کو سیراب کرے وَتَمْنَعَ مِنْ ذٰلِکَ الْمَاءِ الْمُبَاحِ اَوْلَادَ الرَّسُوْلِ وَعِتْرَۃَ الْبَتُوْلِ اور اولاد رسول یوں پیاسی مرے اور تو انہیں ایک قطرہ پانی کا نہ دے۔ عمر سعد نے کچھ جواب نہ دیا اور اپنے افسران لشکر سے کہنے لگا کہ تم جانتے ہو یہ لڑکا کس قوم و قبیلہ سے ہے۔ آگاہ ہو یہ قتال عرب کے خاندان سے ہے۔ حیدر کرار کا پوتا حسنؑ مجتبیٰ کا بیٹا ہے۔ اس کی صغر سنی پر خیال نہ کرنا اگر ایک ایک شخص علیحدہ علیحدہ اس سے لڑے گا تو یہ کسی کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ لہٰذا تم سب کے سب چاروں طرف سے اسے گھیر کر ایک دفعہ اس پر حملہ کرو اور لڑنے کی مہلت بھی نہ دو' تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے زمین پر گرا دو۔

راوی کہتا ہے حضرت قاسمؑ کی شجاعت کا حال سن کر سارا لشکر خوف سے کانپنے لگا' ہرچند قاسمؑ نے مبارزہ طلبی کی مگر کوئی سامنے نہ آیا۔ آخر خود قلب لشکر میں قاسمؑ نے گھوڑا ڈال دیا اور ایک ہی حملہ میں ایک سو بیس سواروں کو واصل جہنم کیا۔ عمر سعد نے دیکھا کہ ساری فوج بھاگنا چاہتی ہے۔ ارزق شامی کو کہ تمام لشکر میں شجاع مشہور تھا آواز دی کہ تو کھڑا دیکھتا ہے اور یہ بچہ سب کو قتل کیے

جاتا ہے۔ اس کا سر کاٹ لا وہ ملعون نہایت غضبناک ہو کر بولا اے عمر تعجب ہے کہ تو مجھے ایسے بچے کے مقابلہ میں جو تین دن کا بھوکا پیاسا ہے لڑنے کو بھیجتا ہے۔ اگر میں اسے قتل بھی کروں گا تو بھی میری ذلت کا باعث ہے۔ عمر سعد نے کہا اے نافہم اگر یہ شیر پیاس کی شدت اور کئی دن کے فاقوں سے مضمحل نہ ہوتا تو قسم بخدا ہم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا ارزق نے کہا تو یہ کیا کہتا ہے' میرے چار بیٹے ہیں ایک کو بھیجتا ہوں ابھی قاسمؑ کا سر کاٹ لاتا ہے۔ یہ کہہ کر اپنے ایک بیٹے کی طرف اشارہ کیا۔ راوی کہتا ہے جونہی ارزق کا بیٹا شہزادہ قاسمؑ کے سامنے آیا' قاسمؑ نے چشم زدن میں اسے مار لیا جب وہ شقی واصل جہنم ہو چکا' اس کا دوسرا بھائی کہ فن سپہ گری میں لاثانی تھا آیا قاسمؑ نے اس ملعون ثانی کو پہلے کی طرح اور تیسرے کو دوسرے کی طرح اور چوتھے کو تیسرے کی طرح ایک ایک وار میں چُن کر واصل جہنم کیا۔ جب وہ چاروں بھائی ہلاک ہو چکے' ارزق کی نظروں میں دنیا سیاہ ہو گئی۔ خون آنکھوں میں اتر آیا۔ خود آمادۂ پیکار ہوا' اس طرح اپنی جگہ سے چلا کہ معلوم ہوا کہ پہاڑوں کو جنبش ہوئی مومنین اولاد کا داغ ایسا ہی ہوتا ہے۔ بیٹوں کے غم میں ارزق کا یہ حال ہوا کہ آنکھوں میں اندھیرا ہو گیا۔ خیال کیجئے کہ جناب سید الشہداء کا کیا حال ہو گا کہ دیکھتے دیکھتے دوپہر میں گھر کا گھر صاف ہو گیا' سترہ لخت جگر کہ جن کا عالمؑ میں نظیر نہ تھا۔ آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ راوی کہتا ہے کہ ارزق ملعون جب شہزادہ قاسمؑ کے سامنے آیا' امام حسینؑ دور سے کھڑے دیکھتے تھے یہ خیال فرما کر ازرق تجربہ کار جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ آب و طعام سے آسودہ ہے اور میرا بھتیجا کم سن تین دن کا بھوکا پیاسا ہے۔ بیتاب ہو گئے اور آسمان کی طرف سر اقدس اٹھا کر دعا کی۔ خداوندا میں یہ نہیں عرض کرتا کہ قاسمؑ تیری راہ میں نثار نہ ہو مگر تیری

رحمت سے اتنا امیدوار ہوں کہ قاسمؑ کو اس مغرور شام پر فتح یاب کر ادھر حضرت یہ دعا کر رہے تھے۔ ادھر ارزق نے تلوار کھینچ کر چاہا کہ حملہ آور ہو۔ قاسمؑ نے کہا او ملعون باوجود اس کے تو اپنی سپہ گری کا دعویٰ کرتا ہے اس قدر غافل ہے کہ تیرے گھوڑا کا تنگ ڈھیلا ہے اور تجھے پتہ ہی نہیں قریب ہے کہ تو گھوڑا سے زمین پر گرے یہ سن کر وہ شقی نادم ہوا اور جھک کر تنگ کو دیکھنے لگا اس کے ساتھ ہی شہزادہ نے ایک ایسی تلوار لگائی کہ اس کا سربدن سے جدا ہو کر زمین پر آگرا۔ جناب قاسمؑ اس ظالم کو ہلاک کر کے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

یَا عَمَّاهُ اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ لَوْ كَانَ لِیْ شَرْبَةٌ مِنَ الْمَاءِ لَاَفْنَیْتُ جَمِیْعَ اَعْدَائِكَ اے چچا پیاس کی شدت مجھے ہلاک کئے ڈالتی ہے اگر اس وقت تھوڑا سا پانی بھی مل جاتا تو آپ کے تمام دشمنوں کو فنا کر ڈالتا۔ کسی کو زندہ نہ چھوڑتا امام حسینؑ بہت روئے اور فرمایا بیٹا تھوڑی دیر صبر کر عنقریب میرے نانا رسول خدا تجھے ایسا سیراب کریں گے کہ پھر کبھی پیاسا نہ ہو گا۔ غرض وہ شہزادہ رخصت ہو کر دوبارہ میدان میں گیا اور ایسی جنگ کی کہ تمام لشکر تہ و بالا ہو گیا۔ جب دشمنوں نے دیکھا کہ وہ شکست سے دوچار ہو رہے ہیں۔ سب نے مشورہ کر کے شہزادہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور تلوار پر تلوار' نیزہ پر نیزہ' تیر پر تیر لگانے لگے۔ لکھا ہے کہ شہزادہ کے بدن پر اس قدر تیر لگے کہ آپ کا جسم چھلنی ہو گیا **مومنین** مقامِ تصور ہے کہ وہ حضرت قاسمؑ بن د سال کے لحاظ سے بچہ اور پہلے پہل کی لڑائی تین دن کی بھوک 'ور پیاس اور زخموں سے خون کا جاری ہونا کب تک طاقت رہتی۔ آخر اس قدر مضمحل ہو گئے کہ گھوڑے پر سنبھلنا دشوار ہوا زین سے

زمین پر آئے۔ اس کے ساتھ شیث بن سعد نے ایک ایسا نیزہ لگایا کہ شہزادہ تڑپنے لگا اور آواز دی کہ **یَا عَمَّاهُ اَدْرِكْنِیْ** اے چچا میری خبر لیجئے۔ بھتیجے کی آواز سنتے ہی مظلوم کربلا بے تابانہ قتل گاہ میں پہنچے دیکھا شہزادہ زخموں سے چور چور ہو کر بے ہوش پڑے ہیں۔ گھوڑا پر رکھ کر خیمہ عصمت میں لائے سب بی بیاں سر و سینہ پیٹ کر رونے لگیں۔ قاسم نے ماتم کی آواز سن کر غش سے آنکھیں کھولیں تو ایک طرف اپنی ماں ام فروہؑ کو دیکھا کہ بے تاب ہو کر اپنا حال تباہ کر رہی ہے۔ کہنے لگے اے اماں صبر کرو اللہ تعالیٰ صابروں کو دوست رکھتا ہے۔

پھر ایک طرف دیکھا کہ امام حسینؑ کھڑے رو رہے ہیں عرض کی اے چچا شکر خدا کرتا ہوں کہ میں نے آپ پر اپنی جان نثار کی یہ کہتے کہتے موت کا پسینہ آیا اور طائر روح گلشن جنت کی طرف پرواز کر گیا۔ اہل بیتؑ رسالت میں شور ماتم برپا ہوا کہ زمین کربلا ہلنے لگی۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۳۵

حدیث پیغمبرؐ کی رو سے مومن کی فضیلت اور امام حسینؑ پر رونے کا ثواب، شہزادہ قاسمؑ کی شہادت کے بارے میں کچھ اور روایات۔

☆

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنَ وَذُرِّیَّتَھُمَا لَمْ تَمَسَّ جِلْدَہُ النَّارُ منقول ہے جب سب اصحاب باوفا درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور بعض عزیز بھی حضرت کی نصرت میں کام آئے اور اولاد حسنؑ کی باری آئی تو شہزادہ قاسمؑ کو کہ ابھی حدِ بلوغ کو نہ پہنچے تھے اور ان کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند دمک رہا تھا۔ امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہوئے اور عرض کی اے عمّ عالی قدر یہ ناچیز حاضر خدمت ہے۔ اذنِ جہاد چاہتا ہوں تاکہ ان کفّار سے لڑ سکوں۔

فَقَالَ لَہُ الْحُسَیْنُ یَا ابْنَ اَخِیْ اَنْتَ مِنْ اَخِیْ عَلَامَتُہٗ وَلَا تَمْشِ بِرِجْلِکَ اِلَی الْمَوْتِ جناب امام حسینؑ نے فرمایا اے فرزند تو میرے بھائی کی نشانی ہے، میں چاہتا ہوں کہ تو باقی رہے کہ تیرے دیکھنے سے مجھے تسلّی و تشفی ہوتی ہے۔ اے نورِ چشم تو صبر کر اور اپنے پاؤں سے موت کی طرف نہ جا اور حضرت نے اجازت نہ دی۔ راوی کہتا ہے جب اس شہزادہ نے رخصت نہ پائی تو محزون و ملول ایک گوشہ میں بیٹھ کر رونے لگے۔ ناگاہ یاد آیا کہ میرے پدر بزرگوار نے ایک تعویذ میرے بازو پر باندھ کر اپنی شہادت کے وقت فرمایا تھا کہ اے فرزند جب تو کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو تو اس تعویذ کو کھول کر پڑھنا اور جو اس میں لکھا ہو اس پر

ضرور عمل کرنا۔ اس وصیت کے مطابق شہزادہ قاسمؑ نے وہ تعویذ کھول کر جب پڑھا تو لکھا تھا اے قاسمؑ اے دلبند جب تو اپنے عمِ نامدار امام حسینؑ کو دیکھے کہ وہ روز عاشور زمین کربلا میں مجبور و ناچار' بے مونس اور بے یارومددگار ہیں اور چارہ و تدبیر کی راہ بند ہے تو تجھ پر لازم ہے کہ اس وقت اپنی جان فرزند رسول پر قربان کرنا۔ پس اس تعویذ کو پڑھ کر قاسمؑ بہت مسرور ہوئے اور فوراً اس تعویذ کو لے کر خدمت امام حسینؑ میں آئے۔ جب حضرت نے اسے پڑھا تو اپنے بھائی کی شفقت یاد کر کے بہت شدت سے روئے اور فرمایا اے فرزند یہ وصیت تمہیں تمہارے بابا نے مرنے کی لکھی ہے۔ اب میں بھائی کی وصیت سے مجبور ہوں۔ پس خیمہ میں جا کر ماں' بہنوں' پھوپھیوں سے رخصت ہو۔ حسبُ الارشاد حضرت قاسمؑ خیمہ میں گئے اور طالب رخصت ہوئے۔

حضرات وہ وقت کیا قیامت کا وقت تھا جب سب اہل بیتؑ نے قاسمؑ کو رونے پیٹنے اور آہوں' سسکیوں اور کراہوں کے ساتھ رخصت کیا' خیمہ میں کہرام برپا تھا۔ اس کے بعد شہزادہ قاسم امام حسینؑ کی خدمت میں آخری سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ تو حضرت نے اپنے بھتیجے کو گلے سے لگا لیا اور اس شدت سے روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اس کے بعد اپنے ہاتھوں سے پیراہن قاسم کفن کے طور پر چاک کر کے عمامہ کو عمامۂ میت کی طرح باندھ کر دونوں گوشے سینہ پر لٹکا دیئے تو پیشانی چوم کر گھوڑا پر سوار کر دیا۔ **اب ذاکر کی صاحبانِ ولایت** التماس ہے کہ اس وقت فرزند رسول کا کیا حال ہوا ہو گا جب حضرت نے قاسمؑ کی نوعمری اور تین دن کی پیاس اور ادھر کافروں کی کثرت کو دیکھا ہو گا۔ ایک مرتبہ قاسمؑ کو سر سے پاؤں تک ملاحظہ کر کے فرمایا جاؤ میرے بھائی حسنؑ کی نشانی میں نے تجھے خدا کے سپرد کیا ہے۔ اس کے بعد دھاڑے مار کر

رونے لگے۔ منقول ہے جب شہزادہ مسلح فوج کفار کے سامنے کھڑا ہو (تمام) لشکر اس کی ہیبت کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا۔ جناب قاسمؑ نے عمر سعد کی طرف خطاب کر کے ارشاد فرمایا او بے حیا آیا تجھے سزاوار ہے کہ اس نہر سے پانی پیئے اور اپنے گھوڑوں کو سیراب کرے اور اولاد رسول یوں پیاسی مرے' تو روز قیامت رسول خدا کو کیا جواب دے گا جب آنحضرتؐ تجھ سے پوچھیں گے کہ میرے اہل بیتؑ کے ساتھ تم لوگوں نے کیا سلوک کیا ؟ یہ کلام سن کر اس دشمن خدا نے جناب قاسمؑ کو تو کچھ جواب نہ دیا۔ مگر اپنے افسران فوج سے کہنے لگا تم جانتے ہو یہ بچہ کس خاندان عالی شان سے ہے۔ سب نے کہا واقعتاً" نہ ایسا فصیح و بلیغ بچہ دیکھا ہے اور نہ ایسی تقریر فصحائے عرب سے سنی ہے۔ وہ بولا یہ قاسم حسنؑ کا بیٹا ہے۔ اس نوجوان نے فصاحت و شجاعت اپنے آباء و اجداد سے ورثے میں پائی ہے۔ خبردار اس سے تنہا کوئی مقابلہ نہ کرے کہ ہرگز فتح یاب نہ ہو گا' بلکہ اسے چاروں طرف سے گھیر کر قتل کرو۔

راوی کہتا ہے کہ شہزادہ کی یہ شجاعت دیکھ کر کسی میں جرات نہ رہی کہ اس تین دن کے بھوکے پیاسے کے سامنے آئے۔ جب عمر سعد نے اپنے لشکر کے سپہ سالاروں کو حکم دیا تو باری باری کئی نامی پہلوان سامنے آئے اور قاسمؑ کے ہاتھ سے واصلِ جہنم ہوئے۔ یہاں تک کہ ازرق شامی کے چاروں بیٹے بھی دوزخ میں جا پہنچے۔ ازرق کی آنکھوں میں دنیا سیاہ ہو گئی' آخر وہ ملعون خود کہ فن سپہ گری میں بہت شہرت رکھتا تھا' نہایت غضب و غصہ کے ساتھ صف لشکر سے باہر نکلا۔ اس وقت امام حسینؑ سخت پریشان ہوئے اور آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے دعا کی خداوندا میں یہ نہیں مانگتا کہ یہ قاسمؑ تیری راہ میں قربان نہ ہو بلکہ میری اتنی عرض ہے کہ تو اس پہلوان پر قاسمؑ کو فتح اور غلبہ عطا فرما۔ ادھر حضرت دعا کر رہے تھے۔ ادھر صاحب ذوالفقار کے پوتے نے زمین سے بلند ہو کر ایک ایسی تلوار

اس نابکار کے سر پر لگائی کہ سر سے کمر تک اتر گئی اور وہ مردار واصل جنہم ہوا۔ تین دن کا فاقہ' روز عاشور کی گرمی پھر تیرہ برس کی عمر میں کئی نامی پہلوانوں سے جنگ کی۔ پیاس نے قاسمؑ پر غلبہ کیا۔ بے چین ہو کر چچا کے پاس آئے اور عرض کی یَا عَمَّاہُ اَلعَطَشُ اَلعَطَشُ اے چچا پیاس نے مجھے ہلاک کیا ہے۔ اگر ہو سکے تو تھوڑا سا پانی پلائیے۔ آپ شہزادہ کی حالت کو دیکھ کر بہت روئے اور انگشتری مبارک قاسمؑ کے دہن میں دی' شہزادہ کو قدرے تسکین حاصل ہوئی۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا قاسمؑ بیٹا ! تمہاری ماں تمہارے فراق میں بہت بے قرار ہیں لہٰذا ایک بار پھر اُن سے مل لو غرض وہ صاجزادہ خیمہ گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ خیمہ کے قریب پہنچ کر ماں کے رونے کی آواز سنی یَا قَاسِمُ فَارَقتَنِیْ وَقَدْ طَارَ مِنْ فِرَاقِکَ عَینِیَ الکَبرٰی بیٹا جیتے ہو کہ مر گئے۔ اس پر اپنی ضعیف ماں کو اکیلا چھوڑ کر کہاں سدھارے۔ ماں کے دلخراش بین جب قاسمؑ نے سنے تو چلاّ چلاّ کر رونے لگے۔ حضرت ام فروہؑ نے جو اپنے خیمہ میں یکایک بیٹے کے رونے کی آواز سنی تو دل تڑپ گیا' گھبرا کر باہر نکل آئیں اور فرطِ محبت سے قاسمؑ کے اردگرد طواف کرنے لگیں۔ قاسمؑ نے عرض کی اے ماں صبر کیجئے فقط میں ہی آپ سے جدا نہیں ہو رہا' بلکہ پھوپھی کو دیکھئے کہ دونوں بیٹے ایک وقت میں امام عالی مقام پر قربان کئے ہیں۔ جو امر مشیتِ ایزدی میں ہے ضرور ہو گا۔ ماں اور بیٹے میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ یکایک لشکر مخالف سے آواز آئی کہ اصحابِ حسینؑ سے کوئی باقی ہے کہ میدان میں آکر مقابلہ کرے قاسمؑ نے فوراً میدان کی طرف باگ اٹھائی اور فوجوں کے دل میں گھس کر وہ تلوار چلائی کہ دو سو ناریوں کو واصل جنہم کیا اور چاہا کہ لشکر یزید کے سپہ سالار کو بھی قتل کر دیں۔ لیکن قضا نے جلدی کی ہزاروں تیر

انداز تیر برسانے لگے وہ شہزادہ اکیلا کیا کرتا سیکڑوں تیروں کو جانتا کس طرح

سے اپنے آپ کو بچاتا سارا بدن چھلنی ہو گیا۔ آخر ایک تیر ایسا آکر لگا کہ گھوڑا سے ڈگمگا کر زمین کی طرف جھکے' اسی اثناء میں شیث بن سعد شامی نے پشت پر ایسا نیزہ مارا کہ سینہ سے پار ہو گیا اور وہ شہزادہ اس کے صدمہ سے گھوڑا سے زمین پر منہ کے بل گر پڑا اور اپنے خون میں لوٹنے لگا اور پکارا یَا عَمَّاہُ اَدرِکنِیْ اے چچا جلد خبر لیجئے ظالموں نے مجھے مار ڈالا ہے۔ یہ سنتے ہی جناب امام حسینؑ روتے روتے آواز کی سمت چلے کچھ فوج سدّراہ ہوئی۔ آپ نے غضب ناک شیر کی طرح جھپٹ کر ایسا حملہ کیا کہ تمام لشکر درہم برہم ہو گیا اور قاسمؑ کے قاتل کو ڈھونڈ کر جنہم واصل کیا۔ مگر افسوس ہزار افسوس کہ اس لڑائی میں قاسمؑ کا بدن نازک گھوڑوں کے ٹاپوں سے پامال ہو گیا۔ حضرت جب قاسمؑ کی نعش پر پہنچے تو وہ حال دیکھا کہ خدا کسی چچا کو بھتیجے کا ایسا حال نہ دکھائے وَھُوَ یَفحَصُ بِرِجلَیہِ التُّرَابَ کہ شہزادہ قاسمؑ زمین پر پڑے ہوئے ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر جناب امام حسینؑ بے اختیار رونے لگے اور فرمایا اے قاسمؑ تمہارے چچا پر بہت دشوار ہے کہ تو پکارے اور میں تجھے دیکھوں اور کچھ مدد نہ کر سکوں راوی کہتا ہے کہ جناب امام حسینؑ غم قاسمؑ میں ایسے ضعیف و ناتواں ہو گئے کہ ان سے لاشہ نہ اٹھایا گیا' بڑی دشواری سے جو اٹھایا تو کس طرح کہ سینہ قاسمؑ کو اپنے سینہ سے لگایا لیکن قاسمؑ کے دونوں پاؤں زمین پر لٹکتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اس لاش کو شہداء کی لاشوں کے درمیان لٹا دیا وَبَکٰی بُکَاءً شَدِیداً پھر حضرت لاشِ قاسمؑ پر بہت شدت سے روئے اور فرمایا

ھَا بُنَیَّ قَتَلُوکَ الکَفَرَۃُ وَلَا عَرَفُوا مَنْ جَدُّکَ وَاَبُوکَ ہائے اے پارۂ جگر ہائے اے فرزند تجھے ان بے دینوں نے قتل کیا اور یہ نہ سمجھے کہ تیرے جد

اس نابکار کے سر پر لگائی کہ سر سے کمر تک اتر گئی اور وہ مردار واصل جہنم ہوا۔ تین دن کا فاقہ، روز عاشور کی گرمی پھر تیرہ برس کی عمر میں کئی نامی پہلوانوں سے جنگ کی۔ پیاس نے قاسمؑ پر غلبہ کیا۔ بے چین ہو کر چچا کے پاس آئے اور عرض کی یَا عَمَّاهُ اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ اے چچا پیاس نے مجھے ہلاک کیا ہے۔ اگر ہو سکے تو تھوڑا سا پانی پلایئے۔ آپ شہزادہ کی حالت کو دیکھ کر بہت روئے اور انگشتری مبارک قاسمؑ کے دہن میں دی، شہزادہ کو قدرے تسکین حاصل ہوئی۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا قاسم بیٹا ! تمہاری ماں تمہارے فراق میں بہت بے قرار ہیں لہٰذا ایک بار پھر ان سے مل لو غرض وہ صاحبزادہ خیمہ گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ خیمہ کے قریب پہنچ کر ماں کے رونے کی آواز سنی یَا قَاسِمُ فَارَقْتَنِیْ وَقَدْ طَالَ مِنْ فِرَاقِکَ عَیْنِیَ الْکُبْرٰی بیٹا جیتے ہو کہ مر گئے۔ اس پر اپنی ضعیف ماں کو اکیلا چھوڑ کر کہاں سدھارے۔ ماں کے دلخراش بین جب قاسمؑ نے سنے تو چلا چلا کر رونے لگے۔ حضرت ام فروہؑ نے جو اپنے خیمہ میں یکایک بیٹے کے رونے کی آواز سنی تو دل تڑپ گیا، گھبرا کر باہر نکل آئیں اور فرط محبت سے قاسمؑ کے اردگرد طواف کرنے لگیں۔ قاسمؑ نے عرض کی اے ماں صبر کیجئے فقط میں ہی آپ سے جدا نہیں ہو رہا، بلکہ پھوپھی کو دیکھئے کہ دونوں بیٹے ایک وقت میں امام عالی مقام پر قربان کئے ہیں۔ جو امر مشیتِ ایزدی میں ہے ضرور ہو گا۔ ماں اور بیٹے میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ یکایک لشکر مخالف سے آواز آئی کہ اصحاب حسینؑ سے کوئی باقی ہے کہ میدان میں آکر مقابلہ کرے قاسمؑ نے فوراً میدان کی طرف باگ اٹھائی اور فوجوں کے دل میں گھس کر وہ تلوار چلائی کہ دو سو ناریوں کو واصل جہنم کیا اور چاہا کہ لشکر یزید کے سپہ سالار کو بھی قتل کر دیں۔ لیکن قضا نے جلدی کی ہزاروں تیر انداز تیر برسانے لگے وہ شہزادہ اکیلا کیا کرتا۔ کہاں تک تیروں کو کاٹتا کس طرف

سے اپنے آپ کو بچاتا سارا بدن چھلنی ہو گیا۔ آخر ایک تیر ایسا آکر لگا کہ گھوڑا سے ڈگمگا کر زمین کی طرف جھکے، اسی اثناء میں شیث بن سعد شامی نے پشت پر ایسا نیزہ مارا کہ سینہ سے پار ہو گیا اور وہ شہزادہ اس کے صدمہ سے گھوڑا سے زمین پر منہ کے بل گر پڑا اور اپنے خون میں لوٹنے لگا اور پکارا یَا عَمَّاهُ اَدْرِکْنِیْ اے چچا جلد خبر لیجئے ظالموں نے مجھے مار ڈالا ہے۔ یہ سنتے ہی جناب امام حسینؑ روتے روتے آواز کی سمت چلے کچھ فوج سدّراہ ہوئی۔ آپ نے غضب ناک شیر کی طرح جھپٹ کر ایسا حملہ کیا کہ تمام لشکر درہم برہم ہو گیا اور قاسمؑ کے قاتل کو ڈھونڈ کر جہنم واصل کیا۔ مگر افسوس ہزار افسوس کہ اس لڑائی میں قاسمؑ کا بدن نازک گھوڑوں کے ٹاپوں سے پامال ہو گیا۔ حضرت جب قاسمؑ کی نعش پر پہنچے تو وہ حال دیکھا کہ خدا کسی چچا کو بھتیجے کا ایسا حال نہ دکھائے وَھُوَ یَفْحَصُ بِرِجْلَیْہِ التُّرَابَ کہ شہزادہ قاسمؑ زمین پر پڑے ہوئے ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر جناب امام حسینؑ بے اختیار رونے لگے اور فرمایا اے قاسمؑ تمہارے چچا پر بہت دشوار ہے کہ تو پکارے اور میں تجھے دیکھوں اور کچھ مدد نہ کر سکوں راوی کہتا ہے کہ جناب امام حسینؑ غم قاسمؑ میں ایسے ضعیف و ناتواں ہو گئے کہ ان سے لاشہ نہ اٹھایا گیا، بڑی دشواری سے جو اٹھایا تو کس طرح کہ سینہ قاسمؑ کو اپنے سینہ سے لگایا لیکن قاسمؑ کے دونوں پاؤں زمین پر لٹکتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اس لاش کو شہداء کی لاشوں کے درمیان لٹا دیا وَبَکٰی بُکَاءً شَدِیْدًا پھر حضرت لاش قاسمؑ پر بہت شدت سے روئے اور فرمایا

یَابُنَیَّ قَتَلُوْکَ الْکُفَّارُ وَلَا عَرَفُوْا مَنْ جَدُّکَ وَاَبُوْکَ ہائے اے پارۂ جگر ہائے اے فرزند تجھے ان بے دینوں نے قتل کیا اور یہ نہ سمجھے کہ تیرے جد بزرگوار اور پدر عالی قدر کون تھے۔ یہ فریاد سن کر بی بیاں در خیمہ پر رونے اور پیٹنے لگیں۔

مجلس نمبر ۳۶

حضرت امام حسینؑ کی مصیبت پر رونے
کی فضیلت، حضرت علی علیہ السلام سے
عَقدِ ام البنین سے متعلق ایک روایت
اور شہادتِ حضرت عباس علیہ السلام

☆

قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُلُّ الْجَزْعِ وَالْبُكَاءِ مَكْرُوهٌ سِوَى الْجَزْعِ وَالْبُكَاءِ عَلَى الْحُسَيْنِ ○

جناب صادق آل محمدؑ نے فرمایا کسی مصیبت میں بلند آواز سے رونا اور بے تاب ہونا ہر رنج و بلا میں مکروہ ہے لیکن ماتم حسینؑ میں گریہ و زاری کرنا باعث خوشنودی خدا ہے اور موجب اجر و ثواب ہے۔ مظلوم کربلا کی مصیبت میں گریہ کرنا گناہان کبیرہ کا کفارہ ہے اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ انسان کی لغزشوں سے درگزر فرما کر اس کو بخش دیتا ہے۔

أَسَفًا عَلَى بَيْتِ الرِّسَالَةِ قَدْ خَلَا
مِنْ ذِكْرِهِمْ وَ مِنْ صَلٰوةِ الْمَسْجِدِ
أَسَفًا عَلَى آلِ الرَّسُولِ فَإِنَّهُمْ
قُتِلُوا وَ بَعْضٌ بِالسُّمُومِ اسْتُشْهِدُوا

مومنین جائے حسرت اور مقام حیرت ہے کہ خاندانِ رسالت ایسا اجڑا کہ کوئی گھر پورے عالم میں ایسا تباہ و برباد نہ ہوا اور نہ ہو گا۔ آہ وہ گھر کہ جو مہبط

جبرئیلؑ اور سجدہ گاہ جبرئیلؑ و اسرافیلؑ تھا اور ہروقت جس گھر سے تکبیر و تہلیل کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔ افسوس کہ اس گھر کو بالکل برباد کر دیا گیا۔ مقام حسرت ہے کہ اس کے مالک یعنی اولاد رسول خدا اور ذریت علی مرتضٰی علیہ السلام کہ جو بہتر خلق خدا سے ہیں ان میں سے بعض تلوار اور بعض زہر کے ذریعہ شہید کر دیئے گئے۔ حضرات امام مظلوم کے مصائب پر گریہ و ماتم کرو، خاص کر اس مصیبت پر جس نے امام کونین کے دل نازک کو پگھلا دیا اور آپ کی کمر کو توڑ دیا۔ وہ مصیبت حضرت عباسؑ حق شناس کی شہادت جس کے بعد امام مظلوم کی طاقت زائل ہو گئی۔ امام نے خود فرمایا کہ عباسؑ کے مرجانے سے حسینؑ کی کمر ٹوٹ گئی۔

کتاب ارشاد میں منقول ہے کہ جب امام عالی مقام کے عزیز و انصار شہید ہوئے اور جناب قاسمؑ بھی چچا کے سامنے مارے گئے تو حضرت عباسؑ اپنے بھائی کی بے کسی پر بہت روئے اور طالب رخصت ہوئے۔ حضرت عباسؑ اپنے بھائی کے سچے عاشق تھے۔ امام حسینؑ آپ کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ کبھی ان کی طرف پشت نہ کی لفظ' آقا کے سوا کبھی حضرت کو بھائی نہ کہا۔ کیونکر باوفا نہ ہوتے' ان کی والدہ ماجدہ نہایت اعلٰی خاندان سے تھیں اور جناب امیرؑ نے اس لئے اُمّ البنین سے عقد کیا تھا۔ چنانچہ صاحب اسرار الشھادۃ میں لکھتے ہیں کہ روز عاشور علَم حسینی عبداللہ بن جعفر بن عقیل کے پاس تھا۔ زہیر نے عبداللہ سے کہا کہ اے بھائی علَم مجھ کو دو عبدللہ نے کہا میں اس منصب کی لیاقت نہیں رکھتا' زہیر نے کہا یہ مطلب نہیں بلکہ اس سے دوسری غرض ہے۔ عبداللہ نے علَم ان کے حوالہ کیا اور زہیر اسے لے کر حضرت عباسؑ کے پاس آئے اور کہا اے فرزند علیؑ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے سامنے ایک حکایت نقل کروں۔ جناب عباسؑ نے

فرمایا کہو زہیر نے کہا اے ابوالفضل جب امیرالمومنینؑ نے آپ کی والدہ ماجدہ اُمّ البنین سے عقد کرنے کا قصد کیا تو پہلے اپنے بھائی عقیلؑ کے پاس تشریف لے گئے۔ اس لئے جناب عقیل خاندان عرب سے خوف واقف تھے اور فرمایا میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے لئے ایک ایسی خاتون کی خواستگاری کریں جو حسب و نسب میں اچھی ہو اور شجاع و بہادر خاندان سے ہو تاکہ اس کے بطن سے پروردگار عالم مجھے ایسا فرزند عطا کرے جو صاحب شجاعت ہو اور روز عاشور میدان کربلا میں میرے حسینؑ کا قوت بازو ہو' اپنی جان اس پر نثار کرے۔ اس حکایت کو بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حیدر کرارؑ نے آج ہی دن کے لئے آپ کی تربیت فرمائی تھی۔ پس مناسب ہے کہ آج اپنے بھائی اور بہنوں کی حفاظت و نصرت میں کوتاہی نہ فرمائیں۔ اس کلام کو سنتے ہی حضرت عباسؑ کانپنے لگے اور فرمایا یَا زُهَیْرُ تُشَجِّعُنِیْ فِیْ مِثْلِ هٰذَا الْیَوْمِ وَاللّٰهِ لَاُرِیَنَّکَ شَیْئًا مَارَاَیْتَهٗ قَطُّ اے زہیر تم مجھے شجاعت پر آمادہ کرتے ہو ایسے روز مصیبت میں انشاء اللہ میں تمہیں آج وہ شجاعت دکھلاؤں گا جو تم نے کبھی نہ دیکھی ہو گی **فی الحقیقت** حضرت عباسؑ ایسے شجاع اور بہادر تھے کہ شجاعان عرب میں سے کسی کو مجال نہ تھی کہ ان سے مقابلہ کرے۔ اور حضرات اس قدر شکیل و خوبصورت تھے کہ اہل مدینہ ان کو قمر بن ہاشم (بنو ہاشم کا چاند) کہتے تھے۔ آپ بلند قامت ایسے تھے کہ اگر گھوڑے پر سوار ہوتے تو زمین قدم مبارک کے بوسے لیتی تھی اور فن سپہ گری میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور امام حسینؑ اسی وفا شعار بھائی سے اتنی محبت رکھتے تھے کہ سب بھانجے' بھتیجے اور بھائی بیٹوں کو اذن جہاد دیا' مگر جناب عباسؑ کی مفارقت گوارا نہ کی۔ عباسؑ نے جتنا بھی اصرار کیا لیکن حضرت راضی نہ ہوئے۔

مقتل ابی مخنف کی روایت کے مطابق امام حسینؑ خود آمادۂ شہادت ہو

کر رخصت کے لئے خیمہ میں تشریف لائے اور فرمایا اے بہن ہمارے سب اعوان و انصار درجۂ شہادت پر فائز ہوئے' اب کوئی معین و مددگار باقی نہیں رہا کہ ہمارے بدلے لڑے' اس لئے اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں اور تمہیں اپنی طرف سے اللہ تعالٰی کے سپرد کرتا ہوں کہ وہ سب کا حافظ و نگہبان ہے اور اے بہن تم سب اہل بیتؑ میں بڑی ہو اس لئے میری وصیت تم سے ہے کہ میری شہادت کے بعد اہل بیتؑ اور معصوم بچوں کی نگرانی کرنا' خاص کر عبداللہ شیرخوار کہ یہ نور نظر مجھے نہایت عزیز ہے۔ جناب زینبؑ عبداللہ کا نام سن کر بہت روئیں اور عرض کی اے بھائی آپ کس کے بارے میں وصیت فرماتے ہیں' علی اصغر تو پیاس کی شدت کی وجہ سے مرنے والا ہے۔ یقین ہے کہ وہ تھوڑے عرصہ میں مرجائے' یہ سن کر امام بے تاب ہو کر خیمہ سے باہر نکل آئے اور اپنے بھائی عباسؑ کو طلب کیا۔ جب حضرت عباسؑ حاضر ہوئے تو نہایت حسرت و یاس سے فرمایا اے بھائی اب کوئی ناصر و مددگار باقی نہیں رہا' میں تو چاہتا تھا کہ تم کسی طرح زندہ رہتے کہ تمہارے زندہ رہنے سے کوئی شقی اہل بیتؑ کے درپے ایذاء رسانی نہ ہوتا' مگر مجبور ہوں کہ فلک کج رفتار کو ناگوار ہے۔ اے عباسؑ میرا پارۂ جگر علی اصغرؑ پیاس سے مر رہا ہے اگر ممکن ہو تو کسی طرح فرات سے تھوڑا سا پانی لاؤ' لیکن پہلے خیمہ سے جا کر اہل حرم سے رخصت ہو آؤ' شاید تمہاری یہ آخری ملاقات ہو۔ پس حضرت عباسؑ حسبُ الارشاد خیمہ میں آئے اور فرمایا تم سب پر میرا آخری سلام ہو' اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ یہ سنتے ہی سب اہل بیتؑ گھبرا کر حضرت عباسؑ کے قریب آئے اور چاروں طرف سے گھیر لیا اور نہایت کرب و بے تابی سے رونے پیٹنے لگے۔ خاص کر جناب زینبؑ اور ام کلثومؑ خاک پر پچھاڑیں کھاتی تھیں اور ایک طرف جناب

سکینہؑ ہائے عمو ہائے عمو کہہ کر چلاتی تھیں۔ غرض جناب عباسؑ کے رخصت ہونے سے ایک قیامت برپا تھی۔ حضرت عباسؑ نے گھبرا کر سب کو روتا چھوڑ چاہا کہ خیمہ سے باہر آئیں لیکن بی بیاں اور بچے سد راہ تھے اور حضرت ... دامن چھوڑتے تھے حضرت عباسؑ بھی ان کی جدائی کا خیال کر کے زار و ... رو تھے۔ یکایک آواز آئی هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ کہ ہے کوئی مقابلے میں آ... سن کر آپ فوراً خیمہ سے باہر تشریف لائے اور میدان میں آکر ابن سعد مخاطب ہو کر فرمایا یَا ابْنَ سَعْدٍ هٰذَا الْحُسَيْنُ ابْنُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اے ابن سعد بھائی حسینؑ تمہارے نبی کا نواسا ہے وَاَنْتُمْ قَتَلْتُمْ اَصْحَابَهٗ وَاِخْوَانَهٗ وَبَنِيْ عَمِّهٖ وَ بَقِيَ فَرِيْدًا مَعَ اَوْلَادِهٖ وَعِيَالِهٖ وَهُمْ عِطَاشٌ اے ظالمو تم نے امام کے عزیز و انصار کو قتل کیا' اب وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ تنہا رہ گئے ہیں اب تو تھوڑا پانی دے دو کہ ان کے اہل و عیال پیاس کی شدت سے مرنے والے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عباسؑ کا یہ کلام سن کر بعض اشقیاء تو خاموش کھڑے رہے مگر اکثر رونے لگے اس وقت شمر لعین اور شیث بن ربعی سامنے آیا اور کہا اے عباسؑ اپنے بھائی سے جا کر کہو کر اگر تمام روئے زمین پر پانی ہو جائے اور ہمارے قبضہ میں ہو تو بھی ایک قطرہ نہ دیں گے۔ جب تک بیعت یزید قبول نہ کرو گے۔ یہ سن کر حضرت عباسؑ متبسم ہوئے اور اپنے بھائی کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام ماجرا عرض کیا۔ جناب امام حسینؑ نے سر اقدس جھکا لیا اور اس قدر شدت سے روئے کہ دامن تر ہو گیا فَسَمِعَ الْحُسَيْنُ اَصْوَاتَ الْاَطْفَالِ وَهُمْ يُنَادُوْنَ الْعَطَشُ الْعَطَشُ اسی اثناء میں امام حسینؑ نے بچوں کی آواز سنی کہ العطش العطش ... رہے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ جب عباسؑ نے العطش کا شور سنا تو آسمان کی ط... منہ کر کے عرض کی بار الٰہی عباسؑ چاہتا ہے کہ ان پیاسوں کے لئے ایک مشک ...

...الا یہ کہہ ۔گھوڑا پر سوار ہوئے اور نیزہ ہاتھ میں لیا اور ایک سوکھی مشک وش...ھی ...ت کا ارادہ کیا۔ ناگاہ فوج یزید راہ میں حائل ہوئی۔ جناب عباسؑ ...ناک شیر کی مانند ان پر حملہ کیا اور ان اشقیاء کی جماعت کو متفرق اور ...کردیا اور اکثر کافروں کو واصل جہنم کیا اور یہ اشعار رجز پڑھنے لگے۔

أَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَلِيٍّ حَقًّا
أُعَرِّفُكُمْ إِذَا لَمْ تَعْرِفُونِي

اے غدارو ! اگر تم نہیں پہچانتے تو پہچانو میں حیدر کرار غیر فرار کا بیٹا عباسؑ ہوں۔

حَامِيْ عَنْ خِيَارِ النَّاسِ طُرًّا
وَأَكْرَمُ مُنْتَصِبًا فِي الْخَافِقَيْنِ

میں اس بزرگ کی حمایت کرنے والا ہوں جس کو خدا نے سب مخلوقات سے افضل کیا ہے۔

أَقِيْهِ بِمُهْجَتِيْ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ
وَأَنْصُرُهُ بِمَا مَلَكَتْ يَمِيْنِيْ

ان کے قدموں پر اپنی جان فدا کروں گا اور ان کی نصرت کروں گا جب تک میرے دم میں دم ہے۔

اس شیر دلیر نے ان ظالموں کو تلوار سے ہٹا دیا ترائی خالی ہو گئی گھوڑا فرات میں ڈال دیا اور مشک پانی سے بھر لی پھر شدت تشنگی سے چاہا کہ پانی پیئیں فَذَكَرَ

عَطَشَ الْحُسَيْنِ وَرَمَى الْمَاءَ مِنْ يَدِهٖ ناگاہ حسینؑ بن علیؑ کی پیاس یاد آئی تو قربان جائیں عباسؑ کی وفا پر کہ پانی ہاتھ سے پھینک دیا اور دل سے کہنے لگے افسوس اے عباسؑ ساقی کوثر کا بیٹا تو پیاسا ہو اور تو پانی پیئے' یہ تیری وفا داری سے بعید ہے۔ آخر دریا سے پیاسے ہی نکل آئے اور مشک لے کر امام حسینؑ کی طرف روانہ ہوئے' دشمنوں نے جب دیکھا کہ جناب عباسؑ پانی لئے جا رہے ہیں۔ چاروں طرف سے تیر برسانے لگے اور آپ لڑ رہے تھے' کہ ناگاہ عمر سعد نے اپنے لشکر کو آواز دی وائے ہو تم پر ایک تن تنہا شخص پانی لئے جا رہا ہے' تم لاکھوں آدمیوں میں کوئی ایسا نہیں کہ اس سے مشک چھین لے۔ یہ سنتے ہی سارا لشکر چاروں طرف سے تین دن کے پیاسے عباسؑ پر ٹوٹ پڑا وہ ظالم نیزہ پر نیزہ اور شمشیر پر شمشیر لگانے لگے۔ جناب عباسؑ باوجود اس کے ہر قدم پر زخمی ہوتے تھے لیکن لڑتے ہوئے خیمہ کی جانب چلے جا رہے تھے۔ ناگاہ کمینگاہ سے ایک ملعون نے ایسی تلوار ماری کہ سقائے اہل بیت کا داہنا ہاتھ کٹ کے گر پڑا آپ نے جلد تلوار بائیں ہاتھ میں لے لی اور مشکیزہ کو بھی بائیں کندھے پر رکھ کر علم زیر بغل لے لیا اور اس بائیں ہاتھ سے ایسی تلوار چلائی کہ ان بے دینوں کو سامنے سے ہٹا دیا۔ ناگاہ پھر اسی ملعون نے بائیں ہاتھ پر ایسی تلوار لگائی کہ وہ بھی جدا ہو گیا پس حضرت عباسؑ نے جلدی سے مشک کا تسمہ دانتوں سے پکڑ لیا اور مشک کو سینہ اقدس کے نیچے کر لیا۔ اتفاقاً" ایک تیر اس مشکیزہ پر آکر لگا کہ پانی بہنے لگا اس وقت عباسؑ اپنی زندگی سے نا امید ہو کر ٹھہر گئے۔ ناگاہ ایک لعین نے سر اقدس پر آہنی گرز مارا کہ غازی عباسؑ گھوڑا سے زمین پر تشریف لائے۔

وَنَادٰى يَا عَبْدَ اللّٰهِ عَلَيْكَ السَّلَامُ اور پکارے یا ابا عبداللہ آپ پر عباسؑ کا آخری سلام ہو۔ اے مولا غلام نے اپنی جان آپ پر نثار کی۔ حضرت نے

جونہی اپنے برادر حق شناس عباسؑ کی آواز سنی فنادی الحسینؑ وا اخاہ وا عباساہ الآن انکسر ظھری بے تاب ہو کر فرمایا ہائے بھائی ہائے عباسؑ اس وقت حسینؑ کی کمر ٹوٹ گئی۔ یہ کہتے روتے ہوئے لاش عباسؑ پر تشریف لائے اور اپنے بھائی کی لاش سے لپٹ کر بہت دیر تک روتے رہے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین وسیعلموا الذین ظلموا الخ ۔

مجلس نمبر ۳

حضرت عباسؑ اور ان کے بھائی کی شہادت کے بارے میں چند اور روایات ۔

ابن جوزی نے جو علمائے اہلسنت سے ہیں کتاب تبصرہ میں تصریح کی ہے

قال لما کان الغضبان یحمر وجھہ عند الغضب ویستدل بذلک علی غضبہ انہ اشارۃ السخط فالحق سبحانہ لیس بجسم فاظھر تاثیر غضبہ علی من قتل الحسین بحمرۃ الافق و ذلک دلیل علی عظیم الجنایۃ کہ جس وقت کوئی شخص غضبناک ہوتا ہے تو اس کا منہ سرخ ہو جاتا ہے اور یہی دلیل اس کے غیظ و غضب کی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیات سے مبّرا اور پاک ہے۔ پس اس نے قاتلان حسینؑ پر غصہ اور غضب کا اظہار سرخی افق یعنی شفق کے ساتھ لیا ہے' یعنی جب سے امام حسینؑ شہید ہوئے اس وقت سے یہ شفق آسمان پر ظاہر ہوئی ہے۔ امام کی شہادت سے پہلے نہ ہوئی تھی پس یہ دلیل ہے کہ قاتلان حسینؑ سے بڑا سخت گناہ صادر ہوا ہے۔

قال علیؑ علیہ السلام بعد مرور الحسین ھذا لیبکین علیہ السماء والارض ایک روز جناب امام حسینؑ حضرت امیرؑ کے پاس سے ہو کر گزرے تو جناب امیرؑ نے فرمایا کہ یہ وہ ہے کہ جس پر آسمان و زمین نوحہ و بکاء کریں گے۔ میثم تمار نے جناب امیرؑ سے روایت کی ہے کہ ہر شئے امام حسینؑ کے حال پر

روتی ہے' جانوران وحشی صحرا میں اور مچھلیاں دریا میں پرندے آسمان پر' شمس و قمر اور ستارے' آسمان و زمین' مومنین' جن و انس' **ملائکہ** زمین اور آسمان رضوان اور وہ **ملائکہ** جو عرش کو اٹھائے ہیں اور آسمان سے خاک اور تازہ خون برسا۔ زیارت کے بعض فقروں کا ترجمہ یہ ہے جب امام مظلوم شہید ہوئے تو ان پر آسمان تمام اور آسمانی مخلوق پہاڑ اور ان کے رہنے والے دریا اور ان کی مچھلیاں زمین اور اہل زمین مکہ اور مکہ کی دیواریں بہشت' غلمان' کعبہ و مقام ابراہیم **مشعر** وحطیم' زمزم' منبر رسول' ستارے' رعد و برق اور سب آسمان روئے واقعتاً بڑی مصیبت ہے۔

مومنین پھر ہم ایسی مصیبت پر کیوں نہ روئیں شیخ مفید علیہ الرحمہ روایت کی ہے کہ جب جناب عباس علیہ السلام نے کثرت شہداء اور بے کسی کو دیکھا تو اپنے بھائیوں کی طرف متوجہ ہوئے کہ جو ام البنین کے بطن میں تھے **ان کا نام عثمان' جعفر اور عبداللہ تھا** ان کو نصیحت کے طور پر فرمانے لگے اے بھائیو دیکھتے ہو کہ مظلوم کربلا تنہا رہ گئے ہیں' اس وقت ان سے زیادہ دنیا میں بے کس و مجبور کوئی اور نہیں ہے۔ یہ درست ہے کہ ہم ان کے بھائی ہیں مگر یہ خیال کرو ان کی ماں مریم کبریٰ' صدیقہ عظمیٰ' جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام ہیں کہ وہ رسول خدا کی لخت جگر ہیں اور ہماری ماں کو ان کی کنیزی کا فخر بجا ہے۔ پس تم پر لازم ہے کہ فرزند زہراؑ پر اپنی جانیں قربان کرو اور برادری کا خیال اپنے ذہن سے نکال ڈالو۔ خدا اور رسول کے لئے جہاد کرو کہ تم ابھی تنہا ہو۔ تمہارے بال بچے نہیں ہیں۔ جناب عباسؑ کو یہ خیال ہوا کہ چھوٹے بھائی میرے سامنے شہید ہو جائیں تو بہتر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جوان ہیں' میرے بعد ان کو وسواس لاحق ہو اور سعادت شہادت سے محروم رہ جائیں۔ قربان جائیں عباسؑ کی

وفاداری پر بحار کی روایت کے مطابق عثمان ابن علیؑ کہ اکیس برس کے تھے، میدان کارزار میں متوجہ ہوئے۔ خوب جنگ لڑے پس خولی بن یزید اصبحی نے ان کو شہید کیا۔ ان کے بعد جعفر و عبداللہ بھی داد شجاعت لے کر شہید ہوئے جب امیر المومنینؑ کے بیٹے شہید ہو چکے **طَلَبَ الْعَبَّاسُ اِبْنَہٗ مُحَمَّداً وَضَمَّہٗ اِلٰی صَدْرِہٖ وَ قَبَّلَ مَا بَیْنَ عَیْنَیْہِ** تو جناب عباسؑ نے اپنے فرزند کو کہ اس کا نام محمدؑ تھا بلایا پہلے اسے چھاتی سے لگایا اور پیار کیا اور پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا اے فرزند، اے بیٹا اور نور چشم یہ درست ہے کہ تو میرا لخت جگر ہے، تیرا قتل ہونا مجھ پر بہت دشوار ہے لیکن واللہ تو مجھے رسول خدا کے بیٹے سے ہرگز زیادہ پیارا نہیں۔ بحار کی روایت کے مطابق محمد ابن عباسؑ بھی ان بے دینوں سے لڑ کر داد شجاعت حاصل کر کے شہید ہوئے۔ چنانچہ بحار میں اتنا اشارہ اس روایت کا مذکور ہے **وَیُقَالُ قُتِلَ اِبْنُہٗ مُحَمَّدُ ابْنُ الْعَبَّاسِ** یعنی یہ بھی روایت ہے کہ اس معرکہ میں محمد ابن عباس شہید ہوئے۔ شیخ علیہ الرحمہ نے کتاب ارشاد میں اس طرح لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ کے عزیز اور ساتھی شہید ہو چکے اور سوائے علمدار کے اور کوئی جانثار باقی نہ رہا تو اس وقت حضرت عباسؑ اپنے بھائی کی بے کسی پر بہت روئے اور آمادۂ شہادت ہو کر امام حسینؑ کے پاس آئے۔ جناب عباسؑ ایسے خوبصورت تھے کہ اہل مدینہ ان کو قمر بن ہاشم کہتے تھے۔ شمشیر زنی، نیزہ بازی اور تیر افگنی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور وہ شیر خدا شجاعت و جرات میں ایسا عدیم المثال تھا کہ شجاع اور بہادر اس کے سامنے سرنگوں تھے اور کسی کی مجال نہ تھی کہ اسد اللہ الغالب کے دلبند کے سامنے آسکے، بلند قامت ایسے تھے کہ جب گھوڑا پر سوار ہوتے تو زمین اپنی خوش نصیبی سمجھ کر آپ کے قدم مبارک کو آنکھوں سے لگاتی تھی اور بوسے لیتی تھی اور امام حسینؑ کو اس وفا شعار

بھائی سے اتنی محبت تھی سب بھانجے، بھتیجے اور بھائی وغیرہ کو اذن جہاد دیا اور جناب عباسؑ کو رخصت نہ کیا۔ امام حسینؑ نے خود قصد جہاد کیا اور بھائی کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے آگے آگے حضرت عباسؑ علمدار شمشیر بکف دشمنوں کو ہٹاتے ہوئے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ عمر سعد کے سپاہی سرراہ ہوئے اور حضرت کو آگے بڑھنے سے روک دیا اسی اثناء میں ایک ملعون نے کہ قبیلہ بنی دارم سے تھا ان سواروں کو آواز دی کہ ہلاکت ہو تم پر، غفلت نہ کرو کہ امام حسینؑ فرات سے پانی پی لیں۔ جب امام علیہ السلام نے اس سگ ناپاک کی آواز سنی بارگاہ الٰہی میں دعا کی اے پروردگار عالم اسے شدت پیاس سے قتل کر۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت کی یہ بددعا اس ظالم نے سنی نہایت غضبناک ہوا کہ ایک ایسا تیر مارا حضرت کے سر پر لگا اور آپ نے اس تیر کو نکال کر پھینک دیا اور دونوں ہاتھ اپنے زخم کے نیچے کئے۔ جب دونوں ہتھیلیاں خون سے بھر گئیں تو اس خون کو آسمان کی طرف پھینک دیا اور حالت یاس اور شدت پیاس میں بارگاہ خداوندی میں عرض کی اے خداوند قہار تو ہی ان ظالموں اور ہم مظلوموں کے درمیان فیصلہ کر۔ اس کے بعد ان اشقیاء نے حضرت عباسؑ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور بھائی کو بھائی سے جدا کر دیا۔ جب حضرت عباسؑ نے اپنے آپ کو بھائی سے جدا پایا اور دیکھا کہ ان ظالموں نے ہر طرف سے مجھے گھیر لیا ہے تو اس حیدر کرار نے فرزند غضبناک شیر کی مانند ظالموں پر حملہ کیا اور کوئی پیادہ یا سوار اس جرار کے سامنے آیا۔ آپ نے ایک ہی وار سے اس کو دارالبوار میں پہنچا دیا۔ ہرچند اشقیاء ہر طرف سے حضرت عباسؑ پر تیر و نیزہ اور شمشیر سے حملہ کرتے تھے۔ مگر آپ میمنہ میسرہ اور قلب لشکر پر حملہ کرتے تو سب نامراد بدحواس ہو کر ایسے بھاگتے تھے کہ جیسے بکریاں شیر کے خوف سے بھاگتی ہیں۔ جب حضرت عباسؑ یکہ و تنہا

ہزاروں اشقیاء سے دیر تک لڑتے رہے اور بدن مبارک تیروں' تلواروں سے چھلنی ہو گیا تو شدت پیاس سے بے تاب ہو کر گھوڑے سے زمین پر گر پڑے اور امام حسینؑ کی بے کسی اور مظلومیت پر بہت روئے اور آواز دی' اے برادر عالی قدر افسوس صد افسوس کہ میری آرزو پوری نہ ہوئی جو چاہتا تھا وہ نہ ہُوا اور موت نے مہلت نہ دی۔

عَلَیْکَ سَلَامُ اللّٰہِ یَا بْنَ مُحَمَّدٍ
عَلَی الرَّغْمِ مِنِّیْ یَا اَخِیْ نَزَلَ الْبَلَاءُ
فَجَاءَ اِلَیْہِ وَالْفُؤَادُ مُقَرَّحٌ
وَنَادٰی بِقَلْبٍ بِالْھُمُوْمِ قَدِ امْتَلَا

اور آواز دی کہ اے فرزند محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرا آخری سلام قبول فرمائیے۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں لیکن افسوس میری آخری خواہش پوری نہ ہوئی اور مصیبت عظمٰی مجھ پر نازل ہوئی۔ راوی کہتا ہے کہ اپنے وفا شعار بھائی کی آواز سنتے ہی امام حسینؑ بے تاب ہو گئے اور زخمی دل سے روتے پیٹتے ہوئے لاش عباسؑ تک پہنچے۔

اَخِیْ کُنْتَ عِزِّیْ فِی الْاُمُوْرِ جَمِیْعِھَا
اَبَا الْفَضْلِ یَا مَنْ کُنْتَ لِلنَّفْسِ بَاذِلًا
یَعِزُّ عَلَیْنَا اَنْ نَرَاکَ عَلَی الثَّرٰی
طَرِیْحًا وَمِنْکَ الْوَجْہُ اَضْحٰی مُرَمَّلًا

عباسؑ کی لاش پر پہنچ کر دیکھا وہ شیر دل انتقال کر چکا ہے اور اس شہید راہ

کی لاش خاک و خون میں غلطاں پڑی ہے۔ یہ مصیبت عظمٰی دیکھ کر اور زیادہ بے تاب ہوئے اور رو رو کر فرمایا اے عباسؑ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل کرے کہ تم ہمیشہ ہر مشکل وقت پر میرے معین و مددگار رہے اور تم ایسے وفا شعار تھے کہ مجھ پر اپنی جان تک قربان کر دی۔ اے بھائی تمہارے مرنے سے حسینؑ کی کمر ٹوٹ گئی ہے اور تدبیر کا راستہ بند ہو گیا' میرے لئے مشکل ہے کہ تمہیں خاک و خون میں غلطاں زمین پر پڑا دیکھوں۔ حضرت لاش عباسؑ پر جی بھر کر نہ رونے پائے تھے کہ دشمن کی طرف سے ھَلْ مِنْ مُبَارِزٍ کی آواز آئی ناچار فرزند حیدر کرار لاش علمدر کو اسی طرح خاک پر چھوڑ کر کافروں کے سامنے آئے اور حملہ کر کے تیس ہزار بے دینوں کو واصلِ جہنم کیا اور قریب تھا کہ ایک ملعون کا اثر بھی باقی نہ رکھیں مگر پروردگار کے حکم کے مطابق صبر اختیار کیا اور ذوالفقار حیدر کرار میان میں رکھ کر سر جھکا کر آمادۂ شہادت کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ظالموں نے اس بے کس امام کو شہید کیا۔ منقول ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے اس وقت منادی نے آسمان سے آواز دی اَلَا قُتِلَ بِکَرْبَلَا اَلَا ذُبِحَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَا یعنی آگاہ ہو اے اہلِ زمین اس وقت حسینؑ فرزند رسول الثقلین زمین کربلا پر کئی روز کا بھوکا' پیاسا شہید ہوا اور اشقیائے امت نے اس امام کونین کو قربانی کے گوسفند کی مانند ذبح کیا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۳۸

امام زین العابدینؑ کا حضرت عباسؑ کے بیٹے کو دیکھ کر گریہ کرنا اور شہادت عباسؑ کے بارے میں کچھ اور روایات ۔

☆

فِیْ کُتُبِ الْاَخْبَارِ کَالْاَمَالِیْ وَالْخِصَالِ وَالْبِحَارِ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ الْحُسَیْنِ سَیِّدَ السَّاجِدِیْنَ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ نَظَرَ اِلٰی عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَاسْتَعْبَرَ ○

امالی، خصال اور بحار الانوار کی مانند کتب معتبر احادیث اور معتبر راویوں سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب امام زین العابدینؑ حضرت عباسؑ کے بیٹے عبداللہ کو دیکھ کر رونے لگے۔ وَقَالَ مَا مِنْ یَوْمٍ اَشَدَّ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ مِنْ یَوْمِ اُحُدٍ قُتِلَ فِیْہِ حَمْزَۃُ بْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ اَسَدُ اللّٰہِ وَاَسَدُ رَسُوْلِہٖ۔

جناب زین العابدینؑ نے فرمایا کہ جناب رسالتمآب پر بڑا مصیبت کا دن احد کا دن تھا کہ اس روز ان کے چچا شہید ہوئے وَبَعْدَ یَوْمِ مُوْتَہٖ قُتِلَ فِیْہِ جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اس کے بعد وہ دن مصیبت کا بڑا دن تھا جس روز ان کے بھائی جعفرؑ ابن ابی طالبؑ شہید ہوئے ثُمَّ قَالَ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ وَلَا یَوْمَ کَیَوْمِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِزْدَلَفَ اِلَیْہِ ثَلٰثُوْنَ رَجُلٍ یَزْعُمُوْنَ مِنْ ہٰذِہِ الْاُمَّۃِ کُلُّھُمْ یَتَقَرَّبُ اِلَی اللّٰہِ بِدَمِہٖ پھر سب سے زیادہ رسولؐ خدا پر مصیبت کا دن وہ دن تھا جس روز امام حسینؑ بھوکے پیاسے شہید ہوئے کہ اس دن ستر ہزار ظالموں نے ان

کا محاصرہ کیا۔ ان میں یہود و نصاریٰ نہ تھے سب کلمہ گو تھے۔ ان اشقیاء میں سے ہر ملعون قتل امام کو اپنے لئے خدا کے نزدیک قرب و منزلت کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ وَهُوَ بِاللّٰهِ يُذَكِّرُهُمْ فَلَا يَتَّعِظُونَ حَتّٰى قَتَلُوهُ بَغْياً وَظُلْماً حالانکہ امام حسینؑ ایک ایک ظالم کو وعظ و نصیحت کرتے تھے اور عذاب خداوند قہار سے ڈراتے تھے مگر ان میں سے کوئی راہ راست پر نہ آیا۔ یہاں تک کہ امام مظلوم کو ظلم و ستم کے ساتھ بھوکا پیاسا قتل کیا ثُمَّ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ رَحِمَ اللّٰهُ عَبَّاسَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَقَدْ آثَرَ وَفَدٰى بِنَفْسِهِ أَخَاهُ حَتّٰى قُطِعَتْ يَدَاهُ پھر جناب زین العابدینؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عباسؑ پر اپنی رحمت نازل کرے کہ حضرت نے روز عاشور اپنے بھائی حسینؑ پر جان قربان کی اور جب تک زندہ رہے اپنے امام کی حفاظت و حمایت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ محبتِ امام میں اس علمدار، وفا شعار کے ہاتھ قطع ہو گئے۔

فَأَبْدَلَهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِمَا جَنَاحَيْنِ يَطِيرُ بِهِمَا مَعَ الْمَلَائِكَةِ فِي الْجَنَّةِ كَمَا جَعَلَ لِجَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ پس اللہ تعالیٰ نے کٹے ہوئے ہاتھوں کے بدلے ان کو سبز زمرد کے بازو عطا کئے ہیں، آپ ان ہی پروں سے جنت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے جعفر طیار کو دو پر عطا کئے ہیں وَإِنَّ لِلْعَبَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ تَبَارَكَ مَنْزِلَةً يَغْبِطُ بِهَا جَمِيعُ الشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور تحقیق خداوند عالم کے نزدیک جناب عباسؑ کی وہ قدر و منزلت ہے کہ ان کے درجات عالیہ کو دیکھ کر تمام شہید رشک کریں گے۔ مومنین حق یہ ہے کہ جس مروت اور وفا سے جناب عباسؑ نے کام کیا ہے اور اپنے امام کی اطاعت کی ہے وہ مروت کسی بھائی اور وہ وفا کسی غلام نے اپنے آقا کی پوری کائنات میں انجام نہیں دی۔ یہاں تک کہ محبتِ امام میں اپنے شانے کٹوا دیئے اور حضرت پر اپنی جان

قربان کر دی لَقَدْ رُوِيَ فِي الْبِحَارِ أَنَّهُ لَمَّا قُتِلَ قَاسِمُ بْنُ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَأَى الْعَبَّاسُ ذٰلِكَ بَكٰى وَأَنَّ وَهَنَّ وَإِلٰى لِقَاءِ رَبِّهِ اشْتَاقَ کتاب بحار الانوار میں منقول ہے کہ جب شہزادہ قاسمؑ درجہ شہادت پر فائز ہو چکے اور ان کا بدن نازنین گھوڑوں کے سموں سے پامال ہو چکا اور جناب عباسؑ یہ مصیبت دیکھ کر بہت روئے اور دل پردرد میں ایک ٹھنڈی سانس بھر کر آمادۂ شہادت ہوئے فَحَمَلَ الرَّايَةَ وَقَالَ لِأَخِيهِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ هَلْ مِنْ رُخْصَةٍ فَبَكَى الْحُسَيْنُ وَقَالَ لَهُ يَا أَخِي كَيْفَ أَذِنَ لَكَ وَأَنْتَ حَامِلُ لِوَائِي وَعَلَامَةُ مِنْ عَسْكَرِي پس عباسؑ پرچم حسینی اپنے دوشِ مبارک پر رکھ کر رخصت لینے کے لئے اپنے آقا حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کی یا بن رسول اللہ اب اس سے زیادہ ان ظالموں کا ظلم مجھ سے نہیں دیکھا جاتا۔ مہربانی فرما کر مجھے میدان میں جانے کی اجازت عنایت فرمائیں تاکہ میں اپنی جان آپ پر نثار کروں۔ راوی کہتا ہے کہ جب جناب امام حسینؑ نے حضرت عباسؑ کو آمادۂ شہادت و طالب رخصت پایا تو رو کر فرمایا اے عباسؑ تم جانتے ہو کہ میرا لشکر تمام ہو چکا ہے اور اب کوئی ناصر و مددگار باقی نہیں رہا ہے۔ لیکن پھر بھی تم سے نشان لشکر باقی ہے اگر تم بھی ہم سے جدا ہوئے پھر میں اکیلا اور تن تنہا رہ جاؤں گا فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا سَيِّدِي قَدْ ضَاقَ صَدْرِي وَسَئِمْتُ عَنِ الْحَيٰوةِ فَأُرِيدُ أَنْ أَطْلُبَ ثَارِي مِنَ الْمُشْرِكِينَ تو حضرت عباسؑ نے عرض کی اے امام دو جہاں، اے سردار انس و جان اب زندگی کا ایک لمحہ گذارنا بھی میرے لئے مشکل ہو گیا ہے، یا بن رسول اللہ اس جینے کا کیا لطف کہ جب ہماری آنکھوں کے سامنے عبداللہؑ اور قاسمؑ جیسے معصوم شہید ہو چکے ہوں اور آپ جیسا سردار عالی وقار نرغۂ کفار میں گرفتار ہو اور علمدار جیتا رہے۔ اے آقائے نامدار جب تک اس ظلم و ستم کا بدلہ ان مشرکوں

سے نہ لوں مجھے ہرگز سکون نہیں ملے گا فَکُلَّمَا یَسْتَاذِنُ الْعَبَّاسُ مِنْ اَخِیْہِ الْحُسَیْنُ لَمْ یَرْضَ بِہٖ وَلَمْ یَاذَنَہٗ منقول ہے کہ ہرچند جناب عباسؑ اپنی رخصت سے عرض کرتے رہے لیکن امام حسینؑ کسی طرح اس قوت بازو کی مفارقت پر راضی نہ ہوئے۔

وَفِیْ بَعْضِ نُسَخِ اَبِیْ مِخْنَفٍ اِنَّ الْحُسَیْنَ قَدْھَمَّ بِنَفْسِہٖ اِلَی الْقِتَالِ وَتَوَجَّہَ اِلَی الْمَضَارِبِ لِیُوَدِّعَ الْاَھْلَ وَالْعِیَالَ فَاَقْبَلَ اِلٰی اُخْتِہٖ زَیْنَبَ وَقَالَ لَھَا یَا اُخْتَاہُ اُوْصِیْکِ بِوَلَدِیْ وَاَھْلِ بَیْتِیْ قَاطِبَۃً بِعَبْدِ اللّٰہِ الرَّضِیْعِ خَاصَّۃً وَاِنِّیْ بَارِزٌ اِلٰی ھٰؤُلَاءِ الْکُفَّارِ مقتل ابو مخنف میں ہے کہ امام حسینؑ علیہ السلام خود آمادۂ شہادت ہوئے اور اہل حرم سے الوداع کرنے کے لئے خیمہ میں تشریف لائے اور اپنی بہن زینبؑ سے فرمایا اے بہن مجھ بے کس کے سب انصار و اصحاب شہید ہو چکے ہیں' اب ہمارا کوئی مددگار باقی نہیں ہے کہ ہماری نصرت کرے۔ **لہٰذا** اب میری شہادت کے بغیر کوئی اور چارہ نہیں ہے۔ پس میں بھی تم سے رخصت ہونا چاہتا ہوں اور تمہیں خدائے عزوجل کے سپرد کرتا ہوں' کہ وہ خیر الحافظین ہے اور اے بہن چونکہ تم سب اہل بیتؑ میں بزرگ ہو اس لئے میری وصیت تم سے یہ ہے' کہ میری شہادت کے بعد میرے اہل بیتؑ کی نگہبان رہنا اور ان کی حمایت و حفاظت اپنے اوپر لازم جاننا۔ خاص کر علی اصغر کا خیال رکھنا کہ یہ نور نظر مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔

فَلَمَّا سَمِعَتْ زَیْنَبُ وَصِیَّتَہٗ بَکَتْ وَقَالَتْ لَہٗ یَا اَخِیْ فِیْ حَقِّ مَنْ تُوْصِیْنِیْ فَاِنَّ اِبْنَکَ الرَّضِیْعَ قَدْ جَفَّ لَبَنُ اُمِّہٖ وَھُوَ یَمُوْتُ مِنَ الْعَطَشِ امام علیہ السلام کی وصیت کو جب جناب زینبؑ نے سنا تو بہت روئیں اور عرض کی اے بھائی بے کس بہن، آپ [illegible] وصیت کر رہے ہیں۔ آپ کا

یہ فرزند علی اصغرؑ جان بلب ہے' بلکہ قریب ہے کہ پیاس کی شدت سے مرجائے۔ اے بھائی دودھ تو ہمارے پاس ہے نہیں کہ اسے پلائیں۔ افسوس یہ ہے کہ اس کی ماں کا دودھ بھی خشک ہو چکا ہے' اپنے نور چشم کا حال سن کر امام حسینؑ نہایت مضطرب و بے قرار ہو کر خیمہ اہل حرم سے باہر نکل آئے اور اپنے بھائی عباسؑ کو طلب کیا۔ جب جناب عباسؑ حاضر ہوئے اس وقت حضرت نے نہایت حسرت و یاس سے فرمایا اے عباسؑ اس بے کسی و تنہائی کی حالت میں اب کوئی مددگار باقی نہیں رہا۔ میری خواہش تھی کہ میری شہادت کے بعد تم کسی طرح زندہ و سلامت رہو تاکہ ان بے کس عورتوں اور معصوم بچوں کی حفاظت کرو۔ مجھے یقین تھا تمہارے ہوتے ہوئے ان پر ظلم کرنے کی کسی کو جرات نہ ہوتی۔ لیکن مجبور ہوں کہ زمانہ ستم شعار کو یہ امر گوارا نہیں ہے' بلکہ چاہتا ہے کہ ان بیواؤں' بیکسوں کے لئے کوئی حامی و مددگار باقی نہ رہے۔ اے عباسؑ اب مناسب یہ ہے کہ نہر فرات پر جاؤ اور جس قدر ممکن ہو اصغر شیرخوار کے لئے پانی لاؤ' کیونکہ وہ پیاس کی شدّت سے مرنے والا ہے۔ جناب عباسؑ عازم فرات ہوئے۔ اس وقت امام حسینؑ نے فرمایا اے عباسؑ پہلے اپنی بہنوں' بھتیجیوں اور معصوم بچوں سے مل لو کہ شاید آخری ملاقات ہو اور طرفین میں دیدار کی حسرت باقی رہ جائے۔ پس جناب عباسؑ خیمہ میں آئے فرمایا تم سب اہل بیتؑ پر میرا آخری سلام ہو' میں تم سے رخصت ہونے کو آیا ہوں اور تم سب کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ یہ سن کر تمام بی بیاں سر و پا برہنہ روتی پیٹتی ہوئی عباسؑ کے پاس آئیں اور قمر بن ہاشم کو گھیرے میں لے لیا۔ ایک طرف جناب زینبؑ ہائے عباسؑ کہہ کر زمین پر پچھاڑیں کھاتی اور ایک طرف ام کلثومؑ ماہی بے آب کی طرح خاک پر تڑپتی تھیں' ایک طرف کو سکینہ اور ایک جانب کو فاطمہ کبریٰ ہائے چچا جان کہہ کر اپنے سروں پر خاک ڈالتی

تھیں۔ غرض کہ خیمہ اہل حرم میں جناب عباسؑ کے رخصت ہونے سے شور قیامت برپا ہوا اور جناب عباسؑ بھی ان بے کسوں کی مفارقت اور غربت پر بہت روئے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح جلد رخصت ہو کر روانہ میدان ہوں۔ لیکن سب بی بیاں اور بچے سدّراہ تھے اور حضرت عباسؑ کا دامن نہ چھوڑتے تھے۔

فَبَيْنَمَا كَذٰلِكَ فَسَمِعَ صَوْتَ اَخِيْهِ الْحُسَيْنِؑ وَهُوَ يَقُوْلُ يَا عَبَّاسُ اَدْرِكْ اَخَاكَ راوی کہتا ہے کہ خیام حسینی میں رونے اور ماتم کرنے کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں کہ حضرت عباسؑ نے سنا امام حسینؑ پکار کر فرما رہے تھے اے بھائی عباسؑ بہت جلد میرے پاس آؤ کہ یہ قوم اشرار مجھ پر حملہ کر رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی عباسؑ بے تاب ہو گئے اور تمام عورتوں اور بچوں کو روتا پیٹتا چھوڑ کر باہر تشریف لائے۔ دیکھا کہ یزیدیوں نے امام مظلوم کو گھیرے میں لے رکھا ہے اور نیزہ دار سوار کثرت سے موجود ہیں۔ جناب عباسؑ نے غضبناک اور بپھرے ہوئے شیر کی طرح اشقیاء پر حملہ کر دیا' آن واحد میں اکثر کافروں کو فی النار و السقر کیا اور نہر فرات کی طرف متوجہ ہوئے جب ظالموں نے دیکھا کہ عباسؑ فرات کی طرف جا رہے ہیں سب ملعون جمع ہو کر سدّراہ ہوئے۔ یہ دیکھ کر حیدر کرار کے فرزند نے ان اشرار پر ایسا حملہ کیا کہ کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور جو لوگ باقی بچ گئے وہ بھاگ گئے۔ آپ فرات پر آئے اور مشک پانی سے بھری اور چاہا کہ پیاس کی شدت کی وجہ سے کچھ پانی پئیں' اس وقت امام حسینؑ اور اہل حرم اور معصوم بچوں کی پیاس یاد آگئی اور اپنے دل میں کہا اے عباسؑ یہ محبت و مروت کے تقاضا سے بہت دور ہے کہ تو ٹھنڈا پانی پیئے اور میرا مولا اور ان کے بچے پیاسے ہوں۔ یہ فرما کر وہ پانی ہاتھ سے پھینک دیا اور مشک بھر کر اپنے دوش مبارک پر رکھی اور نہر فرات سے باہر آئے۔ جب عمر سعد نے دیکھا کہ حضرت غازی عباسؑ پانی کی

مشک خیمہ کی طرف لئے جا رہے ہیں' اس ملعون نے پریشان ہو کر اپنی فوج کو آواز دی اے' بے حیاؤ خدا کی لعنت ہو تم پر' تمہارے سامنے عباسؑ پانی لے کر خیام حسینی کی طرف جا رہا ہے' کیا تم اس جری کو روک نہیں سکتے۔ خدا کی قسم اگر پانی امام حسینؑ تک پہنچ گیا اور انہوں نے ایک گھونٹ پانی کا پی لیا' تو اس وقت تم میں سے ایک کو باقی نہ رکھے گا اور سب کو قتل کرے گا اور تمام عالم جمع ہو کر بھی فرزند رسول پر فتح حاصل نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا سب جمع ہو کر عباسؑ کو اپنے گھیرے میں لے لو اور ایک مرتبہ تیروں' تلواروں کی بارش کر دو۔ راوی کہتا ہے کہ اس ملعون کا اعلان سن کر ساری فوج یزید حضرت عباسؑ پر حملہ آور ہوئی۔ باوجودیکہ حضرت عباسؑ پیاسے اور زخمی تھے خیمہ کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ اسی اثناء میں ایک ملعون نے کمین گاہ سے ایسی تلوار ماری کہ آپ کا داہنا ہاتھ کٹ کر گر پڑا' اس کے بعد اس مجاہد راہ خدا نے بائیں ہاتھ پر مشک لے لی پھر اس ملعون نے بایاں ہاتھ بھی قطع کیا۔ قریب تھا کہ مشک زمین پر گر پڑے اس وقت جناب عباسؑ نے مشک کا تسمہ دندان مبارک سے پکڑ لیا اور مشکیزہ کو سینہ اقدس سے لگا لیا۔ راوی کہتا ہے کہ اگرچہ جناب عباسؑ کے ہاتھ کٹ چکے تھے' لیکن اس شیر دلیر کو ہاتھوں کے قطع ہونے کا رنج نہ تھا بلکہ امام کی محبت سے سرشار ہو کر نہایت ہمت و حوصلہ سے اس کوشش میں مصروف تھے۔ کسی طرح یہ مشکیزہ فرزند رسول تک پہنچ جائے مگر تقدیر کو کچھ اور منظور تھا۔ ناگاہ ایک تیر مشک پر ایسا آکر لگا کہ تمام پانی بہہ کر زمین پر گر پڑا اور اس کے ساتھ ہی ایک ظالم نے لوہے کا بہت بڑا گرز اس زور سے مارا کہ سراقدس شق ہو گیا اور پشت زین سے زمین پر تشریف لائے **وَنَادٰى اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ رُوْحِيْ لَكَ الْفِدَاءُ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ فَلَمَّا سَمِعَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نِدَاءَهٗ صَاحَ وَ نَادٰى وَا**

اَخَاہُ وَاعَبَّاسَاہُ وَاقِلَّتَہ نَاصِرَاہُ جب عباس زمین پر گرے، آواز دی کہ اے فرزند رسول آپ پر میرا آخری سلام۔ پروردگار عالم کا شکر کرتا ہوں کہ آپ پر اپنی جان قربان کر دی ہے۔ راوی کہتا ہے جب حضرت عباس کی آواز امام حسینؑ نے سنی۔ بھائی کی آواز سنتے ہی بے تاب ہو گئے اور بلند آواز سے رونے لگے اور فرمایا ہائے بھائی، ہائے عباس افسوس صد افسوس اب ہم بے یار و مددگار رہ گئے اور اس بے کسی و تنہائی میں تم ہم سے جدا ہو گئے۔ فَاَقْبَلَ اِلَیْہِ وَرَوَاہُ اَنَّہٗ یَمْرُغُ فِیْ دَمِہٖ فَبَکٰی وَقَالَ وَا اَخَاہُ وَاعَبَّاسَاہُ اَلْاٰنَ اِنْکَسَرَ ظَهْرِیْ وَقَلَّتْ حِیْلَتِیْ اس کے بعد حضرت گرتے پڑتے اور روتے پیٹتے ہوئے لاش عباسؑ پر آپہنچے۔ دیکھا کہ وہ ذبح شدہ پرندہ کی مانند تڑپ رہے ہیں اور ان کے جسم سے خون بہہ رہا ہے۔ یہ حال پر ملال دیکھ کر حضرت بہت روئے اور فرمایا اے بھائی عباسؑ تمہارے مرنے سے میری کمر ٹوٹ گئی اور راہ چارہ بند ہو گئی۔

فَحَمَلَہٗ عَلٰی ظَهْرِ جَوَادِہٖ وَاَتٰی بِہٖ وَاَلْقَاہُ عَلٰی اَهْلِبَیْتِہٖ ثُمَّ النِّسَاءُ جَدَّدْنَ عَلَیْہِ الْعَزَاءَ پس حضرت نے گریہ و بکاء کے بعد عباسؑ کی لاش گھوڑا پر رکھی اور خیمہ میں بی بیوں کے سامنے لٹا دی اہل بیت اطہارؑ علمدار کی لاش دیکھتے ہی پیٹنے لگے اور سب بی بیاں عباسؑ کی مصیبت پر روئیں کہ سب کو غش آگیا اور امام حسینؑ حسرت بھری نگاہ سے لاش عباسؑ کو دیکھتے رہے اور فرمایا ۔

لَهْفِیْ عَلَی الْعَبَّاسِ لَمَّا اَنْ دَنٰی
نَحْوَ الْفُرَاتِ بِقَلْبِہِ الْحُزْنَانِ

یعنی افسوس عباسؑ کی مفارقت پر جو میری اور میرے بچوں کی محبت کی وجہ سے نہایت جدوجہد کے ساتھ مشکیزہ لے کر محزون و مغموم ہو کر نہر فرات سے

پانی لینے لگے۔

وَاَرَادَ شُرْبَ الْمَاءِ قَالَ لِنَفْسِہٖ
وَاحَسْرَتَاہُ لِلسَّیِّدِ الظَّمْاٰنِ

عَافَ الشَّرَابَ مِنَ الْفُرَاتِ وَلَمْ یَنَلْ
وَجْدًا لِوَجْدِ اَخِیْہِ وَالْاِخْوَانِ

ہائے افسوس ایسے بھائی کی جدائی پر کہ جب نہر فرات سے پانی کی مشک بھر لی اور پیاس کی شدت کی وجہ سے چلو بھر کر چاہا کہ پیؤں تو میری اور میرے بچوں کی پیاس یاد کر کے وہ پانی پھینک دیا اور ہونٹ تک اس پانی سے تر نہ کئے۔

یَا اَفْضَلَ الشُّهَدَاءِ یَا ابْنَ الْمُرْتَضٰی
صَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ کُلَّ اَوَانٍ

وَاللّٰہِ تِلْکَ مُصِیْبَۃٌ لَمْ اَنْسَهَا
اِلَّا اِذَا اُدْرِجْتُ فِیْ اَکْفَانٍ

حضرت امام حسینؑ عباسؑ کی صورت دیکھ کر فرماتے تھے اے راہ خدا میں سب سے افضل شہید، اے فرزند علیؑ تم پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل کرے خدا کی قسم تمہاری مصیبت وہ بڑی مصیبت ہے کہ جب تک زندہ ہوں کبھی نہ بھولوں گا مگر اس وقت کہ میں بھی شہید ہو جاؤں۔ جب نعش عباسؑ پر نوحہ و بکاء کر چکے تو لاش کو اٹھا کر مقتل شہداء میں لٹا دیا اور آپ خود آمادۂ شہادت ہوئے۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس نمبر ۳۹

گناہگار عورت کا مجلسِ حسینؑ کی برکت سے توبہ کرنا، امام حسینؑ کا اس کو دوزخ سے بچانا، اطفالِ حسینؑ کی پیاس حضرت عباسؑ کا کنواں کھودنا اور شہادت عباسؑ۔

☆

حُکِیَ اَنَّ اِمْرَأَۃً ذَاتَ فُحْشٍ کَانَتْ مَعْھُوْدَۃً فِی الْمَدِیْنَۃِ کتب معتبرہ میں نقل ہے کہ ایک گناہگار عورت مدینہ میں رہتی تھی وَلَھَا جَارٌ کَانَ مُوَاظِبًا عَلٰی مَاتَمِ الْحُسَیْنِ اس کے پڑوس میں ایک دیندار شخص رہتا تھا اس کا تمام وقت ماتم سید الشہداء میں بسر ہوتا تھا۔ ایک روز چند مومن اس کے گھر میں مجلس میں جمع تھے۔ مرثیہ پڑھ رہے تھے اور مظلوم کربلا کی غریبی پر آنسو بہا رہے تھے فَاَمَرَ لَھُمْ بِاِصْنَاعِ طَعَامٍ صاحب خانہ نے نوکر سے کہا کہ عزادارانِ حسینؑ کے لئے کچھ کھانا تیار کرو۔ وہ خادمہ کھانا تیار کرکے خود ماتم میں مشغول ہوئی فَدَخَلَتِ الْمَرْأَۃُ تُرِیْدُ نَارًا ناگاہ وہ گناہگار عورت آگ لینے کی غرض سے اس مکان میں آئی وَاِذَا بِالنَّارِ قَدِ انْطَفَتْ مِنْ غَفْلَتِھِمْ عَنْھَا آگ ان کی غفلت سے بجھ گئی تھی۔ اس عورت نے لوگوں کو مشغول گریہ و زاری پایا تو خود اسے پھونکنے لگی اور اس میں دیر تک مشغول رہی، یہاں تک کہ اس کے ہاتھ [illegible] گئے اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ غرض جب آگ روشن ہوئی تو بقدر حاجت لے کر اپنے گھر چلی گئی اور دوپہر کو وہ عورت تھوڑی دیر سو جاتی تھی۔ دوپہر ہوئی تو اس کی آنکھ لگ گئی۔ ناگاہ خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت قائم ہوئی ہے اور فرشتے دوزخ کی زنجیر اس کے گلے میں ڈالے جہنم کی طرف کھینچے لئے جا رہے ہیں اور وہ فرشتے کہتے

ہیں اے گناہگار عورت خداوند قہار تجھ پر غضبناک ہوا ہے اور حکم کیا ہے کہ تجھے قعرِ جہنم میں ڈال دیں وَھِیَ تَسْتَغِیْثُ فَلَا یُغَاثُ وَتَسْتَجِیْرُ فَلَا تُجَارُ وہ عورت فریاد کرتی تھی کہ کوئی اس کی فریاد کو نہ پہنچتا تھا اور وہ امن مانگتی تھی کوئی اسے امان نہ دیتا تھا۔ حتیٰ کہ اسی حال میں کنارہ جہنم پر پہنچی اور فرشتے چاہتے تھے کہ اسے جہنم میں ڈال دیں وَ اِذَا بِرَجُلٍ قَدْ اَقْبَلَ بِصَبِیْحٍ خُلُوْقُهَا کہ ناگاہ ایک شخص تشریف لائے اور فرشتوں کو پکارا کہ اسے چھوڑ دو ہرگز جہنم میں نہ ڈالنا۔

سبحان اللہ خیال کیجئے اس غلام نوازی کا ملائکہ نے عرض کی یَا بْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَا سَبَبُہٗ اے فرزند رسول ہمیں خدا کا حکم ہوا ہے کہ اسے جہنم میں ڈال دیں اور آپ اسے بچاتے ہیں۔ اس کا کیا سبب ہے قَالَ نَعَمْ حضرت نے فرمایا ہاں میں اسے بچاتا ہوں اِنَّھَا دَخَلَتْ عَلٰی قَوْمٍ یَعْمَلُوْنَ عَزَائِیْ وَ قَدْ اَوْقَدَتْ لَھُمْ نَارًا یَعْمَلُوْنَ بِھَا طَعَامًا میں اسے کیونکر نہ بچاؤں کہ ایک گروہ کے پاس گئی کہ وہ میرے حال پر رو رہے تھے اس عورت نے ان کے لئے ایسی مشقت اٹھائی کہ اس کے ہاتھ جل گئے اور آنکھوں سے آنسو نکل آئے پھر اسے جہنم میں داخل ہوتے کیوں دیکھوں ؟

پس **حضرات** کیا مرتبہ ہے تمہارے آقا کا۔ یہ سنتے ہی فرشتے عرض کرنے لگے حُبًّا وَ کَرَامَۃً یَا بْنَ الشَّافِعِ وَ ابْنَ السَّاقِیْ آپ کا حکم سر آنکھوں پر اے فرزند شافع محشر ساقی کوثر کے بیٹے۔ وہ عورت دوڑ کر حضرت کے قدم مبارک پر گری اور بولی میری جان قربان ہو آپ پر آپ ہیں کون ؟ جو اس وقت میری ایسی بے کسی میں آئے اور آپ کی برکت سے مجھے عذاب سے نجات ملی۔ فَقَالَ اَنَا الْحُسَیْنُؑ بْنُ عَلِیٍّ آپ نے فرمایا اے خاتون میں علیؑ ابن ابی طالبؑ کا بیٹا

حسینؑ ہوں جسے اہل کوفہ نے گوسفند کی مانند ذبح کیا۔ جس کے عزاداروں کی خدمت میں تو نے اپنے ہاتھ جلائے، پس وہ روتی ہوئی اٹھی اور مجلس میں داخل ہو کر خواب بیان کیا اور خوب روئی اور اہل مجلس میں واویلا وا مصیبتا کا شور بلند ہوا، پھر اس عورت نے سب کے سامنے اپنے افعال بد سے توبہ کی۔

حضرات تم نے سنا اپنے آقا کا حال۔ خوش حال ان عاشقان حسینؑ کا جو شب و روز اپنے آقا کے لئے گریہ و بکاء میں مشغول رہتے ہیں۔ قربان جائیں امام مظلوم پر کہ ان کو تین دن تک پانی نہ دیا گیا وَھُوَ یَسْتَغِیْثُ فَلَا یُغَاثُ وَیَسْتَجِیْرُ فَلَا یُجَارُ خیال کیجئے کہ وہ فریاد اس عالم اور شافع روز محشر فریاد کرتا تھا اور کوئی اس کی فریاد کو نہ پہنچاتا تھا اور پناہ طلب کرتے تھے اور کوئی پناہ نہ دیتا تھا۔

اِشْتَدَّ الْعَطَشُ بِالْحُسَیْنِ وَ اَصْحَابِہٖ دَعٰی بِاَخِیْہِ الْعَبَّاسِ فَضَمَّ اِلَیْہِ ثَلٰثِیْنَ فَارِسًا وَ عِشْرِیْنَ رَاجِلًا وَبَعَثَ مَعَہٗ وَ عِشْرِیْنَ قِرْبَۃً جب دشمنوں نے حضرت کا محاصرہ کیا اور اصحاب باوفا بھی مارے گئے، پیاس نے غلبہ کیا تو آپ نے جناب عباسؑ کو بلایا اور ان کے ہمراہ تیس سوار اور بیس پیادے اور بیس مشکیں دے کر رات کے وقت فرات پر پانی لینے کے لئے بھیجا۔ جب وہ باوفا قریب پہنچے تو عمرابن حجاج نے پکارا تم کون ہو کہ فرات کی طرف آرہے ہو ؟ ہلال بن نافع کہ اصحاب سید الشہداء میں سے تھے بولے اِبْنُ عَمٍّ لَکَ جِئْتُ لَاَشْرَبَ مِنَ الْمَاءِ میں تیرے چچا کا بیٹا ہوں پانی پینے کے لئے آیا ہوں۔ فَقَالَ اِشْرَبْ ھَنِیْئًا لَکَ عمر بولا یہ پانی تم پی سکتے ہو ہلال بولے ہلاکت ہو تجھ پر تَاْمُرُوْنِیْ اَنْ اَشْرَبَ وَالْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ وَ مَنْ مَعَہٗ یَمُوْتُوْنَ عَطْشَانًا مجھے تو حکم کرتا ہے کہ پانی پیوں اور حسینؑ اور ان کے اہل بیتؑ اور اصحاب پیاس سے مر رہے ہیں۔ ابن حجاج بولا سچ ہے لیکن ہمیں

امیر شام کا یہی حکم ہے حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کو پانی کا ایک قطرہ نہ ملے۔ ہلال نے آواز دی فرات میں داخل ہو اور مشکیں بھر لو۔ ابن حجاج نے اپنے ساتھیوں کو پکارا، جنگ ہونے لگی، اصحاب باوفا میں سے کچھ لڑتے تھے اور کچھ پانی بھرتے تھے یہاں تک کہ پانی بھر لیا اصحاب میں سے کوئی شہید نہ ہوا اور جناب عباسؑ کے ہاتھوں بہت سے منافقین مارے گئے۔

جناب عباسؑ نے پانی لا کر حضرت کی خدمت میں پیش کیا **وَلِذٰلِکَ سُمِّیَ الْعَبَّاسَ السَّقَاءِ** اس لحاظ سے حضرت عباسؑ کو سقائے اہل بیتؑ کہتے ہیں لیکن اچانک اس مشک کا منہ کھلا اور پانی نکل کی زمین پر بہہ گیا۔ بچے دیکھتے رہ گئے جب بچوں نے رونا شروع کیا تو حضرت نے جناب عباسؑ کو بلایا اور فرمایا اے بھائی عباسؑ اصحاب کو جمع کرو اور کنواں کھودو کہ بچے پیاس سے مرنے والے ہیں۔ حضرت عباسؑ اٹھے اور کنواں کھودنے لگے **قَالَ فَعِنْدَ ذٰلِکَ اِجْتَمَعَتِ الْاَطْفَالُ عَلٰی تِلْکَ الْبِئْرِ وَ بِیَدِکُلٍّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ رَکْوَةٌ قَالُوْا یَا عَمَّاهُ الْعَطَشُ** راوی کہتا ہے کہ یہ حال سن کر کچھ بچے کوزے ہاتھ میں لیئے العطش العطش کہتے ہوئے اس کنواں پر آئے اور جھک جھک کر دیکھتے اور کہتے تھے اے چچا جان ہم پیاسے ہیں پانی دیجئے **فَاِذَا جَاءَ الْقَوْمُ فَظَلَمُوْهَا فَهَرَبَتِ الْاَطْفَالُ الْخِیَامُ**۔

جب یہ خبر لشکر مخالف کو معلوم ہوئی کہ اب کنواں کھدوایا جا چکا ہے اور سیراب ہونا چاہتے ہیں یہ سن کر وہ لعین آئے، وہ بچے خیموں کی طرف روتے ہوئے بھاگے وہ ظالم اس کنویں کو بند کر کے اپنے لشکر کے ساتھ واپس لوٹ گئے **ثُمَّ حَفَرَ بِئْرًا فَظَلَمُوْهَا حَتّٰی اَرْبَعًا** جناب عباسؑ نے پھر کنواں کھودا تو بچے خوف کے مارے نہ آئے لیکن درِ خیمہ سے العطش العطش کی آواز بلند کرتے رہے۔ وہ

کنواں بھی ان ظالموں نے بند کر دیا۔ یہاں تک کہ جناب عباسؑ نے چار کنویں پے در پے کھودے اور ان ظالموں پر محنت تمام کی جب پانچوں کنواں کھودا **فَاِذَا بَلَغَ الْمَاءُ جَائَتْ سَکِیْنَةُ وَمَعَهَا الرَّکْوَةُ** پس جب پانی نکلا تو سکینہ ایک کوزہ لئے بے تاب ہو کر کنویں پر آئی **فَقَالَتْ یَا عَمَّاهُ اِسْقِنِیْ شَرْبَةً مِّنَ الْمَاءِ فَقَدْ نَشِفَتْ کَبِدِیْ مِنْ شِدَّةِ الظَّمَاءِ** کہنے لگی اے چچا جان مجھے ایک جام پانی سے بھر دیجئے کہ پیاس سے میرا دل جل گیا ہے **فَبَکَی الْعَبَّاسُ بُکَاءً شَدِیْدًا وَمَلَاءَ الرَّکْوَةَ** یہ سن کر حضرت عباسؑ بہت روئے اور وہ کوزہ پانی سے بھر دیا **فَلَمَّا هَمَّتْ اَنْ تَشْرَبَهُ جَاءَ الْقَوْمُ صَفَرَتْ وَهِیَ تَبْکِیْ** جونہی سکینہ نے چاہا کہ پانی پیئے ناگاہ وہ لعین تلوار اور نیزہ لئے آپہنچے۔ پس سکینہؑ کے ہاتھ کانپنے لگے اور پانی نہ پیا گیا۔ کوزہ لئے خیمہ کی طرف بھاگی۔ **فَزَلَّ رِجْلُهَا فِی الطِّنَابِ فَانْکَبَّتْ وَقَالَتْ یَا عَمَّتَاهُ تَرٰی هٰذَا الْحَالَ** سکینہؑ طناب خیمہ سے الجھ کر منہ کے بل گری اور مایوس ہو کر روئی اور حضرت زینبؑ سے بولی اے پھوپھی دیکھا آپ نے کہ پانی ہمارے ہاتھ میں آکر جاتا رہا ان ظالموں نے وہ کنواں بھی بند کر دیا **فَعِنْدَ ذٰلِکَ اغْتَمَّ الْحُسَیْنُ غَمًّا شَدِیْدًا** اس وقت جناب امام حسینؑ پر نہایت غم و الم طاری ہوا جس وقت جناب عباسؑ نے دیکھا کہ امام حسینؑ کے بچوں پر پیاس کا غلبہ ہے تو خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی مولا اب مجھ سے بچوں کی پیاس دیکھی نہیں جاتی۔ اس غلام کو بھی رخصت عطا فرما دیں اور اذنِ جہاد دیں تاکہ میں ان بچوں کے لئے تھوڑا پانی لاؤں حضرت نے مجبور ہو کر اذن جہاد دیا۔ حضرت عباسؑ نے گھوڑا پر سوار ہو کر ایک سوکھی مشک ہمراہ لے کر نہر فرات کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے کافروں پر حملہ کر کے ان کو تتر بتر کر دیا اور فرات پر آئے۔ مشک کو پانی سے بھر لیا، جناب عباسؑ کئی دنوں سے پیاسے تھے، نہر فرات سے پانی چلو میں لے کر چاہا کہ پیئں، مگر امام

حسینؑ اور ان کے بچوں کی پیاس یاد آئی پانی ہاتھ سے پھینک دیا' اپنے دل سے کہا اے عباسؑ تو پانی پیئے اور تیرا سردار پیاسا رہے۔ آپ نے مشک بائیں کاندھے پر رکھ کر بغیر پانی پیئے خیمہ کا رستہ لیا۔ آہ جونہی گھاٹ سے باہر تشریف لائے تو اشقیاء نے چاروں طرف سے آکر گھیر لیا اور ہر طرف تیر اور نیزے چلنے لگے۔ تیروں کی بارش ہوئی' آپ کے دونوں بازو کٹ گئے' آپ نے مشک کو دانتوں سے پکڑا۔ جناب عباسؑ کو بازوؤں کے کٹنے کی فکر نہ تھی بلکہ ان کی خواہش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طریقے سے یہ پانی ان کے بچوں تک پہنچ جائے۔ ناگاہ ایک ظالم نے ایک تیر مارا جو مشک پر آکر لگا اور پانی بہہ گیا۔ اس وقت جناب عباسؑ کی ہمت ٹوٹ گئی اور آپ رُک کر مارے غم کے کھڑے ہو گئے **فَحَمَلَ عَلَیْهِ رَجُلٌ وَضَرَبَهٗ بِعَمُوْدٍ حَدِیْدٍ** ایک ظالم نے جناب عباسؑ پر حملہ کیا اور ان کے سر پر ایک گرز آہنی ایسا مارا کہ آپ کا سر شق ہو گیا' آپ زمین سے پشت زمین پر آئے اور آواز دی **یَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ عَلَیْکَ مِنِّی السَّلَامُ** اے آقائے نامدار اس غلام کا آخری سلام قبول ہو' میں نے اپنی جان آپ کے قدموں میں نثار کر دی ہے۔ جلد خبر لیجئے **فَلَمَّا رَاَی الْحُسَیْنُ اَخَاهُ قَدْ صُرِعَ بَکٰی بُکَاءً شَدِیْدًا** جب جناب امام حسینؑ نے اپنے بھائی کو زمین پر پڑے دیکھا تو بہت شدت سے روئے اور کہا **وَا اَخَاهُ وَا عَبَّاسَاهُ وَا مُهْجَتَهُ قَلْبَاهُ** ہائے بھائی' ہائے اے عباسؑ' ہائے اے میرے دل کا ٹکڑا عباسؑ۔ **یَعِزُّ اللّٰهُ عَلٰی فِرَاقِکَ** مجھ پر تیری جدائی دشوار ہے۔ اس کے بعد حضرت امام حسینؑ نے لشکر یزید پر حملہ کیا اور سب کو ہٹا دیا۔ اپنے آپ کو لاش عباسؑ تک پہنچایا لیکن عباسؑ مر چکے تھے۔ **فَحَمَلَهٗ عَلٰی ظَهْرِ جَوَادِهٖ وَاَقْبَلَ اِلَی الْخَیْمَةِ** لاش عباسؑ کو اپنے گھوڑا پر اٹھایا اور خیمہ اہل حرم میں لا کر لٹا دیا۔ **ثُمَّ بَکٰی بُکَاءً شَدِیْدًا حَتّٰی غُشِیَ عَلَیْهِ** اور اس شدت سے روئے کہ حضرت پر غش طاری ہوا

اور آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا تو زار و زار روتے تھے اور یہ اشعار پڑھتے تھے۔ اور حضرت کی آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری تھے۔

وَاللّٰهِ مَالِیْ اَنِیْسٌ بَعْدَ فُرْقَتِکُمْ
اِلَّا الْبُکَاءُ وَقَرْعُ السِّنِّ مِنْ نَدَمٍ

ہائے علی اصغرؑ' ہائے نوجوان اکبرؑ تمہارے بعد ہمارا کون مونس و غمخوار ہے سوائے نوحہ و بکاء کے اے بھائی عباسؑ تمہارے مرنے سے حسینؑ کی کمر ٹوٹ گئی ۔

لَا ذَکَّرَتْ الَّذِیْ مَا اَبْدَی الزَّمَانُ لَکُمْ
اِلَّا جَرَتْ اَوْ مَعِیْ مَمْزُوْجَةً بِدَمِیْ

اے پارہائے جگر تمہارے جیسی کیسی کیسی پیاری صورتیں زمانہ نے خاک میں ملا دیں۔ واللہ جب تیر و سنان کھا کر تمہارا مرنا یاد آتا ہے تو بے اختیار خون کے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ میرے پیارو تم مر گئے اور مجھے اکیلا چھوڑ گئے' اگر تم جیتے ہوتے تو میں ایسا بے کس نہ ہوتا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۴۰

امام حسین علیہ السلام کی مظلومیت پر رونے کا ثواب اور شہادت علی اکبرؑ۔

☆

قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُلُّ الْجَزَعِ وَالْبُكَاءِ مَكْرُوْهٌ سِوَى الْجَزَعِ وَالْبُكَاءِ عَلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ حضرت صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں ہر مصیبت میں چلا کر رونا اور بے قراری کرنا مکروہ ہے مگر سید الشہداء پر نوحہ و بکاء کرنا اور ماتم کرنا' اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور مظلوم کربلا کے غم میں رونا' گناہان کبیرہ کے کفارہ کا باعث بنتا ہے **صاحب روضتہ الشہداء** نے ذکر کیا ہے کہ ایک اعرابی رسول خدا کی خدمت میں ہرنی کا بچہ لے کر حاضر ہوا اور عرض کی یا حضرت یہ میں نے شکار کیا ہے اور حسینؑ کے لئے ہدیہ کے طور پر لایا ہوں۔ حضرت نے وہ لے لیا اور اس کے لئے دعائے خیر کی **فَاِذَا الْحَسَنُ وَاقِفٌ عِنْدَ جَدِّهٖ فَرَغِبَ اِلَيْهَا فَاَعْطَاهُ النَّبِيُّ اِيَّاهَا** پس جناب امام حسینؑ اس وقت موجود تھے انہوں نے خواہش ظاہر کی رسول خدا نے وہ امام حسینؑ کو دے دیا۔ تھوڑی دیر بعد امام حسینؑ نے آکر ہرنی کا بچہ امام حسینؑ کے پاس دیکھا تو بولے **مَنْ اَعْطَاكَ اِيَّاهَا** اے بھائی یہ بچہ آہو تمہیں کس نے دیا ؟ **فَقَالَ اَعْطَانِيْ جَدِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ** وہ بولے ہمیں یہ بچہ ہمارے نانا نے دیا ہے۔ جناب حسینؑ یہ سن کر رسول خدا کی خدمت میں آئے اور عرض کی **يَا جَدَّاهُ اَعْطَيْتَ اَخِيْ خَشْفَةً يَلْعَبُ بِهَا وَلَمْ يُعْطِنِيْ مِثْلَهٗ** کیوں نانا بھائی حسنؑ کو تو ہرنی کا بچہ دیا کہ وہ کھیل رہے ہیں

اور مجھے نہ دیا وَجَعَلَ یُکَرِّرُ ھٰذَا الْقَوْلَ عَلٰی جَدِّہٖ اور بار بار یہی کہتے تھے کہ واہ نانا آپ نے بھائی کو بچہ آہو دیا اور مجھے نہ دیا اور حضرت خاموش تھے کہ حسینؑ کو کیا جواب دوں لیکن کلماتِ تسلّی و تشفّی فرماتے تھے حَتّٰی ھَمَّ اَنْ یَّبْکِیَ یہاں تک کہ حضرت امام حسینؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور رونے کا ارادہ کیا حضرت رسالتمآبؐ سخت پریشان تھے کہ کیا کریں دفعتہً دروازہ مسجد سے شور و غل بلند ہوا کہ لوگ دیکھنے لگے فَاِذَا ظَبْیَۃٌ وَمَعَھَا خِشْفُھَا کہ ایک ہرنی اپنا بچہ لئے چلی آتی ہے وَمِنْ خَلْفِھَا ذِئْبٌ یَسُوْقُھَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اس کے پیچھے ایک بھیڑیا ہے کہ اسے رسول خدا کی خدمت میں ہنکائے لا رہا ہے وہ جناب رسول خدا کی خدمت میں پہنچی تو زبان فصیح سے عرض کرنے لگی اے رسول خدا میرے دو بچے تھے ایک شکاری پکڑ لایا اور یہ میرے پاس باقی تھا میں اسی سے خوش تھی کہ میں نے آواز ہاتف کو سنا اِسْرَعِیْ غَزَالَۃُ بِخِشْفِکِ اِلَی النَّبِیِّ اے ہرنی جلد رسول خدا کی خدمت میں بچے کو لے کر پہنچ لِاَنَّ الْحُسَیْنَ وَاقِفٌ عِنْدَ جَدِّہٖ وَقَدْ ھَمَّ اَنْ یَّبْکِیَ اس لئے کہ حسینؑ ہمارے حبیب کا چہیتا نواسہ ہے اور ہرنی کے بچہ کے لئے آنکھوں میں آنسو بھرے نانا کے پاس کھڑا ہے اور چاہتا ہے کہ روئے وَالْمَلَائِکَۃُ بِاَجْمَعِھَا قَدْ رَفَعُوْا رُؤُسَھُمْ عَنْ صَوَامِعِ الْعِبَادَۃِ اور تمام ملائکہ نے عبادت موقوف کی اور عبادت خانوں سے سر باہر نکالے ہوئے ہیں فَلَوْ بَکَی الْحُسَیْنُ لَبَکَتْ لِبُکَائِہٖ پس اگر حسینؑ روئے گا تو ملائکہ حسینؑ کے رونے سے رونے لگیں گے وَسَمِعْتُ قَائِلًا یَقُوْلُ یا رسولؐ خدا میں بار دیگر ہاتف سے یہ کہتے ہوئے سنا اِسْرَعِیْ یَا غَزَالَۃُ قَبْلَ جَرَیَانِ دُمُوْعِ الْحُسَیْنِ عَلٰی خَدِّہٖ اے ہرنی حسینؑ کے آنسو رخساروں پر گرنے سے پہلے پہنچ پس اگر تو جلد نہ پہنچے گی سَلَّطْتُ عَلَیْکِ ھٰذَا الذِّئْبَ یَاْکُلُکِ مَعَ خِشْفِکِ تو ہم نے اس بھیڑئے کو مسلط کیا

کہ تجھے بچہ سمیت کھا جائے گا۔ پس میں حاضر ہوئی وَقَطَعْتُ مَسَافَۃً بَعِیْدَۃً لٰکِنْ طُوِیَتْ اِلَیَّ الْاَرْضُ اور میں نے دور دراز کا سفر طے کیا لیکن حسینؑ خدا کے بہت پیارے ہیں جا بجا میرے لئے زمین سمٹی اور میں ایک آن میں پہنچی۔ وَاَنَا اَحْمَدُ اللّٰہَ رَبِّیْ عَلٰی اَنْ جِئْتُکَ قَبْلَ جَرَیَانِ دُمُوْعِ الْحُسَیْنِ عَلٰی خَدِّہٖ اور میں خدا کا شکر کرتی ہوں کہ میں پہنچی اور حسینؑ رونے نہ پائے پس مسجد میں اصحاب نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آوازیں بلند کیں وَدَعَا النَّبِیُّ لِلْغَزَالَۃِ بِالْخَیْرِ جناب رسول خدا نے اس ہرنی کے لئے دعائے خیر کی اور جناب امام حسینؑ خاصہ رب المشرقین خرم و شاد ہو کر وہ بچہ لیا وَاَتٰی بِہٖ اِلٰی اُمِّہِ الزَّھْرَاءِ فَسُرَّتْ بِذٰلِکَ سُرُوْرًا عَظِیْمًا اور خوشی سے اپنی مادر محترم فخرِ مریمؑ کے پاس لائے بی بی بھی نہایت شاد ہوئیں اور سجدۂ شکر بجا لائیں۔ حضرات افسوس وہ حسینؑ جس کے ذرا سے ملال سے یہ تلاطم ہوا تھا کہ فرشتے عبادت الٰہی چھوڑ کر رونے پر تیار ہو گئے تھے۔ آہ آہ وہ خدا اور رسول کا پیارا روز عاشور کبھی انصار کی لاشوں پر روتا تھا اور کبھی عزیزوں کی لاشوں پر جان چھڑکتا اور کبھی نعش عباسؑ اور کبھی لاش قاسمؑ کو گھوڑوں کے ٹاپوں سے پامال دیکھ کر بے قرار ہوتا کبھی دختران زہراؑ کو سمجھاتے تھے۔ ناگاہ اسی حال میں ان کا پارۂ جگر ہم شکل پیغمبر عازم شہادت ہوا اور ایک تیر جگر امام پر لگا لَقَدْ رُوِیَ اَنَّہٗ لَمَّا قُتِلَ عَبَّاسُ بْنُ عَلِیٍّ تَدَافَعَتِ الرِّجَالُ عَلَی الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ کتاب ارشاد اور مقتل ابو مخنف وغیرہ میں منقول ہے کہ جب حضرت عباسؑ درجہ شہادت پر فائز ہو چکے اس وقت اعدائے دین نے امام حسینؑ کو ہر طرف سے گھیرے میں لے لیا کہ آواز دی کہ ہے کوئی اصحاب حسینؑ سے باقی کہ میدان میں آئے اور ہمارے ساتھ مقابلہ کرے جب صدائے ہل من مبارز کی جناب علی اکبرؑ نے سنی تو بے تاب ہو کر خیمہ سے باہر نکلے۔ راوی کہتا ہے جناب

زینبؑ خاتون، رقیہؑ، ام الکلثومؑ اور سکینہؑ علی اکبرؑ کا دامن پکڑ کر خیمہ سے باہر نکل آئیں ہرچند کہ وہ شہزادہ اپنا دامن بی بیوں سے چھڑاتا تھا لیکن وہ سب بی بیاں چلتی تھیں اور گریہ و بکا کرتی تھیں اور دامن علی اکبرؑ کو نہ چھوڑتی تھیں۔ آخر کار جناب علی اکبرؑ نے بہت مشکل سے اپنا دامن چھڑایا اور والد گرامی حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اذن جہاد طلب کیا فَنَظَرَ اِلَیْہِ الْحُسَیْنُ وَرَفَعَ رَاْسَہٗ اِلَی السَّمَاءِ امام حسین علیہ السلام نے نہایت حسرت بھری نگاہ سے اپنے نور نظر کی صورت کو دیکھا اور رونے لگے اور سر اقدس آسمان کی طرف بلند کیا وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ عَلٰی ھٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ فَاِنَّھُمْ قَتَلُوْا اَصْحَابِیْ وَ اَوْلَادِیْ وَقَدْ بَرَزَ اِلَیْھِمْ غُلَامٌ اَشْبَہُ النَّاسِ خَلْقًا وَ خُلُقًا وَمَنْطِقًا بِرَسُوْلِکَ بارگاہ الٰہی میں عرض کی اے میرے پروردگار عالم تجھے گواہ کرتا ہوں اس کا کہ اس ظالم ترین قوم نے میرے عزیزوں اور ساتھیوں کو بغیر کسی قصور و جرم کے قتل کیا ہے اب میرا نور نظر، پارۂ جگر مرنے جا رہا ہے کہ جو تیرے نبیؐ سے صورت، سیرت، گفتار و رفتار میں مشابہ ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا اِذَا اشْتَقْنَا اِلٰی نَبِیِّکَ نَظَرْنَا اِلٰی وَجْھِہٖ فَامْنَعْھُمْ بَرَکَاتِ الْاَرْضِ وَ فَرِّقْھُمْ تَفْرِیْقًا فَاِنَّھُمْ دَعَوْنَا لِیَنْصُرُوْنَا ثُمَّ یُقَاتِلُوْنَنَا اے خلاق عالم جب تیرے رسول اکرمؐ کی زیارت کا مشتاق ہوتا تھا تو علی اکبرؑ کی صورت کو دیکھ لیتا تھا۔ افسوس صد افسوس کہ اب ہم تیرے نبیؐ کی زیارت سے محروم ہوئے اے خداوند قہار تجھ سے دعا کرتا ہوں میری بے کسی پر نظر کر کے اس قوم بدکردار کو اپنی رحمت سے دور رکھ اور ان اشقیاء پر اپنی برکات نازل نہ کر اور ان کی جمعیت کو متفرق اور پریشان کر کہ اس اُمّت جفا کار نے مجھے دھوکہ دے کر بلایا ہے اور میرے تمام اصحاب و اقرباء کو ناحق قتل کیا اس کے بعد امام حسینؑ نے آواز دی کہ ابن سعد خداوند قہار تیرے بھی عزیز و اقرباء کو قتل کرے جیسے کہ

تو نے میرے اقرباء کو قتل کیا اور مجھ سے انہیں جدا کیا اور اس ظلم و ستم کے بدلے تجھ پر غضب نازل کرے تیرے کسی کام میں برکت نہ دے اور تجھ پر ایسے شخص کو مسلّط کرے جو تجھے تیرے بستر پر ذبح کرے۔

قَالَ السَّیِّدُ بْنُ طَاؤُسٍ رَحِمَہُ اللّٰہُ ثُمَّ اَذِنَ عَلَیًّا ابْنَہٗ لِلْجِھَادِ وَ نَظَرَ اِلَیْہِ نَظَرَ اٰیِسٍ مِّنْہُ وَاَرْخٰی عَیْنَیْہِ وَبَکٰی وَ قَالَ لَہٗ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ جب علی اکبرؑ کو میدان جہاد میں جانے پر مُصر پایا۔ اس وقت حضرت نے سر سے پاؤں تک اپنے بیٹے کو دیکھا اور بہت روئے فرمایا اے نور نظر جاؤ ہم نے تمہیں خدا کے سپرد کیا، خداوند کریم تمہارے ارادہ میں برکت عطا کرے۔ فَبَرَزَ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ اِلَی الْمَیْدَانِ وَ ھُوَ ابْنُ ثَمَانِیْ عَشَرَۃَ سَنَۃً یُخَجِّلُ الشَّمْسَ نُوْرَہٗ وَضِیَاءَہٗ وَھُوَ یَرْتَجِزُ پس جب وہ شہزادہ شبیہ پیغمبر اذن جہاد اپنے والد گرامی سے حاصل کر چکا تو مسلح ہو کر اپنے عقاب گھوڑے پر سوار ہوا اور لشکر کفار کے سامنے آیا۔ اس وقت وہ شہزادہ اٹھارہ برس کا تھا اور چہرۂ انور ایسا روشن و تاباں تھا کہ نُور آفتاب کو اس نور سے کچھ نسبت نہ تھی اور قوم کُفّار کے روبرو اس امام زادہ نے یہ رجز پڑھے۔

اَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ
نَحْنُ وَبَیْتُ اللّٰہِ اَوْلٰی بِالنَّبِیِّ

میں علی اکبرؑ حسینؑ بن علیؑ کا لخت جگر ہوں قسم بخدا اے خانہ کعبہ ہم ہی اہل بیتؑ رسول ہیں کہ جن کی محبت و مودت خدا نے امت رسول پر واجب کی ہے اور پیغمبر اسلامؐ نے ہم سے زیادہ اور کوئی عزیز و قریب تر نہیں ہے اور خدا کی قسم ہم ہرگز کسی ولد الزنا کے محکوم و تابع نہ ہوں گے۔ ہمارے نزدیک عزت کی

موت ذِلّت کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

اے ظالمو ! تم اپنی اس کثرت و جمعیت پر مغرور نہ ہونا اور مجھے اپنے زعم باطل میں کمسن جان کر حقیر نہ سمجھنا اور ابھی میری جرات و شجاعت کا حال تم پر کھل جائے گا اللہ تعالٰی پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کمسنی میں اس قدر نیزے ماروں گا کہ میرا نیزہ تمہارے سینوں کو توڑ کر جسم میں پیوست ہو جائے گا۔

أَضْرِبُكُمْ بِالسَّيْفِ أَحْمِيْ عَنْ أَبِيْ
ضَرْبَ غُلَامٍ هَاشِمِيٍّ عَرَبِيْ

اے ظالمو ! میں اپنے والد گرامی کی نصرت و حمایت میں اس جرات سے تلواریں ماروں گا کہ تا قیامت یہ جنگ یاد رہے گی کہ کس ہاشمی علوی نوجوان نے پیاس اور کم عمری کے باوجود کسی معرکہ میں لاکھوں کفار سے نبرد آزما ہوا تھا **مقتل ابن مخنف** میں منقول ہے کہ رجز خوانی کے بعد علی اکبرؑ نے کئی مرتبہ کافروں کو جنگ کے لئے پکارا لیکن اس شیر دل کے سامنے کسی کو آنے کی جرات نہ ہوئی۔ بالآخر جناب علی اکبرؑ نے تلوار پکڑ کر اپنے بزدل دشمنوں پر حملہ کیا۔ مقتل ابو مخنف کی روایت کے مطابق جناب علی اکبرؑ نے تین سو سواروں کو فی النار والسقر کیا۔ جب فرزند حسینؑ کی ہیبت سے لشکر یزید پیچھے ہٹا اور فرار ہونے پر مجبور ہوا تو جناب علی اکبرؑ والد گرامی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ پیاس کے غلبہ اور پے در پے حملوں کی وجہ سے نڈھال ہو چکے تھے **قَالَ يَا أَبَتَاهُ الْعَطَشُ قَدْ قَتَلَنِيْ وَثِقْلُ الْحَدِيْدِ أَجْهَدَنِيْ فَهَلْ إِلَى شَرْبَةٍ مِنَ الْمَاءِ سَبِيْلٌ** عرض کی اے پدر بزرگوار شدت پیاس سے میرا جگر جل رہا ہے اور سامان جنگ کی سنگینی نے ضعف و ناتوانی کی وجہ سے مجھے مشکل میں ڈال دیا ہے اور ان ہتھیاروں

کا بوجھ گراں اس حالت میں مجھ سے اٹھایا نہیں جاتا۔ ممکن ہو تو تھوڑا سا پانی مجھے عنایت ہو کہ اس سے قدرے میری تسکین ہو اور اس کے بعد کفار کو اسفل السافلین تک پہنچاؤں **فَلَمَّا سَمِعَ الْحُسَيْنُ ذٰلِكَ وَقَالَ لَهٗ يَا وَلَدِيْ يَا قُرَّةَ عَيْنِيْ مِنْ أَيْنَ آتِيْ بِالْمَاءِ وَاللّٰهِ يَعِزُّ عَلَيَّ أَنْ تَدْعُوْنِيْ فَلَا أُجِيْبُكَ** راوی کہتا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام نے اس ماہِ جبیں، ہم شکل سیّدُ المرسلین کا شدت پیاس کی وجہ سے تڑپنا ملاحظہ کیا تو نہایت حسرت و یاس کے ساتھ فرمایا اے نور نظر، اے پارۂ جگر میرے لئے یہ امر بہت دشوار ہے کہ تو اس حالت میں مجھ سے پانی مانگے اور میں نہ دے سکوں **فَهَاتِ لِسَانَكَ فِيْ فَمِيْ فَأَخَذَ لِسَانَهٗ فِيْ فِيْهِ وَمَصَّهٗ فَأَخْرَجَ عَلِيٌّ لِسَانَهٗ وَبَكٰى قَالَ يَا أَبَتَاهُ لِسَانُكَ أَيْبَسُ مِنْ لِسَانِيْ** امام حسینؑ نے فرمایا اے علی اکبرؑ اپنی خشک زبان میرے منہ میں دے کہ شاید تیری پیاس کو کچھ تسکین ہو حسبُ الارشاد علی اکبرؑ نے اپنی زبان دہن مبارک امامؑ میں دی حضرت اسے اپنے منہ میں لیا۔ علی اکبرؑ نے فوراً اپنی زبان باہر نکالی اور بہت روئے عرض کی اے پدر عالی قدر میری جان آپ پر قربان ہو آپ کی زبان تو میری زبان سے بھی زیادہ خشک ہے۔ اس کے بعد امام حسینؑ نے اپنے فرزند کو رسول خدا کی انگشتری دی اور کہا اے نور نظر یہ انگشتری اپنے منہ میں رکھ اور اس قوم شریر پر دوبارہ حملہ کر مجھے یقین ہے اب تم ہم سے زندہ نہ ملو گے آج کی رات تم رسولؐ خدا کی خدمت میں ہو گے اور اپنے جد امجد کے ہاتھ سے ایسا ٹھنڈا اور میٹھا پانی پیو گے کہ تمہیں کبھی پیاس نہ لگے گی حسبُ الارشاد علی اکبرؑ انگشتری رسول خدا اپنے دہن اطہر میں رکھ کر اس ناری فوج پر حملہ آور ہوئے اور ایسی جرأت سے جنگ کی کہ کُشتوں کے پُشتے لگا دیئے۔ اسی اثناء میں مرہ بن منقذ بن نعمان نے حضرت علی اکبرؑ کے سر اقدس پر ایسی تلوار ماری کہ آپ گھوڑے سے غش کھا کر زمیں

گر پڑے اور جب افاقہ ہوا سنبھل کر بیٹھ گئے وَنَادٰی یَا اَبَتَاہُ هٰذَا جَدِّیْ مُحَمَّدُنِ الْمُصْطَفٰی ——— وَهٰذَا جَدِّیْ عَلِیُّ نِ الْمُرْتَضٰی وَهٰذَا عَمِّیْ حَسَنِ الْمُجْتَبٰی وَهٰذَا جَدَّتِیْ فَاطِمَۃُ الزَّهْرَاءِ وَهُمْ مُشْتَاقُوْنَ اِلَیْکَ راوی کہتا ہے جب علی اکبرؑ جاں بلب ہوئے تو اس وقت امام حسینؑ کو آواز دی اے پدر بزرگوار جلد تشریف لائیے کہ میرا آخری وقت ہے۔

فَمَاتَ فَلَاقَاهُ مُرَمَّلاً
طَرِیْحًا عَلَی الرَّمْضَاءِ لَایَتَکَلَّمُ
فَقَالَ عَلٰی دُنْیَاکُمْ بَعْدَهُ الْعَفَا
وَوَیْلٌ لَکُمْ یَا قَوْمِ بِمَا فَعَلْتُمْ

احادیثِ معتبرہ میں وارد ہوا ہے کہ جب امام حسینؑ نے اپنے بیٹے کی آواز سُنی تو گرتے پڑتے اور سنبھلتے پریشان حالت میں لاشِ پسر پر پہنچے تو وہ شہزادہ آنکھیں بند کر چکا تھا۔ امام نے ہرچند اپنے بیٹے کو آوازیں دیں، مگر علی اکبرؑ نے جواب نہ دیا یہ عظیم مصیبت دیکھ کر امام مظلوم اپنے بیٹے کے سرہانے زمین پر بیٹھ گئے اور اس کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا اور فرمانے لگے۔ اے فرزندِ دلبند جب تجھ سا بیٹا ہمارے سامنے اس بے کسی سے شہید ہو جائے تو ہماری زندگی میں کیا لطف باقی رہے۔ اے نورِ نظر اب تمہارے بعد اس دنیا اور زندگانی دنیا پر خاک ہے یَابُنَیَّ قَدِ اسْتَرَحْتَ مِنْ کَرْبِ الدُّنْیَا وَهَمِّهَا وَ تَرَکْتَ اَبَاکَ وَحِیْدًا فَرِیْدًا بَیْنَ الْاَعْدَاءِ اے فرزند تم نے دنیا کے رنج و الم سے راحت پائی لیکن افسوس ہے کہ تم اپنے بے کس باپ کو تن تنہا نرغہ اعداء میں چھوڑ گئے قَتَلَ اللّٰهُ قَوْمًا قَتَلُوْکَ اے علی اکبرؑ خدا ہلاک کرے اس قوم کو جس نے تجھ جیسے جوان کو قتل کیا انہوں نے ذرا

بھر خوفِ خدا اور حُرمتِ محمد مصطفیٰؐ کا پاس نہ کیا قَالَ حُمَیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ بَیْنَنَا کَذٰلِکَ اِذْ رَاَیْتُ کَرِیْمَۃً خَرَجَتْ مِنَ الْخِبَاءِ بَاکِیَۃً حَزِیْنَۃً وَهِیَ الشَّمْسُ الطَّالِعَۃُ فِیْ کَبِدِ السَّمَاءِ وَتُنَادِیْ بِرَفِیْعِ صَوْتِهَا وَاقُرَّةَ عَیْنَاہُ وَاوَلَدَاہُ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ امام حسینؑ کے گریہ و بکاء سے تمام لشکر کا دل شق ہوتا تھا۔ ناگاہ ہم نے دیکھا کہ ایک خاتون معظّمہ خیمہ سے سروپا برہنہ باہر نکلی اور گرتی پڑتی ہائے علی اکبرؑ ہائے پارۂ جگر کہتی ہوئی لاش اکبرؑ پر پہنچی وَانْکَبَّتْ عَلَیْهِ وَتَبْکِیْ عَلَیْهِ وَتَنُوْحُ بِحُرْقَتِهٖ وَ نَحِیْبٍ وَتَدْمَعُ بِدَمْعٍ سَکِیْبٍ فَقَالَ لَهَا الْحُسَیْنُ یَا اُخْتَاہُ اِرْجِعِیْ اِلَی الْخِبَاءِ وَاشْکُرِیْ اِلٰہَ السَّمَاءِ وَاصْبِرِیْ فِی السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ پس علی اکبرؑ کی صورت دیکھتے ہی وہ خاتون مکرمہ لاش علی اکبرؑ سے لپٹ گئی اور اس قدر روئی اور پیٹی کہ زمین کربلا میں زلزلہ آگیا، یہاں تک کہ وہ بی بی غش کر گئی۔ جب امام حسینؑ نے اس مخدومہ کونین کی حالت متغیر پائی اس وقت رو کر فرمایا اے بہن اب رضائے خدا پر راضی رہو ان مصائب پر شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ صابرین کو دوست رکھتا ہے اور خیمہ میں واپس چلی جاؤ۔ غرض حضرت نے نہایت مشکل سے اس بی بی کو لاش علی اکبرؑ سے جدا کیا اور خیمہ میں پہنچایا قَالَ حُمَیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ فَسَاَلْتُ عَنْهَا فَقِیْلَ هِیَ زَیْنَبُ بِنْتُ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ حمید کہتا ہے کہ اس وقت میں نے اپنے لشکر کے لوگوں سے پوچھا کہ یہ خاتون مکرمہ کون تھیں، اہل لشکر نے مجھے جواب دیا کہ یہ زینبؑ بنت امیرالمومنینؑ ہیں چونکہ یہ بی بی علی اکبرؑ سے نہایت الفت و محبت رکھتی تھیں اس لئے اس نے اپنے پردہ کا بھی کچھ خیال نہ کیا، مضطرب ہو کر خیمہ سے نکل آئی تھی فِیْ بِحَارِ الْاَنْوَارِ اَنَّہٗ اِذَا خَرَجَ صَبِیٌّ خَلْفَ النِّسَاءِ وَ فِیْ اُذُنَیْهِ دُرَّتَانِ وَهُوَ مَذْعُوْرٌ فَجَعَلَ یَنْظُرُ یَمِیْنًا وَشِمَالًا وَالْقُرْطَانِ یَتَذَبْذَبَانِ کتاب بحار الانوار میں منقول ہے کہ جب علی اکبرؑ شہید ہوئے اور سب بی بیاں اس مصیبت

عظمٰی پر سروپا برہنہ خیمہ سے باہر نکلیں اس وقت ان بی بیوں کے پیچھے پیچھے بہت کم سن ایک شہزادہ خیمہ سے باہر نکلا۔ معرکۂ قتال کو دیکھ کر اس قدر ڈرا اور سہما ہوا تھا کہ اس کا تمام بدن کانپ رہا تھا اور ہر طرف کے خوف سے خائف تھا۔ جب ھانی بن بعیث ملعون کی نظر اس بچے پر پڑی اس شقی نے اہل لشکر سے کہا. کہ اس بچے کو میں ابھی قتل کرتا ہوں سب نے اس ملعون کو جتنا ہی منع کیا وہ باز نہ آیا۔ بعض نے تو منت سماجت بھی کی کہ اس معصوم کو قتل نہ کر لیکن اس نے کسی کا کہنا نہ سنا اور لشکر عمر بن سعد سے باہر نکل کر اس شہزادہ کے قریب آکر اس معصوم کی پشت پر ایک تلوار ماری کہ وہ بے گناہ بچہ زمین پر گر پڑا اور اسی وقت راہی جنت ہوا **فَبَكَى الْحُسَيْنُ وَالنِّسَاءُ صَارَتْ شَهْرَ بَانُوِيَّةَ تَنْظُرُ إِلَيْهِ وَلَا يَتَكَلَّمُ كَالْمَدْهُوشَتِهِ** جب امام حسینؑ اور سب پردہ داروں نے اس ملعون کا یہ ظلم و ستم دیکھا تو سب رونے لگے، مگر جناب شہربانو اس صدمہ کو دیکھتے ہی ساکت و صامت تصویر کی مانند حیران کھڑی رہ گئیں. اور کچھ دیر تک نہ بولیں اور نہ روئیں۔ غرضیکہ سیّد الصابرین امام الشاکرین نے ان مصائب کو باعث رضائے الٰہی سمجھ کر صبر کیا اور سب پردہ داروں کو صبر و شکر بجا لانے کا حکم فرمایا اور ان بے کسوں کو سمجھا کر خیمہ میں پہنچایا۔ اس کے بعد آپ خود میدانِ شہادت کی طرف روانہ ہوئے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۴۱

امام حسینؑ کا رسولؐ خدا کی زبان چوسنا، نواسے کی خوشنودی کے لئے پیغمبر اکرمؐ کا اونٹ بننا، مظلوم کربلا کا حضرت علی اکبرؑ کی لاش پر آنا

☆

اَلْقَلْبُ بِسِبْطِ مُصْطَفٰی مَقْرُوْحٌ
وَالْعَیْنُ لِشِدَّةِ الْبُکَاءِ مَجْرُوْحٌ
قَدْ صَارَ شَہِیْدًا بِدِیَارِ الْغُرْبَتِہٖ
یَا قَوْمُ عَلَی الْغَرِیْبِ نُوْحُوْا نُوْحُوْا

کتب معتبرہ میں بعض اصحاب رسول سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ یَمُصُّ لُعَابَ الْحُسَیْنِ کَمَا یَمُصُّ الرَّجُلُ السُّکَّرَ میں نے رسولؐ خدا کو دیکھا کہ آپ امام حسینؑ کی زبان و دندان کو اس طرح چوستے تھے جس طرح کوئی شکر کو چوستا ہے وَھُوَ یَقُوْلُ حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا اور فرماتے تھے حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ خدا اس شخص کو دوست رکھتا ہے جو حسینؑ کو دوست رکھے وَاَبْغَضَ اللّٰہُ مَنْ اَبْغَضَ حُسَیْنًا لَعَنَ اللّٰہُ قَاتِلَہٗ اور خدا اس کے دشمن کو دشمن رکھتا ہے اور خدا لعنت کرے حسینؑ کے قاتل پر کتاب کشفُ المحجوب میں منقول ہے راوی کہتا ہے کہ ایک روز میں رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوا فَرَاَیْتُ الْحُسَیْنَ قَدْ رَکِبَ عَلٰی ظَھْرِ جَدِّہٖ میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ اپنے نانا کی پیٹھ پر سوار ہیں وَکَانَ

مَعْزُلٌ فِیْ فَمِ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَاَخَذَ اَحَدُ طَرَفَیْہِ بِاَسْنَانِہٖ وَاَعْطَفَ طَرَفَہُ الْاٰخَرَ بِیَدِ الْحُسَیْنِ اور میں نے دیکھا کہ رسول خدا کے دہن مبارک میں ایک ڈور ہے اس کا ایک سرا دندان شریف سے پکڑے ہوئے ہیں اور دوسرا امام حسینؑ کے ہاتھ میں ہے وَکَانَ الْحُسَیْنُ یَسُوْقُہٗ کَمَا یُسَاقُ الْاِبِلُ اور حسینؑ اپنے نانا کو ہنکاتے ہیں جس طرح لوگ اونٹ کو ہنکاتے ہیں فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ رُکْبَتَیْہِ عَلَی الْاَرْضِ لِاَجْلِہٖ وَمَشٰی حضرت رسول اکرمؐ اپنے نواسے کی خاطر اپنے زانو زمین پر رکھے ہوئے اور جدھر فرزند زہراؑ اشارہ کرتا ہے اس طرف چل پڑتے ہیں فَقُلْتُ نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُکَ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہِ میں نے کہا اے بابا عبداللہ تمہارا اونٹ کیا اچھا ہے۔ یہ سن کر رسول خدا نے فرمایا تجھے یہ کہنا چاہیے تھا کہ حسینؑ بہترین سوار ہے۔ بعض راویوں نے یہ اضافہ کیا ہے ثُمَّ قَالَ الْحُسَیْنُ یَا جَدَّاہُ اِنَّ الْاِبِلَ یَصِیْحُ وَاَنْتَ لَا تَصِیْحُ پھر امام حسینؑ نے عرض کی اے نانا اونٹ تو راہ چلتے وقت بولتے ہیں آپ میرے کیسے اونٹ ہیں کہ بولتے نہیں فَلَمَّا سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ذٰلِکَ فَقَالَ اَلْعَفْوُ اَلْعَفْوُ جب رسول خدا نے یہ سنا اور دریافت فرمایا کہ میرے فرزند کی خوشی یہ ہے کہ میں بھی بولوں تو دو مرتبہ زبان مبارک سے فرمایا اَلْعَفْوُ اَلْعَفْوُ فَنَزَلَ جَبْرَئِیْلُ وَقَالَ یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ پس فوراً جبرئیلؑ نازل ہوئے اور عرض کی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے تمہیں سلام بھیجا ہے وَیَقُوْلُ لَکَ لَوْ یَقُوْلُ ثَالِثًا فَنَخْمُدُ نَارَ الْجَحِیْمِ اور فرمایا کہ تیری اگر حسینؑ کی خاطر تیسری مرتبہ تمہاری زبان پر العفو جاری ہو گیا تو ہم آتش جہنم کو بالکل بجھا دیں گے۔ حضرات ہزار افسوس یہ خیال تو رسول خدا کرتے تھے کہ کس طرح حسینؑ رنجیدہ نہ ہو' کیا حال ہوتا رسول خدا کا جو روز عاشور اپنے فرزند کو دیکھتے۔ کبھی انصار کے تڑپتے ہوئے لاشوں کو دیکھتے اور کبھی

اپنے عزیزوں کو گرم ریت پر دم توڑتا ہوا دیکھتے۔ روایات صحیحہ کے مطابق سب شہیدوں کی شہادت کے بعد حضرت صبر و تحمل کے ساتھ رہے لیکن جب علی اکبرؑ شہید ہوئے تو آپ بے اختیار ہو کر اس طرح روئے کہ دشمنوں کو رُلا دیا اور ایسے کلمات حسرت ادا کئے کہ جن کے بیان سے دل ٹکڑے ہوتا ہے۔ **حضرات** بیٹے کا صدمہ ایسا ہی جان گداز صدمہ ہوتا ہے اور فرزند بھی ہمشکل نبیؐ اٹھارہ برس کا نوجوان تین دن کا بھوکا پیاسا باپ کے سامنے مارا جائے اور اس کا لاشہ خاک و خون میں غلطاں پڑا ہو۔ اس باپ کا کیا حال ہو گا اب سنئے کہ مظلوم کربلا لاش پسر پر کس طرح آئے **رُوِیَ اَنَّہٗ قُتِلَ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ فِیْ طَفِّ کَرْبَلَا اَقْبَلَ الْحُسَیْنُ وَعَلَیْہِ جُبَّۃٌ خَزٍّ وَعِمَامَتُہٗ** راوی کہتا ہے کہ جب جناب علی اکبرؑ میدان کربلا میں شہید ہوئے تو امام حسینؑ روتے پیٹتے لاش اکبرؑ پر آئے اس وقت خز کی ایک کہنہ عبا حضرت کے دوش مبارک پر تھی اور سر پر گلابی عمامہ تھا **فَقَالَ مُخَاطِبًا لَہٗ یَا بُنَیَّ قَدِ اسْتَرَحْتَ مِنْ کَرْبِ الدُّنْیَا وَھَمِّھَا وَمَا اَسْرَعَ اللُّحُوْقُ بِکَ** فرمایا اے علی اکبرؑ تو نے تو سینے پر تیر کھا کر شہادت پائی اور فانی دنیا کے غموں سے آزاد ہوئے اور اب میری شہادت میں بھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہے عنقریب بھوکا پیاسا قتل ہو کر تجھ سے ملاقات کرتا ہوں **ھٰذَا اَبُوْکَ قَدْ بَقِیَ فَرِیْدًا لَا نَاصِرَ لَہٗ وَلَا مُعِیْنَ** اور یہ تیرا باپ اے علی اکبرؑ تن تنہا بے مونس و مددگار تیری لاش پر کھڑا رو رہا ہے۔ اے فرزند اگر آج تم زندہ ہوتے تو حسینؑ اتنا بے کس اور مظلوم نہ ہوتا **ثُمَّ وَثَبَ عَلٰی قَدَمَیْہِ وَاَتٰی اِلَی الْخَیْمَۃِ لِوَدَاعِ اَھْلِہٖ** پھر حضرت روتے، ماتم کرتے خیمہ کی طرف آئے تاکہ اپنے اہل بیتؑ سے وداع کر لیں **ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰی اُمِّ کُلْثُوْمَ وَقَالَ لَھَا اُوْصِیْکِ یَا اُخْتِیْ بِنَفْسِکِ خَیْرًا وَاِنِّیْ بَارِزٌ اِلٰی ھٰؤُلَاءِ الْکُفَّارِ** بعد ازاں اپنی بہن ام کلثومؑ سے فرمایا اے بہن ہمارے سب جان نثار قربان ہو چکے ہیں اب

ہماری باری آئی ہے خدا تمہارا حافظ و ناصر ہو میں ان کفار سے لڑنے جا رہا
اور تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے ماتم میں صبر کرنا۔ پھر فرمایا اے بہن صبح
ہم نے اپنے بیمار اور علیل بیٹے علیؑ زین العابدینؑ کی خبرگیری نہ کر سکے اگر ا
اس وقت کچھ افاقہ ہے تو ہمارے پاس لاؤ کہ میں اسے دیکھ لوں اور وہ مجھے
لے پھر شاید ملاقات نہ ہو سکے۔ ام کلثومؑ رو کر بولیں اے بھائی زین العابدی
بستر بیماری پر بے ہوش پڑا ہے اس کی زندگی سخت خطرے میں ہے۔ حضرت
فرمایا وہ اللہ کے فضل سے صحت پائے گا اور اسے تو میرے بعد اسیری کے
سہنے ہیں اور اسے چالیس برس میرے ماتم میں رونا ہے **ثُمَّ کَتَبَ کِتَابًا اَوْدَعَ**
بِنْتِہٖ فَاطِمَۃَ وَقَالَ لَھَا یَا بُنَیَّۃُ اِذَا اَفَاقَ اَخُوْکِ الْعَلِیْلُ فَسَلِّمِیْہِ اِلَیْہِ پھر حضرت
ایک خط لکھ کر اپنی بیٹی فاطمہؑ کو دیا اور فرمایا جس وقت تمہارا بھائی ہوش میں
تو یہ وصیت نامہ اسے دینا کہ اس میں بزرگوں کی امانت ہے۔ راوی کہتا ہے
اس خط کے آخر میں یہ وصیت لکھی تھی کہ اے فرزند جب تم قید سے چھوٹ
مدینہ جاؤ تو ہمارے دوستوں کو ہماری طرف سے سلام پہنچانا اور کہنا حسینؑ نے
سب کے لئے پیاسا گلہ کٹایا ہے اور مرتے دم تک تم سے غافل نہیں رہے
دوستی اور وفاداری کا تقاضا یہ ہے کہ جب تم ٹھنڈا پانی پیو اس وقت ہماری بے
اور پیاس کو یاد کر کے رونا **حضرات** ! امام مظلوم کی آخری وصیت تمہار
لئے بھی ہے کہ وہ حضرت تمہاری نجات کے لئے پیاسے شہید ہوئے اور سب
و مصائب برداشت کئے۔

فَاَقْبَلَتْ سُکَیْنَۃُ وَھِیَ صَارِخَۃٌ وَکَانَ یُحِبُّھَا حُبًّا شَدِیْدًا پس سکینہ ر
پیٹتی ہوئی آئیں جناب امام حسینؑ سکینہ کو بہت زیادہ پیار کرتے تھے **فَضَمَّھَا**
صَدْرِہٖ وَمَسَحَ دُمُوْعَھَا بِکُمِّہٖ وَقَالَ سکینہؑ کو روتا دیکھ کر حضرت کو تاب نہ رہی

سکینہؑ کو چھاتی سے لگایا اور شفقت سے اپنی آستین مبارک سے آنسو پونچھ کر سکینہؑ کے دوسرے مصائب یاد کرکے یہ اشعار پڑھے ۔

سَيَطُولُ بَعْدِيْ يَا سَكِيْنَةَ فَاعْلَمِيْ
مِنْكِ الْبُكَاءُ اِذَالْحِمَامُ دَهَانِيَهْ

اے سکینہؑ میرے ماتم میں تیرا رونا بہت طول پکڑے گا اور تیرے رونے کا وقت عنقریب چلا آرہا ہے کہ میری شہادت میں کوئی زیادہ وقت نہیں رہا جب ہم شہید ہوں گے جتنا جی چاہے رونا لینا۔

لَاتَحْرِقِيْ قَلْبِيْ بِدَمْعِكِ حَسْرَةً
مَادَامَ مِنِّيْ الرُّوْحُ فِيْ جِسْمَانِيَهْ

اے سکینہؑ ابھی تو تیرا باپ زندہ ہے ابھی اس قدر کیوں روتی ہے۔ اے جان پدر میرے دل کو نہ جلا تیرے رونے سے حسینؑ کا دل ٹکڑے ہوتا ہے اور جب تک میں زندہ ہوں نہ رو۔

فَاِذَا قُتِلْتُ فَاَنْتِ اَوْلٰی بِالَّتِیْ
تَاْتِیْنَ بِهَا يَا خَيْرَةَ النِّسْوَانِيَهْ

پس جب میں قتل کیا جاؤں گا اور میرا سر تن سے قلم ہو جائے گا اس وقت تم کو منع کرنے نہ آئیں گے اس وقت جی بھر کے رو لینا جس وقت یہ ظالم اسیر کر کے مقتل میں لائیں گے اور ہمارے ٹکڑے ٹکڑے خاک و خون میں غلطاں لاش پر تمہاری نظر پڑے گی اس وقت تو سب سے زیادہ مستحق و سزاوار ہے کہ اپنے

باپ کی لاش پر روئے۔ حضرات جناب امام حسینؑ تو بیٹی کو یہ سمجھاتے تھے مگر افسوس کہ سکینہؑ کو ظالموں نے باپ کی لاش پر رونے بھی نہ دیا چنانچہ راوی کہتا ہے جب سکینہؑ کی لاش پدر پر نظر پڑی تو دوڑ کر لاش سے لپٹ گئی اور محبت کے مارے گلوئے بریدہ پر منہ ملتی تھی اور روتی تھی کبھی چومتی اور بین کرتی تھی۔ وَالشِّمْرُ لَهَا بِسَوْطٍ يَضْرِبُ وَيَمْنَعُ اور شمر لعین تازیانہ سے اسے ڈراتا اور رونے سے منع کرتا تھا حَتّٰی ضَرَبَ بَعْضُهُمْ السَّوْطَ وَجَرَّدَهَا عَنْهُ یہاں تک کہ کسی بے رحم نے اس یتیم کو ایک تازیانہ مارا اور باپ کی لاش سے جدا کر دیا۔ الغرض راوی کہتا ہے جب امام حسینؑ نے سکینہؑ کو یوں سمجھایا فَاعْتَنَقَتْ سَكِيْنَةُ وَقَالَتْ يَا اَبَتَاهُ اِلٰی اَيْنَ ایک روایت میں ہے کہ سکینہؑ اپنے پدر بزرگوار سے لپٹ گئیں اور پوچھتیں تھیں کہ اے بابا یہ تو بتاؤ کہ تم کہاں جاتے ہو فَبَكٰی الْحُسَيْنُ بُكَاءً شَدِيْدًا وَقَالَ اِلَی الْمَكَانِ الَّذِیْ لَا يَعُوْدُ مِنْهُ امام مظلوم سکینہؑ کی بے تابی کو دیکھ کر بہت روئے اور فرمایا اے سکینہؑ وہاں جا رہا ہوں جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا فَبَكَتْ وَلَطَمَتْ عَلٰی وَجْهِهَا حَتّٰی غُشِیَ عَلَيْهَا یہ سن کر سکینہؑ اس قدر روئی اور پیٹی اور طمانچے مارے کہ بے ہوش ہو گئی اور غش کھا کر زمین پر گر پڑی اور جب تک سکینہؑ کو ہوش نہ آیا حضرت سرہانے کھڑے رہے اور امام علیہ السلام بہت روئے۔ اہل حرم نے جب امام حسینؑ کی یہ حالت دیکھی تو سب ماتم کرنے لگیں فَلَمَّا اَفَاقَتْ قَالَتْ وَ مَنْ بَعْدَكَ پس جب غش سے افاقہ ہوا تو رو کر بولی اے بابا تمہارے بعد کون مجھے دلاسا دے گا وَمَنْ يَسْقِيْنَا الْمَاءَ يَا اَبَتَاهُ فَقَدْ نَشَفَتْ كَبِدُنَا مِنْ شِدَّةِ الظَّمَاءِ اے بابا تم مرنے جا رہے ہو تو ہمیں پانی کون پلائے گا۔ میرا جگر پیاس کی شدت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ حضرت خیمہ سے نکلے وَالدُّمُوْعُ تَجْرِیْ مِنْ عَيْنِهِ حَتّٰی بَلَّ جَيْبَهُ حضرت کی آنکھوں سے مسلسل آنسو رواں تھے کہ

تمام گریبان آنسوؤں سے تر ہو گیا تھا وَالدَّمُ جَارٍ عَنْ جِسْمِهِ الشَّرِيْفِ اور جسم شریف سے خون جاری تھا فَرَفَعَتْ سَكِيْنَةُ صَوْتَهَا بِالْبُكَاءِ النَّحِيْبِ سکینہؑ نے جو حضرت کو جاتے دیکھا پھر آواز گریہ وزاری بلند کی فَرَجَعَ اِلَيْهَا وَضَمَّهَا اِلٰى صَدْرِهٖ وَ قَبَّلَ مَابَيْنَ عَيْنَيْهَا وَمَسَحَ دُمُوْعَهَا بِكُمِّهٖ پھر حضرت نے سکینہؑ کی آواز سنی تو محبت پدری سے مجبور ہو کر واپس لوٹ آئے اور اپنے پارۂ جگر کو چھاتی سے لگایا اور پیار کیا اور سکینہؑ کے آنسو آستین مبارک سے پونچھے پھر میدان میں آئے۔ پس جب اس سردار امت کو ان باغیان امت نے تنہا پایا تو چاروں طرف سے امام علیہ السلام کو نرغہ میں لے لیا کوئی تو تیرے اس مظلوم پر حملہ کرتا' کوئی نیزہ مارتا اور بعض ملعون پتھر مارتے تھے یہاں تک کہ جب بہت سخت زخمی ہو گئے۔ بحار میں منقول ہے کہ اس وقت شمر پکارا کہ قتل حسینؑ میں جلدی کرو فَضَرَبَ الْحَصِيْنُ سَهْمًا عَلٰى فَمِ الْحُسَيْنِ پس حصین بن نمیر لعین نے حضرت کو ایک تلوار ماری وَطَعَنَ السِّنَانُ بْنُ اَنَسٍ بِالرُّمْحِ عَلٰى صَدْرِهٖ اور سنان بن انس ملعون نے سینہ اقدس پر نیزہ مارا اور صالح بن وہب لعین نے زہر آلود تیر حضرت کے پہلو پر مارا کہ حضرت دائیں رخسار کے بل زمین پر گر پڑے پھر اٹھ کر بیٹھے اور تیر کو حلق سے نکالا بحار میں حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ جناب زینبؑ دختر خاتون قیامت خیمہ سے سروپا برہنہ نکل آئیں جیسا کہ زیارت صاحبؑ الامر سے معلوم ہوتا ہے کہ جب گھوڑے کی زین خالی نظر آئی تو سب بی بیاں خیمہ سے نکل پڑیں مگر کس شکل سے نَاشِرَاتِ الشُّعُوْرِ عَلَى الْخُدُوْدِ لَاطِمَاتٍ بِالْعَوِيْلِ دَاعِيَاتٍ وَبَعْدَ الْعِزِّ مُذَلَّلَاتٍ یعنی بال تو اہل بیتؑ رسول کے بکھرے ہوئے تھے رخساروں اور منہ پر طمانچے مارتی تھیں۔ آواز گریہ بلند تھی۔ عزت کے بعد کس طرح انہیں ذلت اٹھانا پڑی مگر کس منہ سے کہوں کہ دختران زہراؑ نے اپنے مظلوم بھائی کو کس

حال سے دیکھا۔ چنانچہ صاحب الامر زیارت میں فرماتے ہیں۔ وَالشِّمْرُ جَالِسٌ عَلٰى صَدْرِكَ وَمُوْلِغٌ سَيْفَهٗ عَلٰى نَحْرِكَ قَابِضٌ شَيْبَتَكَ بِيَدِهٖ ذَابِحٌ لَكَ بِمُهَنَّدِهٖ یعنی جب اہل حرم مقتل میں پہنچے اس وقت یہ حال تھا کہ شمر لعین تلوار کھینچے ذبح کرنے کے ارادہ سے کس مقام پر بتاؤں بیٹھا تھا اور کس منہ سے نام لوں کہ اس بے ادبی کا دست نجس کہاں رکھے ہوئے تھا اور کند تلوار سے ذبح کر رہا تھا۔ سب بی بیاں اس شقی کو دیکھ کر گریہ و ماتم میں مصروف تھیں۔ حالانکہ حکم ہے کہ جانور کو جانور کے سامنے ذبح نہ کرو جب وہ جانور دیکھ رہا ہو۔ یہاں دختران رسول کے سامنے امت رسول خدا نے ان کے بھائی کو اس ستم سے ذبح کیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۴۲

مذمتِ دنیا ، خدیجۃ الکبریٰ کی آخری وصیت ، علی اکبرؑ کو رسولؐ کی ردا پہنانا اور صندوق سے علی اکبرؑ کے سر کا غائب ہونا ۔

☆

اَلَا سَاکِنَ الْقَصْرِ الْمُعَلّٰی
سَتُدْفَنُ عَنْ قَرِیْبٍ فِی التُّرَابِ
لَہٗ مَلَکٌ یُنَادِیْ کُلَّ یَوْمٍ
لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے اونچی اونچی عمارتو اور عالی شان محلات میں رہنے والو آگاہ ہو عنقریب تم پیوندِ خاک ہو جاؤ گے اور زمین میں دفن کئے جاؤ گے۔ ایک فرشتہ ہر روز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل زمین کو ندا دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اے غافلو ! کیا غفلت میں پڑے ہو اور کس کے لئے یہ عمارتیں بنا رہے ہو تم تو محض اپنا وقت ضائع کر رہے ہو ' اس لئے کہ تم تو مرنے کے پیدا کئے گئے ہو اور تمہاری یہ عمارتیں چند روز میں خراب و ویران ہو جائیں گے۔ آپؑ کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا الدُّنْیَا دَارُ مَجَازٍ وَّالْاٰخِرَۃُ دَارُ قَرَارٍ اے لوگو آگاہ یہ دار فانی سرا کی مانند ہے۔

زندگی انسان کی ہے مانند مرغ خوش نوا
شاخ پر بیٹھا کوئی دم چہچہایا اُڑ گیا

فقط آخرت ہی کو ثبات و دوام ہے فَخُذُوْا مِنْ مَمَرِّکُمْ لِمَقَرِّکُمْ وَلَا تَهْتِکُوْا اَسْتَارَکُمْ عِنْدَ مَنْ یَعْلَمُ اَسْرَارَکُمْ اور فرمایا اس سرائے فانی سے کچھ حاصل کر لو یعنی نیک اعمال بجا لاؤ یہی نیک اعمال تمہارے لئے توشہ آخرت ہوں گے۔ اس کے سامنے اپنے اعمال کیوں چھپاتے ہو جو تمہارے باطنی و ظاہری رازوں کو جانتا ہے۔ علام الغیوب کے سامنے کیوں گناہ کرتے ہو وَاَخْرِجُوْا مِنَ الدُّنْیَا قُلُوْبَکُمْ قَبْلَ اَنْ یَخْرُجَ مِنْهَا اَبْدَانُکُمْ فَفِیْهَا اخْتُبِرْتُمْ وَلِغَیْرِهَا خُلِقْتُمْ اور اپنے دلوں کو دنیا سے نکالو قبل اس کے تمہارے بدن دنیا سے نکالے جائیں۔ دنیا میں تم فقط امتحان کے لئے آئے ہو۔ اور تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔

کتاب مقتل شاہ شہیداں میں منقول ہے کہ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو انہوں نے رسالتمابؐ سے عرض کی یا حضرت میری آپ سے دو حاجتیں ہیں پہلی یہ کہ میری دختر نیک اختر ابھی بچی ہے میرے بعد آپ کے سوا اس کا کوئی پرسان حال نہ ہوگا۔ میری آپ سے التجاء ہے کہ جب دنیا سے کوچ کروں تو آپ شفقت پدری کے علاوہ اس کے ساتھ شفقت مادری سے بھی پیش آنا، حتی الامکان اس کو کسی طرح کی زحمت و تکلیف نہ ہونے دیں اور دوسری حاجت میری اسی دختر نیک اختر سے دریافت کر لیجئے گا اس وقت جناب رسول خدؐا جناب سیدہ کی طرف متوجہ ہوئے اس معصومہ نے عرض کی میری ماں شرم کی وجہ سے خود بیان نہیں کرتی ہیں یا حضرت آپ سے اکثر سنا ہے قیامت کے دن تمام مخلوق اپنی قبروں سے کفن کے بغیر باہر آئے گی اور موقف حساب میں برہنہ ہوگی۔ پس یہ عرض کرتی ہیں کہ مجھے شرم آتی ہے اس وقت سے کہ اپنے ستار العیوب کے سامنے بغیر لباس کے اٹھوں۔ اگر آپ اپنی ردائے

مبارک کا کفن عنایت فرمائیں تو اس چادر مطہر کی برکت سے اس روز میری پردہ پوشی ہو گی یہ سن کر اس حاجتِ روائے عالم نے فرمایا اے خدیجہؑ جس طرح مشیتِ ایزدی میں ہے تمہاری دونوں حاجتیں روا ہوں گی تم مطمئن رہو۔ غرض جب خدیجہ الکبریٰؑ نے انتقال کیا اور رسول خدا نے ان کی وصیت کے مطابق چاہا کہ اپنی ردائے مبارک سے انہیں کفن دیں فَهَبَطَ جِبْرَئِیْلُ وَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ اسی وقت جناب جبرئیلؑ نازل ہوئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ تحفہ سلام کے بعد یہ حلّہ ہائے جنت ہدیہ کے طور پر بھیجتے ہیں کہ آپ خدیجہؑ کا کفن ان حلوں سے کریں اور اپنی ردائے مبارک رہنے دیں کہ یہ چادر ایک روز معرکہ کربلا میں آپؐ کے نواسے حسینؑ بن علیؑ کے کام آئے گی۔ راوی کہتا ہے کہ واللہ میں نے دیکھا روز عاشور وہی چادر امام حسینؑ کے دوش مبارک پر تھی **مومنین !** جبرئیل امینؑ نے اس ردا کے کام آنے کا بیان کیا تھا وہ کام یہ تھا کہ جب ہمشکل پیغمبرؐ علی اکبرؑ جہاد میں شرکت کرنے کے لئے خیمہ عصمت سے رخصت ہو کر اپنے والد بزرگوار سے آخری وداع کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو امام علیہ السلام اپنے جوان بیٹے کو سر سے پاؤں تک ملاحظہ فرمایا پھر رو پڑے اور اس کے بعد اسی ردائے پیغمبرؐ کو کفن کے طور پر علی اکبرؑ کو پہنا دی اور زمین سے تھوڑی سی خاک اٹھا کر حنوط کے طور پر چہرۂ اکبر پر مل دی۔ حضرات معصوم کا کوئی فعل عبث نہیں ہوتا۔ حضرت نے شاید اس خیال سے اپنے فرزند کو کفن پہنایا اور خاک کربلا سے حنوط کیا کہ آپ خوب جانتے تھے یہ اشقیاء لاشہائے شہداء کو بے کفن و دفن اس گرم زمین پر چھوڑ دیں گے۔ الغرض حضرت نے نہایت حسرت و یاس کے ساتھ علی اکبرؑ کو رخصت کیا اور بارگاہ رب العزت میں دونوں ہاتھ بلند کرتے عرض کی اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ عَلٰی هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ فَاِنَّهُمْ قَتَلُوْا

اَصْحَابِیْ وَاَوْلَادِیْ وَ قَدْ بَرَزَ اِلَیْهِمْ غُلَامٌ اَشْبَهُ النَّاسِ خَلْقًا وَّخُلُقًا وَ مَنْطِقًا بِرَسُوْلِکَ اے پروردگار گواہ رہنا اس قوم کے ظلم پر کہ میرے کیسے کیسے عزیز اصحاب کہ جن کا عالم میں نظیر نہ تھا ایک لحہ گوسفند کی مانند ذبح کر دیا اب وہ جوان مرنے کے لئے جا رہا ہے جو تیرے نبیؐ کی صورت، سیرت اور گفتار میں مشابہ تر ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا اِذَا اشْتَقْنَا اِلٰی نَبِیِّکَ نَظَرْنَا اِلٰی وَجْهِهٖ اے خالق اکبر جب ہم تیرے رسول کی زیارت کے مشتاق ہوتے تھے تو صورت علی اکبرؑ کو دیکھ لیتے تھے مگر افسوس صد افسوس کہ اب تیرے نبیؐ کی زیارت سے محروم ہوا۔ حضرات امام حسین علیہ السلام جیسے صابر و شاکر امامؑ نے اپنے فرزند کو رخصت کے وقت ایسے ایسے کلمات حسرت و یاس ارشاد فرمائے اگر پتھر ہوتے تو بھی رقت کی وجہ سے کھل جاتے لیکن قوم اشقیاء کے دل بالکل متاثر نہ ہوئے مومنین کیا حال ہو گا اہل حرم کا کہ جب وہ نوجوان اپنی ماں، بہنوں، پھوپھیوں سے رخصت ہونے کے لئے خیمہ میں گیا ہو گا مصائب الانوار کی روایت کے مطابق ہے راوی کہتا ہے کہ جب علی اکبرؑ اہل بیتؑ رسالت سے رخصت ہونے کے لئے گئے تو واللہ میں نے اہل حرم کے نوحہ و بکاء اور ماتم کو سن کر یہ خیال کیا کہ شاید کوئی بچہ پیاس کی شدت کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر گیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا خیمہ عصمت کا پردہ بلند ہوتا ہے پھر گر پڑتا ہے جب بغور نظر کی تو دیکھا سب مخدرات عصمت و طہارت علی اکبرؑ سے لپٹی ہوئی روتی پیٹتی ہیں۔ سکینہؑ اپنے کا دامن پکڑے ہوئے چلا چلا کر رو رہی ہے۔ جب وہ شہزادہ باہر جانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ بی بیاں جانے نہیں دیتیں ہیں آخر کار علی اکبرؑ صبر کی تلقین کر کے خیمہ سے اس طرح باہر نکلے جیسے بھرے گھر سے کسی جوان کا جنازہ نکلتا ہے مومنین ایسے فرزند کا داغ اٹھانا ہزاروں نیزوں اور تلواروں میں بھیجنا سوائے اہل بیتؑ طاہرین

کے کسی کا کام نہ تھا۔ امام حسینؑ کے سوا کون ایسا صابر تھا کہ اپنے لخت جگر کو محض رضائے خالق کے حصول کے لئے لاکھوں دشمنوں میں شہید ہونے کے لئے بھیجے بلکہ شہادت کے بعد گریہ و زاری کی بجائے شکر خداوندی بجا لائے۔

چنانچہ مقتل احمد بن عصفور میں منقول ہے حمید کہتا ہے کہ جب علی اکبرؑ اپنے والد گرامی سے رخصت ہو کر میدان میں آئے واللہ میں نے دیکھا امام علیہ السلام کے چہرہ کا رنگ زعفران کی طرح زرد ہے اور جناب خیمہ تھامے کھڑے رو رہے جب علی اکبرؑ شہید ہوئے اور یا لہفاہ ادرکنی کی آواز بلند کی اس وقت میں نے دیکھا آپ کے چہرہ اقدس کا رنگ سرخ پھول کی مانند ہو گیا ہے اور دونوں ہاتھ بارگاہ قاضی الحاجات میں بلند کر کے عرض کی اے خالق اکبر میں تمہارا شکر کرتا ہوں کہ تو نے میرا ہدیہ قبول فرمایا اور جناب اسمٰعیلؑ کی مانند اس کا بدل پیش نہ کیا گیا بلکہ اسے درجہ شہادت پر فائز فرمایا اس کے بعد مقتل کی طرف روانہ ہوئے۔ دوسرا راوی کہتا ہے کہ جب امام حسینؑ لاش اکبرؑ پر پہنچے تو دیکھا علی اکبرؑ میں تھوڑی سی جان باقی ہے اور ان کا تمام بدن سبز ہو گیا ہے۔ حضرات علی اکبرؑ کے جسم کے سبز ہونے کی وجہ کیا تھی ؟ آہ آہ اس کی وجہ یہ تھی شہزادہ کے بدن پر جو تیر لگا تھا وہ زہر میں بجھا ہوا تھا۔ اس زہر کا اثر پھیل کر تمام جسم انور سبز ہو گیا تھا۔ مومنین آپ ہی فرمائیں کہ مخلوقات میں ایسا صبر و شکر کس نے کیا ہے حالانکہ جو محبت امام حسینؑ کو اپنے فرزند ارجمند علی اکبرؑ سے تھی یہ کسی اور ماں باپ کو بیٹے سے نہ ہو گی چنانچہ مقتل شاہ شہیداں میں منقول ہے راوی کہتا ہے میں کوفہ سے شام کے راستہ میں بیٹھ کر دیکھ رہا تھا کہ جس طرف نیزہ پر علی اکبرؑ کا سر رہتا تھا اسی جانب نیزہ پر امام حسینؑ کا رخ بھی پھر جاتا تھا اور محبت کی نگاہ سے دیکھتا تھا جب ان ملاعین کو منزل حمص کے قریب یہ کیفیت معلوم ہوئی اور

تو انہوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ شہادت کے بعد امام حسینؑ کو اتنی راحت جو دیدار علی اکبرؑ سے حاصل ہوتی تھی وہ انہیں نہ ملے تو انہوں نے ایذاء رسانی کی نیت سے ہم شکل پیغمبر کا سر نیزہ سے اتار کر صندوق میں بند کر دیا۔ حضرات ان ظالموں کا یہ دستور تھا کہ تمام روز شہداء کے سروں کو نیزوں پر بلند رکھتے تھے اور شام کے وقت جس منزل پر قیام کرتے تھے ان کے کٹے ہوئے سروں کو حفاظت کی خاطر صندوقوں میں بند کر دیتے تھے۔ مگر اس روز دن ہی میں سر اکبرؑ کو نیزہ سے اتار کر صندوق میں بند کر دیا تھا الغرض جب اس روز منزل حمص پر ٹھہرے تو اپنی عادت کے مطابق شہداء کے سروں کو صندوقوں میں مقفل کر کے خود شراب خوری میں مشغول ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو غور سے سروں کا جائزہ لینے کے لئے صندوق کھولنے شروع کر دیئے اتفاقاً پہلے اسی صندوق کو کھولا جس میں سر علی اکبرؑ کو نہ پایا تو سخت پریشان ہوئے جتنی بھی کوشش کی وہ سر نہ ملا دوسری طرف شمر ولدالزنا ہاتھ میں تازیانہ لے کر جناب امام سجادؑ کے سامنے آیا اور گم شدہ سر کے بارے میں پوچھنے لگا اور وہ ظلم کیا کہ زبان کو اس کے بیان کی طاقت نہیں اتنا اشارہ کافی ہے کہ بیمار کربلا بے تاب ہوگئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس صندوق کے قریب آئے کہ جس میں جناب سید الشہداء کا سر اطہر مقفل تھا اور رو کر عرض کی اے پدر بزرگوار آپ دیکھ رہے ہیں کہ شمر نے ہم پر ظلم کیا اب جلد بتایئے کہ میرے بھائی علی اکبرؑ کا سر اپنے صندوق سے کہاں گیا اس وقت امام حسینؑ کے کٹے ہوئے گلے سے باعجاز آواز آئی اے بیٹا مشیّت ایزدی پر رضامند رہو اور ہر مصیبت و بلا میں شکر خدا بجالاؤ چونکہ میں نے تمام دن علی اکبرؑ کو نہ دیکھا تھا اس لئے میں نے اپنے فرزند کو اپنے پاس بلا لیا ہے اس ملعون سے کہو کہ ہمارے سر کے صندوق کو کھولے۔ شمر ولدالزنا بیان کرتا ہے میں نے سید الشہداء کے سر کے

صندوق کو کھولا تو قسم بخدا میں نے دیکھا کہ سر امام حسینؑ اپنے لخت جگر علی اکبرؑ کے لبوں اور ہونٹوں کے بوسے لے رہا ہے اور اس محبت و الفت سے دونوں سر ملے تھے کہ جیسے برسوں کے بچھڑے ہوئے آپس میں ملتے ہیں۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

مجلس نمبر ۴۳

جبرئیلؑ کا امام حسینؑ کی گہوارہ جنبانی کرنا اور بیٹے کا باپ سے موت کی اجازت مانگنا اور شہادت علی اکبرؑ سے متعلق چند اور روایات۔

☆

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ وَ ذُرِّیَّتَهُمَا لَمْ تَمَسَّ جِلْدَہُ النَّارَ مالک یزب ویطحا جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جو حسنؑ و حسینؑ اور ان کی اولاد کو دوست رکھے گا آتش جہنم اس کے بدن کو مس نہ کرے گی **رُوِیَ اِنَّ جِبْرَئِیْلَ نَزَلَ یَوْمًا اِلَی الْاَرْضِ فَوَجَدَ الزَّهْرَا نَائِمَۃً وَالْحُسَیْنَ فِیْ مَهْدِہٖ یَبْکِیْ عَلٰی جَارِیْ عَادَۃِ الْاَطْفَالِ مَعَ اُمَّهَاتِهِمْ** کتاب بحار الانور میں مرقوم ہے کہ ایک دفعہ جبرئیلؑ امین زمین پر نازل ہوئے اور جناب فاطمہ زہراءؑ کے دولت سرا کی طرف سے گزرے دیکھا کہ جناب سیدہ آرام کر رہی ہیں اور ان کا فرزند حسینؑ گہوارہ میں رو رہا ہے **فَجَلَسَ عِنْدَ الْحُسَیْنِ وَجَعَلَ یُنَاغِیْهِ وَیُسْکِتُہٗ عَنِ الْبُکَاءِ وَیُسَلِّیْهِ** جبرئیلؑ حضرات امام حسینؑ کو روتا دیکھ کر ان کے گہوارہ کے پاس بیٹھ گئے اور گہوارہ جنبانی لگے اور لوریاں دینے لگے **وَلَمْ یَزَلْ کَذٰلِکَ حَتّٰی اسْتَیْقَظَتْ فَاطِمَۃُ مِنْ مَنَامِهَا** جبرئیلؑ گہوارہ جنبانی میں مشغول تھے کہ جناب فاطمہ الزہراؑ نیند سے بیدار ہوئیں **فَسَمِعَتْ اِنْسَانًا یُنَاغِی الْحُسَیْنَ فَالْتَفَتَتْ اِلَیْهِ فَلَمْ تَرَیٰ اَحَدًا** اپنے فرزند کا گہوارہ ہلتے دیکھا اور آواز سنی کہ کوئی شخص حسینؑ کو لوریاں دے رہا ہے، مگر وہ شخص نظر نہیں آتا۔ یہ دیکھ کر وہ معصومہ متعجب ہوئیں **فَاَعْلَمَهَا اَبُوْهَا رَسُوْلُ اللّٰہِ اَنَّ جِبْرَئِیْلَ کَانَ یُنَاغِی الْحُسَیْنَ** جناب معصومہ رسول خدا کی خدمت

اقدس میں حاضر ہوئیں اور تمام ماجرا عرض کیا۔ جناب رسالتمابؐ نے فرمایا اے پارۂ جگر اللہ تعالیٰ نے محمد و آل محمد علیہم السلام کی خدمت کے لئے بہت سے ملائکہ مقرر کئے ہیں۔ اس وقت میرے حسینؑ کی جو فرشتہ گہوارہ جنبانی کر رہا تھا وہ جبرئیلؑ ہے اور ایک روایت میں یوں وارد ہے ۔

وَحَرَّکَ مَهْدَهٗ جِبْرَئِیْلُ یَوْماً
وَاِذْ مِیْکَالُ نَاغَا نَامَ یَوْماً

جب جناب فاطمہؑ گھر کے کام کاج سے تھک کر آرام فرماتی تھیں اور ان کا بیٹا حسینؑ گہوارہ میں بے چین ہو کر روتا تھا تو جبرئیلؑ گہوارہ جنبانی کرتے تھے اور میکائیلؑ لوریاں دیتے اور یہ شعر پڑھتے تھے ۔

اِنَّ فِی الْجَنَّتِہِ نَهْراً مُمْتَلِی بِلَبَنٍ
لِعَلِیٍّ وَالزَّهْرَاءِ وَحُسَیْنٍ و حَسَنٍ

بالتحقیق جنت میں ایک دودھ کی بھری ہوئی نہر علیؑ فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ کے لئے جاری ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ شعر سن کر حضرت حسینؑ چپ نہ ہوتے تھے گویا اس خوشخبری سے مسرور نہ ہوتے تھے۔ اس وقت میکائیل یہ شعر پڑھتے تھے ۔

اِنَّ مَنْ کَانَ مُحِبًّا لَهُمْ
دَخَلَ الْجَنَّۃَ مِنْ غَیْرِ مِحَنٍ

بالتحقیق جو ان بزرگواروں کو دوست رکھے گا وہ بے حساب جنت میں داخل

ہو گا۔ حضرت جب یہ شعر سنتے تھے مسکرا کر چپ ہو جاتے تھے۔ کیوں حضرات مقام تصور ہے کہ جناب امام حسینؑ کو اپنے غلاموں کا کس قدر خیال اور پاس تھا گہوارہ میں بھی اپنے ماننے والوں کا مژدہ مغفرت سنتے تھے تو خوش ہو کر مسکرا دیتے تھے اور ہمارے ہی واسطے عاشورہ کے روز اپنا بھرا گھر خالی کر دیا۔ گہوارہ سے شیرخوار اصغرؑ کو لا کر آغوش قبر میں سلا دیا' اکبرؑ جیسا ہمشکل پیغمبر کا بیٹا لاکھوں دشمنوں میں اپنے ہاتھوں سے بھیجا اور اپنی آنکھوں کے سامنے اس کو خون میں نہائے ہوئے خاک پر ایڑیاں رگڑتے دیکھا صاحب **ریاض الشہادۃ** لکھتے ہیں کہ جب حضرت عباسؑ درجہ شہادت پر فائز ہو چکے تو اس وقت جناب امام حسینؑ خود عازم میدان کارزار ہوئے اور جسم مبارک پر آلات حرب و ضرب آراستہ کرنے لگے۔ جناب علی اکبرؑ نے جو دیکھا کہ میرے پدر بزرگوار میدان جنگ کی طرف جانا چاہتے ہیں تو دوڑ کر ان کے قدموں پر گر پڑے اور عرض کی اے پدر مہربان آپ تھوڑا سا صبر کریں تاکہ میں بھی اپنی جان آپ پر قربان کر لوں' اس کے بعد آپ جیسا مناسب سمجھیں ویسا کریں۔ آپ نے بیٹے کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے اور فرمایا اے فرزند میں کیونکر گوارا کروں کہ تجھ کو ان دشمنوں کے درمیان بھیجوں جو تیروں' تلواروں اور نیزوں سے مسلح ہیں۔ غرض امامؑ جس قدر انکار فرماتے تھے اس قدر شہزادہ اصرار کرتا تھا۔ آخر مجبور ہو کر فرمایا اے فرزند پہلے تمہیں اپنی مادر گرامی کو رضامند کرنا ضروری ہے' اس نے بڑی مشقتوں اور مشکلوں سے تمہیں پالا ہے اور سب سے زیادہ تم پر تمہاری پھوپھی زینبؑ کا حق ہے کہ انہوں نے تمہاری پرورش میں بڑی بڑی مصیبتیں جھیلی ہیں' نہ رات کو رات نہ دن کو دن کا خیال کیا۔ یہ سن کر علی اکبرؑ خیمہ میں تشریف لائے۔ سید الشہداء نے اہل حرم کو اشارہ کیا کہ علی اکبرؑ بہت شیریں زبان ہیں اور اپنے مرنے کی اجازت مانگنے آرہے

ہیں' سوچ سمجھ کر جواب دینا اور خود دَرِ خیمہ پر اپنے فرزند کی باتیں سننے کے لئے کھڑے ہوئے۔ حضرت پر بہت زیادہ رقت طاری تھی مسلسل روتے جا رہے تھے اور رومال سے آنسو پونچھے جاتے تھے۔ جناب علی اکبرؑ نے اپنی مادر گرامی لیلیٰ سے عرض کی آپ ملاحظہ فرما رہی ہیں کہ میرے پدر بزرگوار کیسے یکہ و تنہا رہ گئے ہیں اور دوستوں اور عزیزوں میں میرے سوا کوئی نہ رہا' آپ اجازت دیں کہ میں بھی میدان جنگ میں جا کر حق فرزندی ادا کروں۔ ام لیلیٰؑ نے فرمایا بیٹا کس ماں کا جگر ہے جو اپنے نوجوان فرزند کو دیدہ و دانستہ اپنے ہاتھ سے موت کی طرف روانہ کرے اور اپنے منہ سے مرنے کی اجازت دے علی اکبرؑ نے عرض کی جب آپ سے میری دادی فاطمہ زہراؑ فرمائیں گی اے ام لیلیٰ کیا تجھ کو اپنا فرزند میرے فرزند سے زیادہ پیارا تھا اور ہمارے جد بزرگوار اور حیدر کرارؑ آپ سے سوال کریں گے کہ ام البنین کے چار فرزند معرکہ کربلا میں کام آئے اور تم نے اپنے ایک فرزند کو عزیز سمجھے رکھا اور اسی طرح جناب امام حسنؑ مجتبیٰ آپ سے پوچھیں گے تمہارا فرزند میرے فرزند قاسمؑ سے بھی زیادہ عزیز تھا' تو آپ ان بزرگواروں کو کیا جواب دیں گی۔ آپ نے کہا اے فرزند یہ سب سچ ہے اگر تم صاحب اولاد ہوتے تو میری بے قراری معلوم ہوتی' خیر تمہاری خوشی ہم کو ہر صورت منظور ہے مگر اے بیٹا اپنی پھوپھی زینبؑ سے رخصت ہو لو کہ تمہاری پھوپھی نے تمہیں بیٹوں کی طرح پالا ہے۔ علی اکبرؑ ماں کو روتا چھوڑ کر جناب زینبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی پھوپھی جان غلام آپ سے رخصت لینے کے لئے آیا ہے۔ میدان جنگ کی طرف جانے کی اجازت چاہتا ہوں تاکہ اپنے پدر بزرگوار پر جان نثار کروں۔ جناب زینبؑ نے رو کر فرمایا کیونکر مرنے کی اجازت دوں' میں نے تمہیں بڑے ناز و نعم سے پالا ہے۔ شہزادہ نے عرض کی آپ نے اپنے دونوں بیٹوں

کو مرنے کی اجازت کیونکر دی ہے اب مجھے بھی اجازت دیجئے بی بی نے فرمایا میرے ہزار فرزند بھائی حسینؑ کے خاک قدم پر نثار ہوں' بیٹا تمہارا داغ تمہارے باپ سے نہ اٹھ سکے گا کہ تم ان کی ضعیفی کا سہارا ہو' میں پسند نہیں کرتی کہ تمہیں موت کی اجازت دے کر اپنے بھائی کو رُلاؤں۔ علی اکبرؑ نے عرض کی اے پھوپھی جان میں کب تک زندہ رہوں گا آخر ایک روز مرنا ہے مگر والد گرامی کے مرنے کے بعد زندگی میں لطف کیا رہے گا اور آپ کو یہ گوارا ہے کہ اکبرؑ لوگوں میں شرمندہ ہو' لوگ کیا کہیں گے کہ ضعیف باپ شہید ہو اور جوان بیٹا دیکھتا رہے اور اس کے علاوہ روز قیامت جناب رسول خدا' علی مرتضیٰؑ اور فاطمہ الزہراؑ کو کیا منہ دکھلاؤں گا۔ جب یہ بزرگوار مجھ سے فرمائیں گے کہ اے علی اکبرؑ تجھے شرم نہ آئی کہ اپنی جان عزیز کی اور اپنے باپ کو قتل ہوتے دیکھا اور آپ کو یہ منظور ہے کہ باپ کی شہادت کے بعد ماں بہنوں کے ساتھ شہروں اور جنگلوں میں طوق و زنجیر پہن کر اسیری کی ذلت برداشت کروں۔ غرض جناب علی اکبرؑ نے ایسے حسرت آمیز کلمات ادا کیئے۔ جناب سید الشہداء خیمہ پر کھڑے اپنے فرزند کی یہ سب باتیں سن رہے تھے اور روتے جاتے تھے' بے تاب ہو کر خیمہ میں داخل ہوئے اور فرمایا اے بہن زینبؑ اور اے ام لیلیٰؑ اب علی اکبرؑ کے دل کو زیادہ رنجیدہ نہ کرو کہ انہوں نے موت پر کمر باندھ لی ہے اور عازم جنت ہو رہے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب شہزادہ علی اکبرؑ خیمہ سے رخصت ہو کر چلے تو ماں نے بڑھ کر علی اکبرؑ کا دامن تھام لیا اور کہا تم مرنے جاتے ہو' میری ایک آرزو رہ جائے گی ذرا ٹھہر جاؤ کہ اپنے دل کی حسرت نکال لوں۔ یہ سنتے ہی آپ ٹھہر گئے اور ام لیلیٰؑ نے ایک صندوق طلب کیا کہ جس میں وہ ملبوسات رکھے تھے جو علی اکبرؑ کی شادی کے لئے بنائے تھے اور ایک ایک کپڑا اٹھا اٹھا کر اپنے فرزند کے چہرہ انور کی

طرف حسرت بھری نگاہ سے دیکھتی تھیں اور ایسے جگر خراش بین کرتی تھیں کہ تمام خیمہ عصمت میں کہرام مچ جاتا تھا۔ آہ اس مسافر جنت نے ان لباسوں میں سے صرف ایک پیراہن اٹھا لیا اور کہا میرے کفن کے لئے یہی کافی ہے۔ بہرکیف جناب امام حسینؑ نے اپنے ہاتھ سے علی اکبرؑ کی کمر میں ہتھیار لگائے اور گھوڑے پر سوار کیا اور آسمان کی طرف سر اقدس اٹھا کر عرض کی **اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ عَلٰی ھٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ فَقَدْ بَرَزَ اِلَیْھِمْ غُلَامٌ اَشْبَہُ النَّاسِ خَلْقًا وَ خُلُقًا وَ مَنْطِقًا بِرَسُوْلِکَ** خداوند گواہ رہنا اس قوم کے ظلم پر کہ اب ان کی طرف وہ شخص جا رہا ہے جو صورت' سیرت اور گفتار میں تیرے رسول سے مشابہ تر ہے **وَکُنَّا اِذَا اشْتَقْنَا اِلٰی نَبِیِّکَ نَظَرْنَا اِلٰی وَجْھِہٖ** بارالٰہا جب میں رسول خدا کی زیارت کا مشتاق ہوتا تھا تو اپنے پارۂ جگر علی اکبرؑ کو دیکھ لیتا تھا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا اے ابن سعد خداوند قہار تیرے بھی عزیز و اقرباء کو اسی طرح قتل کرے جیسا تو نے میرے عزیز و اقرباء کو قتل کیا۔ غرض علی اکبرؑ حضرت کو روتا چھوڑ کر میدان جنگ میں آئے اور یہ رجز پڑھے۔

ترجمہ = اے کوفہ و شام کے لوگو آگاہ میں علی اکبرؑ ہوں' حیدر کرارؑ کا پوتا ہوں' خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے ہم اہل بیتؑ کی محبت و مودت تمام امت پر واجب کی ہے اور ہم سے زیادہ رسول خدا کا قریبی کوئی اور نہیں ہے۔

آج میں ان کافروں' مشرکوں اور غداروں کو اسی طرح ماروں گا کہ بڑے بڑے سربراہان لشکر تہ تیغ ہو جائیں گے۔ مقتل ابن مخنف میں منقول ہے کہ علی اکبرؑ کے رجز پڑھنے کے بعد کافی دیر تک فوج یزید پہ سناٹا چھایا رہا۔ کسی کو اس شیر دلیر کے سامنے آنے کی جرات نہ ہوتی تھی کہ آخر حضرتؑ تلوار پکڑ کر خود ان پر حملہ آور ہوئے اور تین سو پچاس سوار کو واصل جہنم کیا' آپ کے پے در پے

حملوں کو دیکھ کر ٹڈی دل دشمن بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ ادھر شدت پیاس کی وجہ سے آپ نڈھال ہو چکے تھے۔ آنکھوں پر حلقے پڑ گئے تھے اور ہونٹ خشک ہو چکے تھے اس وقت اپنے پدر گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے **وَقَالَ یَا اَبَتَاہُ الْعَطَشُ قَدْ قَتَلَنِیْ وَ ثِقْلُ الْحَدِیْدِ اَجْھَدَنِیْ** عرض کی بابا شدت پیاس سے میرا جگر جل رہا ہے' پیاس مجھے مار رہی ہے' پھر اسلحہ کی گرانی اور بوجھ سے میرا جسم چور چور ہو چکا ہے **فَھَلْ اِلٰی شَرْبَۃٍ مِّنَ الْمَاءِ سَبِیْلٌ** اس وقت تھوڑا پانی آپ سے ممکن ہے کہ میں اپنے خشک گلے کو تر کروں **فَبَکَی الْحُسَیْنُؑ** یہ سن کر حضرت بے تاب ہو کر روئے اور فرمایا اے فرزند بہت دشوار ہے کہ رسول خدا علی مرتضیٰؑ اور مجھ پر کہ تو فریاد کرے اور میں تیری فریاد کو نہ پہنچوں **یَا بُنَیَّ ھَاتِ لِسَانَکَ** اے پارۂ جگر تجھ پر فدا ہوں اپنی زبان باہر نکالو اور حضرت نے اپنے منہ میں علی اکبرؑ کی زبان کو لے کر چوسا **افسوس صد افسوس** وہ حضرت بھی تو تین دن کے پیاسے تھے' علی اکبرؑ نے فوراً اپنی زبان نکال کر عرض کی اے بابا آپ کی زبان تو میری زبان سے بھی زیادہ خشک ہے۔ جناب امام حسینؑ نے اپنی انگوٹھی دہن علی اکبرؑ میں دی اور فرمایا جاؤ بیٹا دشمنوں کو قتل کرو۔ یقین ہے اب تم لوٹ کر واپس نہیں آؤ گے' اب تمہیں رسول خدا ہی سیراب کریں گے۔ اس کے بعد شہزادہ میدان جنگ میں آئے اور لڑنے میں مصروف ہو گئے۔ ناگاہ منقذ بن مرہ عبدی لعین نے کمین گاہ سے ایسی تلوار ماری کہ شہزادہ کا سر شگافتہ ہو گیا اور اس صدمہ سے قریب تھا کہ زمین پر گریں۔ گھوڑے کی گردن میں باہیں ڈال کر لپٹ گئے اور گھوڑا آپ کو لشکر کفار میں لے آیا **فَقَطَعُوْہُ اِرْبًا اِرْبًا** جب شہزادہ کی روح قریب مفارقت پہنچی تو بلند آواز سے پکارے **یَا اَبَتَاہُ اَدْرِکْنِیْ** اے بابا علی اکبرؑ کی جلد خبر لیجئے۔ جس وقت علی اکبرؑ کی آواز گوش مبارک میں پہنچی' بیتاب ہو کر ایسا

نعرہ مارا کہ زمین کربلا کانپ گئی۔ راوی کہتا ہے کہ کسی مصیبت میں بھی ہم نے فرزند رسول کو منتشرُ الحواس نہ پایا تھا مگر جب ہمشکل پیغمبرؐ گھوڑا سے گر کر پکارا یا ابتاہ ادرکنی تو میں نے دیکھا حضرت کے ہوش و حواس منتشر ہو گئے تھے اور روتے ہوئے لاش پسر پر پہنچے اور اپنے آپ کو علی اکبرؑ کی لاش پر گرا دیا اور بے ہوش ہو گئے۔ خدا کسی باپ کو اپنے بیٹے کا یہ حال نہ دکھائے کہ جو فرزند رسول نے دیکھا' جب غش سے افاقہ ہوا تو آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری تھے اور علی اکبرؑ کا سر گود میں لے کر چہرۂ انور سے خاک و خون پونچھنے لگے اور رو کر فرمانے لگے یَا بُنَیَّ عَلَی الدُّنْیَا بَعْدَکَ الْعَفَا اے بیٹا خاک اس دنیا اور زندگانی دنیا پر کہ تجھ جیسا جوان بیٹا مارا جائے اور میں ضعیف تیرے بعد زندہ رہوں۔

حضرات روایت میں ہے کہ جب امام حسینؑ شہداء کی فریاد کو پہنچتے تھے تو ان کے قاتلوں کو واصل جہنم کرتے تھے' لیکن علی اکبرؑ کے قاتل کو آپ نے ایک طمانچہ مار کر چھوڑ دیا اور فرمایا او ملعون تیرے صلب سے ہمارا ماننے والا پیدا ہونے والا ہے اس لئے تجھے قتل نہیں کرتا' البتہ تو دنیا و آخرت میں ذلیل و رُسوا ہو گا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْن الخ ..

مجلس نمبر ۴۴

فضائلِ جنابِ امیرؑ جنابِ آدمؑ کا اسمائے پنجتن کا وِرد کرنا اور شہادت علی اصغرؑ

☆

فِی الصِّرَاطِ السَّوِیِّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ شِیْعَتَنَا یَخْرُجُوْنَ مِنْ قُبُوْرِھِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَلٰی مَامَعَھُمْ الذُّنُوْبُ وَالْعُیُوْبُ وَ وُجُوْھُھُمْ کَالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ صاحب صراط السوی کہ اہل سنت کے معتبر علماء میں سے ہیں' انہوں نے نقل کیا ہے کہ جناب علیؑ بن ابی طالبؑ نے فرمایا بالتحقیق قیامت کے روز ہمارے ماننے والے گناہوں اور عیبوں کے ساتھ نکلیں گے لیکن ہماری محبت اور دوستی کی وجہ سے ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی مانند روشن ہوں گے۔ یہ حال تو کچھ برے لوگوں کا ہے خدا جانے نیک اور صالح لوگوں کی کیا منزلت ہو گی۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَا عَلِیُّ لَوْ اَنَّ عَبْدًا عَبَدَ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ مِثْلَ مَاقَامَ نُوْحٌ فِیْ قَوْمِہٖ حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے جناب علی مرتضیٰؑ سے فرمایا یا علیؑ اگر کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی اتنی مدت عبادت کرے کہ جتنی مدت جناب نوح علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی میں کی وَکَانَ لَہٗ مِثْلُ اُحُدٍ ذَھَبًا فَاَنْفَقَہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور اس بندہ کے پاس کوہ احد کی مقدار میں سونا ہو اور وہ اسے راہ خدا میں صرف کرے وَمُدَّ فِیْ عُمْرِہٖ حَتّٰی حَجَّ اَلْفَ حَجَّۃٍ عَلٰی قَدَمَیْہِ اور اس بندہ کی عمر اس

قدر ہو کہ ہزار حج پا پیادہ بجا لائے ثُمَّ قُتِلَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ مَظْلُوْمًا وَلَمْ یَکُنْ فِیْ قَلْبِہٖ مَحَبَّتُکَ لَمْ یَشُمَّ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَلَمْ یَدْخُلْھَا اس کے بعد وہ بندہ کوہ صفا و مروہ کے درمیاں ظلم و ستم کے ساتھ شہید کیا جائے' ان باتوں کے باوجود اگر وہ تمہاری محبت نہ رکھتا ہو تو وہ شخص ہرگز بہشت کی بو بھی نہیں سونگھ سکے گا اور نہ بہشت میں داخل ہو گا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ جناب آدمؑ نے اپنے پروردگار سے چند کلمے سیکھے' صاحب دار الثمین نے اس آیہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ان کلموں سے مراد اسمائے پنجتن ہیں کہ ساق عرش پر لکھے دیکھے۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ آپ ان اسماء مقدسہ کو حفظ کریں کہ باعث برکت ہے کہ حضرت آدمؑ نے چار نام یاد کئے تو ہر ایک نام لینے سے دل کو خوشی ہوتی تھی۔ فَلَمَّا ذَکَرَ الْحُسَیْنَ سَالَتْ دُمُوْعُہٗ وَانْخَشَعَ قَلْبُہٗ مگر جب خامس آل عبا مظلوم کربلا کا نام زبان پر جاری کیا خودبخود دل شکستہ ہو گیا' جی بھر آیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے فَقَالَ یَا اَخِیْ جَبْرَئِیْلُ فِیْ ذِی الْخَامِسِ یَنْکَسِرُ قَلْبِیْ وَتَسِیْلُ عَبْرَتِیْ آپ نے جبرئیلؑ سے فرمایا اے بھائی جبرئیلؑ کیا وجہ ہے کہ پانچویں امام کا نام لیتے ہی میرا دل پگھلا جاتا ہے' آنسو نکل پڑتے ہیں۔ فَقَالَ جَبْرَئِیْلُ وَلَدُکَ ھٰذَا یُصَابُ بِمُصِیْبَۃٍ تَصْغُرُ عِنْدَھَا الْمَصَائِبُ جبرئیلؑ نے کہا کہ آپ کا یہ فرزند مظلوم ایسی بلاؤں میں مبتلا ہو گا کہ کسی نبی و وصی پر وہ بلائیں نہ گزری ہوں گی اور وہ مصیبتیں برداشت کرے گا کہ دنیا کی ساری مصیبتیں اس سے پست ہو جائیں گی۔ پھر آدمؑ نے فرمایا وہ کون سی ایسی مصیبتیں ہیں فَقَالَ یُقْتَلُ عَطْشَانًا غَرِیْبًا وَحِیْدًا لَیْسَ لَہٗ نَاصِرٌ وَلَا مُعِیْنٌ جبرئیلؑ نے عرض کی آپ کیونکر سن سکیں گے' یہ نبی زادہ اپنی امت کے ہاتھ سے مجبور ہو کر ایک صحرا میں پہنچے گا' وہاں بھی عزیزوں' دوستوں سے جدا ہو جائے گا اور اس کا کوئی ناصر و مددگار نہیں رہے گا۔ چاروں طرف سے

راستے بند ہوں گے' کوئی کہیں سے مدد کو نہ آ سکے گا اور یہ غریب دریا کے کنارے بھوکا پیاسا بے یار و انصار تنہا لاکھوں آدمیوں میں کھڑا ایک ایک سے **وَاعَطَشَاهُ وَاقِلَّةَ نَاصِرَاهُ** کہہ کر فریاد کرے گا' مگر کوئی رحم نہ کھائے گا' سب کے سب ہر طرف سے نیزے ماریں گے' تیر برسائیں گے **فَيُذْبَحُ كَذَبْحِ الشَّاةِ مِنَ الْقَفَا** یہاں تک کہ گوسفند کی مانند ذبح کئے جائیں گے۔ بزرگوں کی تبرکات ان سے لوٹ لیں گے' ننھے یتیم بچوں کو اور بے وارث بی بیوں کو قید کر کے اس مظلوم کا سر نوک نیزہ پر چڑھا کر شہر بہ شہر' دیار بہ دیار پھرائے جائیں گے۔ اور یہ امر ضرور واقع ہو گا **فَبَكَى اٰدَمُ وَجَبْرَئِيلُ بُكَاءَ الثَّكْلٰى** یہ کہہ کر جناب آدمؑ اور جبرئیلؑ اس طرح بے اختیار روئے جیسے کسی عورت کا بچہ مرجاتا ہے اور وہ روتی ہے۔ **مومنین** وقوع سے قبل اس واقعہ کو سن کر جناب آدمؑ اس قدر روئے تھے۔ اس وقت آپؑ کا کیا حال ہوتا جب اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ روز عاشور مظلوم کربلا پر کیا کیا مصیبتیں گذریں' ایک دن میں صبح سے شام تک تمام گھر کا گھر صاف ہو گیا۔ پنجتن کے رفیقوں کا لڑکپن کے دوستوں کا ساتھ چھوٹ گیا' گودیوں کے کھلائے بچے آنکھوں کے سامنے دم توڑ توڑ کر مر گئے' وہ بھائی جس سے بازوؤں کی قوت لشکر کی زینت تھی انتیس برس بیٹوں کی طرح پالا تھا شانے کٹا کر دنیا سے سدھارا' وہ بھتیجا جو بھائی کی یادگار تھا دیکھتے دیکھتے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہو گیا اور وہ شیرخوار بچہ جو چھ مہینے کا تھا اور گھٹنوں بھی نہ چلنے پایا تھا اور وہ بھی بڑھنے نہ پایا تھا کہ کئی دن کی پیاس میں تیر گلے پہ کھائے۔ **کتاب منتخب** وغیرہ میں منقول ہے کہ جب امام مظلوم کے سب عزیز و انصار درجہ شہادت پر فائز ہو چکے تو اشقیاء نے حضرت مظلوم کربلا کو اکیلا پا کر چاروں طرف سے محاصرہ کیا اور تلواریں کھینچ کھینچ کر اور نیزے تان تان کر آگے بڑھے تو آپ نے بھی جہاد

کی تیاری کی۔ ناگاہ خیمہ عصمت سے اس طرح ماتم کی آواز کان میں آئی کہ جس طرح میت پر لوگ روتے ہیں۔ حضرت مضطرب ہو کر قتل گاہ سے خیمہ میں تشریف لائے دیکھا مادر علی اصغرؑ چھ مہینے کی جان کو ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے رو رہی ہے اور وہ بے زبان چھوٹا سا دہن پیاس کی شدت سے کھولے ہوئے ہے۔ ضعف سے ننھا سا منکا ڈھلا جاتا ہے' کملائی ہوئی صورت پر مُردنی چھائی ہے' اس کے ارد گرد سب بی بیاں' بچیاں سروں اور سینوں کو پیٹ رہی ہیں' علی اصغرؑ کا یہ حال دیکھ کر بے اختیار رونے لگے۔ اور جناب زینبؑ سے فرمایا کیا کروں' کہاں سے اصغرؑ کے لئے پانی لاؤں ؟ ایک تدبیر ذہن میں آتی ہے کہ اس بچہ کو مجھے دو تو مقتل میں لے جا کر ظالموں کو اس کی حالت دکھاؤں' شاید اس کی صورت دیکھ کر بے رحم کو رحم آجائے۔ غرض حضرت نے علی اصغرؑ کو گود میں لیا اور اس خیال سے کہ دھوپ میں پیاس کا صدمہ زیادہ نہ ہو دامن عبا کا اس پر سایہ کئے ہوئے میدان میں تشریف لائے اور لشکر مخالف کی طرف متوجہ ہو کر استغاثہ کیا **اَمَا مِنْ مُجِيْرٍ يُجِيْرُنَا اَمَا مِنْ مُغِيْثٍ يُغِيْثُنَا** آیا کوئی عترت رسول کو پناہ دینے والا ہے کہ اس وقت انہیں پناہ دے' آیا کوئی فریاد رس ہے کہ اپنے نبیؐ کے نواسہ کی فریاد کو پہنچے **اَمَا مِنْ اَحَدٍ يَاتِيْنَا بِشَرْبَةٍ مِنَ الْمَاءِ لِهٰذَا الطِّفْلِ فَاِنَّهُ لَا يُطِيْقُ الظَّمَاءَ** کیا کوئی اس انبوہ میں صاحب اولاد نہیں اور کسی کو خدا کا خوف نہیں کہ اس طفل جاں بلب کو اس بہتے ہوئے دریا سے ایک گھونٹ پانی پلائے' یہ چھ مہینے کا بچہ پیاس سے مر رہا ہے۔ اے بے رحمو اگر حسینؑ تمہارے زعم میں گناہ گار ہے تو یہ معصوم تو بے گناہ ہے' اسے تھوڑا پانی دو' اس جان بلب پر رحم کرو ایک قطرۂ آب سے دریا کم نہ ہو گا۔ سید الشہداء نے جتنی فریادیں کیں مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا لعین منہ پھیر پھیر کر بعض گردنیں جھکا جھکا کر رہ گئے اور بعض رو پڑے۔ اس

روایت کے مطابق اس وقت جناب علی اکبرؑ شہید نہ ہوئے تھے بے چین ہو کر امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اگر مجھے اجازت ہو تو جس طرح بھی ممکن ہو پانی لاؤں۔ حضرت نے فرمایا خدا تمہارے ارادہ میں برکت دے۔ غرض وہ شہزادہ مشک لے کر فرات کی طرف چلا۔ کچھ اشقیاء نے راستہ روکا' جناب علی اکبرؑ نے تلوار سے سب کو دور بھگایا پھر وہ مشک پانی کی بھر کر حضرت کی خدمت میں لائے اور عرض کی پانی حاضر ہے علی اصغرؑ کو پلایئے اور جو بچ جائے میرے بدن پر چھڑک دیجئے کہ میں بھی پیاس سے نہایت بے چین ہوں۔ حضرت شدت سے روئے پھر شیرخوار کو زانو پر بٹھا کر چاہا کہ پانی پلائیں۔ مشکیزہ منہ کے قریب لے گئے تھے کہ اس بچے نے پانی کی خنکی محسوس کی تو آنکھیں کھول دیں اور پانی پینے کا ارادہ کیا ناگاہ ایک ظالم نے تیر کمان میں جوڑ کر حلق علی اصغرؑ کو نشانہ کر کے ایسا مارا کہ حلق نازک سے پار ہو گیا اور وہ شہزادہ باپ کی گود میں ہچکیاں لے کر سرد ہو گیا فَبَکَی الْحُسَیْنُ وَ رَمَی الرَّکْوَۃَ بَیْنَ یَدَیْہِ اب صاحبانِ اولاد سے پوچھتا ہوں کہ جس کی آغوش میں یہ حادثہ گزرے وہ کیا کرے اور اس دل پر کیونکر قابو رہے۔ حضرت نے وہ مشکیزہ زمین پر پھینک دیا اور بے اختیار دھاڑیں مار کر رونے لگے' پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر عرض کی اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الشَّاھِدُ عَلَی الْقَوْمِ قَتَلُوْا اَشْبَہَ الْخَلْقِ بِنَبِیِّکَ رَسُوْلِ اللّٰہِ خداوندا اس قوم نے میرے ایسے ششماہی پیاسے بچے کو قتل کیا ہے' جو صورت میں تیرے رسول کے مشابہ تھا پھر علی اصغرؑ کا لہو چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا۔ لکھا ہے کہ اس خون ناحق کا کوئی قطرہ زمین پر نہ گرا۔ اس کے بعد تلوار کی نوک سے چھوٹا سا گڑھا کھودا اور اس ننھی سی لاش کو پیوند خاک کر دیا' دل کی بے تابی سے عجب حال تھا کبھی زمین پر گرتے اور کبھی اٹھ بیٹھتے تھے کبھی جان نثاروں کو یاد کر کے یہ اشعار پڑھتے تھے۔

وَاللّٰہِ مَالِیْ اُنْسٌ بَعْدَ فُرْقَتِکُمْ
اِلَّا الْبُکَاءُ وَقَرْعُ السِّنِّ مِنْ نَدَمٖ

یعنی واللہ اب تم لوگوں کے بعد سوائے کفِ افسوس ملنے اور اشکِ حسرت بہانے کے دوسرا کوئی انیس ہمارا باقی نہیں رہا۔

وَلَا ذَکَرْتُ الَّذِیْ اَبْدَالزَّمَانِ لَکُمْ
اِلَّا جَرَتْ اَدْمُعِیْ مَمْزُوْجَۃً بِدَمِیْ

اور مجھے وہ مصائب یاد آتے ہیں جو زمانہ کے ہاتھ سے تمہیں پہنچے کہ تم یوں پیاسے اس جور و ستم سے میرے سامنے مارے گئے' تو بے اختیار میری آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہوتے ہیں۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ الخ -

مجلس نمبر ۴۵

جناب امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ کے فضائل، حضرت امیرؑ کے حکم سے آفتاب کا ٹھہر جانا، ذوالفقار کا گریہ کرنا اور شہادتِ علی اصغرؑ سے متعلق چند اور روایات ۔

☆

کتاب خرائج الجرائح میں روایت ہے کہ **اِنَّ الحسنَ وَالحسینَ مَرضا**
عَلی و فَاطِمَۃَ وَالحسنَ وَالحسینَ علیھم السلام صیام ثلاثۃ ایام ایک بار ج
حسنینؑ بیمار ہوئے جناب امیرؑ و جناب فاطمہؑ اور حسنین علیہم السلام نے
روزوں کی نذر کی جب شافی مطلق نے شفا عنایت کی تو ان سب نے ایفائے
کے روزے رکھنے کا ارادہ کیا۔ جناب امیرؑ نے ایک یہودی سے تھوڑا سا اون
تاکہ فاطمہ زہراؑ تین صاع جو کے بدلے یہ اون کاتیں۔
فَصامُوا و غَزَلَتْ فاطمۃ جُزءۃً ثُمَّ طَحَنَتْ ساعَ سَعیرٍ و خَبَزَتْ
○ پس سب نے روزہ رکھا اور جناب فاطمہ زہراؑ نے پہلے تو ایک حصہ اون
کاتا، بعدازاں جو یہودی کی اون کاتنے کی مزدوری ملی اس سے آٹا خرید کرا
پکایا۔ جب وقت افطار آیا اور انہوں نے چاہا کہ کھانا کھائیں تو ناگاہ ایک مسکی
نے آکر سوال کیا **فاعطَوہ طَعامَھُمْ ولَمْ یَذُوقُوا اِلاَّ الماء** ○ پس جنا
امیرؑ اور سب گھر والوں نے اپنا کھانا کر مسکین کے حوالہ کیا اور پانی کے سوا کچھ
چکھا جب دوسرا دن ہوا جناب سیدہ نے اُون کا دوسرا حصہ کاتا پھر اس کی اجر
کے پیسے سے آٹا لے کر روٹیاں پکائیں، جب افطار کا وقت ہوا اور چاہا کہ افط
کریں تو ایک یتیم آیا اور پکارا اے اہل بیتؑ رسول میں یتیم ہوں مجھے کھا
کھلائیے۔ جناب حیدر کرارؑ نے اور جناب سیدہؑ نے اپنے حصہ کی جو کی روٹی اسے
دی دے، یہاں تک کہ حسنین شریفینؑ نے بھی اپنی روٹیاں دے در

جب تیسری صبح ہوئی تو پھر اہل بیتؑ عصمت و طہارت نے روزہ رکھا اور جناب سیدہ نے وہ باقی اون کاتی اور اس کی اُجرت سے آٹا خرید کر روٹیاں پکائیں جب افطار کا وقت ہوا ایک اسیر نے صدا دی اے اہل بیت محمدؐ میں اسیر ہوں اور بھوکا پیاسا ہوں۔ جناب امیرؑ اور جناب سیدہؑ نے اپنا کھانا اسے دے دیا اس کے بعد شیر خدا کے بیٹوں نے بھی اپنا کھانا اُسے دے دیا۔ تاریخ کہتی ہے کہ ان دونوں گل بوستان رسالت کا سن چھ برس سے زیادہ نہ ہو گا لَمْ یَذُوقُوا اِلَّا الْمَاءَ سب نے فاقہ کیا اور پانی کے سوا کچھ نہ چکھا اَرْبَعَۃُ اَیَّامٍ وَالْحَجَرُ عَلٰی بَطْنِہٖ وَ عَلَمَ عَلٰی بَطْنِہٖ اور جناب رسول خدا کو بھی فاقہ تھا اور بھوک کی وجہ سے آپؐ نے شکم مبارک پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ اہل بیتؑ کے اس حال سے بھی آگاہ تھے۔ حضرت اسی حال میں داخل ہوئے اور فصلِ خُرما تمام ہو گئی تھی ایک خُرما بھی ان درختوں میں باقی نہ تھا اور جناب امیرؑ حضرت رسول خدا کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوالحسنؑ شمشیر اٹھا لو اور ایک درخت خرما اشارہ فرما کر حکم دیا کہ اس کی طرف جاؤ اور کہو کہ رسول خدا نے کہا ہے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ ہمیں اپنے میوے نہیں کھلاتا ؟ جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں جب میں نے درخت کی جانب سر اٹھایا تو اس درخت میں اس قدر میوہ تھا کہ اس کی مانند کبھی کسی نے نہیں دیکھا ہو گا۔ میں اچھے اچھے خرمے چن کر رسول اکرمؐ کی خدمت میں لے آیا۔ حضرت نے تناول فرمائے اور میں نے بھی کھائے اور مقدادؓ کو انکے اہل و عیال سمیت کھلائے۔ کچھ مقدار جناب فاطمہ زہراؑ کے لئے اٹھا کر جب گھر پہنچے تو جناب فاطمہ زہراؑ درد سر سے کہ تین دن سے کچھ نہ کھایا تھا بے چین تھیں فَقَالَ اَبْشِرِیْ وَاصْبِرِیْ فَلَنْ تَنَالِیْ مَاعِنْدَ اللّٰہِ اِلَّا الصَّبْرِ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا اے فاطمہؑ خوش ہو اور صبر کرو تو کبھی اس چیز کو نہ پہنچے گی جو خدا کے پاس ہے مگر صبر

کے ساتھ فَنَزَلَ جَبْرَئِیْلُ بِھَلْ اَتٰی پس اسی وقت جناب جبرئیل علیہ الس
سورہ ہل اتیٰ لے کر نازل ہوئے اور تحفۂ سلام کے بعد وہی سورہ رسول خدا
سامنے پڑھا اور عرض کی اللہ تعالیٰ یہ سورہ تمہارے اہل بیتؑ کی ثناء میں نازل
ہے۔ غرض یہ حال تھا حضرات اہل بیتؑ کی کرم نوازی کا --- کہ آپ فا
فاقے کرتے تھے اور بھوکوں کو سیر کرتے تھے اور سائل کو محروم نہ لوٹاتے تھ
حضرات جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے فضائل اتنے زیادہ ہیں کہ ان کو
بھی نہیں کیا جا سکتا۔ منقول ہے کہ جناب امیرؑ کے حکم سے آفتاب نے
مرتبہ رجعت کی بلکہ آپ کے ایک مداح کے ایک اشارہ سے نیرّاعظم ٹھہرا
چنانچہ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کتاب کشف الیقین میں تحریر فرمایا کہ چند
لوگ جو وعظ و پند فرمایا کرتے تھے حسبِ معمول بعض ایام میں ان میں سے ا
مقدس وعظ کر رہے تھے اور مدح جناب امیر علیہ السلام کو شروع کیا تھا کہ
اثناء میں دن بہت کم رہ گیا اور قریب تھا کہ آفتاب غروب ہو جائے، پس ان
نے نیرّاعظم کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

لَا تَغْرُبِیْ یَاشَمْسُ حَتّٰی یَنْقَضِیْ
مَدْحِیْ لِصِنْوِا لْمُصْطَفٰی وَلِنَجْلِہٖ

اے آفتاب جہانتاب غروب نہ ہو جب تک مدح و ثنائے برادر محمد مص
کو بیان کروں۔

اِثْنِیْ عَنَانَکَ اِذَاعَرَفْتَ ثَنَائَہٗ
اَنَسِیْتَ یَوْمَکَ مَارَدَدْتَ لِاَجْلِہٖ

اے آفتاب تو اپنی عنان پھیر، اگر تو ان حضرت کی مدح جانتا ہے آیا

روز کو بھول گیا کہ جس دن تو ان کے لئے پھیرا گیا تھا۔

اِنْ كَانَ لِلْمَوْلٰى وُقُوفُكَ فَلْيَكُنْ
هٰذَا الْوُقُوفُ لِخَيْلِهٖ وَ رَجْلِهٖ

ہرچند کہ وہ مولا کے لئے ٹھہرنا تھا اور تیرا یہ توقف ان کے خدام اور ثنا خوان کے لئے ہو گا۔ اس مدّاحِ آل محمدؐ کا یہ کلام کرنا تھا کہ سورج جہاں تک پہنچا وہیں رہ گیا اور وہاں سے اس نے ذرا بھر جنبش نہ کی جب تک اس مومن نے مدح علیؑ بن ابی طالبؑ تمام نہ کی۔ سبحان اللہ مومنین سید الوصیینؑ جناب امیر المومنینؑ کے کیا مدارج ہیں۔ ایک ادنٰی مدّاحِ امیرالمومنینؑ کی سورج نے اطاعت کی اور ان کے حکم سے اس نے اس وقت تک حرکت نہ کی جب تک مدحِ حضرت مکمل نہ ہوئی۔ غروب نہ ہوا مگر افسوس ہزار افسوس اس امت جفاکار نے حضرت کا احترام نہ کیا۔ کیسے کیسے ماہ بنی ہاشم اور ستارہائے برج نبوت کو جن کا مشرق سے مغرب تک پورے عالم میں نظیر نہ تھا۔ دوپہر کے عرصہ میں پیوند خاک کر دیا۔
راوی کہتا ہے کہ روز عاشور جب آفتاب بُرج امامت یعنی جناب امام حسینؑ میدان کارزار میں بے مونس و یار رہ گئے **فَنَظَرَ يَمِيْنًا وَ شِمَالًا فَلَمْ يَرَى اَحَدًا فَنَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ وَا اَخَاهُ وَاعَبَّاسَاهُ وَاقَاسِمَاهُ وَا اَكْبَرَاهُ** اس وقت مظلوم نے حسرت بھری نگاہ سے کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں جانب دیکھا' شہداء کی لاشوں کے سوا کچھ نظر نہ آیا' دیکھا کہ وہ شیر گوسفند قربانی کی مانند زمین کربلا پر بے جان و مقتول جا بجا پڑے ہیں۔ با آواز بلند رو کر فرمانے لگے ہائے میرے قوت بازو عباسؑ اور ہائے قاسمؑ و علی اکبرؑ کوئی تم میں سے زندہ نہ رہا جو اس عالمِ غربت و بے کسی میں میری مدد کرتا۔ مقتلِ شاہ شہیداں میں منقول ہے کہ حضرت روتے ہوئے در

خیمہ پر تشریف لائے اور با آواز بلند فرمایا **يَا اُخْتِي زَيْنَبُ وَ يَا اُمَّ كُلْثُوْمَ وَ يَا رَبَا**
وَ يَا سَكِيْنَةُ عَلَيْكُنَّ مِنِّيَ السَّلَامُ اے بہن زینبؑ اے ام کلثومؑ اے ربابؑ ا
سکینہؑ حسینؑ کا آخری سلام تم اہل بیتؑ پر پہنچے اب تم لوگوں سے حسینؑ رخص
ہوتا ہے اور میری یہ آخری وداع ہے' میرا اور تمہارا وعدہ گاہ روز قیامت ۔
اَلسَّلَامُ عَلَى النِّسْوَةِ الَّتِيْ قُتِلَ اَوْلَادُهُنَّ وَ رِجَالُهُنَّ لِنُصْرَتِيْ اور سلام ہو می
ان عورتوں پر کہ جن کی اولاد اور مرد میری نصرت میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے
پس ہر ایک بی بی اور بچے سے اس طرح رخصت ہونے لگے جس طرح مرنے وا
اپنی موت کے وقت اپنے عیال سے رخصت ہوتا ہے۔ اس وقت صدائے گریہ
بکاء سے خیمہ میں ایک شور قیامت برپا تھا اور ہر طرف سے آواز الوداع و الفرا
بلند تھی۔ خاص کر جناب زینبؑ وہ جگر خراش بین کرتی تھیں کہ جس کے سن
سے دوست اور دشمن کے دل شق ہوتے تھے۔ غرض اس عالم گریہ میں جناب
زینبؑ نے عرض کی اے بھائی جس وقت علی اصغرؑ نے آپ کی آوازِ استغاثہ س
ہے ہمک کر اپنے آپ کو گہوارہ سے گرا دیا ہے اور رونے سے چپ نہیں کرتا
سن کر حضرت بہت روئے اور فرمایا اے بہن زینبؑ میرے فرزند شیر خوار ک
میرے پاس لاؤ کہ میں اسے ایک نظر دیکھ لوں اور وداع کر لوں جناب زینبؑ اس
معصوم کو اٹھا لائیں حضرتؑ نے دیکھا کہ اس طفلِ صغیر کی آنکھوں میں حلقے پڑ گ
ہیں اور پیاس کی شدت سے اس کے ہونٹ خشک ہو گئے ہیں۔ حضرت نے اس
بچہ کو اپنی آغوش میں لے لیا اور دامن عبا سے چھپا کر ایک بلندی پر تشریف ل
گئے اور اپنے ہاتھوں پر رکھ کر اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زیرِ بغل نمایاں ہوئی او
باآواز بلند فرمایا اے قوم یہ میرا طفل شیر خوار ناقہ صالح سے کم نہیں اور پیاس ک
شدت سے مر رہا ہے۔ مگر مومنین ان سنگ دلوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ جب

حضرت نا اُمید ہوئے اس بلندی سے اُترے اور صفوف لشکر کے سامنے آئے اور عبائے مبارک کو رخ علی اصغرؑ سے اٹھا لیا اور ایک ایک جفاکار کو اس شیرخوار کی صورت دکھلائی اور پانی طلب فرمایا' یہاں تک کہ آپ اسی طرح ایک طرف سے دکھلاتے ہوئے دوسری جانب اس لشکر کے پہنچے مگر کسی نے اس شیرخوار کے حال زار پر رحم نہ کھایا اس وقت وہ حجتِ خدا علی اصغرؑ کی طرف مخاطب ہوئے فرمایا اے فرزند تم بھی ان بے رحموں کو اپنی سوکھی زبان دکھلاؤ تاکہ خدا کے سامنے کوئی حجت باقی نہ رہے۔ راوی کہتا ہے کہ جس وقت علی اصغرؑ نے اپنی سوکھی زبان خشک لبوں پر پھیری تو لشکر عمر سعد میں کوئی سنگدل ایسا نہ تھا کہ جس کا جگر پانی نہ ہو گیا ہو اور حال اصغرؑ پر رویا نہ ہو اور عمر سعد کی تمام فوج نے انحراف کا ارادہ کیا پس اس شقی نے تلاطم و اضطراب لشکر دیکھ کر حرملہ بن کاہل اسدی سے کہا تو کیا دیکھتا ہے جلد اس بچے کا کام تمام کر اس ظالم نے ایک زہر آلود تیر کمان میں جوڑ کر ایسا حلق اصغرؑ پر مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا باپ کے ہاتھوں تڑپ تڑپ کر جان بحق تسلیم ہوا کیوں صاحبو ! یہ ظلم و ستم سوائے امام حسینؑ کے کس نے دیکھا ہے پس حضرت نے زخم کے نیچے ہاتھ رکھا اور جب چُلو خون سے بھر گیا تو اسے آسمان کی طرف پھینکا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی **اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيَّ مَا نَزَلَ بِيْ** خداوندا یہ سب رنج و آزار تیری راہِ رضا میں آسان ہے **وَبَكٰى بُكَاءً شَدِيْدًا** اور زار و قطار روئے اور فرمایا **وَا اَصْغَرَاهُ وَيْلٌ لِمَنْ ضَرَبَ السَّهْمَ عَلٰى حَلْقِكَ** ہائے اصغرؑ ہائے پارۂ جگر اللہ تعالیٰ اس شقی پر لعنت اور عذاب نازل کرے کہ جس نے تیری پیاس پر رحم نہ کیا اور پانی کے بدلے تیرے سوکھے حلق پر ایسا تیر مارا کہ تو دنیا سے پیاسا رخصت ہوا **يَعِزُّ عَلَيَّ مُفَارَقَتُكَ فَتَقَدَّمَ اِلٰى بَابِ الْخَيْمَةِ وَقَالَ الزَّيْنَبُ خُذِيْهِ** پس حضرت روتے ہوئے دروازہ خیمہ پر آئے اور بیرون خیمہ سے

فرمایا بہن زینبؑ علی اصغرؑ کو لے لو **فَلَمَّا رَأَتْ زَيْنَبُ اَخِيْهَا الْحُسَيْنَ** آہ جناب زینبؑ در خیمہ پر آئیں اور اپنے بھائی کا یہ حال دیکھا کہ حضرت کے ہونٹ شدت پیاس سے خشک ہو رہے ہیں اور بازو پر ایسا تیر ستم لگا ہے کہ اس سے پرنالے کی طرح خون جاری ہے اور ہاتھوں پر لاش علی اصغرؑ ہے اور علی اصغرؑ کے گلے اور کانوں سے خون بہہ رہا ہے **بَكَتْ بُكَاءً شَدِيْدًا** ایک چیخ مار کر روئی اور مرقد رسولؐ کی طرف خطاب کر کے بولی **وَاجَدَّاهُ وَامُحَمَّدَاهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ هٰذَا الْحُسَيْنُ وَشَفَتَاهُ وَيْلَاتٌ بَيْنَ الظَّمَاءِ وَالدَّمُ مَسْفُوْحٌ عَنْ جِسْمِهٖ** ہائے اے نانا رسول خدا! ہائے اے جناب محمد مصطفیٰؐ یہ تمہارا فرزند حسینؑ ہے کہ پیاس کی شدت کی وجہ سے اس کے دونوں ہونٹ سوکھ گئے ہیں اور اس کے جسم پر ایسے کاری زخم لگے ہیں کہ ان سے خون بہہ رہا ہے اور اس کے بھائی' بیٹے اور عزیز و انصار آنکھوں کے سامنے مارے گئے ہیں یہاں تک کہ یہ اسی کا شیرخوار بچہ تین دن کا پیاسا تیر ستم کھا کر اس کی گود میں تڑپ کر مر گیا ہے **وَامُحَمَّدَاهُ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَشْكُوْ اِلَيْكَ مِنْ جَوْرِ الْاَعْدَاءِ** ہائے اے نانا ظلم اعداء کی شکایت تم سے کرتی ہوں **فَاَخَذَتْهُ فِي الْخَيْمَةِ** پس جناب زینبؑ روتی ہوئی نعش اصغرؑ کو حضرت کی گود سے لے کر خیمہ میں آئیں **فَلَمَّا رَأَتْ اُمُّهٗ بَكَتْ بُكَاءً شَدِيْدًا** اور جونہی یہ حال مادر علی اصغرؑ نے دیکھا کہ اصغرؑ کے گلے سے خون جاری ہے — جان لاشہ حضرت زینبؑ کی گود میں ہے اس کی ننھی لاش کے ہونٹ خشک ہو گ ہیں اس دل جلی کا عجب حال ہوا' چیخیں مار مار کر رونے لگی اور تڑپ کر — قراری میں کہتی تھی **وَا بُنَيَّ وَيْلٌ لِمَنْ قَتَلَكَ وَبَيْنَ الْمَاءِ مَنَعُوْكَ** ہائے اے میرے بچے' ہائے میرے پارۂ جگر اے میرے اصغرؑ اس شقی پر عذاب ہو کہ جس نے تجھ بے زبان پر بھی رحم نہ کھایا اور پیاسا قتل کیا اور پانی کا ایک قطرہ نہ دیا

بَکَتْ بُکَاءً شَدِیْداً حَتّٰی خَرَّتْ مَغْشِیَّۃً علیہا پھر اس قدر روئی کہ روتے روتے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی اور خیمہ اہل بیتؑ میں قیامت برپا تھی مصائب **الابرار و انوار الشہادۃ** کی روایت کے مطابق امام حسینؑ نہایت مشکل سے نعش علی اصغرؑ کو اہل بیتؑ سے لے کر مقتل میں لائے اور قصد کیا کہ ذوالفقار سے قبر کھود کر علی اصغرؑ کو سپرد خاک کریں اس وقت ذوالفقار سے آواز گریہ بلند ہوئی۔ حضرت ذوالفقار کی طرف متوجہ ہوئے اور رونے کی وجہ پوچھی اس نے عرض کی اے آقا ایک روز حیدر کرار ایک جنگ میں فتح حاصل کر کے گھر تشریف لائے تو جناب سیدہؑ نے مجھے خون آلودہ دیکھ کر صاف کرنا شروع کیا اور اس وقت روتی جاتی تھیں اور فرماتی تھیں اے ذوالفقار روز عاشور میرے حسینؑ کی نصرت میں کوتاہی نہ کرنا اور اس کے سر سے مصیبت کو دفع کرنا یا حضرت مجھ کو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ آج کے روز مجھ سے یہ خدمت لیں گے کہ علی اصغرؑ کی قبر میری نوک سے کھودیں گے میں اپنی اس عاجزی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روز قیامت جناب سیدہؑ کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ یہ سن کر حضرت بے اختیار رونے لگے اور فرمایا اے ذوالفقار حسینؑ کو آج کے روز وعدۂ طفلی ادا کرنا ہے اور رسولؐ مختار کی گناہگار امت کی شفاعت میری شہادت پر منحصر ہے۔

غرض حضرت نے اسی شمشیر سے قبر کھودی اور اپنے فرزند شیرخوار کو پیوند خاک کر دیا۔ الحاصل جب ربابؑ کو معلوم ہوا کہ طفل صغیر بھی تیر کا نشانہ بنا اور امام حسینؑ نے اسے مقتل میں دفن کر دیا تو حمید کہتا ہے کہ اس وقت وہ خاتون مکرمہ خیمہ عصمت سے اس بے تابی و اضطراب سے نکلیں کہ چادر کا ایک گوشہ سر پر تھا اور دوسرے کو زمین بوسہ دے رہی تھی اور جہاں جہاں بلندی نظر آتی تھی قبر علی اصغرؑ سمجھ کر اپنے آپ کو اس پر گرا دیتی تھیں، اسی طرح حضرت ربابؑ

ستر(۷۰) مقام پر گریں، یہاں تک کہ قبر علی اصغرؑ پر پہنچیں اور اس بچے کی ننھی سی قبر پر جو جگر خراش بین کئے اس کے بیان کا یارا نہیں کہ سننے والوں کے دل شق ہوتے تھے۔ پس امام حسینؑ جناب ربابؑ کو نامحرموں کی نظر سے بچا کر خیمہ میں لے گئے۔ **مومنین** ایک اُس بی بی یعنی جناب ربابؑ کو امامؑ نہایت احترام کے ساتھ خیمہ میں لے آئے اور دوسری خاتون حضرت زینبؑ ہیں کہ علی اکبرؑ کی خبر شہادت سن کر بے تابانہ سروپا برہنہ روتے پیٹتے ہوئے خیمہ سے نکلیں، **مقتل شاہ شہیداں** کی روایت کے مطابق اس **معظمہ** بی بی کے لئے حوران جنت کو حکم الٰہی ہوا کہ جلد زمین کربلا پر نازل ہو کر زینبؑ کے پردہ کا اہتمام کریں ایسا نہ ہو کہ ان پر نامحرموں کی نظر پڑے۔ اس لئے ہم نے اپنے حبیب کے نواسے حسینؑ سے وعدہ کیا ہے کہ اس کی زندگی میں اس کے اہل بیتؑ کو نامحرموں کی نظر سے محفوظ رکھیں گے۔ چنانچہ حوران جنت فوری طور پر زمین نینوا پر آئیں اور جناب زینبؑ کے لئے پردہ کا اہتمام کیا۔ جس وقت جناب زینبؑ کی نظر ان حوروں پر پڑی آپؑ نے پوچھا تم کون ہو اور کس غرض سے آئی ہو، انہوں نے عرض کی اے رسولؐ کی نواسی ! ہم حوران جنت ہیں اور ہمیں خالق اکبر نے آپ کی پردہ داری کے لئے بھیجا ہے۔ یہ سن کر جناب زینبؑ نے رو کر ارشاد فرمایا جلد جا کر میری ماں فاطمہؑ کو خبر کرو کہ آپ کا پیارا حسینؑ جسے آپ نے فاقہ اٹھا اٹھا کر اور چکی پیس پیس کر پالا تھا اس وقت بے مونس و یار نرغۂ کفار میں گرفتار ہے آپ اس کی جلد خبر لیں۔ غرض حوریں گئیں اور جناب سیدہ جنت سے تشریف لائیں، مگر مقتل میں کب پہنچیں کہ جس وقت شمر ولدالحرام امام علیہ السلام کے سینہ پر بیٹھا ہوا تھا اور خنجر گلوئے مبارک امام پر رکھے ہوئے خشک رگوں کو قطع کر رہا تھا۔ **راوی** کہتا ہے کہ امامؑ کے گلے کا خون فوارہ کی مانند بلند

ہو رہا تھا اور زمین پر نہ گرتا تھا۔ ناگاہ اس نے دیکھا کہ ایک معظمہ بی بی پریشان حالت میں اس مظلوم کے سرہانے کھڑی ہیں اور ہاتھ میں ایک سفید چادر ہے کہ امام حسینؑ کا خون اس چادر پر پڑتا ہے۔ وہ ملعون کہتا ہے کہ میں نے پوچھا یاً بنَ رسول اللہ یہ خاتون معظمہ جو آپ کے سرہانے کھڑی ہیں کون ہیں' حضرت نے فرمایا اے شمر ہماری والدۂ ماجدہ حضرت فاطمہ زہراؑ ہیں ۔ اتنا ٹھہر جا کہ وہ مخدومہ میرے سر کو آغوش مبارک میں رکھ لیں۔ مگر اس سنگدل نے کسی طرح رحم نہ کھایا اور اپنے کام میں مصروف ہوا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر۴۶

نُورِ نبیؐ و نُورِ علیؑ کا تذکرہ " جناب عبداللہؑ بن عبدالمطلبؑ کی قربانی کا واقعہ " اور شہادتِ علیؑ پر چند اور روایات ۔

☆

قَالَ النَّبِیُّ کُنْتُ اَنَا وَ عَلِیٌّ نُوْرًا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ مُطِیْعًا یُسَبِّحُ اللّٰہَ ذٰلِکَ النُّوْرُ وَ یُقَدِّسُہٗ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ اٰدَمَ اَرْبَعَۃَ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ سیدّ الانبیاء شافع روز جزا ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارا اور علیؑ کا نور حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت سے چودہ ہزار برس پہلے سے ایک تھا اور وہ نور خداوند جلیل کی تسبیح و تہلیل میں مشغول تھا۔

فَلَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ رَکَّبَ ذٰلِکَ النُّوْرَ فِیْ صُلْبِہٖ فَلَمْ یَزَلْ یَنْقُلُہٗ مِنْ صُلْبٍ اِلٰی صُلْبٍ حَتّٰی قَرَّرَہٗ فِیْ صُلْبِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ

جب حق سبحانہ تعالیٰ نے جناب آدمؑ کو خلق کیا اس نور نے صلب آدمؑ میں قرار پایا۔ بعدازاں وہ نور صلب در صلب ہر کر ایک نبیؑ کے منتقل ہوتا ہوا آیا حتیٰ کہ صلب جناب عبدالمطلبؑ میں قرار پایا۔ وَقَسَمَہٗ بِقِسْمَیْنِ فَقَرَّ قِسْمِیْ فِیْ صُلْبِ عَبْدِاللّٰہِ وَ قِسْمُ عَلِیٍّ فِیْ صُلْبِ اَبِیْ طَالِبٍ فَعَلِیٌّ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ پس ان کی صلب مطہر سے دو حصہ ہو کر ایک حصہ صلب جناب عبداللہ میں آیا جس صلب سے میں پیدا ہوا وہ میرا نور تھا اور ایک حصہ صلب جناب ابوطالب میں منتقل ہوا جس صلب سے میرے بھائی علیؑ پیدا ہوئے۔ وہ ان کا نور تھا پس میں [illegible] سے ہوں۔ منقول ہے کہ

جناب عبدالمطلبؑ نے نذر کی تھی اگر حق سبحانہ تعالیٰ مجھے دس فرزند عطا کرے تو ایک بیٹا اپنے خداوند ذوالجلال کی عظمت و جلال کے لئے قربانی کروں گا۔ اس کے بعد آپ نے چھ عقد کئے ایک روز آپ تنہا صحرا کی طرف سیرِ شکار کے لئے تشریف لے گئے۔ ناگاہ غلبہ پیاس سے بے تاب ہوئے۔ تلاش بسیار کے بعد آپ کو پہاڑ کے اوپر ایک چشمہ نظر آیا وہاں پہنچ کر اس پانی کو نوش کیا تو اس قدر سرد و شیریں تھا کہ آپ نے یقین کیا کہ یہ پانی بہشت کا ہے۔ جب شکار سے مراجعت فرمائی تو خواب گاہ فاطمہ مخزومیہ میں کہ حضرت کی زوجہ محترمہ تھیں آرام فرمایا اس شب پیشانی عبدالمطلب کا نور منتقل ہو کے بطن فاطمہ میں آیا اور جب عبداللہ والد ماجد رسول خدا پیدا ہوئے تو وہ نور پیشانی نورانی عبداللہ میں تابندہ تھا اللہ تعالیٰ انہیں ازواج سے گیارہ فرزند عطا کئے۔ ایک روز وہ عہد جو حق سبحانہ تعالیٰ سے کیا تھا یاد آیا حضرت نے سب بیٹوں کو طلب کر کے ایک دسترخوان پر کھانا کھلایا پھر آپ نے نذر کی کیفیت بیان کی اور بیٹوں سے مشورہ چاہا سب خاموش رہے مگر جناب عبداللہؑ کہ سب میں کم سن تھے دست بستہ ہو کر عرض کرنے لگے آپ نے خالق سے نذر کی ہے اس کا ایفاء بھی واجب ہے اور ہم لوگ مطیع و فرمانبردار ہیں یہ سن کر جناب عبدالمطلبؑ درد فرزندی سے رو پڑے اور سب بیٹوں سے ارشاد کیا اپنی اپنی ماں کے پاس جاؤ کہ وہ تم کو نہلا کر' فاخرہ لباس سے آراستہ کریں اور زلفوں میں کنگھی کریں' آنکھوں میں سرمہ لگا کر تمہیں خوب پیار کر لیں اور وداع کریں کہ صبح کو میں تم سب کے نام قرعہ ڈالوں' جس کا نام قرعہ نکلے گا ان کو راہ خدا میں قربانی کروں گا۔ پس ہر فرزند نے اپنی اپنی ماں سے جا کر نذر پدر کی کیفیت بیان کی یہ سن کر گھر میں نوحہ و ماتم ساری رات برپا رہا صبح کو جناب عبدالمطلب نے اپنے کندھے پر حضرت آدمؑ کی ردا ڈالی اور حضرت نوحؑ کی انگشتری

ہاتھ میں پہنی اور جناب شیث کی نعلین پاؤں میں ڈالی اور ایک آبدار خنجر لے کر ہر فرزند کو ندا دی جناب کی آواز سنتے ہی سب بیٹے زینت کیے ہوئے باہر آئے مگر چونکہ مادر عبداللہ کے دل میں خود بخود خیال گزرا کہ قرعہ میرے ہی فرزند کے نام نکلے گا' محبت مادری سے آپ نے ان کو باہر نہ نکلنے دیا جب جناب عبدالمطلب نے عبداللہ کو حاضر نہ پایا فاطمہ مخزومیہ کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ باہر لے جانے کا قصہ کیا ان کی ماں باآواز بلند رونے لگیں' عبداللہ نے عرض کی اے مادر مہربان آپ صبر کریں اور امر الٰہی پر راضی رہیں مجھے جانے دیں اگر خداوند کریم نے مجھے قبول کیا تو زہے نصیب میرے۔ ورنہ جس کے حصہ میں یہ سعادت ہو گی وہ مستفیض ہو گا اور میں محروم رہ جاؤں گا' اپنے فرزند ارجمند کے یہ کلمات سن کر جناب عبدالمطلب کا عجب حال ہوا چہرۂ اقدس کا رنگ متغیر ہو گیا اور زار و قطار رونے لگے آخر کار نذر کی ادائیگی کے لئے عبداللہ اور سب بیٹوں کو لے کر داخل خانہ کعبہ ہوئے حضرات سوچنے اور غور کرنے کا مقام ہے کہ جناب فاطمہ مخزومیہ کو اپنے فرزند کی قربانی کا فقط احتمال تھا' کچھ یقین نہ تھا اس پر اس قدر مضطرب ہوئیں کیا صدمہ گزرا ہو گا روح جناب زہراؑ پر جب ان کا فرزند حسینؑ لحد منور پر رخصت کے لئے حاضر ہوا ہو گا۔ کیونکہ وہ معصومہ خوب جانتی تھیں کہ میرا فرزند اب یہاں سے جا کر زندہ واپس نہیں لوٹے گا۔

الغرض قربانی کا نام سن کر قریش کے تمام زن و مرد نے جناب عبدالمطلب کو گھیرے میں لے لیا اور نالہ و فریاد کرنے لگے۔ حضرت نے دست اقدس میں خنجر لے کر ایک ایک فرزند کے نام پر قرعہ ڈالنا شروع کیا اور بارگاہ قاضی الحاجات میں یوں مناجات کی کہ اے خالق کعبہ و حرم' اے خداوند حلیم و زمزم میں ایفائے نذر کے لئے ان فرزندوں کو تیری بارگاہ میں لایا ہوں جسے تو

مصلحت سمجھے قبول کر۔ قرعہ عبداللہ ہی کے نام پر نکلا۔ حضرت عبدالمطلب نے عبداللہ کی گردن میں چادر ڈال کر زمین پر لٹایا اس وقت عبداللہ کا رنگ زرد ہو گیا تھا اور ذبیحہ کی مانند کانپ رہے تھے اور سب بھائی اردگرد کھڑے دیکھ دیکھ کر حسرت سے رو رہے تھے۔ بالخصوص جناب ابوطالبؑ سب سے زیادہ بے قرار تھے۔ پیشانی کو مقام نور پر بار بار بوسے دیتے تھے اور کہتے تھے اے کاش یہ قرعہ میرے نام نکلتا کہ یہ میرا بھائی جو اس نور کا وارث ہے اور جو زمین کو کثافت کفر و بت پرستی سے پاک اور کاہنوں کی کہانت کو دور کرنے والا ہے بچ جاتا اور میں اس صاحب نور کی زیارت کرتا مومنین اس کے باوجود کہ تمام قریش سخت پریشانی کے عالم میں رو رہے تھے اور حضرت عبداللہ کی والدہ سب سے زیادہ بے چین تھیں مگر حضرت عبدالمطلب کی نیت میں کچھ فرق نہ ہوا اور ذبح کرنے کا قصد کیا اس وقت تمام اکابر قریش اور اولاد عبد مناف' حضرت عبدالمطلبؑ کے ہاتھ سے لپٹ کر نالہ و فریاد کرنے لگے اور ابوطالب بھی اپنے بھائی کے دامن سے لپٹ کر اپنے پدر بزرگوار سے عرض کرتے تھے اے بابا میرے بھائی کے بدلے مجھے ذبح کیجئے آپ نے فرمایا افسوس ہے آپ سب مجھے حکم خدا سے باز رکھتے ہو میں حکم خدا کی مخالفت ہرگز نہیں کر سکتا۔ انہوں نے عرض کی اب کی مرتبہ پھر قرعہ ڈالئے شاید کسی اور کا نام نکلے جب انہوں نے حد سے زیادہ مبالغہ کیا تو آپ نے دوبارہ ڈالا پھر عبداللہ ہی کا نام نکلا حضرت عبدالمطلب نے فرمایا اب اس فرزند کی قربانی مجھ پر فرض ہو گئی اور راہ شفاعت بالکل مسدود ہو گئی اور پھر ذبح کرنے پر تیار ہوئے مادر عبداللہ بیتاب ہو کر عبدالمطلب کے ہاتھ سے لپٹ کر پچھاڑیں کھانے لگیں اور اپنے عزیز و قبیلہ سے سفارش طلب کرنے لگیں۔ تمام قبیلے دوڑے جناب عبدالمطلب سے لپٹ کر فریاد کرنے لگے اور ملائکہ عرش و فرش سے

ایک شور بلند کیا اس وقت ارشاد الٰہی ہوا اے میرے فرشتو ! میں سب چیز پر قادر ہوں مگر میں نے اس بندۂ خاص کا اپنی معرفت میں امتحان کیا ہے اسی اثناء میں مادر عبداللہ کے عزیزوں میں سے دس آدمی ننگی تلواریں کھینچے ہوئے عبدالمطلب کے قریب پہنچے اور ہاتھ تھام کر بولے جب تک ہم زندہ ہیں ہرگز اپنے بھانجا کو ذبح نہ ہونے دیں گے۔ ناگاہ ایک شخص اکابر قریش سے کہ عکرمہ بن عامر نام تھا۔ بڑھ کر بولا اے عبدالمطلب ایک تدبیر کرو کہ عبداللہ کے بدلے چند اونٹوں پر قرعہ ڈالو اگر قرعہ اونٹ پر نکلے تو کیا ضرور ایک شخص کے ذبح ہونے سے تمام قبیلہ بھی ہلاک ہو آپ بھی داغ فرزند اٹھائیں۔

جناب عبدالمطلب راضی ہوئے اور اس روز یہ امر موقوف رکھا صبح کے وقت پھر عبداللہ کو کعبہ میں لائے اور طواف کے بعد دس اونٹ علیحدہ کھڑا کرکے پردۂ حرم کو تھام کر مناجات کی کہ اے پروردگار میں اس فرزند کے عوض دس اونٹ دیتا ہوں تیری مرضی کیا ہے اور قرعہ ڈالا پھر عبداللہ کے نام سے نکلا دس اونٹ اور اضافہ کئے اور ہر مرتبہ دس دس اونٹ بڑھاتے جاتے تھے حتیٰ کہ نوبت نوّے اونٹوں تک پہنچی اس وقت جناب عبداللہ نے عرض کی اے بابا متواتر قرعہ میرے ہی نام نکلتا ہے اب خدا سے شرم کرنی چاہیے جلد مجھے قربان کر دیجئے مگر خوب مضبوط سے باندھ لیجئے گا کہ ذبح کے وقت ہاتھ پاؤں نہ ماروں اور میرے منہ پر رومال ڈال دیجئے گا کہ آپ کو درد فرزندی سے رحم نہ آجائے مبادا اگر ہاتھ رک گیا تو صبر و رضا میں فرق آجائے گا اور اپنے دامن کو لپیٹ لیں کہ خون سے تر نہ ہو جائے کیونکہ جب آپ اسے دیکھیں گے تو غم تازہ ہو جائے گا اے بابا میرے بعد میری ماں کے حال سے آپ غافل نہ ہوں اور ان کی دل جوئی میں کوئی دقیقہ فردگزاشت نہ فرماویں کہ وہ سوختہ جان اب زیادہ نہ جئے گی اور آپ بھی

رنج و ملال نہ کریں راضی برضائے الٰہی رہئے گا۔ اپنے فرزند کا یہ کلام سن کر عبدالمطلب بے اختیار رو پڑے اور پھر ذبح کرنے پر تیار ہو گئے۔ اس وقت تمام قریش عبدالمطلب سے منت سماجت کرنے لگے کہ خدا کے لئے اب ایک ۱۰۰ اونٹوں پر قرعہ ڈالیں اگر اس مرتبہ بھی عبداللہ کا نام نکلا تو ہم لوگ پھر ہرگز عذر پیش نہ کریں گے۔ غرض آپ نے مجبور ہو کر پھر ۱۰۰ اونٹوں پر قرعہ ڈالا اور عرض کی خداوند تو رحیم و کریم ہے اور اپنے بندوں کو ہر بلا سے بچانے والا ہے جو تیری مصلحت ہو حکم فرما۔ مجھے اپنی بارگاہ سے ناامید نہ کر۔ یہ دعا کر کے قرعہ جو ڈالا تو ۱۰۰ اونٹوں کے نام پر نکلا اس وقت سب لوگ دوڑے اور عبداللہ کو عبدالمطلب کے ہاتھ سے جا کر چھڑا لیا اور تمام قبیلہ قریش شکر خدا بجا لائے۔ عبدالمطلب نے فرمایا یہ امر انصاف سے بعید ہے کہ قرعہ نو مرتبہ عبداللہ کے نام نکلا میں ایک دفعہ اونٹوں کے نام نکلنے پر اکتفاء نہ کروں گا۔ ناگاہ ہاتف غیب نے خانہ کعبہ سے ندا کی اے عبدالمطلب تمہاری قربانی قبول ہوئی اور بہت جلد اس بزرگ کے صلب سے خاتم النبین سید المرسلین پیدا ہو گا۔ اس وقت تمام حُضار کہنے لگے اب تو آپ کو تسکین ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے خود بشارت دی۔ پس والدہ عبداللہ خوش خوش اپنے بیٹے کو لئے گھر واپس لوٹیں اور اطراف سے اہل عرب سے تہنیت و مبارکباد کے پیغامات موصول ہونے لگے۔ اسی روز سے ہر مرد کے خون کی دیت ۱۰۰ اونٹ قرار پائے۔ **کیوں حضرات** ! جناب عبداللہ کے بچانے کے لئے سب اکابر قریش نے کوشش کی اور حضرت کے بچ جانے سے سب عزیز و اقارب خوش ہوئے۔ مگر افسوس روز عاشور ذبیح کربلا کے بچانے کے لئے کوئی نہ تھا جو اشقیاء تھے وہ حضرت کے خون کے پیاسے تھے۔ اتنا بھی کسی کے دل میں رحم نہ تھا کہ پانی کے ایک گھونٹ سے تین دن کے پیاسے کو سیراب کرتا۔ حالانکہ مظلوم کربلا بار

بار فریاد کرتے تھے۔

انا ابن صاحب الکوثر انا بن شافع المحشر اقتل عطشانا ھل فیکم مسلم اے قوم میں ساقی حوض کوثر کا فرزند ہوں میں شفیع روز محشر کا دلبند ہوں' اور پیاسا قتل ہو رہا ہوں آیا تم میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جو مجھ کو تھوڑا پانی پلائے کہ پیاس کی شدت سے میرا جگر جل رہا ہے اور کبھی آپؑ فرماتے تھے **اما من مغیث یغیثنا اما من مجیر یجیرنا** آیا کوئی ایسا فریاد رس ہے جو میری فریاد کو پہنچے' آیا کوئی پناہ دینے والا ہے جو مجھ سے اور عترت رسول سے اس بلا کو دفع کرے۔ مومنین عبداللہ ابن مطلب تو پھر زندہ گھر میں تشریف لائے اور ان کی ماں نے ان کو اپنے سینہ سے لگایا مگر آہ آہ عبداللہ بن حسینؑ یعنی علی اصغرؑ معرکہ کربلا میں اس طرح اپنی ماں سے جدا ہوئے کہ پھر اس ستم دیدہ نے اپنے بیٹے کی لاش تک نہ دیکھی۔ اس عبداللہ کے بدلے اونٹوں کی قربانی ہوئی اور یہاں خود عبداللہ شیرخوار ہی کی قربانی تیز حرملہ ملعون سے ہوئی۔ کسی نے سنا ہے کہ چھ مہینے کا بچہ باپ کی نصرت کے لئے ہاتھوں پر خیمہ سے میدان جہاد میں آئے۔ یہ امر مخصوص جناب علی اصغرؑ کے لئے ہوا۔

چنانچہ **منقول** ہے کہ جب جناب سید الشہداء استغاثہ کر رہے تھے ناگاہ اہل بیتؑ کی آواز گریہ آپ کے کانوں تک پہنچی' مضطرب ہو کر در خیمہ پر تشریف لائے اور پوچھا کیا کوئی حادثہ رو نما ہوا ہے ؟ اس قدر رونے کی وجہ کیا ہے ؟ جناب زینبؑ نے عرض کی اے بھائی سب تو آپ پر فدا ہوئے اب علی اصغرؑ بھی چاہتے ہیں کہ آپ کی امداد کو میدان میں جائیں۔ جس وقت سے آپ کے استغاثہ کی آواز سنی ہے یہ کہہ کر اپنے آپ کو گہوارہ سے گرا دیا ہے اور رونے سے خاموش نہیں ہوتا یہ سن کر آپ رو پڑے اور فرمایا اے بہن میرے فرزند شیرخوار

کو میرے پاس لے آؤ میں اسے ایک نظر دیکھ لوں اور اس کو وداع کر لوں۔ جناب زینبؑ اس معصوم کو اٹھا لائیں حضرت نے اسے دیکھا کہ آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں اور شدت پیاس سے معصوم کے ہونٹ خشک ہو گئے ہیں پس حضرت نے اس معصوم کو اپنی آغوش میں لے لیا اور دامن عبا میں چھپا کر میدان میں لائے اور ایک بلندی پر تشریف لے گئے اور ہاتھوں پر رکھ کر اتنا بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل نمایاں ہوئی اور با آواز بلند فرمایا کہ اے بے رحمو یہ میرا طفل شیرخوار ناقہ صالح سے کم نہیں اور پیاس کی شدت سے مر رہا ہے اسے تھوڑا سا پانی دو اور قیامت کی پیاس سے ڈرو اگر تمہارے گمان میں حسینؑ گناہگار ہے تو یہ بچہ تو معصوم ہے اور تم سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اے ظالمو اس پر تو رحم کرو ان سنگ دلوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ جب حضرت مایوس ہوئے تو اس بلندی سے نیچے اترے اور دشمنوں کے سامنے آکر رخ علی اصغرؑ سے عبائے مبارک کو اٹھا لیا' اس طرح ایک طرف سے دوسری جانب پہنچے مگر کسی ظالم نے اس طفل شیرخوار کے حال زار پر رحم نہ کھایا۔ اس وقت حجت خدا نے علی اصغرؑ سے فرمایا کہ اے فرزند تم بھی اپنی خشک زبان ظالمو کو دکھاؤ تاکہ خدا کے سامنے ان ملعونوں کے لئے کوئی حجت باقی نہ رہے۔

راوی کہتا ہے کہ جس وقت اس ننھے سے بچے نے اپنے والد گرامی ک ارشاد سنا اپنی سوکھی زبان اپنے خشک لبوں پر پھیری تو عمر سعد کے لشکر میں کوئی سنگدل ایسا نہ تھا کہ اس شیرخوار کی یہ حالت دیکھ کر رویا نہ ہو اور اس کا جگر پانی نہ ہو گیا ہو یہاں تک کہ اس فوج نے عمر سعد سے انحراف کا ارادہ کر لیا پس اس شقی نے لشکر کا رخ بدلا ہوا دیکھ کر حرملہ بن کاہل اسدی سے کہا تو کھڑا ہوا کیا دیک رہا ہے جا اس بچے کا کام تمام کر۔ آہ آہ اس بے رحم ظالم نے ایک زہر کا بجھا ہو

تیر کمان میں جوڑ کر خشک حلقوم علی اصغرؑ پر ایسا مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا حضرتؑ کی گود میں اپنے خون میں تڑپ تڑپ کر راہی جنت ہوا۔

حضرت صاحب الزمان علیہ السلام نے جو زیارت ناحیہ میں جناب سید الشہداء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے اَلسَّلَامُ عَلَی الْمُرَمَّلِ بِدِمَائِہٖ یعنی میرا سلام ہو اس شہید راہ خدا پر جو اپنے خون میں غلطاں ہوا۔ عجب نہیں ہے کہ یہ فقرہ علی اصغرؑ کی طرف اشارہ ہو' یعنی میرا سلام اس طفل صغیر پر ہو جو اپنے خون میں لوٹ کر جان بحق تسلیم ہوا۔ چنانچہ اس کی وجہ بعض راویوں نے یہ لکھی ہے کہ حرملہ لعین کے اس تیر کا صدمہ امام حسینؑ کے بازو کو پہنچا تھا کہ حضرت سے وہ ننھی لاش تھامی نہ گئی اور ہاتھوں سے چھوٹ کر زمین پر گری اور علی اصغرؑ نے اپنے خون میں تڑپ تڑپ کر جان دی۔ **مصائب الابرار اور انوار الشہادۃ** کی روایت کے مطابق۔ حضرتؑ روتے ہوئے خیمہ سے مقتل میں تشریف لائے اور قصد کیا کہ نوک ذوالفقار سے قبر کھود کر علی اصغرؑ کو دفن کریں اس وقت ذوالفقار سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ حضرت' نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے عرض کی اے آقا ایک روز جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام ایک جنگ سے مظفر و منصور ہو کر دولت خانہ میں تشریف لائے تھے تو جناب سیدہؑ نے مجھے خون آلود دیکھ کر صاف کرنا شروع کر دیا اور اس وقت وہ معظمہؑ روتی جاتی تھیں اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے ذوالفقار روز عاشور میرے حسینؑ کی نصرت میں کوتاہی نہ کرنا۔ حضرت مجھے یہ پتہ نہیں تھا کہ آج کے دن آپ مجھ سے قبر علی اصغرؑ کھودنے کا کام لیں گے۔ اپنی بد نصیبی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روزِ قیامت جناب سیدہ کو میں کیا جواب دوں گی اور کس طرح سے منہ دکھاؤں گی۔ [illegible] کر حضرتؑ بے اختیار رونے لگے اور فرمایا اے

ذوالفقار حسینؑ کو آج بچپن کا وعدہ پورا کرنا ہے اور اپنے نانا کی امت گناہ گار کو بخشوانا ہے یہ فرما کر حضرت نے اسی تلوار سے علی اصغرؑ کے لئے ننھی سے قبر کھودی اور اس برج امامت کے تارے کو پیوند خاک کر دیا **الحاصل** جب امام حسینؑ نے اس چاند سی صورت کو مقتل میں دفن کر دیا اور جناب رباب مادر علی اصغرؑ کو یہ معلوم ہوا کہ میرا طفل صغیر بھی تیر کا نشانہ بنا تو وہ خاتون **معظمہ** خیمہ **عصمت** سے اس بیتابی و اضطراب سے باہر نکلیں کہ چادر کا ایک گوشہ سر پر تھا اور دوسرے سرے کو زمین بوسہ دیتی تھی اور جہاں جہاں بلندی نظر آتی تھی اسے قبر علی اصغرؑ سمجھ کر اپنے آپ کو اس پر گرا دیتی تھیں۔ اس طرح حضرت رباب قبر علی اصغر تک پہنچنے میں ستر مقام پر گریں۔ یہاں تک کہ قبر علی اصغرؑ پر پہنچی اور اس شیرخوار کی قبر پر گر کر بے ہوش ہو گئیں جب افاقہ ہوا تو اس بچے کی ننھی سی تربت سے لپٹ کر وہ جگر خراش بین کئے کہ سننے والوں کے دل شق ہوتے تھے۔ پس امام حسینؑ جناب رباب کو نامحرموں کی نظروں سے بچا کر خیمہ عصمت میں لے گئے۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ -

مجلس نمبر ۴۷

امام حسینؑ علیہ السلام کا پُشت رسول خدا پر سوار ہونا اور روز عاشور ابو ثمامہ کا امام علیہ السلام کو نماز یاد کرانا ' صبر امام کا امتحان ' امامؑ کا بصری پہلوان کو یاقوت دینا اور شہادت امام حسین علیہ السلام۔

☆

رُوِیَ خَرَجَ النَّبِیُّ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَالْحُسَیْنُ مُتَعَلِّقٌ بِہٖ منقول ہے کہ ایک دن جناب رسول خدا مسجد میں نماز کے لئے تشریف لائے اور امام حسینؑ گود میں تھے **فَوَضَعَ النَّبِیُّ مُقَابِلَ جَنْبِہٖ وَصَلّٰی** امام حسینؑ کو پہلو میں بٹھا لیا اور نماز پڑھنے لگے **فَلَمَّا سَجَدَ طَالَ السُّجُوْدُ فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ مِنَ الْقَوْمِ** جب سجدہ میں تشریف لے گئے تو سجدہ کو بہت طول دیا راوی کہتا ہے کہ میں نے سر اٹھایا کہ دیکھوں طول سجدہ کا سبب کیا ہے **فَاِذَا الْحُسَیْنُ عَلٰی کَتْفِ رَسُوْلِ اللّٰہِ** دیکھا کہ جناب امام حسینؑ اپنے نانا حضرت رسول اکرمؐ کی پشت پر سوار ہیں۔ جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے اصحاب نے عرض کی آپ نے سجدہ کو طول کیوں دیا۔ آپ کبھی اس قدر طول نہ دیتے تھے **فَقَالَ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ اِلَیَّ وَقَالَ یَا مُحَمَّدُ لَاتَرْفَعْ رَاْسَکَ مَادَامَ اِبْنُکَ عَلٰی رَقَبَتِکَ** حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل آمین نازل ہوئے اس وقت میں سجدہ میں تھا اور میرا فرزند حسینؑ میری پشت پر تھا پس جبرئیل نے کہا پروردگار عالم تحفہ درود و سلام کے بعد فرماتا ہے اے ہمارے رسول اگرچہ حسینؑ کو تم بہت دوست رکھتے ہو مگر ہم تم سے بھی زیادہ حسینؑ کو دوست رکھتے ہیں ؟ اب ہماری خوشی اسی میں ہے کہ ان کو بے چین نہ کرنا اور ہرگز سر سجدہ سے نہ اٹھانا جب تک کہ حسینؑ تمہاری گردن پر

سوار ہے۔ سبحان اللہ خیال کیجئے **حضرات** ایک دن تو اللہ تعالٰی نے اپنے رسولؐ کو اپنی اطاعت میں حسینؑ کی خاطر سجدہ سے سر اٹھانے کو منع کیا تھا تاکہ دلبند بتول ملول نہ ہو۔ ہزار افسوس ایک روز وہی حسینؑ اپنے نانا کی امت سے حق تعالٰی کی اطاعت کی مہلت مانگتا تھا اور وہ ملاعین اس عظیم امامؑ کے جواب میں ایسے طعن آمیز کلمات کہتے تھے کہ ان کو سن کر حضرت کی روح کو صدمہ پہنچا تھا۔ چنانچہ راوی کہتا ہے کہ روز عاشور وقت زوال معرکہ کربلا میں جب لشکر مخالف کا جوش و خروش زیادہ ہوا تو ابو ثمامہ صاعدی نے عرض کی یا اباعبداللہ میری جان آپ پر قربان ہو یہ ملاعین بہت قریب آگئے ہیں **وَاُحِبُّ اَنْ اَلْقَی اللّٰہَ وَقَدْ صَلَّیْتُ ھٰذِہِ الصَّلٰوۃَ** اور میں مشتاق ہوں کہ نماز ظہر آپ کے ساتھ با جماعت ادا کر کے خدا سے ملاقات کروں کہ یہ آخری نماز ہے حضرت نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا **ذَکَرْتَ الصَّلٰوۃَ جَعَلَکَ اللّٰہُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ** اے ابو ثمامہ اس وقت جو تو نے نماز یاد دلائی ہے خدا تجھے روز قیامت نماز گزاروں کے ساتھ محشور کرے ہاں یہ اول وقت نماز ظہر ہے۔ ان منافقوں سے کہو کہ ہمیں اتنی مہلت دیں کہ نماز ظہر اپنے امام کے ساتھ ادا کر لیں حضرت کے ارشاد کے مطابق ابو ثمامہ نے ظالموں سے کہا کہ فرزند رسولؐ نماز پڑھنے کی مہلت مانگتا ہے **فَقَالَ الْحَصِیْنُ بْنُ نُمَیْرٍ اَنَّھَا لَا تُقْبَلُ** حصین بن نمیر لعین نے جواب دیا کہ تمہاری نماز قبول نہیں کہ تم حاکم وقت کی بیعت سے منحرف ہو۔ حبیب ابن مظاہرؓ نے کہا اے لعین کیا بکتا ہے۔ فرزند رسول کی نماز تو مقبول نہ ہو اور تجھ جیسے شراب خور کی نماز قبول ہو۔ حصین لعین نے حبیب پر حملہ کیا حبیب نے اس کے گھوڑا کے منہ پر حملہ کیا اس کا گھوڑا چراغ پا ہوا اور حصین ملعون گر پڑا۔ مگر اس کے ساتھی دوڑ پڑے اور اٹھا کر لے گئے۔ امام حسین علیہ السلام نے زہیر بن قین

اور سعد بن عبداللہ سے فرمایا تم میرے آگے کھڑے ہو جاؤ کہ میں نماز پڑھ لوں وہ دونوں بزرگ سینہ سپر کر کے فرزند زہراؑ کی حفاظت کے لئے کھڑے ہوئے **حَتّٰی صَلّٰی بِھِمْ صَلٰوۃَ الْخَوْفِ** یہاں تک کہ فرزند رسول نے باقی اصحاب کے ساتھ نماز خوف ادا کی اور سعد بن عبداللہ زخموں سے چُور ہو کر اس وقت گر پڑے اور بولے خداوند تو اس قوم عاد و ثمود پر لعنت کر بعد ازاں۔ سب اصحاب باوفا ریاض جنت کی طرف راہی ہوئے اور حضرت کے عزیز و اقارب باری باری درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ یہاں تک طفل شیرخوار بھی تیر ستم کھا کر پیوند خاک ہوا اور جناب امام حسینؑ یکہ و تنہا، ناچار و مجبور، زخموں سے چوّر چوّر میدان کارزار میں کھڑے تھے **وَیَنْظُرُ یَمِیْنًا وَ شِمَالًا فَلَمْ یَرٰی اَحَدًا بَکٰی بُکَاءً شَدِیْدًا** اور دائیں بائیں نگاہ کرتے تھے تو کوئی معین و مددگار نظر نہ آتا۔ شہداء کی لاشیں دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر روتے تھے **وَالدَّمُ مِنْ جِسْمِہِ الشَّرِیْفِ مَسْفُوْحٌ** اور جسم مبارک سے خون جاری تھا صاحب حزن المومنین لکھتے ہیں کہ جس وقت جناب سید الشہداء راہ خدا میں جان قربان کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تو شیطان علیہ اللعن بہت پریشان ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ وہ شخص شہید ہونے کے لئے جا رہا ہے کہ اگر اپنے خون کے عوض تمام گناہگاران امت کو بخشوائے تو عجب نہیں اور اپنے محبوں، موالیوں اور ماننے والوں کو تو ہرگز جہنم میں داخل نہیں ہونے دے گا۔ افسوس کہ میری محنت ضائع ہوئی یہ سوچ کر بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ خداوندا میں نے اکثر انبیاء کا امتحان لیا اور ان کو مقام صبر میں ثابت قدم پایا کہ ہر رنج و بلا میں راضی بہ رضا رہ کر تجھ پر فخر و مباہات کرتے تھے آج صبر حسینؑ پر تو فخر و مباہات کرتا ہے میں صبر حسینؑ کا اس وقت قائل ہوں گا کہ جب آفتاب چرخ چہارم سے آسمان اول پر آجائے اور اس کا رخ زمین کی

طرف پھر جائے اور اس کی ستر درجہ حرارت بڑھ جائے اور وہ گرمی فقط حسینؑ ہی کو محسوس ہو۔ اس حالت میں اگر حسینؑ صابر و شاکر رہیں تو مجھے ان کی ثابت قدمی پر یقین ہو گا مؤکلان آفتاب کو حکم ہوا کہ آفتاب کی طنابیں آسمان اول کی طرف کھینچو اور زمین کی طرف اس کا منہ پھیر دو فوراً نیرِ اعظم آسمان اول پر آگیا اور اس کا رخ زمین کی جانب پھر گیا اور اس کی حدت ستر درجہ بڑھ گئی۔ اس وقت جناب امام حسینؑ کی نظروں میں دنیا تاریک ہو گئی مگر صبر سید الصابرین امام الشاکرین مظلوم کربلا پر قربان کہ ذرا بھی تیور نہ بدلے بلکہ متبسم ہو کر بند قبا کھول دیئے اور اس طرح اس دھوپ کی شدت میں کھڑے رہے۔ منقول ہے اس وقت جبرئیلؑ کو تاب ضبط نہ ہوئی بیتاب ہو کر آسمان سے نازل ہوئے اور سر اقدس پر پروں کا سایہ کر دیا۔ اس حدت گرمی میں جو تھوڑی سے خنکی محسوس ہوئی تو حضرت نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور فرمایا ہٹ جاؤ جبرئیلؑ یہ امتحان کا وقت ہے۔ جبرئیلؑ روتے ہوئے ہٹ گئے۔ اور ابلیس لعین اس دشمنی کے باوجود کہنے لگا میں نے روئے زمین پر کبھی حسینؑ سا صابر و شاکر نہیں دیکھا۔ فی الحقیقت حضرات جناب امام حسینؑ سا صبر نہ کسی سے ہوا اور نہ ہوگا **حضرات** بے شک جناب امام حسینؑ سا صبر نہ کسی سے ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ شدت پیاس اور ہجوم اندوہ و غم کے باوجود سوائے دعائے مغفرت امت پیغمبرؐ زبان پر کوئی کلمہ جاری نہ تھا اور بار بار یہی فرماتے تھے اے گروہ کوفہ و شام میں تمہارے نبیؐ کا نواسا ہوں اور تین دن سے پیاسا ہوں آیا تم میں کوئی ایسا رحم دل نہیں کہ ایک گھونٹ پانی سے مجھے سیراب کرے۔ لیکن حیف صد حیف ان لعینوں نے اس کے جواب میں آپؑ کے جسم مقدس پر تیروں، نیزوں اور تلواروں سے ایسے زخم لگائے کہ وہ مظلوم زخموں سے چور چور ہو کر زین سے زمین پر تشریف لائے اور غش کھا کر گر

گئے اس وقت عمر سعد پکارا اے گروہ کوفہ و شام تم میں سے جو انعام و اکرام کا خواہش مند ہو اس پیاسے حسینؑ کا کام تمام کر دے۔ صاحب **نظم الاحزان** لکھتے ہیں کہ ایک بصری پہلوان حضرت کے قتل کے ارادہ سے بڑھا اور جب وہ اپنے گھر سے چلا تھا تو اس کی بیٹی نے سوغات کی فرمائش کی تھی اس نے جواب میں کہا تھا اے بیٹی میں ایسی جگہ جا رہا ہوں جہاں جنگل ہی جنگل ہے آبادی کا بالکل نام و نشان نہیں۔ غرض جب وہ پہلوان حضرت کے قریب پہنچا آپ نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور نہایت شفقت سے فرمایا۔ اے شخص مجھے تجھ پر رحم آتا ہے تو میرے خون میں اپنے ہاتھوں کو رنگین نہ کر اور مستوجب عذاب الٰہی نہ ہو جب اس نے امام مظلوم کے محبت آمیز رویئے کو دیکھا تو اس کا دل نور ایمان سے منور ہو گیا دوڑ کر حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کرنے لگا یا مولا اب مجھے اذن جہاد ہو کہ جن پاؤں سے جہنم کو چلا تھا آپ کی بدولت انہیں قدموں سے بہشت میں داخل ہوں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا اے بھائی میرے محضر شہادت میں جن لوگوں کے نام درج تھے ان میں سے مجھ غریب کے سوا باقی کوئی نہیں رہا اب تیرے لئے مناسب یہ ہے کہ جلد از جلد لشکر بدبخت سے نکل جا اس لئے کہ جس کے کانوں تک میرے استغاثہ کی صدا جائے گی اور وہ میری مدد کو نہ پہنچے گا خداوند قہار اس کو جہنم کی گہرائیوں میں اوندھے منہ ڈالے گا یہ فرما کر حضرت باعجاز امامت اپنے حبیب سے ایک دانہ یاقوت نکال کر اس کو عطا کیا اور ارشاد فرمایا یہ اپنی بیٹی کو ہدیہ کے طور پر دینا۔ وہ پہلوان روتا پیٹتا ہوا اس صحرا سے نکل گیا اور حضرت پھر غش کر گئے یہ دیکھتے ہی شمر ولدالزنا آگے بڑھا اور اسی سختی و بے رحمی سے اس امام مظلوم کے قریب آیا اور سینہ و پہلو سے زخموں کو ایسی تکلیف دی کہ حضرت نے آنکھیں کھول دیں اور حسرت و یاس کی نگاہ سے اس

بے حیا کی طرف دیکھا **وَقَالَ یَا ھٰذَا اِنْ اَرَدْتَ قَتْلِیْ فَامْهِلْنِیْ حَتّٰی اُصَلِّیْ** اور فرمایا اے سنگدل اگر تجھے مجھ مظلوم کو قتل کرنا ہی منظور ہے تو مجھے اتنی مہلت دے کہ میں آخری نماز ادا کر لوں۔ وہ ظالم پیچھے ہٹ گیا حضرت رُو قبلہ ہو کر نماز ادا کرنے لگے پس ابھی سجدۂ آخر سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ اس بے حیا نے وہ ظلم کیا کہ جس کو بیان کرنے سے جگر شق ہوتے ہیں' زبان کو طاقت نہیں کہ اس کا شمہ بیان کر سکے **مومنین** سمجھ گئے ہوں گے اس سے وہ امر واقع ہوا جس کے وقوع سے آفتاب کو گہن لگ گیا اور تمام طرف ایسی تاریکی پھیلی کہ دن کو ستارے نکل آئے اور ہر طرف سے بجلی چمکنے لگی۔ سلیمانِ کربلا کے ماتم میں جنوں اور پریوں کے رونے کی آواز آنے لگی' وحوش و طیور پریشان ہو کر آشیانوں کو چھوڑ کر پریشان پھرنے لگے **وَصَاحَ جِبْرِیْلُ فِی السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ قُتِلَ وَاللّٰہِ حُسَیْنُ بْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ** اور جبرئیل امینؑ نے سات آسمان میں آواز دی آگاہ ہو اے اہل آسمان خدا کی قسم حسینؑ فرزند رسول الثقلین شہید ہوا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ -

مجلس نمبر ۴۸

رسالتمآبؐ کا امام حسنؑ کے منہ کو چومنا اور امام حسینؑ گلوئے مبارک پر بوسہ دینا اور مظلوم کربلا کی شہادت سے متعلق چند اور روایات۔

☆

حدیث صحیح میں آیا ہے ایک روز حسنین علیہما السلام حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آداب و تسلیمات بجا لائے۔ حضرت نے دونوں شہزادوں کو بہت پیار کیا اور حسنؑ کے منہ کو چوما اور حسینؑ کے گلے کو بوسہ دیا جناب امام حسینؑ اس بات سے کہ نانا جان نے میرے منہ کو نہ چوما رنجیدہ ہو کر روتے ہوئے جناب فاطمہ زہرہ صلوات اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی ناراضگی کی وجہ بتائی اور جناب سیدہ کی خدمت میں عرض کی اے اماں جان تم ذرا،میرا منہ تو سونگھو کیا میرے منہ سے بدبو آتی ہے جو نانا جان نے میرا منہ نہ چوما۔

فتخمرت ست النساء وبنهت
نحو النبی بشجته لشجانه

جناب سیدہ نے جو امام حسین علیہ السلام کو روتا دیکھا نہایت بے قرار ہوئیں اور شہید کربلا کی انگلی پکڑے ہوئے جناب رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

قالت حبیبی کیف تکسر خاطری
لما لا تقبل شبرا کاخانه

اور عرض کرنے لگی اے بابا جان میرے حسینؑ کو کیوں ناراض کیا ہے کیا سبب ہے کہ آپ نے حسنؑ کے منہ کو چوما اور حسینؑ کے گلے کو بوسہ دیا۔

فبکی واطرق ساعته مسترجعا
والدمع یسبقه بساکب مائه

جناب رسول خدا سیدہ کا یہ کلام سن کر زار و زار رونے لگے اور کافی دیر تک سر جھکا کر گریہ فرماتے رہے۔ جناب فاطمہؑ نے عرض کی اے بابا جان کیا وجہ ہے کہ اس راز کو بیان نہیں فرما رہے۔

اما ترش شفا شبرا فی رفیه قد
ظلما یذوق السم من اعدائه

جناب رسول خدا نے رو رو کر فرمایا۔ اے فاطمہ اے پارۂ جگر حسنؑ کا منہ اس لئے چومتا ہوں کہ ایک روز ظالم اسے زہر پلائیں گے اور اس زہر سے اس کا تمام جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اس منہ سے نکلے گا کہ جس کے میں بوسے لیتا ہوں۔

وترالشقی نحرالحسین فانه
بالسیف ینحره نازحا بظمائه

اور اے فاطمہؑ حسینؑ کے گلے کو اس لئے چومتا ہوں کہ ایک روز اسی

گلوئے خشک کو شمر لعین خنجر سے قطع کرے گا اور اس وقت نہ تو ہو گی نہ میں ہوں گا نہ علیؑ ہوں گے۔

فَبَکَتْ وَ قَالَتْ وَاشِمَاتَۃَ وَ حَاسِدِیْ
وَاصَفْوَۃَ الْجَبَّارِ مِنْ خُلَصَائِہٖ

جناب زہراؑ اپنے بیٹے کا یہ حال سن کر بہت شدت سے روئیں

وَمَنْ زَا یُغَسِّلُہٗ وَیُکَفِّنُ نَعْشَہٗ
مَنْ زَا یُوَارِیْ جِسْمَہٗ بِتُرَائِہٖ

جناب سیدہ نے عرض کی اے بابا جان جب میرا حسینؑ ایسی بے کسی سے شہید ہو گا تو اس کو غسل و کفن کون دے گا اور اس کی چاند سی تصویر کو مٹی میں کون چھپائے گا آہ جناب فاطمہؑ کو یہ خبر نہ تھی کہ اس مظلوم کی لاش چالیس روز تک گرم ریت پر دھوپ میں جلے گی اور بے کفن بیابان میں پڑی رہے گی۔

مَنْ یَکْفُلُ الْاَیْتَامَ بَعْدَ وَفَاتِہٖ
مَنْ زَا یُقِیْمُ مَاتِمًا لِعَزَائِہٖ

جناب سیدہ نے عرض کی اے بابا جان اس کے بعد یتیمان حسینؑ پر کون شفقت کرے گا اور ان کو کون دلاسا دے گا اور کون ان کی مجلس عزا بپا کرے گا۔ افسوس اس معصومہ کو یہ خبر نہ تھی کہ ظالم ان کی پوتی سکینہؑ کے کان چیر چیر کر اور طمانچے مار مار کر بالیاں اُتاریں گے اور دلاسے کے بدلے اس یتیم کو تازیانے ماریں گے۔

اَنْ قُلْ لِسَیِّدَۃِ النِّسَاءِ بِاَنَّنِیْ
اُنْشِیْ کِرَامًا شِیْعَۃً لِعَزَائِہٖ

اسی اثناء میں جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور عرض کی اے رسول خدا۔ پروردگار عالم نے تحفہ سلام کے بعد فرمایا کہ میری حبیبہ فاطمہ زہراؑ سے کہہ دو کہ ہم ایک گروہ کو پیدا کریں گے وہ تیرے حسینؑ کی مجالس عزا برپا کریں گے اور وہ لوگ ہمیشہ حسینؑ مظلوم کو رویا کریں گے۔

قَالَ النَّبِیُّ اَنَا اَکُوْنُ شَفِیْعَھُمْ
فَلْیُجِیْبُ کُلٌّ مِّنْھُمْ بِنِدَائِہٖ

جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن ان کی شفاعت کروں گا اور جس وقت ان کی کوئی فریاد رسی نہ کرے گا میں ان کی فریاد کو پہنچوں گا۔

قَالَ الْوَصِیُّ اَنَا الَّذِیْ اَسْقِیْھِمْ
یَوْمًا یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَنْبَائِہٖ

جناب امیرؑ نے فرمایا کہ جس وقت قیامت کا دن ہو گا تو پیاس کے مارے ہر ایک شخص کا عجیب حال ہو گا یہاں تک کہ باپ کو بیٹے اور بیٹے کو باپ کی خبر نہ ہو گی اس وقت میں اپنے ماننے والوں کو حوض کوثر سے سیراب کروں گا۔

فَلَاَ وَقِفَنَّ وَ شَعْرُ رَاسِیْ نَاشِرٌ
وَالْجَیْبُ مُمَزَّقٌ اِلٰی اَقْصَائِہٖ

اور جناب فاطمہؑ نے فرمایا کہ جس وقت قیامت قائم ہو گی تو میں اپنے سر

کے بال کھولوں گی اور گریبان چاک کر کے عرض کروں گی اے خداوند عالم تو ان لوگوں کو بخش دے جو میرے حسینؑ مظلوم پر روئے ہیں۔

قَالَ الْحُسَیْنُ وَحَقِّ مَنْ خَلَقَ الْوَرٰی
طُرّاً وَ سَقَّفَ اَرْضَہٗ بِسَمَائِہٖ
لَا اُدْخِلُ الْجَنَّاتِ حَتّٰی یَدْخُلُوْا
وَاللّٰہِ یَہْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ بِہَدَائِہٖ

اور جناب امام حسینؑ نے فرمایا مجھے خالق ارض و سماء کی قسم ہے میں ہرگز بہشت میں داخل نہ ہوں گا جب تک میرے تمام ماننے والے بہشت میں داخل نہ ہوں گے۔

حضرات جتنا رو سکتے ہو روؤ، جتنا ماتم کر سکتے ہو کرو، امام حسینؑ نے تمہاری بخشش کے لئے خشک گلا کٹوایا ہے **رُوِیَ اَنَّہٗ لَمَّا لَمْ یَبْقَ مِنْ اَقْرِبَاءِ الْحُسَیْنِ فِیْ طَفِّ کَرْبَلَا فَنَظَرَ یَمِیْنًا وَ شِمَالًا فَلَمْ یَرٰی اَحَدًا بَکٰی بُکَاءً شَدِیْدًا** حدیث میں آیا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام پر سب عزیز و انصار نثار ہو چکے تو حضرت نے دائیں بائیں حسرت بھری نگاہ سے دیکھا کہ ایک طرف عباسؑ شانے کٹائے پڑے ہیں اور ایک جانب علی اکبرؑ سنان ستم کھائے اپنے خون میں لوٹ رہے ہیں اور علی اصغرؑ کا بھی ننھا سا گلہ تیر ظلم سے چھد رہا ہے اس وقت مظلوم کربلا ان کی جدائی کو یاد کر کے بے اختیار روتے تھے اور یہ پُردرد اشعار کہتے تھے۔

وَاللّٰہِ مَالِیْ اَنِیْسٌ بَعْدَ فُرْقَتِکُمْ

اِلَّا الْبُکَاءُ وَ قَرْعُ السِّنِّ مِنْ نَدَمٍ

میرے عباسؑ ہائے علی اصغرؑ ہائے علی اکبرؑ ہائے قاسمؑ ہائے عون محمدؑ۔ تمہارے بعد میرا کون مونس و غمخوار ہے سوائے نوحہ و بکاء اور ماتم کرنے کے۔

لَا ذُکِرَتْ اَلَّذِیْ مَا اَبْقَی الزَّمَانُ لَکُمْ
اِلَّا جَرَتْ اَدْمُعِیْ مَمْزُوْجَۃً بِدَمٍ

اے میرے جگر گوشو ! تمہاری کیسی کیسی پیاری صورتیں زمانہ نے خاک میں ملا دیں۔ واللہ جب تیر و سنان کھا کر تمہارا مرنا یاد آتا ہے تو سوائے رونے اور نوحہ کرنے کے کچھ بن نہیں آتا۔ اے فرزند تم مرگئے اور مجھے اکیلا چھوڑ گئے۔ اگر تم جیتے ہوتے تو میں اتنا بے کس نہ ہوتا ؟ **وَیَلُوْکُ لِسَانَہٗ مِنْ شِدَّۃِ الْعَطَشِ** اور شدت پیاس سے امام حسینؑ کا حال یہ تھا کہ بار بار زبان مبارک چباتے اور فرماتے تھے **اَمَا مِنْ مُجِیْرٍ یُجِیْرُنَا اَمَا مِنْ مُغِیْثٍ یُغِیْثُنَا** آیا کوئی پناہ دینے والا ہے کہ ہمیں پناہ دے، آیا کوئی فریاد رس ہے کہ اس بیکسی میں ہماری فریاد کو پہنچے اور حضرت کے مسلسل آنسو جاری تھے۔ آہ آہ ششماہہ بچہ بھی حرملہ لعین کے تیر سے شہید ہوا اور اس تین دن کے پیاسے معصوم کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ ملا اس وقت حضرت ان لعینوں پر آخری حجت تمام کرتے ہوئے فرماتے تھے۔

یَا سَاکِنَ الشَّامِ وَیَا اَہْلَ کُوْفَتِہٖ
فَہَلْ ہٰکَذَا اَوْصَی النَّبِیُّ الْمُکَرَّمُ

اے ساکنان شام اور اے اہل کوفہ آیا تمہارے نبی نے کہ جن کا تم کلمہ

پڑھتے ہوئے یہی وصیت کی تھی کہ میرے تین دن کے بھوکے پیاسے نواسے کو ذبح کر ڈالنا اور مرتے وقت اس کو ایک قطرہ پانی نہ دینا۔

اَشْرَبْتُمُوْا مَاءَ الْفُرَاتِ خُيُوْلَكُمْ
وَاَوْلَادُ طٰهٰ لِلصَّلٰوةِ تَيَمَّمُوْا

اے لعینو ! یہ کیا شقاوت ہے کہ اپنے گھوڑوں کو تو آب فرات سے سیراب کرو اور اولاد پیغمبر وضو تک کو محتاج ہو۔

يَمُوْتُ عَطَاشًا اَهْلُ بَيْتِ مُحَمَّدٍ
وَيَشْرَبُ هٰذَا الْمَاءَ تُرْكٌ وَ دَيْلَمٌ

حضرات! سر پیٹنے کا مقام ہے کہ اس نہر فرات سے جو جناب سیدہ کے مہر میں ہو ترک و دیلم تک سیراب ہوں اور اولاد فاطمہؑ یوں پیاسی مرجائے اور اسی فرات سے ایک قطرہ نہ پائے۔

ثَلَاثُ لَيَالٍ قَدْ مَضَيْنَ عَلَى الْوِلَا
بُلِيْنَا بِهَا وَالْمَاءُ عَلَيْنَا مُحَرَّمٌ

اے لعینو ! یہ کیا شقاوت ہے تین شب و روز متصل گزرے کہ ہم اہل بیتؑ کو ایک پانی کا قطرہ تک نہیں ملا۔ میرے ننھے ننھے بچے پیاس کی وجہ سے تڑپ رہے ہیں' انہیں تھوڑا پانی دو کہ ان کا حال پیاس سے نہایت متغیر ہو رہا ہے حضرات جب جناب امام حسینؑ ان ظالموں سے یہ فرماتے تھے اور وہ اشقیاء امام دوجہاں پر نیزے اور تلواریں مارتے تھے اور تیروں کا مینہ برساتے تھے۔ ناگاہ

سینہ اقدس پر ایک ایسا تیر آکر لگا کہ اس کے صدمہ سے حضرت نڈھال ہو کر زین سے زمین پر تشریف لائے۔ اس وقت شمر لعین نے اس بیکس و مظلوم امام کو منہ کے بل زمین پر لٹایا اور ان کے گلوئے نازنین پر خنجر ستم رکھا۔ **فَجَعَلَ يَقْطَعُ اَوْدَاجَهٗ رُوْحِيْ لَهُ الْفِدَاءُ وَهُوَ يَقْمَصُ بِرِجْلَيْهِ التُّرَابَ وَيَصِيْحُ يَا عَلِيَّاهُ وَامُحَمَّدَاهُ وَ اعَلِيَّاهُ وَاحَسَنَاهُ وَاعَطْشَاهُ اَنَا اُقْتَلُ غَرِيْبًا بِغَيْرِ جُرْمٍ وَلَا تِرَاثٍ** ہائے افسوس کہ وہ ملعون اپنے کام میں مشغول ہوا۔ ابو مخنف کہتا ہے کہ گردن مبارک کی جو رگ قطع ہوئی تھی امام حسینؑ اس کے کرب و تکلیف سے زمین پر ایڑیاں رگڑتے تھے اور باآواز بلند فرماتے تھے کہ فریاد ہے اے نانا رسول خداؐ اور فریاد ہے اے بابا علی مرتضیٰؑ اے بھائی حسن مجتبیٰؑ افسوس صد افسوس کہ میں غریب الوطن' بے جرم و گناہ' تشنہ لب' بیکس اور ناچار قتل ہو رہا ہوں۔ اس ظالم نے امامؑ کے سر کو تن اقدس سے جدا کر کے نہایت گستاخی کے ساتھ زمین پر پھینک دیا اور تھوڑی دیر کے بعد ایک طویل نیزہ پر رکھ کر بلند کیا اور تکبیر کہی اور تمام لشکر نے بھی تین مرتبہ تکبیر کہی۔ اس وقت ایک سیاہ اندھیری چلی کہ مشرق سے مغرب تک تاریکی چھا گئی اور زمین و آسمان کانپنے لگے۔ اور آفتاب کو گہن لگ گیا۔ تاریکی آفتاب سے دن کو ستارے نظر آنے لگے' چرند پرند مضطرب ہو کر ہوا میں اڑنے لگے جنگلی جانوروں نے چرنا چھوڑ دیا **وَصَاحَ جِبْرَئِيْلُ فِي السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ قُتِلَ وَاللّٰهِ الْحُسَيْنُ بْنُ رَسُوْلِ الثَّقَلَيْنِ** اور جبرئیلؑ امین نے سات آسمانوں میں آواز دی کہ آگاہ ہو اے اہل آسمان اس وقت فرزند رسول شہید ہوئے۔

وَ تَلَاطَمَتِ الْبِحَارُ بِاَمْوَاجِهَا وَالْاَشْجَارُ فَاَفْنَانُهَا وَ بَكَتِ السَّمَاءُ دَمًا عَبِيْطًا اور تمام دریا جوش میں آکر ماتم سیدالشہداء میں اپنی موجوں کے ساتھ رونے لگے اور

اس مصیبت میں درختوں نے گریہ کیا اور آسمان سے تازہ خون برسنے لگا۔

خَرَجنَ النِّسْوَانُ مِنَ الخِیَامِ حَاسِرَاتٍ خَامِشَاتٍ نَائِحَاتٍ بَاکِیَاتٍ

حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آثار قیامت ظاہر ہوئے اور صدائے قَدْ قُتِلَ الحُسَیْنؑ کی لشکر مخالف سے بلند ہوئی اس آواز کو سنتے ہی سب بی بیاں خیموں سے سروپا برہنہ روتی پیٹتی باہر آئیں اور گرتے پڑتے لاش امام پر پہنچیں اور آنحضرت کی لاش کے اردگرد ماتم کرنا شروع کیا۔

لَمْ اَنسَ زَیْنَبَ تَسْتَغِیثُ سَکِینَۃً
اَخِیْ کُنْتَ لِیْ حِصنًا حَصِینًا وَمَوْئِلاً

راوی کہتا ہے کہ ان بی بیوں کے نوحہ و بین سے ہر ایک دوست و دشمن کا دل شق ہوتا تھا لیکن خدا کی قسم مجھے زینبؑ دختر امیرالمومنینؑ کا اپنے بھائی کی لاش پر رونا پیٹنا نہیں بھولتا کہ وہ مظلوم بھائی کی لاش سے لپٹی ہوئی عجب کرب سے روتی تھی اور کہتی تھی اے نور چشم رسول خدا آپ بخوبی جانتے ہیں کہ آپ کے سوا میرا کوئی آسرا اور سہارا نہ تھا فقط آپ ہی حامی و مددگار تھے۔ افسوس صد افسوس کہ آپ بھی ان ظالموں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور میری کمر توڑ گئے اور مجھے ہمیشہ کے لئے روتا ہوا چھوڑ گئے۔ اب آپ کے بعد کون ایسا وارث ہے جو بہن کا پردہ بچائے گا اور میری حفاظت و حمایت کرے گا۔

اَخِیْ کُنْتُ اَرْجُوانْ اَکُونَ لَکَ الفِدَاء
فَقَدْ جِئْتَ فِیْمَا کُنْتُ فِیْہِ مُؤَمِّلاً

ہائے میرے ماں جائے یہ بہن بیکس ہمیشہ اس کی متمنی تھی کہ تم زندہ

سلامت رہو بہن تم پر صدقہ ہو کر تمہارے سامنے مرجائے اور تم اپنے ہاتھ سے دفن کرو۔ ہزار افسوس کہ اس ستم دیدہ کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ اور میں فقط رونے کو زندہ بچ گئی اور تم میرے سامنے دنیا سے اٹھ گئے' کاش زینبؑ آفت رسیدہ اندھی ہوتی' یہ تمہاری چاند سی صورت خاک و خون میں غلطاں نہ دیکھتی۔ راوی کہتا ہے کہ اس دختر سیدالبشر کے بین سے تمام جن وانس چرند پرند روتے تھے اور جناب سیدالشہداء کی لاش پر قیامت بپا تھی۔

قُتِلَ الحُسَیْنُ فَیَا سَمَاءُ تَفَطَّرِیْ
خُوْنًا وَ یَاشَمْسَ النَّهَارِ تَکَوَّرِیْ

قتل ہو گئے امام حسینؑ اے آسمان کیوں نہیں شق ہو جاتا اور اے آفتاب جہاں تاب کیوں نہیں تیرو تاریک ہوتا۔

نَسْلُ النَّبِیِّ المُصْطَفٰی حَرِیْمُہٗ
تُسْبٰی کَمَا تُسْبٰی بَنَاتُ الاَصْغَرِ

افسوس ہزار افسوس وہ زینبؑ و کلثومؑ جن کی ماں کا جنازہ رات کو اٹھا وہ زنان کفار کی طرح قید کی جائیں اور اسیر ہوں۔

وَیُشَهَّرُوْنَ وَ یُسْلَبُوْنَ مَدَارِعًا
وَمَقَانِعًا مِنْ بَعْدِ سَلْبِ الْمِعْجَرِ

روای کہتا ہے کہ امام عالی مقام کی شہادت کے بعد میں نے دیکھا اہل بیت رسولؐ شتران بے کجاوہ پر بٹھا کر تشہیر کئے گئے اور ایسے لوٹے گئے کہ ان کے

سروں سے ظالموں نے چادر و مقنعہ تک چھین لیے یہاں تک کہ ایک ردا بی بیوں کی پاس منہ چھپانے کو باقی رہ گئی تھی اسے بھی ظالموں نے نہ رہنے دیا۔

وَيُسَيَّرُوْنَ عَلَى الْمَطَايَا كَالْاِمَاءِ
بَيْنَ الْمَلَاءِ بِكُلِّ وَادٍ مُقْفِرٍ

اور اہل بیتؑ رسول کو رسن بستہ سربرہنہ بے کجاوہ اونٹوں پر تُرک و روم کی کنیزوں کی مانند شہر بہ شہر صحرا بہ صحرا پھراتے ہوئے شام بلوائے عام میں لے گئے۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۴۹

امام حسینؑ پر گریہ کرنے کی فضیلت ، جناب اسمٰعیلؑ کی بکریوں اور دُنبیوں کا پانی نہ پینا اور امام حسینؑ کی شہادت پر کچھ اور روایات ، آخری وقت میں امام عالی مقام کا اپنے ماننے والوں، عزاداروں اور ماتم داروں کے حق میں دعا مانگنا۔

☆

فِی الامالی عن داود بن کثیر الرقی انه قال کنت عند ابی عبدالله الصادق اذا استسقی الماء کتاب امالی ابن بابویہ میں داؤد ابن کثیر رقی سے منقول ہے اس نے کہا ایک روز میں جناب امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ میرے سامنے حضرت نے پانی پینے کے لئے طلب فرمایا۔ جب پانی حاضر ہوا اور حضرت نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا میں نے دیکھا کہ دفعتاً" آپ کے چہرہ اقدس پر آثار حزن و ملال ظاہر ہوئے اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے داؤد خدا لعنت کرے ان اشقیاء پر کہ جنہوں نے میرے جد مظلوم امام حسینؑ کو قتل کیا۔ اے داؤد حضرت امام حسینؑ کے قتل ہونے نے ہمیں اس قدر محزون و مغموم کیا کہ ان کی شہادت کے بعد ہماری زندگیوں میں ذرا بھر لطف نہیں رہا **انی ما شربت ماء بارداً الا و ذکرت الحسین علیه السلام فما من عبد شرب الماء فذکر الحسین علیه السلام و لعن قاتله الا کتب الله تعالیٰ له مائة الف حسنة** اے داؤد جب میں ٹھنڈا پانی پیتا ہوں تو امام حسینؑ کا پیاس کی شدت میں قتل ہونا مجھے یاد آ جاتا ہے۔ اے داؤد جو مومن آب سرد پیئے اور امام حسینؑ کی مصیبت کو یاد کر کے ان ظالموں پر لعنت کرے کہ جن اشقیاء نے اس امام کونین کو ناحق قتل کیا' حق سبحانہ تعالیٰ اس کے بدلے میں لاکھ نیکی اور

حسنات کا ثواب اس مرد مومن کے نامہ اعمال میں لکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سید الشہداء کے لشکر مصائب کے عوض لاکھ گناہ اس مرد مومن کے نامہ اعمال سے مٹا دیتا ہے اور لاکھ درجے اس کے لئے بلند کرتا ہے اور اس مومن کو اس شخص کے برابر ثواب عطا فرمائے گا جس نے لاکھ بندے راہ خدا میں خوشنودی خدا کی خاطر آزاد کیے ہوں گے اور روز قیامت کہ جس دن شدت سے تمام اہل محشر کے جگر جل رہے ہوں گے اور پیاس کی وجہ سے مخلوقات کی زبانیں باہر نکلی ہوں گی۔ خداوند کریم اس مومن کو کہ جس نے امامؑ کی پیاس کو یاد کیا ہے وہ دلِ مطمئن اور ٹھنڈے جگر کے ساتھ محشور کیا جائے گا۔ **فی البحار ان اسمٰعیل النبی کانت اغنامه ترعی بشط الفرات فاخبره الراعی انها ما شربت من هذا المشرعة شیاه من الماء منذ کذا یوماً** (کتاب بحار الانوار) میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اسمٰعیلؑ کی بکریاں اور دنبیاں فرات کے کنارے پر چرتی تھیں کہ ناگاہ چرواہے نے عرض کی یا نبی اللہ کئی روز سے ان دنبیوں اور بکریوں نے نہر فرات سے پانی نہیں پیا ہے اور پانی کی طرف بالکل رغبت نہیں کرتی ہیں۔ یہ عجیب خبر سن کر حضرت اسمٰعیلؑ نے بارگاہ احدیت میں عرض کی کہ اے پروردگار عالم میری التجاء ہے کہ یہ مخفی راز مجھ پر ظاہر ہو کہ یہ سب حیوانات آب فرات کی طرف کیوں نہیں رغبت کرتے اور کس لئے اس نہر کا پانی نہیں پیتے۔ پس جبرئیلؑ جناب اسمٰعیلؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا نبی اللہ ! اللہ رب جلیل ارشاد فرماتا ہے کہ ان دنبیوں کے پانی نہ پینے کا سبب انہی سے دریافت کرو' یہ خود اس کا سبب تم سے بیان کریں گی۔ جناب اسمٰعیلؑ نے ارشاد خداوندی کے مطابق ان بکریوں اور دنبیوں سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ تم کئی روز سے اپنا آپ پیاسا رہنا گوارا کرتی ہو اور اس فرات کا پانی نہیں پیتی ہو ؟

فقالت بلسانٍ فصیحٍ یا نبیّ اللّٰہ قد بلغنا ان ولدک الحسین علیہ السلام سبط رسول الثقلین یقتل عطشاناً ممنوعاً من ماء ھذہ فنحن لا نشرب من ھذا الماء حزناً علیہ۔ پس دنبیوں نے بزبان فصیح جواب دیا کہ نبی اللہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کا فرزند حسینؑ ختم الانبیاء کا نواسا اسی دریا پر کئی روز کا تشنہ لب اپنے عزیزوں اور ساتھیوں سمیت شہید کیا جائے گا اور کوئی شخص اس پیاسے امام کو اس نہر کے پانی کا ایک قطرہ نہ دے گا۔ اس لئے ہمیں یہ پانی ناگوار ہے اور ہمارے حلق سے نہیں اترتا اور اس غم میں اپنا پیاسا رہنا گوارا ہے فسألھا عن قاتلہ قالت یقتلہ یزید لعین اھل السموات والارضین والخلائق اجمعین فقال اسمٰعیل اللھم العن قاتل الحسین علیہ السلام یہ خوفناک خبر سن کر حضرت اسمٰعیلؑ نے حیوانات سے پوچھا کہ وہ کون ایسا سنگدل اور شقی ہو گا کہ برگزیدہ الٰہی کو پیاسا قتل کرے گا بکریوں اور دنبیوں نے جواب دیا اے نبی خدا اس شقی ازلی کا نام یزید ہو گا اور زمین اور آسمان اور تمام مخلوقات اس ملعون بے ایمان پر لعنت کریں گے۔ منقول ہے یہ سن کر حضرت اسمٰعیلؑ بہت روئے اور بارگاہ احدیت میں عرض کی کہ اے پروردگار عالم میری آپ سے التجاء ہے کہ اس ملعون پر لعنت کر اور اس شقی کو اپنی رحمت سے دور رکھ فنوحوا علی السلطان العطشان الذی بکی علی مصابہ الانس والجان واذ معوا علی الامام الھمام الذی بکت علی عطشہ الانعام پس مومنین ! بادشاہ مظلوم کی مصیبت پر نوحہ و بکاء کرو کہ جس کی مصیبت میں تمام جن و انس نے نوحہ و بکاء کیا اور اس تشنہ لب کی پیاس پر روؤ کہ جس کی پیاس یاد کر کے بے زبان حیوانات نے پیاسا رہنا پسند کیا اور اس غم میں اپنے لب آب فرات سے تر نہ کیے اور حضرات مقام تامل ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی پیاس کس قیامت کی پیاس تھی کہ جس کو فقط یاد ہی کرنے

میں لاکھ حسنات نامۂ اعمال میں لکھے جاتے ہیں اور لاکھ سیئات نامۂ عمل سے مح ہوتے ہیں اور لاکھ درجات بلند ہوتے ہیں اور لاکھ بندے راہ خدا میں آزاد کر کا ثواب ملتا ہے اور اس پیاس کو یاد کرنے والا قیامت کے دن کی پیاس سے محفو رہے گا۔

لم انس سبط المصطفی وھو ظامیٔ
یُذاد من الماء المباح و یحرم
وقد صرعت انصارہ و ھو مفرد
ینادی الاھل راحم یترحم

راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم مجھے اب تک فرزند رسول کی پیاس نہیں بھولتی کہ پیاس کی شدت سے وہ امام مظلوم ہر مرتبہ نہر فرات میں داخل ہونا چاہتے تھے لیکن اشقیائے کوفہ و شام ان کو فرات کے قریب ہی نہ جانے دیتے تھے اور اس آب مباح کہ جس سے حیوانات اور چرند پرند سیراب ہوتے تھے۔ دلبند رسول اور جگر گوشہ بتول پر حرام کر دیا تھا امام حسینؑ پر عجب وقت مصیبت تھا کہ وہ حضرت بے یار و مددگار اپنے عزیزوں اور ساتھیوں کی لاشوں پر کھڑے تھے اور ایک ایک سے استغاثہ و فریاد کرتے کہ اے قوم بدکردار کوئی بھی اس جماعت اشرار سے ایسا رقیق القلب اور نرم دل ہے کہ مجھ بے کس و نحیف و نزار پر رحم کرے ؟

فقالوا لہ ان شئت ترجع سالماً
وتسقی من ماء الزلال و تطعم

فَبَایِعْ بِطَوْعٍ لِلْاَمِیْرِ صَابِرًا
وَاِلَّا فَحَدُّ السَّیْفِ فِیْکَ مُحَکَّمٌ

وہ اشقیاء عجب سنگدل تھے کہ ہرگز کسی نے امام بیکس پر رحم نہ کیا اور صاف جواب دیا کہ اے حسینؑ اگر آپ کو اپنا قتل ہونا گوارا نہیں ہے اور جان عزیز ہے تو یزید پلید کی اطاعت اختیار کرو اور ٹھنڈے پانی سے سیر ہو ورنہ اپنا قتل گوارا کرو۔

منقول ہے کہ لفظ بیعت و اطاعت سن کر حضرت نے فرمایا **لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ** اے قوم سفاک و اے گروہ ناپاک میرے نزدیک اس ننگ و عار سے بہتر ہے کہ میں یزید جیسے فاسق و فاجر کی بیعت اختیار کروں یہ فرما کر اس راکبِ دوش رسول نے مرکب صبا رفتار کو میدان کارزار میں جولان کیا اور آواز دی اے قوم نابکار تم میں سے جس کو شجاعت و بہادری کا دعویٰ ہے وہ میدان میں آئے اور میرا مقابلہ کرے۔ کتب سیرو اخبار میں منقول ہے کہ جب ظالموں نے فرزند علیؑ کی آواز سنی اور شجاعت علیؑ کے آثار ملاحظہ کئے تو سب اشقیاء کے دل خوف سے ہل گئے اور سب کے بدن کانپنے لگے۔ راوی کہتا ہے جب تمام فوج کوفہ و شام رعب امامؑ سے مرعوب ہو گئی اس وقت ایک سگ ناپاک کہ اس شقی کو یزید کلبی کہتے تھے اور فنون سپہ گری میں وہ بے ایمان مشہور تھا دلیری اور جرأت میں وہ تمام مصرو شام میں بڑا نام رکھتا تھا۔

اس ملعون نے غصے میں آکر اپنی فوج کو آواز دی کہ اے گروہ کوفہ و شام' خدا کی لعنت ہو تم پر' کس قدر بے حیا ہو کہ ایک بے یارومددگار' بھوکا' پیاسا اور زخموں سے نڈھال شخص تم سب کو جنگ کی طرف بلاتا ہے' مگر تم میں سے کوئی

بھی اس کے مقابلہ میں نہیں جاتا۔ پس معلوم ہوا کہ میرے سوا اس کا کوئی شخص قاتل نہیں ہے۔ دیکھو میں ایک ہی ضرب تلوار میں اس کا کام تمام کرتا ہوں۔ اس کے بعد وہ بیہودہ سرائی کرتا لشکر سے باہر نکلا اور میدان جنگ کی طرف روانہ ہوا۔ جب حضرت امام حسینؑ نے اس ظالم کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو غضب ناک شیر کی مانند نعرہ زن ہوئے اور فرمایا کہ اے ملعون خبردار اپنا نجس قدم آگے نہ بڑھانا' آیا تیری جرأت ہے کہ تو بیباکی سے میرے سامنے آئے اور تیری کیا مجال ہے کہ تو مجھے قتل کرے۔ اے بے حیا کیا تو مجھ سے واقف نہیں ہے کہ میں کون ہوں۔ آگاہ ہو میں حیدر کرار غیرفرار کا بیٹا ہوں' اسد اللہ الغالب غالب کل غالب علی ابن ابی طالبؑ کا فرزند ہوں۔ کہ جنہوں نے مرحب جیسے کافر اور عمرو عبدود جیسے مشرک کو ایک ہی وار میں واصل جہنم کیا۔ پس اگر تجھے اپنی جان عزیز ہے تو میرے سامنے سے ہٹ جا' ورنہ تو آن واحد میں واصلِ جہنم ہونے والا ہے۔ راوی کہتا ہے اس ظالم کو امام علیہ السلام نے جتنا ہی آگے بڑھنے سے روکا مگر وہ مغرور اپنی شجاعت پر نازاں ہو کر نہ رُکا یہاں تک کہ امام عالی مقام کے قریب آیا۔ فوراً آتے ہی اس شقی نے تلوار کا ایک وار کیا اس کے ساتھ فرزند رسول نے حملے کو سپر پر روکا اور ہاتھ کو اس خوبصورتی اور سرعت کے ساتھ حرکت دی کہ اس ظالم کی تلوار ٹوٹ گئی۔

ثُمَّ انْتَضٰی لِلْحَرْبِ سِبْطُ مُحَمَّدٍ
غَضَبًا کَمُنْقَضِّ الشِّهَابِ النَّیِّرِ

پھر حضرت نے اس کا وار رد کر کے ذوالفقار حیدر کرار کو نیام سے نکالا۔ منقول ہے کہ اس تلوار کے نکلتے ہی اس سے ایسی چمک اور روشنی پیدا ہوئی کہ

تمام لشکر کی نظر خیرہ ہو گئی اور سب کو یقین ہوا کہ آسمان سے بجلی گری۔ چنانچہ فرزند شیر خدا نے اس بدکردار اور ملعون شخص کے سر پر تلوار ماری۔ وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا اور واصل جہنم ہوا۔ جب امام عالی مقام اس کافر کو ہلاک کر چکے تو لشکر مخالف پر مکمل سناٹا چھا گیا کوئی ایک بھی میدان میں نہ آیا۔ اس وقت آپ نے اس لشکر پر کہ چھ لاکھ مسلح افراد پر مشتمل تھا" پر حملہ کیا میمنہ اور میسرہ اور قلب لشکر سے اس قدر کفار تہ تیغ کئے کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے وہ میدان لاشوں سے بھر گیا اور جو کچھ باقی رہے تھے وہ خوف کے مارے ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ جس طرح کتا اور خنزیر شیر کے خوف سے بھاگتے ہیں۔ جب بھی کوئی ظالم آگے آنے کی کوشش کرتا تھا حضرت کی ایک نگاہ غضب سے ڈر کر پیچھے ہٹ جاتا تھا۔

فَیُقَالُ مَنْ ھٰذَا سِبْطُ الْمُصْطَفٰی
فِیْ کَرْبَلَا اَمْ حَیْدَرٌ فِیْ خَیْبَرٍ
ھُوَ مَظْھَرُ السِّرِّالَّذِیْ فِیْ حَیْدَرٍ
فَاِذَا سَطَا دَھِشَتْ قُلُوْبُ الْعَسْکَرِیْ

اس حالت اضطرار و فرار میں بعض کفار دوسرے ناریوں سے کہتے جاتے تھے اے گروہ اشرار تم میں سے کسی پر بھی یہ ثابت ہوا کہ یہ شیر دلیر کہ جس کی دہشت سے سب کی جان نکلی جاتی ہے کون ہے۔ آیا یہ حسینؑ بن علیؑ ہیں یا خود جناب حیدر کرار ہیں جو کفار کو ذوالفقار کے وار سے دارالبوار پہنچاتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ خدائے ذوالجلال کی قسم میں نے امام حسینؑ کی مانند اب تک کوئی بہادر اور شجاع دیکھا نہ سنا اور یقین ہے کہ ایسا جوان آئندہ کبھی پیدا نہیں ہو گا۔ سبحان

اللہ میں دیکھتا تھا کہ لاکھوں اعدائے دین شب تاریک کی سیاہی کی طرح حضرت کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے اور ہر طرف سے ان پر تیروں کی بارش برساتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اس فرزند شیر خدا کو ان کتوں اور خنزیروں سے ذرا بھر خوف و ہراس نہ تھا۔ بلکہ اس تنہائی اور پیاس و بھوک کی شدت سے حضرت جب چاہتے کہ میدان کارزار میں کسی جگہ پر ٹھہر جاؤں اس وقت بے خوف و خطر اس جگہ قدم مبارک اس قوت سے ٹھہر جاتے تھے جیسے بلاشبہ کوئی بہت بڑا پہاڑ اپنی جگہ پر استوار و قائم ہے۔ اور جب ارادہ کرتے تھے کہ اس لشکر پر حملہ کریں تو شیر کی مانند حملہ آور ہوتے اور اپنی ذوالفقار سے ہزاروں کافروں کا سر تن سے اتار لیتے تھے۔ میں دیکھتا تھا ذوالفقار کے ہر وار میں ان ظالموں کے سر تنوں سے کٹ کر اس طرح گر رہے تھے کہ جیسے خزاں میں درختوں کے پتے برابر گرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ تیس ہزار پیادے و سوار واصل جہنم کیے۔ کچھ کفار شیر پروردگار کے خوف سے بھاگ گئے۔ آپ نے بھی ان فراریوں کا تعاقب نہ کیا اور اپنی جگہ پر توقف فرمایا۔ مقتل ابو مخنف میں منقول ہے کہ جب دوسری مرتبہ اس شہنشاہ عرب و عجم نے چاہا کہ اب اس لشکر پر ایسا حملہ حیدریہ کریں کہ کوئی منافق بھی باقی نہ رہے۔ کہ ناگاہ رب جلیل کی طرف سے آواز آئی آج شجاعت اور مشرکوں کو قتل کرنے کا دن نہیں ہے بلکہ آج صبر و تحمل اور ملاقات پروردگار کا دن ہے۔ پس صبر اختیار کرو کہ صبر سب اعمال سے بہتر اور دشوار عمل ہے سبحان اللہ بے شک امام حسینؑ اولین و آخرین صابرین کے سردار تھے۔ امام حسینؑ ارشاد خداوندی سنتے ہی فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون اور آمادۂ شہادت ہو کر سر اقدس جھکا لیا اور تلوار کو نیام میں کر لیا فَحَمَلُوْا عَلَیْہِ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ وَ مَکَانٍ وَ جَرَحُوْہُ بِالسِّھَامِ وَالسِّنَانِ حَتّٰی وَقَعَ مِنْ ظَھْرِ جَوَادِہٖ عَلَی الْاَرْضِ جب ظالموں نے امام

علیہ السلام کو صابر اور آمادۂ شہادت پایا تو سب ناری نورِ خدا کو بجھانے کے لئے آگے بڑھے اور بدن شریف پر ہر طرف سے تیر و نیزہ اور تلوار حملے کرنے لگے۔ آخر کار امام عالی وقار پشت زین سے زمین پر تشریف لائے **کتاب ارشاد** میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ اس حالت میں میں ایک کم سن شہزادہ کہ اسے عبداللہ بن حسنؑ کہتے تھے خیمہ سے باہر نکلا اور اس کے پیچھے جناب زینبؑ سرو پا برہنہ دوڑیں اور اس کو گود میں اٹھا لیا اور بڑی کوشش کی کہ اس امام زادہ کو خیمہ میں لے جائیں لیکن وہ ایسا مچلا کہ اپنے آپ کو بی بی کی گود سے زمین پر گرا دیا اور اپنی پھوپھی سے عرض کی اے پھوپھی جان مجھ کو اس وقت نہ روکو خدا کی قسم میں اس بیکسی اور تنہائی کی حالت میں اپنے چچا کو تنہا نہ چھوڑوں گا بلکہ اپنی جان آنحضرت پر نثار کروں گا یہ کہہ کر قتل گاہ کی طرف روانہ ہوا اور جناب امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ناگاہ ابحر بن کعب ملعون تلوار کھینچ کر امام حسینؑ کے قریب آیا اور چاہا کہ آنحضرت پر تلوار لگائے اور آپ کو شہید کرے۔ اس صاحبزادے نے اس ملعون سے فرمایا او پسر زانیہ تو میرے عمّ نامدار کو قتل کرتا ہے' اے ظالم خوف خدا کر اور امام بیکس کو قتل نہ کر۔ وہ معصوم شہزادہ جتنا ہی اس ظالم کو منع کرتا رہا لیکن اس شقی نے حضرت پر تلوار لگائی عبداللہ نے اس تلوار کو اپنے ہاتھوں پر روکا اور اس شہزادے کے دونوں ہاتھ کٹ کر زمین پر گر پڑے۔ پس عبداللہ نے امام حسینؑ سے چلا کر عرض کی اے چچا جان اس ملعون نے مجھے قتل کیا۔ روایات میں ملتا ہے جناب امام حسینؑ پر شدید غش طاری تھا۔ لیکن عبداللہ کی اس درد ناک آواز سنتے ہی غش سے آنکھیں کھول دیں دیکھا کہ وہ شہزادہ کٹے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ پہلو میں تڑپ رہا ہے یہ دیکھ کر حضرت رو پڑے۔ اس حالت ضعف میں اس پارۂ جگر کو اپنی چھاتی سے لگا لیا اور رو کر فرمایا

کہ اے نورِ نظر بہت دشوار ہے تیرے چچا پر کہ تجھ کو اس حالت سے دیکھے۔ اے فرزندِ دلبند اب صبر کر۔ راوی کہتا ہے کہ جناب امام حسینؑ اس نورِ چشم کو چھاتی سے لگائے تسلی دے رہے تھے کہ ناگاہ حرملہ ملعون نے عبداللہ کے حلق پر ایسا تیر مارا کہ اس کے صدمہ سے وہ بچہ اپنے چچا کی گود میں تڑپ کر دنیا سے رحلت کر گیا۔ اس ظلمِ عظیم کو دیکھ کر امام عالی مقامؑ نے نہایت حسرت و یاس کے ساتھ گریہ فرمایا اس کے بچے کی لاش اپنے قریب زمین پر رکھ دی۔ منقول ہے کہ عمر سعد نے آواز دی کہ کوئی ایسا جری ہے کہ حسینؑ کا سر تن سے جدا کرے۔ کتاب ریاض الشہادۃ اور روضۃ الشہداء وغیرہ میں منقول ہے کہ اشقیائے کوفہ و شام میں سے کسی ملعون کو جرات نہ ہوئی کہ امام حسینؑ کو قتل کرنے کی نیت سے ان کے قریب آ سکے۔ لیکن شمر اپنی شقاوت سے حضرت کے قریب پہنچا وہ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام رو بقبلہ سجدہ میں ہیں اور بارگاہ الٰہی میں کچھ عرض کر رہے ہیں۔ اگرچہ پیاس کی شدت کی وجہ سے آپ کی زبان مبارک رک رک جاتی تھی لیکن جب میں بہت قریب ہوا تو میں نے سنا نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ رو رہے ہیں اور یہ کلمات زبان سے جاری ہیں **یَا سَیِّدِیْ وَ مَوْلَائِیْ اِنَّ عَبْدَکَ ھٰذَا قَدْ وَفٰی عَلٰی عَھْدِہٖ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ یَا رَبَّ الْعِبَادِ** اے میرے پروردگار اس بندہ نے تیرے فضل و کرم سے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے اور تو وہ صادق الوعد ہے کہ کبھی اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ پس امیدوار ہوں کہ اپنی رحمتِ کاملہ سے میرے محبوں' ماننے والوں اور دوستوں کو مغفرت فرما اور ان کے گناہوں سے درگزر کر **فَنَادٰی مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ یَا حُسَیْنُ نَحْنُ نَغْفِرُ شِیْعَتَکَ حَتّٰی تَرْضٰی فَقَالَ الْحُسَیْنُ ثَلَاثًا اَلْاٰنَ طَابَ لِیَ الْمَوْتُ ' طَابَ لِیَ الْمَوْتُ** آپ ابھی سجدہ میں تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ اے حسینؑ تو ہرگز فکر نہ کر

اور خوش ہو کہ ہم تیرے محبوں اور تیرے ماتم داروں اور عزاداروں کو بروز قیامت اس قدر بخشیں گے کہ تو راضی اور خوشنود ہو گا جب امام حسین علیہ السلام نے یہ مژدہ سنا تو حالت سجدہ میں نہایت بشاشت کے ساتھ تین مرتبہ یہ کلمہ کہا **اَلْاٰنَ طَابَ لِیَ الْمَوْتُ** یعنی اے میرے پروردگار یہ خوشخبری سن کر البتہ تیری راہ میں میرا مرنا مجھے نہایت پسند ہے اور اب میں اپنی شہادت کا نہایت ہی مشتاق ہوں۔

فَمَازَادَ قَلْبُ الرِّجْسِ اِلَّا قَسَاوَۃً
وَمَیَّزَ مِنْہُ الرَّاسَ لَا یَتَرَحَّمُ
تَکَادُالسَّمٰوٰاتُ الشِّدَادُ لِقَتْلِہٖ
تَفَطَّرْنَ وَالْاَرْضُوْنَ نَخْسِفُ فِیْھِمْ

حضرات۔ خدا لعنت کرے شمر بے حیاء پر امام علیہ السلام کے تمام فضائل مناقب اور ان کی قدر و منزلت جانتے ہوئے اس بے حیا کو ذرا بھر رحم نہ آیا اور عداوت و شقاوت سے اسی حالت سجدہ میں اپنا کام تمام کیا احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ جب ایسا امر عظیم واقع ہوا تو اس وقت ساتوں آسمان کانپنے لگے کہ قریب تھا کہ پھٹ کر زمین پر گر پڑیں اور زمین بھی اس قدر لرزنے لگی کہ سب کو یقین ہو گیا کہ زمین اب الٹ جائے گی اور جنوں' پریوں' درند و چرند اور پرند کا شور ماتم بلند ہوا' **ملائکہ** کے رونے کی آواز برملا آ رہی تھی اور اس صحرائے کربلا میں واحسیناہ **واحسینا** کا شور بلند تھا۔ چہار سُو گریہ ماتم کے سوا کچھ نہیں سنائی دے رہا تھا۔

مجلس نمبر ۵۰

عید کے دن حسنینؑ کے لئے خلعت بہشت کا آنا' محمد و آل محمد علیہم السلام مومنین کی شفاعت کریں گے۔ شہادت کے وقت امامؑ کا جامہ کہنہ طلب کرنا' شام غریباں اور مخدرات کی بیکسی' ظالموں کا خیموں اور اہل بیتؑ کے اسباب و لباس کو لوٹنا اور شہدائے کربلا کی لاشوں پر گھوڑے دوڑا کر ان کو پامال کرنا۔

☆

مَالِیْ اِذَاوُضِعَ الْحِسَابُ وَ سُبُلَتُہٗ
اَنْجُوْ بِھَا مِنْ حَرِّنَارِ الْمَوْعِدِ
اِلَّا اعْتِرَافِیْ بِالذُّنُوْبِ وَاِنَّنِیْ
مُتَمَسِّکٌ بِوَلَاءِ اٰلِ مُحَمَّدِ

حضرات ! روز قیامت ہم سب کے حساب و کتاب اور اعمال نیک و بد پیش ہوں گے۔ ہم اپنے اعمال کے صحیفے جو صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پُر ہوں گے' پڑھیں گے کوئی عملِ خیر ہمیں ایسا نظر نہیں آئے گا جو ہم گناہگاروں کی مغفرت کا باعث بنے اور نہ کوئی وسیلہ نجات نظر آئے گا جو ہمیں آتش جہنم سے بچائے لیکن دو امر خیال میں آتے ہیں اگر یہ دونوں وسیلے باعث مغفرت ہوئے تو عجب نہیں ہے کہ ان میں سے ایک یہ ہے ہم اپنے گناہوں پر معترف ہیں اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ خداوند غفار کی رحمت بہت وسیع ہے' لہٰذا ہم اس کی رحمت کے امیدوار ہیں کہ وہ رحیم ہماری لغزشوں اور خطاؤں سے درگزر کر جائے اور ہمیں بخش دے اور دوسرا وسیلہ جو اس سے بھی زیادہ مضبوط ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے جن گودیوں میں پرورش پائی ہے' ہمیں وہاں سے محبت محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کا

درس ملا ہے اور بحمد اللہ ہم اسی پر قائم ہیں اور قائم رہیں گے۔ امید قوی ہے کہ اہل بیت اطہارؑ اپنے غلاموں کو بروز قیامت آتش جہنم سے بچائیں گے اور جنت الفردوس میں لے جائیں گے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں جناب امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جناب رسول خدا کا ارشاد گرامی ہے کہ بروز قیامت ہمارے ماننے والوں کا حساب ہم اہل بیتؑ سے متعلق ہو گا۔ اگر کسی مومن نے خداوند کریم کا گناہ کیا ہو گا یا کوئی حق حقوق خدا سے اس مومن کے ذمہ ہو گا۔ پس ہم اس کی مغفرت کے لئے بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گے۔ اے پروردگار عالم اپنے فضل و کرم سے اس بندۂ مومن کو تو بخش دے اللہ تعالیٰ ہماری عرض قبول کرے گا اور اگر کسی مومن کے ذمہ بندوں کے حقوق ہوں گے اور وہ بندگان خدا اس سے اپنے حقوق کے طالب ہوں گے' تو ہم اس مومن کو ان سب سے بخشوا دیں گے اور ان سب کو اس سے راضی کریں گے جس طرح کہ وہ راضی ہوں گے اور اگر ہمارے مومن سے ہماری نسبت کوئی غلطی ہو گی تو ہمیں کب زیب دیتا ہے کہ اس کو معاف نہ کریں پس **مومنین !** جس صورت میں ہم غلامی رسول اور دوستی ذریت رسول کے مدعی ہوں اور وسیلہ نجات ہم سب کا حضرات محمدؐ و آل محمدؐ کی غلامی پر منحصر ہو تو نہایت تعجب ہے کہ ہم ان کی مظلومیت کو یاد کر کے نہ روئیں ؟ خاص کر مصائب خامس آل عباء مظلوم کربلا پر نہ پیٹیں اور اپنے سروں پر خاک نہ ڈالیں ؟ **کتاب امالی** میں جناب امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے **عَرَی الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ وَاَبْ۔ کَہُمَا الْعِیْدُ** کہ ایک مرتبہ عید قریب آئی اور حسنینؑ کے لئے کوئی کپڑا قابل زینت نہ تھا **فَقَالَا لِاُمِّہِمَا تَزَیَّنُوْا صِبْیَانُ الْمَدِیْنَۃِ اِلَّا نَحْنُ فَمَالَکَ لَا تُزَیِّنُنَا** دونوں صاحبزادوں نے جناب سیدہ سے عرض کی اے اماں' مدینہ کے بچوں نے طرح طرح کے زینت کے

سامان کئے ہیں مگر ہمارے پاس کپڑے بھی بدلنے کو نہیں۔ جناب سیدہ نے مصلحت کے طور پر فرمایا اے نور چشمو ! تمہارے لباس درزی کے پاس ہیں وہ لائے گا تو تمہیں بھی پہناؤں گی۔ جب شب عید آئی پھر حسنینؑ نے عرض کی تو جناب فاطمہؑ اپنی ناداری اور حسنینؑ کی حالت پر بہت روئیں اور پھر وہی فرمایا کہ تمہارے لباس درزی لائے تو میں تمہیں پہناؤں ؟ امام حسینؑ عرض کرتے تھے اے مادر گرامی ہم نہیں جانتے ہمیں کپڑے پہناؤ یہاں تک کہ ضد کرتے کرتے سو گئے بی بی نہایت مضطرب و پریشان تھیں کہ ان کے لئے کپڑے کہاں سے لاؤں۔ جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو کسی نے دروازہ پر دستک دی جناب فاطمہؑ نے پوچھا کون ہے **قَالَ اَنَا الْخَيَّاطُ جِئْتُ بِالثِّيَابِ** اس نے عرض کی میں درزی ہوں حسنؑ و حسینؑ کے کپڑے لایا ہوں۔ آپ خوش خوش دروازہ کے قریب آئیں جب دروازہ کھولا تو اس نے بندھا ہوا رومال دیا اور چلا گیا۔ معصومہؑ نے اسے کھولا دیکھا کہ دو کرتے' دور ریشمی کپڑے' دو پاجامے' دو عمامے اور دو جوڑے سیاہ موزے کے ہیں۔ آپ اس قدر خوش ہوئیں کہ دوڑ کر حسنینؑ کو جگایا اور فرمایا لو شہزادو ! دیکھو درزی تمہارے کپڑے لایا ہے۔ بہرکیف اس مخدومہ نے جب شہزادوں کو کپڑے پہنا کر آراستہ کیا۔ جناب رسول خدا گھر تشریف لائے دیکھتے ہی نواسوں کو گود میں اٹھا لیا۔ گلے سے لگا کر بوسے دینے لگے اور جناب سیدہؑ سے فرمایا تم پہچانتی ہو کہ وہ دروازہ پر کون تھا اور یہ کپڑے کہاں سے آئے عرض کی خدا اور رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا وہ درزی نہ تھا بلکہ رضوان خازن بہشت تھا اور یہ کپڑے خلعتہائے جنت ہیں۔ معصومہؑ نے عرض کی آپ کو کس نے خبر دی۔ فرمایا خود رضوان مجھ سے کہتا ہوا آسمان پر گیا ہے۔

مومنین ! عید کے دن بچپن میں تو امام حسینؑ اپنی مادر گرامی سے

لباس فاخرہ مانگتے تھے کہ پہن کر گھر سے باہر جائیں' ہم سنوں سے ملاقات کریں اور روز عاشور وہی جناب ستاون برس کے سن میں اس وقت بچپن کے دوستوں سے جدا ہو چکے تھے۔ انتیس برس کا بھائی اور اٹھارہ برس کا بیٹا آنکھوں کے سامنے دم توڑ چکا تھا' چھ مہینے کا علی اصغر امام کی گود میں تیر کھا چکا تھا' کمر جھک چکی تھی دل ٹوٹ چکا تھا' آنکھوں کا نور ختم ہو چکا تھا۔ اسی وقت اپنی دکھیاری بہن زینب سے پرانا لباس مانگتے تھے کہ پہن کر دشمنوں میں جائیں اور راہ خدا میں سر کٹائیں۔ فرماتے تھے **يَا اُخْتَاهُ ائْتِينِيْ بِثَوْبٍ عَتِيْقٍ لَا يَرْغَبُ فِيْهِ اَحَدٌ مِنَ الْقَوْم** اے بہن زینبؑ کوئی ایسا پرانا لباس لا دو کہ ان اشقیاء سے کسی کو اس کے لینے کی خواہش نہ ہو میں اسے سب کپڑوں کے نیچے پہنوں گا کہ میری شہادت کے بعد جب میرا لباس لوٹیں تو اسے پرانا سمجھ کر چھوڑ دیں اور میری لاش برہنہ نہ ہو۔

حضرات ! مدینہ میں تو جناب سیدہ لباس دیر سے پہنے سے غمگین اور اداس ہو جاتی تھیں کربلا میں وہ بی بی کہاں تھیں کہ اب دیکھتیں کہ بہن نے اپنے بھائی کو آخری رخصت کے وقت کیسا پرانا لباس کس اضطراب و قلق میں لا کر دیا۔ لکھا ہے جناب زینبؑ اپنے بھائی کے حکم کے مطابق ایک بوسیدہ اور کہنہ لباس لائیں۔ حضرت نے اسے جا بجا اور چاک کیا اور سب کپڑوں کے نیچے پہن لیا۔ افسوس ہزار افسوس آپ کا یہ اہتمام اور ظالموں کا وہ ظلم کہ شہادت کے بعد وہ پھٹے ہوئے کپڑے بھی جسم مبارک پر رہنے نہ دیئے جس نے جو چیز پائی لے لی۔ اسود بن حنظلہ نے تلوار' مالک بن بشیر نے زرہ اتاری' اشعب نے چادر اطہر' اسود بن خالد نے نعلین مبارک' اخنس بن مرثد نے عمامہ مقدس لے لیا اور وہ پیراہن جسے حضرت نے خود جا بجا سے چاک کیا تھا اور ایک سو کئی زخم سے چاک چاک ہو

الرَّمۡضَاءِ آہ آہ اس بے سر لاش کو عریان خاک و خون میں غلطاں جلتی ریت پر چھوڑ دیا سب کے آخر میں بجیل بن سلیم آیا کیا چیز باقی رہ گئی تھی۔ جو وہ لیتا آہ ایک انگوٹھی حضرت کے ہاتھ میں باقی تھی اس نے چاہا کہ اتار لے انگلی کے ورم دار ہونے کی وجہ سے اتر نہ سکی۔ اس ملعون نے جلدی سے وہ انگلی کاٹ ڈالی اور وہ انگوٹھی لے کر چلا گیا۔ اللہ اللہ جناب سید الشہداء کی لاش پر یہ سب ظلم ہوئے اس پر بھی اکتفاء نہ کی عمر سعد ملعون نے اہل لشکر سے کہا کہ خدا کا شکر کہ اس کی خواہش پوری ہو گئی۔ اب کون ایسا ہے کہ جو یزید پلید کے لئے فرزند رسول کا بے سر جسم گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرکے اس وقت دس شقی گھوڑے بڑھا کر فوج سے باہر نکلے۔ جناب زینبؑ نے یہ حال سنا۔ **صَاحَتۡ وَ بَکَتۡ وَ لَطَمَتۡ وَجۡھَھَا** بے اختیار چیخ و چلا کر سر پیٹ کر رونے لگیں اور مدینہ کی طرف منہ کرکے فریاد کرنے لگیں کہ نانا آپ دیکھتے ہیں کہ امت نے ہم سے کیا کیا سلوک کئے، گھر کا گھر صاف کر دیا۔ آپ کی قبر کے مجاور کو پردیس میں بھوکا پیاسا کُند خنجر سے شہید کیا اور ہمیں بے وارث کر دیا۔ اب چاہتے ہیں کہ اس مظلوم کی لاش پر گھوڑے دوڑائیں اور کبھی فوج مخالف سے مخاطب ہو کر کہتی تھیں کہ لاکھوں آدمیوں میں کوئی خدا ترس نہیں کہ رحم کھا کر میرے بیکس بھائی کو اس ظلم سے بچائے۔ اس مظلومہ کی فریاد کون سنتا تھا اب کس منہ سے کہوں کہ ان بے رحموں نے کیا ستم کیا اتنا اشارہ کافی ہے کہ زخمہائے بدن شگافتہ ہو گئے۔ پشت مبارک پر گھوڑوں کی ٹاپوں کے نشان پڑ گئے، پسلیاں ریزہ ریزہ ہو گئیں مومنین! قربان جائیں اس مظلوم پر جس نے ہم غلاموں کی نجات کے لئے موت کے بعد بھی یہ ظلم اٹھائے **وَ فِی الۡکَافِیۡ اَنَّ الۡاَعۡدَاءَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ اَرَادُوۡا ذٰلِکَ لٰکِنۡ لَمۡ یَتَیَسَّرۡ لَھُمۡ لِاَنَّہٗ لَمَّا بَلَغَ ذٰلِکَ لِزَیۡنَبَ بِنۡتِ عَلِیٍّ اَمِیۡرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ**

عَلَیۡہِ السَّلَامُ اِضۡطَرَبَتۡ وَ بَکَتۡ بُکَاءً شَدِیۡدًا اور کتاب کافی میں یوں منقول ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد قوم اشقیاء نے چاہا تھا اس نورِ خدا کی لاش کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کر دیں لیکن اس قوم ناپاک کی تو آرزو پوری نہ ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ دکھ بھری خبر دختر حیدر صفدر زینبؑ خاتون نے سنی اور ظالموں کے اس ارادہ فاسد سے مطلع ہوئیں تو اس وقت وہ معظمہ اپنی بیکسی پر بھی روئیں اور پیٹیں اور بی بی چاہتیں تھی کہ امام مظلوم کی لاش کسی طرح سے پامال ہونے سے محفوظ رہے۔ لیکن کچھ خیال نہ آتا تھا۔ جب فضہ نے اپنی شہزادی زینبؑ کا حال نہایت متحیر پایا اور اس معظمہ کو مضطرب و بے قرار دیکھا تو اپنی بی بی کی بیکسی پر بہت روئی اور عرض کی اے آقا زادی مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول خدا کے آزاد کردہ غلام کی کشتی دریا میں تباہ ہوئی تھی اور وہ غلام خود سلامت رہ گیا تھا اور بہتے ہوئے ایک جزیرے میں پہنچا تھا اور ایک صحرائی شیر وہاں نمودار ہوا اور اس شیر نے اس کی ہلاکت کا قصد کیا۔ پس وہ غلام یہ دیکھ کر خائف ہوا اور آواز دی اے جنگل کے شیر کچھ معلوم ہے کہ میں رسول خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آزاد کردہ غلام ہوں۔ میرے قتل سے باز آ اور میں راستہ کھو چکا ہوں مجھے راہ راست سے آگاہ کر۔ چنانچہ جب شیر کو یہ معلوم ہوا کہ وہ آپ کے جد امجد کا غلام ہے اس وقت سر جھکا لیا اور آگے آگے ہو کر دور تک اس کے ہمراہ رہا اور اسے راہ راست بتلا کر چلا گیا۔ پس اے شہزادی مجھے اچھی طرح سے پتہ ہے اس صحرائے کربلا میں بھی ایک شیر رہتا ہے اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں ابھی اس جنگل میں جا کر اس شیر کو بلا لاؤں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ شیر یہ خبر سنتے ہی یہاں آ کر فرزند رسول کی لاش اطہر کی حفاظت کرے گا اور کسی شقی کو حضرت کے جسم اقدس کے قریب نہ آنے دے گا

قَالَتْ زَیْنَبُ یَا فِضَّۃ اِسْرِعِیْ اِلَیْہِ وَ اَخْبِرِیْہِ بِہٖ بِذٰلِکَ جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا اس حکایت کو سن کر جناب زینبؑ خاتون نے فرمایا کہ اے فِضّہ خدا تجھے جزائے خیر عطا کرے جلد جا اور اس شیر کو امام حسینؑ کی شہادت اور ظالموں کے فاسد ارادے سے مطلع کر تا کہ وہ شیر امامؑ کی لاش کی حفاظت کرے۔ چنانچہ جناب فِضّہ جنگل کی طرف روانہ ہوئیں اور ایک کچھار میں جا کر اس شیر کا مُسکن تھا آواز دی اے ابوالحارث جلد اپنے مُسکن سے نکل اور مجھ سے ایک افسوس ناک خبر سن کہ جس کے سنتے ہی تیرا دل شق ہو۔ وہ یہ ہے کہ حسینؑ فرزند رسول الثقلینؐ کو بنی امیّہ نے قتل کیا اور وہ اشقیاء چاہتے ہیں کہ سیّد الشہداء کی لاش کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کریں۔ پس امام کونین کی حفاظت تجھ پر لازم ہے جلد پہنچ اور ان اشقیاء کو لاش مطہر کے قریب نہ آنے دے۔ منقول ہے کہ فضّہ کی آواز سن کر ایک شیر کچھار سے نکلا اور قتل گاہ کی طرف روتا، دھاڑیں مارتا اور شور مچاتا ہوا روانہ ہوا۔ جب قریب پہنچا تو اپنے آپ کو اس مقام پر گرا دیا جہاں امام مظلوم کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ اپنے دونوں ہاتھ جسم اطہر کے قریب رکھ کر بیٹھ گیا اور اس بے زبان حیوان کی آنکھیں مسلسل برس رہی تھیں۔ جب ان ظالموں نے سید الشہداء کا یہ اعجاز دیکھا تو کسی کو جرات نہ ہوئی کہ آپ کے جسم مبارک کے نزدیک آ سکے۔ جب عمر سعد نے یہ معجزہ دیکھا تو ڈر کر اپنی فوج کو منع کیا کہ کوئی شخص تم میں سے اس شیر کے قریب نہ جائے اور اس سے ہر شخص دور رہے۔ کیونکہ یہ بلائے عظیم ہے اگر اس کو کسی نے چھیڑ دیا تو تم میں سے ایک باقی نہ رہے گا۔ یہ سن کر سب ملعون وہاں سے ہٹ گئے اور شیر لاش اطہر پر روتا رہا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۱۵

قیامت کے روز غم حسینؑ میں بہنے والے آنسوؤں کا موتی بننا، عزادار امام مظلومؑ کا اپنے بچے کو فروخت کر کے مجالس عزا برپا، اہل بیتِ اطہارؑ کے خیموں اور سکینہؑ کے دامن کو آگ لگنا، شہادت امام حسینؑ اور شام غریباں۔

☆

قَالَ الصَّادِقُ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ کَانَتِ الْمَلَائِکَةُ یَاخُذُوْنَ رَجُلاً لَیْسَ لَهُ عَمَلٌ وَیَسُوْقُوْنَهُ اِلٰی جَهَنَّمَ ۔مصحف ناطق جناب امام جعفر صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب قیامت قائم ہو گی ہر نیک و بد کے بارے میں احکام الٰہی جاری ہوں گے اس وقت فرشتہ ہائے عذاب کہ اس شخص کو جس سے کوئی نیک عمل سوائے اعمال بد کے نہ ہوا ہو گا گرفتار کر کے دوزخ کی طرف لے چلیں گے **فَیُنَادِیْ مُنَادٍ قِفُوْا مَلَائِکَتِیْ فَاِنَّ لَهُ اَمَانَةً عِنْدِیْ فَیُعْطٰی لَهُ دُرَّةٌ بَیْضَاءُ یُضِیْئُ مِنْ نُوْرِهَا الْمَحْشَرُ** اسی اثناء میں پروردگار عالم کی طرف سے ایک منادی ندا کرے گا۔ اے **ملائکہ** ٹھہرو کہ اس مرد گناہگار کی ہمارے پاس امانت ہے۔ **ملائکہ** ٹھہر جائیں گے۔ پس اس شخص کو ایک ایسا تابندہ و درخشندہ موتی عنایت ہو گا کہ جس کے نور سے تمام عرصہ محشر روشن ہو جائے گا۔ وہ شخص موتی کو دیکھ کر نہایت تعجب سے بارگاہ احدیت میں عرض کرے گا خداوندا مجھے اپنی اس امانت کا کچھ علم نہیں ہے لیکن تو علاّم الغیوب ہے **فَیَقُوْلُ لَهُ یَا عَبْدِیْ هٰذَا عَبْرَةٌ سَالَتْ عَلٰی خَدِّکَ فِیْ مَصَائِبِ الْحُسَیْنِ فَاذْهَبْ عِنْدَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْصِیَاءِ لِیُقَوِّمُوْا ثَمَنَهَا** اس بندہ گناہگار کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ارشاد ہو گا اے شخص یہ دُرِّ بے بہا حقیقت میں ایک قطرہ اشک ہے کہ ایک مرتبہ مصائب

حسینؑ میں تیری آنکھ سے نکل کر تیرے رُخسار پر جاری ہوا تھا۔ اب اس موتی کو سب انبیاء اور اوصیاء کے پاس لے جا اور ہر ایک سے اس دُرِّ بے بہا کی قیمت پوچھ۔ وہ شخص تمام انبیاء و اوصیاء حتیٰ کہ خاتم المرسلینؐ و جناب امیرالمومنینؑ کی خدمت میں وہ موتی لے کر حاضر ہوگا اور اس کی قیمت پوچھے گا۔ کوئی نبی اور وصی اس کی قیمت اس کو نہیں بتائیں گے۔ سب بزرگوار اس گوہر آبدار کو دیکھ کر تعجب کریں گے **حَتّٰی یَحْضُرَ مَعَهَا فِیْ حَضْرَةِ الْحُسَیْنِ فَلَمَّا یَنْظُرُ اِلَیْهِ الْحُسَیْنُ عَلَیْهِ السَّلَامُ یُعَانِقُهُ وَیُلَاطِفُهُ کَالْاَبِ الشَّفِیْقِ لِوَلَدِهٖ** یہاں تک کہ وہ مرد مومن وہ موتی لے کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گا۔ حضرتؑ اس مومن کو دیکھ کر کھڑے ہو جائیں گے اور اسے گلے لگا لیں گے اور شفقت سے پیش آئیں گے۔ جس طرح کوئی مہربان باپ اپنے بیٹے سے نہایت محبت اور شفقت سے پیش آتا ہے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام پایہ عرش الٰہی پکڑ کر بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گے کہ اے پروردگار عالم یہ موتی فی الحقیقت ایک آنسو کا قطرہ ہے جو اس مومن کی آنکھ سے مجھ مظلوم کی مصیبت میں جاری ہوا تھا۔ اس کی قیمت یہ ہے کہ تو اس شخص کو اپنی رحمت سے آتش جہنم سے نجات عطا کر اور اپنے فضل و کرم سے اسے بہشت میں میرے ساتھ داخل کر **فَیَاْتِی النِّدَاءُ مِنْ قِبَلِ اللّٰهِ یَا حُسَیْنُ قَدْ غَفَرْتُ لَهُ وَلِوَالِدَیْهِ بِحَقِّکَ وَاَدْخَلْنَاهُ فِیْ دَرَجَتِکَ** اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہو گا اے حسینؑ جو کچھ تُو نے اس موتی کی قیمت مقرر کی اس کے مطابق ہم نے اس مرد گناہگار کے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ بلکہ اسے اور اس کے ماں باپ کو تیرے حقوق کی وجہ سے بخشا اور ہم نے اسے بہشت میں تیرے ساتھ داخل کیا **یَا مَعْشَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَمَّا کَانَتْ مَرَاتِبُ مَنْ یَبْکِیْ عَلٰی مَصَائِبِهٖ عَبْرَةً فَمَا اَعْلٰی مَرَاتِبَ مَنْ بَذَلَ وَلَدَهٗ فِیْ مَرْضَاتِهٖ** مومنین اللہ

تعالیٰ کے نزدیک محبت حسینؑ میں رونے والوں کا تو یہ مرتبہ ہے کیا قدر و منزلت ہو گی ان لوگوں کی جنھوں نے امام علیہ السلام کی محبت میں اولاد بیچ کر سامانِ عزا برپا کیا۔ چنانچہ صاحب **لسان الواعظین** لکھتے ہیں کہ ایک عزادار مومن ایک سال ایسا تہی دست اور ناچار ہو گیا کہ اس سے سامان عزا نہ ہو سکا اس وجہ سے نہایت مغموم و محزون رہتا تھا۔ جب عشرۂ محرّم قریب آیا تو اس کی زوجہ نے اپنے شوہر سے کہا کہ اے شخص محرّم کا چاند بہت قریب آپہنچا ہے اور تو نے ابھی تک عزاداری کے بارے میں سوچا تک نہیں اور میں تجھے دیکھتی ہوں کہ ہر وقت پریشان سا رہتا ہے۔ اس نے کہا میں کیونکر پریشان نہ ہوں کہ ہلالِ غم بھی قریب آپہنچا اور میرے پاس بھی کچھ نہیں۔ اس نے کہا فکر نہ کر ہم اپنے بیٹے کو کس کی غلامی میں دے دیتے ہیں۔ غرض ان دونوں نے اپنے معصوم بچے کو بازار میں اچھا لباس پہنا کر لے آئے۔ اس وقت بچے نے کہا اے ماں جب میرے فراق میں بے چین ہونا تو شہزادہ قاسم اور عونؑ و محمدؑ کے مصائب یاد کر کے صبر کرنا' تو تمہارے دل کو ضرور صبر آجائے گا۔ الغرض ایک سوداگر نے اس لڑکے کو خرید لیا اور اپنے ساتھ لے چلا۔ اس وقت بچے نے سوداگر سے کہا مجھے ذرا مہلت دے کہ میں اپنے آقا سے وداع کر لوں کہ اس نے مجھے بڑے ناز و نعم سے پالا ہے اور میری تربیت میں خون جگر پیا ہے۔ اجازت ملنے پر دوڑ کر باپ کے قدموں پر گر پڑا اور رو کر عرض کرنے لگا اے بابا جس وقت امام بارگاہ میں شمع روشن کرنا تو مجھ کو ضرور یاد کرنا۔ یہ کہہ کر خریدار کے ساتھ روانہ ہوا جب وہ تاجر اپنے گھر پہنچا تو اس کی بیٹیوں نے اس بچے کو گھیر لیا۔ اور چونکہ اُن کا بھائی نہیں تھا اس لئے اسے پاکر خوش ہوئیں اور اس کو بھائی کا خیال کر کے اس کی بڑی خاطر مدارت کی۔ رات کو اس تاجر نے خواب دیکھا کہ دَرہائے آسمان کھل گئے ہیں اور

ملائکہ طبق ہائے نورانی لئے آسمان سے چلے آتے ہیں۔ ایک فرشتہ نے آوا دی اے سوداگر مؤدّب ہو جا کہ رسولِ خدا تشریف لاتے ہیں یہ آواز سن کر وہ عا رویاء میں حضرت کے استقبال کو دوڑا۔ دیکھا جناب رسالت پناہ کی آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری ہیں وہ سوداگر قدم مبارک پر گر پڑا۔ اور عرض کی اے شفیع روز قیامت خوش نصیب و زہے سعادت کہ آپ کے قدموں کی برکت سے میر خانۂ تاریک روشن ہوا۔ کون سی خدمت اس غلام کی خاطرِ اقدس کو پسند آئی ک آپ نے اس حقیر کو سرفراز فرمایا۔ حضرت نے ایک آہ سرد کھینچی اور فرمایا میں خاص کر اس بچے کو دیکھنے آیا ہوں جسے تو نے خریدا ہے یہ بچہ مجھے دل سے عزیز ہے۔ اس لئے کہ میرے فرزند غریب حسینؑ کا عزادار ہے۔ اے شخص اس کی قیمت مجھ سے لے اور اسے اس کے باپ تک پہنچا دے یہ خواب دیکھ کر وہ سوداگر چونک پڑا اور صبح ہوتے ہی اس بچے کو بہت سا مال و اسباب دے کر اس کے باپ تک پہنچا دیا۔ کیوں **حضرات** سوچنے کا مقام ہے کہ رسول خدا کو ایک عزادار کے بیٹے کا ماں باپ سے جدا ہونا گوارا نہ ہوا اور حضرت کی سفارش سے وہ لڑکا اپنے والدین سے آملا۔

آنحضرت کا اس روز کیا حال ہوا ہو گا کہ اہل بیت طاہرینؑ کے معصوم اور ننھے بچے پردیس میں اپنے بزرگوں اور وارثوں سے جدا ہو گئے ہوں گے' اس طرح کہ جن سے پھر ملنے کی امید ہی باقی نہ رہی تھی۔ **حضرات** قاعدہ یہ ہے کہ ہر شخص مصیبت میں اپنے دوستوں کی طرف رجوع کرتا ہے خاص کر بچے کہ جب ان کو کسی طرح کا رنج یا دکھ پہنچا ہو تو دو قسم کے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے ڈھونڈتے ہیں۔ مردوں میں تو باپ' چچا وغیرہ کو۔ آہ آہ ان لوگوں میں سے کوئی آنکھوں کے سامنے ہاتھ کٹوا کر دریا پر سویا ہوا تھا تو کوئی نیزہ جفا سینہ پر کھائے

ریت پر پڑا تھا' کسی کی لاش گھوڑوں کے سموں سے پاش پاش ہو گئی تھی۔ باپ کا یہ حال تھا کہ خنجرِظلم سے سجدۂ خالق میں سر کٹائے گرم ریت اور ایک نشیبی جگہ پر خاک و خون میں غلطاں پڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ جناب صاحب الامر علیہ السلام زیارت ناحیہ میں ارشاد فرماتے ہیں **اَلسَّلَامُ عَلَى الْخَدِّ التَّرِيبِ اَلسَّلَامُ عَلَى الشَّيْبِ الْخَضِيبِ** یعنی میرا سلام ہو اس مظلوم پر جس کے رخسار خاک سے بھر گئے اور میرا سلام ہو اس شہید راہ خدا پر جس کی ریش مقدس خون سے خضاب ہوئی تھی اور شاعر کہتا ہے کہ ۔

سَلَامٌ بِالصَّبَاحِ وَ بِالْمَسَاءِ
عَلَى الْجِسْمِ الْمُرَمَّلِ بِالدِّمَاءِ

یعنی میرا سلام صبح و شام اس امام عالی مقام پر ہو جس کا جسم مطہر کربلا کی گرم ریت پر اپنے خون میں غلطاں پڑا رہے **حضرات** جس مقام پر جناب امام حسینؑ شہید ہوئے اس جگہ کو قتل گاہ کہتے ہیں۔ خدا ہم لوگوں کو اس مقدس جگہ کی زیارت سے مشرف کرے کہ وہ مقام بہت نشیب میں واقع ہے۔ کبھی سوچا آپ نے کہ امام علیہ السلام نشیب والی جگہ پر جا کر شہید کیوں ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب امام حسینؑ نے خیال کیا کہ میں دوسرے شہداء کے برعکس پس گردن ذبح کیا جاؤں گا اور ہمارے اہل بیتؑ میرا ذبح ہونا دیکھ نہ سکیں۔ خاص کر میری بہن زینبؑ برداشت نہ کر سکے گی۔ اس لئے آپ نے مقام نشیب تجویز کر کے پُشت ذوالجناح سے زمین پر تشریف لائے اور شہید ہوئے۔ پس **حضرات** مَردوں میں کون باقی تھا کہ جس سے وہ بچے اس غربت و بے کسی میں فریاد کرتے اور مدد کو بلاتے۔ فقط ایک بیمار کربلا باقی تھا کہ اس کا حال یہ تھا کہ فرش بیماری

سے اٹھنا محال تھا۔

تو ہاں میں عرض کر رہا تھا مشکل کے وقت بچے مردوں میں سے باپ' بھائی اور چچا سے مدد مانگتے ہیں اور عورتوں میں سے ماں' بہن اور پھوپھی کا رشتہ ایسا ہے کہ رنج اور پریشانی کے وقت بچہ ان کے پاس جاتا ہے اور پناہ لیتا ہے۔ ان بی بیوں کا حال کس زبان سے بیان کیا جائے جس کے اظہار سے دل جلتا ہے اور کلیجہ شق ہوتا ہے۔ آہ آہ مظلوم کربلا کی شہادت کے بعد جب ناریوں نے خیمہ عصمت میں آگ لگائی اور قناتیں جلنے لگیں تو جس وقت قنات جلتی تھی تو اس طرف سے سب بی بیاں اپنے بچوں کو لے کر دوسری جانب جاتی تھیں۔ یہاں تک جب سب خیمے جل گئے اور کہیں جائے امن نہ ملی تو سب بی بیاں اور ننھے ننھے بچے پریشان ہو کر ایک دفعہ اس صحرائے ہولناک میں نکل پڑے۔ **حضرات** وہ بی بیاں جنہوں نے سوائے راہ دین کے کبھی کوئی راستہ نہ دیکھا تھا اس بیابان میں راستہ سے کیا واقف تھیں۔ بی بیاں اوراق مصحف کی طرح منتشر اور پریشان ہو گئیں اور ایک عجیب قیامت سا سماں تھا حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے ایک لڑکی کو کہ اس کا سن تین یا چار سال کا ہو گا دیکھا خیمہ سے **یَا اَبَتَاهُ یَا عَمَّاهُ یَا اَخَاهُ** کی فریاد کرتی ہوئی نکلی اور ایک جانب دوڑی جاتی ہے۔ کانوں سے خون جاری ہے۔ کرتہ کے دامن کو آگ لگی ہوئی اور وہ معصوم کمسنی کے باعث اس کو بجھا نہیں سکتی۔ بے قرار چاروں طرف دوڑتی ہے اور جوں جوں دوڑتی ہے وہ آگ اور بھڑکتی ہے۔ یہ حال دیکھ کر میں برداشت نہ کر سکا۔ دوڑ کر اس آگ کو بجھا دیا اور پوچھا **مَنْ اَنْتِ یَا صَغِيْرَةُ** اے بچی تو کون ہے **فَقَالَتْ اَنَا سُكَيْنَةُ بِنْتِ الْحُسَيْنِ** اس صاحبزادی نے رو کر فرمایا میں حضرت امام حسینؑ کی بیٹی سکینہؑ ہوں اور کچھ بی بیاں جو مقتل کی جانب پہنچیں تو آہ آہ وہاں یہ دیکھا ۔

علیھا الخیل تجری راکضات = فقد دارت بھا دور الرجاء

کہ شہداء کے لاشے خاک و خون میں غلطاں پڑے ہیں اور ان اجسام طاہرہ پر اشقیاء کے گھوڑے اس طرح دوڑ رہے ہیں جس طرح چکی چلتی ہے۔ مقتل ابن غزالی اور کشف الغمہ میں کمال الدین طلحہ سے منقول ہے کہ امام حسینؑ نے جناب زینبؑ سے وداع کرتے ہوئے یہ وصیت کی تھی کہ بہن زینبؑ میری شہادت کے بعد ہمارے بچوں کا بہت خیال رکھنا اور میرے یتیموں پر ماں کی طرح شفقت کرنا۔ جناب زینبؑ فرماتی ہیں امام حسینؑ کی شہادت کے بعد خیموں کے جلنے اور اسباب کے لٹنے کے وقت ہمارے بھائی کے بچے صحرا میں متفرق ہو گئے تھے، بس میں نے اپنے بھائی کی وصیت کے مطابق چاہا کہ ان معصوم بچوں کو ایک جگہ جمع کروں۔ الغرض میں نے ہر طرف تلاش کر کے ان بچوں کو ایک جگہ بٹھایا لیکن دو بچوں کا کہیں نشان نہ پایا۔ میں نے پریشان ہو کر اپنی بہن ام کلثومؑ کو آواز دی کہ اے بہن دو بچے نہیں مل رہے، جلد جاؤ جب میں اپنی بہن کے ساتھ مقتل میں اس خیال سے پہنچی کہ شاید اپنے باپ کی لاش سے لپٹے ہوں گے، مگر وہاں بھی نہ دیکھا۔ مضطرب ہو کر فرات کی طرف گئی وہاں بھی کچھ سراغ نہ ملا۔ پس ہم دونوں بہنیں بیابان کی طرف روتی ہوئی اور ان یتیموں کو پکارتی ہوئی چلی جاتی تھیں اور کہتی تھی ایسا نہ ہو کہ دونوں معصوم گھوڑوں کے سموں میں آ کر مر گئے ہوں۔ اسی اثناء میں ہم دونوں بہنیں ایک گڑھے کے قریب پہنچیں تو ایک سیاہی سی نمودار ہوئی۔ جب میں اس سیاہی کی طرف چلی تو دیکھا کہ وہ دونوں یتیم گرم ریت پر پڑے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کی گردن میں باہیں ڈالے خاک میں چھپے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنی بہن ام کلثومؑ سے کہا اے بہن آہستہ قدم اٹھاؤ

کہ یہ دونوں یتیم سو رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ قدم کی آہٹ سے چونک پڑیں۔ آ
جب قریب پہنچیں تو دیکھا کہ ان کے پھول سے رخسار زرد ہو گئے ہیں اور کچھ خاک اڑ کر ان کے منہ میں بھر گئی ہے۔ اور آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں۔ میں نے چاہا کہ انہیں خیمہ کی طرف لے چلوں جب میں ان کے شانوں کو حرکت دی تو دیکھا کہ ان کی روحیں جسم سے مفارقت کر گئی ہیں اور پیاس کی شدت سے ان کی زبانیں باہر نکل آئی ہیں۔ میں اس وقت یہ حال دیکھ کر با واز بلند رونے لگی اور کہا اے بہن ام کلثومؑ یہ دنوں معصوم تو مر چکے ہیں۔ پس ہم دنوں بہنوں نے ان معصوموں کو گود میں اٹھا کر مقتل میں لا کر لٹا دیا، امام زین العابدین علیہ السلام یہ مصیبت دیکھ کر بہت بے قراری سے روئے اور اہل بیتؑ میں ایک شور قیامت برپا ہوا اور سب بی بیوں نے صدائے وامحمداہ واعلیاہ واحسیناہ کی بلند کی حضرات جناب امام حسینؑ اور ناموس رسول پر کیا کیا مصیبتیں پڑی ہیں۔ جن کے سننے سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے۔ کیا حال ہو گا ان مخدرات کا جنہوں نے اپنی آنکھوں سے وہ سب مصائب دیکھے اور خود وہ ظلم و جور اٹھائے ہوں گے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین الخ

مجلس نمبر ۵۲

حالِ تاراجیٔ خیام جناب زینبؑ خاتون کی زبانی، اسباب کا لٹنا اور خیموں میں آگ کا لگنا، ظالموں کا امام زین العابدینؑ کے قتل کا ارادہ کرنا اور جناب زینبؑ کا اپنے بیمار بھتیجے کو بچانا۔

☆

فِی مقتلِ ابیْ مِخنفٍ انّہ لمّا قُتِلَ الحُسَیْنُ ارتفعَ الصّراخُ مِنْ فُسطاطِہٖ ونادی عُمرُ بْنُ سعدٍ یا قومِ کبّوا الخیامَ علیٰ اہلبیتِ سیّدِ الانامِ واضرِموا فیھا النّارَ

مقتلِ ابو مخنف میں منقول ہے کہ جب جناب سید الشہداء خامس آل عبا درجہ شہادت پر فائز ہو چکے اس وقت خیام حسینؑ میں عجب کہرام بپا ہوا کہ اس کے بیان سے دل شق ہوتے ہیں۔ پس عمر سعد نے اپنے لشکر کو آواز دی کہ جلد خیموں کی طنابیں کاٹ کر گرا دو اور حسینؑ کے خیموں میں آگ لگا دو تاکہ امام حسینؑ کے سب بچے اور عورتیں جل کر مر جائیں۔ جب اس لعین بے دین نے یہ حکم دیا اس وقت ایک شامی شخص نے کہا کہ اے عمر سعد تو عجیب بے رحم ہے کہ حسینؑ اور ان کے اعوان و انصار کو قتل کر کے تیرا دل ظلم سادات سے سیر نہیں ہوا۔ اب تو چاہتا ہے کہ اہل بیتؑ رسول اور ان کے معصوم بچوں کہ سب بے گناہ اور بے قصور ہیں کو آگ میں جلائے، وائے تجھ پر اے بے رحم، قریب ہے کہ اس ظلم کی وجہ سے خداوند قہار تجھ پر آسمان سے عذاب نازل کرے اور زمین شق ہو اور ہم سب زمین میں سما جائیں۔ یہ سن کر وہ ملعون چپ رہا اور ذرا بھر جواب نہ دیا۔ مگر اس شخص کے سمجھانے نے اتنا اثر کیا کہ وہ ملعون اولاد رسول

کے جلانے سے باز رہا' لیکن حکم دیا۔

لوٹو برکات علیؑ و بتولؑ کو
قیدی بنا کے لے چلو آلِ رسولؐ کو

یہ حکم سنتے ہی دو ناری تلوار کھینچ کر خیام حسینیؑ میں داخل ہوئے۔ جناب زینبؑ فرماتی ہیں اس وقت میں در خیمہ پر اپنی مصیبت پر کھڑی رو رہی تھی کہ ناگاہ ایک ملعون میرے قریب آیا اور میرے کانوں کی طرف دیکھا اور میرے کانوں سے گوشوارے اتار رہا تھا اور رو بھی رہا تھا۔ پس میں نے اس لعین سے کہا اے ملعون تعجب ہے کہ تو میرا زیور اور میری چادر لوٹتا ہے اور روتا جاتا ہے۔ اس شقی نے جواب دیا کہ میں تم اہل بیتؑ کی مصیبت اور بے کسی پر روتا ہوں فَقُلْتُ لَہٗ قَطَعَ اللّٰہُ یَدَیْکَ وَ رِجْلَیْکَ وَ عَذَّبَکَ اللّٰہُ بِالنَّارِ فِی الدُّنْیَا قَبْلَ نَارِ الْاٰخِرَۃِ ثُمَّ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ وَ ھُوَ مُلْقٰی عَلٰی نِطْعٍ مِّنَ الْاَدِیْمِ فَجَذَبَہٗ مِنْ تَحْتِہٖ وَاَکَبَّہٗ عَلٰی وَجْھِہٖ فِی التُّرَابِ پس وہ فرماتی ہیں کہ اس وقت میں نے کہا اے ظالم حق سبحانہ تعالیٰ تیرے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو قطع کرے اور تجھے آتش جہنم سے پہلے آتش دنیا میں جلائے۔ اس کے بعد وہ ملعون آگے بڑھا اور امام زین العابدینؑ کے سرہانے آ کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت شدت مرض سے غش میں چمڑے کے فرش پر پڑے تھے۔ اس بے رحم نے اس فرش کو بھی ان سے اس زور سے کھینچا کہ وہ امام مظلوم منہ کے بل خاک پر گر پڑے۔ ابو مخنف کہتا ہے کہ چند دنوں کے بعد مختار نے خروج کیا اور اس ملعون کو پکڑا۔ پس مختار نے اس ملعون سے پوچھا کہ اے لعین سچ بتا کہ روز عاشور کربلا میں تو نے امام حسینؑ اور ان کے اہل بیتؑ پر کیا کیا ظلم کئے تھے۔ اس نے کہا یا امیر میں نے اس روز حضرت اور ان کے اہل

بیتؑ پر ہرگز کوئی ظلم نہ کیا' لیکن جناب زینبؑ خاتون کے گوشوارے' مقنعہ اور ردا چھین لی تھی۔ پس مختار نے کہا اے دشمن خدا اس ظلم سے زیادہ اور کیا ظلم کرنے کا ارادہ کرتا اور ملعون جب تو نے اس معظّمہ سے چادر اور گوشوارے چھینے تھے تو اس معصومہؑ نے تجھے کچھ بددعا دی تھی۔ اس نے کہا جی ہاں جب میں نے کانوں سے گوشوارے اتارے تھے تو انہیں خاتون مکرمہ نے فرمایا تھا اے دشمن خدا حق سبحانہ تعالیٰ تیرے دنوں ہاتھ اور پاؤں قطع کرے اور تجھے آتش جہنم سے قبل آتش دنیا میں جلائے۔ یہ سن کر مختار بہت روئے اور کہا اے ملعون مجھے خدائے عزوجل کی قسم میں تجھ سے اسی طرح سے پیش آؤں گا کہ جو بددعا تیرے لئے اس معصومہ نے کی ہے۔ اس لئے کہ ان کی دعا درگارہ رب العزت میں مقبول ہے یہ کہہ کر مختار نے اس ملعون کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں قطع کئے اور اس کے بعد اس ناری کے تمام بدن کو آگ میں جلا دیا۔ قَالَ فَدَخَلَ الْقَوْمُ فِیْ خِیَامِ الْاِمَامِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَیَنْزَعُوْنَ الْمَلَاحِفَ عَنْ ظُھُوْرِ اٰلِ الرَّسُوْلِ وَیَسْلُبُوْنَ الْمَقَانِعَ عَنْ رُؤُسِ بَنَاتِ الْبَتُوْلِ وَھُنَّ یَلُذْنَ بَعْضُھَا بِبَعْضٍ راوی کہتا ہے کہ اس ظلم و ستم کے بعد کہ جو ان ظالموں نے جناب زینبؑ اور جناب امام سجادؑ پر کیا۔ بہت سے ملعون خیموں میں داخل ہوئے اور اہل حرم کا تمام اسباب لوٹنے لگے۔ اور ہر ایک بی بی کے سر سے چادر' مقنعہ اتارنے لگے۔ اس وقت ان معظّمات کا حال غیرت کے مارے یہ تھا کہ ہر ایک بی بی دوسرے کے پیچھے چھپتی تھی۔ وہ بی بیاں ہر ایک سے استغاثہ و فریاد کرتی تھیں لیکن ان کی فریاد کوئی نہ سنتا تھا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ جب وہ اشقیائے کوفہ و شام' اہل بیت اطہارؑ سے زیورات چھین چکے اس وقت عمر سعد ملعون اپنے ساتھیوں سمیت نہایت غرور کے ساتھ خیامِ حسینیؑ میں داخل ہوا۔ جب ان بیکسوں نے اس بے رحم کو دیکھا تو باآواز بلند

فریادیں کرنے لگے اور اس بے دین کی منت سماجت کی کہ اے عمر سعد تو خوب جانتا ہے کہ ہم سب رسول خدا کی بیٹیاں ہیں اور ہمارا کوئی وارث باقی نہیں رہا۔ ہمیں بے وارث سمجھ کر تیری فوج نے ہمارے سروں سے چادریں چھین لی ہیں اور ہمیں سر برہنہ کر دیا ہے۔ خدا اور اس کے رسول کے واسطے ان ظالموں سے کہہ کر ہمارے مقنعے اور چادریں دلا دے کہ ہم غیرت کے مارے مر رہے ہیں۔ پس عمر سعد نے ان معظّمات کی گریہ و زاری دیکھ کر اپنی فوج کو حکم دیا کہ چادریں واپس کر دو۔ حمید کہتا ہے کہ خدا کی قسم عمر سعد کے کہنے کے باوجود کسی نے بھی ایک چادر واپس نہ کی اس کے بعد عمر سعد نے فرش بیماری پر پڑے ہوئے امام سجادؑ کی طرف دیکھا کہ حضرت اس وقت مرض سے بیہوش پڑے تھے کہنے لگا وائے ہو تم پر اے ظالموں حیسنؑ کی اس نشانی کو زندہ کیوں رکھا ہوا ہے اب جلد اس بیمار کو قتل کرو۔ راوی کہتا ہے جب زینبؑ خاتون نے اس ملعون کا یہ کلام سنا تو تڑپ اٹھیں اور دوڑ کر جناب سید ساجدینؑ سے لپٹ گئیں اور فرمایا اے عمر سعد وائے ہو تجھ پر کیا حسینؑ فرزند رسول کا قتل کرنا تجھے کافی نہیں ہوا اور ابھی تیرا دل ظلم سادات سے سیر نہیں ہوا ہے کہ تو اس بیمار ناتواں کو بھی قتل کرتا ہے اور اگر تیرا قصد مریض کے قتل کا ہے تو اس سے پہلے مجھ بے کس ستم رسیدہ کو قتل کر کہ میں اس بیمار بیٹے کا قتل ہوتا نہ دیکھوں۔ عمر سعد خستہ جگر زینبؑ کا حال دیکھ کر شرمندہ ہوا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس بیمار کو کوئی قتل نہ کرے کہ شدّت مرض سے وہ خود ہی مرنے والا ہے "وَفِي الْبِحَارِ عَنْ فَاطِمَةَ كُنْتُ وَاقِفَةً عَلَىٰ بَابِ الْخَيْمَةِ" کتاب بحار الانوار میں فاطمہ دختر سید الشہداء سے منقول ہے کہ اس بی بی نے فرمایا جب امام عالی مقام اور چچا اور بھائی شہید ہو چکے اس وقت دَرِ خیمہ پر کھڑی تھی اس وقت میری نگاہ قتل گاہ پر پڑی میں نے دیکھا کہ میرے والد گرامی

اور سب اقرباء کی لاشیں اس ریگستان گرم پر گوسفندانِ قربانی کے مانند خاک و خون میں غلطاں پڑی ہیں۔ یہ عظیم مصیبت دیکھ کر میں رونے لگی اور مجھے اس وقت یہ خیال آیا کہ اب دیکھئے یہ اشقیاء بنی امیہ ہم اہل بیتؑ اطہار سے کس طرح سے پیش آتے ہیں۔ یعنی یہ ظالم ہم بے وارثوں کو قید کرتے ہیں یا ہمیں ہمارے شہیدوں کی طرح قتل کرتے ہیں ۔ پس میں اس فکر میں تھی کہ ناگاہ ایک سوار ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے نمودار ہوا اور اس نے آتے ہی اہل بیتؑ اطہار کو نوک نیزہ سے مارنا شروع کیا اس مشکل وقت میں ایک بی بی دوسری بی بی کے پیچھے تھی اور یہ کہتی تھی کہ آیا ہے کوئی فریاد رس کہ ہماری فریاد کو پہنچے اور ہم بے وارثوں کی مدد کرے اور ہمیں پناہ دے اور کوئی بی بی چلّاتی تھی۔ کہ اے نانا محمد مصطفیؐ اے بابا علی مرتضیٰؑ اے بھائی حسن مجتبیٰؑ اور حسینؑ شہید راہِ خدا افسوس ہے کہ تم زندہ نہیں ہو کہ ان ظالموں کے ہاتھ سے بچاتے' افسوس ہم اس جنگل میں بے وارث اور بے مونس و مدد گار تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ جناب فاطمہؑ فرماتی ہیں جب میں نے اپنی ماں اور پھوپھیوں کا یہ حال دیکھا تو میرے ہوش و حواس بجا نہ رہے اور میرا تمام بدن خوف سے کانپنے لگا اور اس وقت میں دائیں بائیں اپنی پھوپھی زینبؑ خاتون کو دیکھنے لگی کہ اگر وہ میرے قریب ہوں تو میں ان کے پاس جا کر چھپ جاؤں اور اس ظالم کے ظلم سے بچ جاؤں "فَبَيْنَا كَذٰلِكَ وَاِذَا بِهٖ قَدْ قَصَدَنِيْ فَفَرَرْتُ مِنْهُ مُنْهَزِمَةً وَاَنِّيْ اَظُنُّ اَنْ اَسْلَمَ مِنْهُ فَهُوَ يَتْبَعُنِيْ فَذَهَلْتُ خَشْيَةً مِنْهُ" پس میں ابھی اسی فکر میں تھی کہ ناگاہ وہ ملعون میری طرف متوجہ ہوا اور میں اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر جنگل کی طرف بھاگی کہ شاید اس کے ظلم سے بچ جاؤں۔ مگر اس بے رحم نے میرا تعاقب کیا اور میں ضُعف و ناتوانی کے باعث تھک کر رک گئی۔ وہ ملعون میرے قریب آیا اور میری پشت پر نوک نیزہ اس زور

سے ماری کہ میں منہ کے بل زمین پر گر پڑی اور اس ملعون نے میرے کانوں سے اس بے رحمی سے گوشوارے کھینچے کہ میرے کان زخمی ہو گئے اور ان سے خون جاری ہوا اور تمام منہ لہو سے تر ہو گیا اس کے بعد اس بے دین نے میرے سر سے چادر اور مقنعہ اتار لیا اور پھر خیمہ گاہ کی طرف چلا گیا میں اس صدمہ سے غش کھا کر زمین پر گر پڑی جب مجھے تھوڑی دیر کے بعد غش سے افاقہ ہوا تو دیکھا کہ پھوپھی زینبؑ میرے سرہانے بیٹھی رو رہی ہیں اور مجھ سے فرما رہی ہیں کہ اے بیٹی اٹھو اور چلو دیکھیں کہ تمہاری بہنوں اور بھائی زین العابدینؑ پر کیا گزری۔ اس وقت میں نے اپنی پھوپھی سے عرض کی پھوپھی اماں میں کیا اٹھوں کہ ایک ملعون میرے سر سے چادر اور مقنعہ اتار کر لے گیا ہے اور مجھے شرم آتی ہے کہ ان نامحرموں کے سامنے سے سر برہنہ پھروں۔ اگر آپ کے پاس کوئی چادر ہو تو عنایت کیجئے کہ میں ان محرموں سے سر اور منہ چھپا لوں فَلَمَّا سَمِعَتْ عَمَّتِیْ ذٰلِکَ بَکَتْ وَ قَالَتْ یَا بِنْتَاہُ عَمَّتُکِ مِثْلُکِ یہ سن کر وہ بی بی بہت روئیں اور فرمایا اے بیٹی تو اپنے سر برہنگی کی مجھ سے شکایت کرتی ہے۔ تیری پھوپھی بھی تیری طرح سر برہنہ بے مقنعہ و چادر ہے میرے سر سے بھی ایک ملعون چادر چھین کر لے گیا ہے۔ اس مصیبتِ عظمٰی کی خبر سن کر میں خاتونِ محشر کی بیٹی کے سر کو دیکھنے لگی۔ جب میں نے ان کی حالت کو دیکھا تو بہت روئی ناگاہ میری نگاہ اس معظّمہ کی پشت پر جا پڑی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ تمام پشتِ انور تازیانوں کے نیل سے نیلگوں ہو رہی ہے اور پشتِ اطہر پر نشان نمایاں ہیں۔ پس ان کی بے کسی پر خوب روئی اور بی بی کے ہمراہ خیام اہل بیتؑ میں پہنچی فَمَا رَجَعْنَا اِلَی الْخِیَامِ اِلَّا وَھِیَ نُھِبَتْ وَاَخِیْ الْعَلِیْلُ عَلٰی وَجْھِہٖ مَکْبُوْبٌ لَا یُطِیْقُ الْقِیَامَ وَالْقُعُوْدَ فَجَعَلْنَا نَبْکِیْ عَلَیْہِ وَھُوَ یَبْکِیْ عَلَیْنَا جب ہم وہاں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ ہمارا تمام اسباب لٹ گیا ہے

اور سب بی بیاں بے مقنعہ و چادر سر برہنہ ماتم کر رہی ہیں اور ہر طرف سے رونے اور پیٹنے کی آواز بلند ہو رہی ہے ۔ میرے بھائی امام زین العابدینؑ شدت مرض کے باعث منہ کے بل زمین پر پڑے ہیں اور ان میں اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں ہے۔ ہم اس مظلوم کے سرہانے بیٹھ گئے اور ان کی بیماری، لاچاری اور غربت اور یتیمی پر رونے لگے اور وہ بھی ہم اہل بیتؑ کی بے کسی اور غریبی پر رونے لگے۔ آخر کار وہ اشقیاء ہم سب کو شہداء کے سروں سمیت کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۵۳

جبرئیل علیہ السلام کا حضرت امام حسینؑ کو میوے دینا' ملّا اردبیلی کا ایک یہودی کو دفن کرنا' حال تاراجیٔ خیامِ حسینی۔ فاطمہ بنت الحسینؑ کی زبانی۔

☆

رَوَی اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَل عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ مَنْ اَحَبَّنَا وَحَبَّ هٰذَیْنِ یَعْنِي الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا کَانَ مَعِی فِی دَرَجَتِی۔ احمد ابن حنبل نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے جو شخص مجھ کو اور دونوں نواسوں حسنؑ و حسینؑ اور ان کے پدر بزرگوار اور ان کی مادر خوش کردار کو دوست رکھے گا وہ شخص قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہو گا ابن شہر آشوب روایت کرتے اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ دَخَلَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ۔ ۔ وَبَیْنَ یَدَیْہِ جِبْرَئِیلُ ایک روز حسنین شریفین اپنے نانا کی خدمت میں آئے اور جبرئیلؑ اس وقت وحی الٰہی لائے تھے فَجَعَلَا یَدُوْرَانِ یَشْبَهَانِہٖ بِدِحْیَةَ الْکَلْبِیّ اور اکثر جبرئیلؑ دحیہ کلبی کی صورت میں نازل ہوتے تھے حسینؑ انہیں دحیہ کلبی جان کر گود میں جا بیٹھے اور جبرئیلؑ کے دامن اور آستین میں کچھ ڈھونڈنے لگے جناب رسول خدا نے چاہا کہ حسینؑ کو جبرئیلؑ کی گود سے اتار لیں۔ جبرئیلؑ نے عرض کی یا رسول اللہ انہیں بے آرام نہ کیجئے حضرت نے فرمایا اے جبرئیلؑ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ یہ بچہ تمہاری گود میں جا بیٹھے اور تمہارے احترام میں کمی کا باعث بنے۔ جبرئیلؑ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ وہ برگزیدہ خدا ہیں جب ان کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہراؑ چکی پیستی پیستی تھک کر سو جاتی ہیں اور

یہ شہزادے بھوک سے روتے ہیں تو مجھے حکم خدا یوں ہوتا ہے کہ جلد زمین پر نازل ہو کہ ہماری کنیز خاص سو گئی ہے اور حسنینؑ بے چین ہو کر رو رہے ہیں۔ میں ان کی گہوارہ جنبانی کرتا کہ وہ آرام کریں اور فاطمہؑ بے چین نہ ہو یا حضرت جن کے گہوارہ جنبانی اور چکی پیسنے کی خدمت مجھے نصیب ہو وہ میری گود میں آبیٹھے تو کیا مضائقہ ؟ لیکن یہ فرمایئے کہ یہ شہزادے میرے جیب و آستین میں کیا ڈھونڈتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا انہوں نے آپ کو دحیہ کلبی سمجھ کر رکھا ہے اور دحیہ کلبی کا معمول ہے کہ جب سفر سے آتا ہے تو ان کے لئے کچھ تحفہ ضرور لاتا ہے **فَحَجَلَ جَبْرَئِیْلُ یُوْمِیْ بِیَدِہٖ نَحْوَالسَّمَآءِ کَالْمُتَنَاوِلِ شَیْئًا** پس جبرئیلؑ نے آسمان کی طرف ہاتھ بڑھایا جیسے کوئی چیز لیتا ہے **فَاِذَا فِیْ یَدِہٖ تُفَّاحَۃٌ وَّ سَفَرْجَلَۃٌ وَّرُمَّانَۃٌ** جبرئیلؑ نے فوراً ایک سیب، ایک بہی اور انار لے کر حسنینؑ کو دیئے۔ وہ صاحبزادے لے کر بہت خوش ہوئے۔ پس سب بزرگوار ان میووں کو نوش فرماتے تھے۔ مگر تھوڑا سا چھوڑ دیتے پھر وہ میوے بدستور اپنی ہیئت اصلی پر ہو جاتے تھے۔ جب رسول خدا نے انتقال فرمایا تو وہ انار غائب ہو گیا اور جب جناب امیرؑ نے رحلت فرمائی تو وہ بہی غائب ہو گئی اور وہ سیب معرکہ کربلا تک باقی رہا۔ جب امام مظلوم پر پیاس کا غلبہ ہوتا تھا تو آپ اس سیب کو سونگھتے تھے جس سے کچھ پیاس کم ہو جاتی تھی۔ صاحب **سرور المومنینؒ** لکھتے ہیں کہ ایک رات مُلّا اردبیلی نے خواب میں دیکھا کہ جناب امیرؑ ارشاد فرماتے ہیں اے احمد فلاں محلہ میں ایک یہودی مرگیا ہے تو جا کے اسلامی طریقے سے اس کی تجہیز و تکفین کر۔ جناب اردبیلی صبح کو جو گئے تو دیکھا کہ بہت سے یہودی جمع ہیں مگر اس کے فاسق و فاجر ہونے کی وجہ سے کوئی تجہیز و تکفین پر متوجہ نہیں ہوتا۔ انہوں نے خیال کیا کہ ایک مرد غیر ملت جس کی مذمت اس کے مذہب والے کرتے ہیں

ایسے آدمی کے دفن کے لئے حضرت نے مجھے ارشاد فرمایا شاید میرا خواب صحیح نہ ہو، یہ سوچ کر واپس آئے دوسری رات بھی وہی خواب دیکھا۔ صبح کو پھر اس محلہ میں جا کر لوگوں سے اس کا حال پوچھا معلوم ہوا کہ یہودیوں نے اس کی لاش مزبلہ پر پھینک دی ہے۔ ایسے مقام سے اس کی میت اٹھا لانا مکروہ سمجھ کر اس دن بھی اپنے گھر واپس آئے۔ تیسری شب پھر عالم رؤیا میں دیکھا کہ امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کیوں مُلّا میرا کہنا نہ مانا۔ انہوں نے سب صورت حال آپؑ کی خدمت میں پیش کی اور پوچھا مولا ایسے کافر پر اس قدر شفقت کا کیا سبب ہے۔ آپؑ نے فرمایا اے مُلّا یہ یہودی ایک دن کسی صحرائے گرم سے گزر رہا تھا کہ شدت پیاس اور حرارت آفتاب سے مغلوب ہو کر زمین پر گر پڑا اور اپنے دل میں کہنے لگا مسلمان کہتے ہیں حسینؑ بن علیؑ پر تین دن پانی بند رہا اور اس حالت میں اس مظلوم نے پیاس کی شدت میں دوستوں، عزیزوں کے داغ پر داغ اٹھا کر تیروں اور تلواروں کے زخم پر زخم کھا کر تنہا لاکھوں آدمیوں سے وہ جنگ کی کہ قیامت تک یادگار رہے گی۔ آخر گھوڑے سے جلتی ریت پر گرا اور شمر نے پانی کے بدلے آب خنجر سے سیراب کیا، میرا تو اتنی ہی پیاس میں یہ حال ہوا۔ آہ امام عالی مقام پر کیا گزری ہوگی۔ یہ سوچ کر وہ بہت رویا اور اس وقت مسلمان ہو گیا، مگر دوسرے یہودیوں کے خوف سے اپنے ایمان کو ظاہر نہ کرتا تھا۔ یہ خواب دیکھ کر ملا بے ڈر ہو گئے اور مزبلہ سے اس یہودی کی لاش اٹھا لائے اور نہایت احترام کے ساتھ اسلامی طور پر غسل و کفن دے کر دفن کر دیا **حضرات** سوچنے کا مقام ہے کہ جناب امیرؑ کو ایک دن اس یہودی کے رونے پر اتنا پاس اور لحاظ ہوا کہ مسلسل تین راتوں تک مُلّا اردبیلی کو اس یہودی کے دفن کا حکم دیا۔ پتہ نہیں تم مومنین کا وہ کیا پاس اور لحاظ کریں گے کہ تم ہمیشہ ایسے مظلوم پر روتے ہو کہ جس کا امام صاحبؑ

الزمان علیہ السلام کے سوا دنیا میں رونے والا باقی نہیں ہے۔ رسول خدا اور فاطمہ زہراؑ کی روح کیسے تم سے خوش ہوتی ہوگی حضرات مقام عبرت ہے کہ جناب امیرؑ کو تو ایک نو مسلم کا بے دفن رہنا گوارا نہ ہوا' خدا جانے آپ کی روح اقدس پر کیا صدمہ گزرا ہو گا جب ان کا فرزند گرم ریت پر خاک و خون میں غلطاں بے سر' بلا کفن و دفن رو بقبلہ پڑا تھا اور ان کی وہ صاحبزادیاں جن کا کسی نے سایہ تک نہ دیکھا تھا وہ لوٹی گئیں اور ان کے سروں سے چادریں چھینی گئیں چنانچہ کتاب بحار الانوار میں جناب فاطمہؑ بنت الحسینؑ سے منقول ہے کہ اس مخدومہ نے فرمایا جب میرے پدر عالی قدر شہید ہو چکے ۔

قَالَتْ خَرَجْتُ مِنَ الْخِبَاءِ فَلَاحَ لِیْ
جَسَدُ الْحُسَیْنِ عُرًی عَلَی الْبَوْغَاءِ

عُرْیَانَ مَخْضُوْبًا بِقَیْضِ دِمَائِہٖ
فَکَاَنَّمَا فِیْ حُلَّتِہٖ حَمْرَاءِ

اس وقت میں خیمہ سے باہر نکلی اور قتل گاہ کی طرف نگاہ کی دیکھا کہ میرے باپ کی لاش ریگستان گرم پر عُریاں پڑی ہے اور تمام بدن خون میں تر ہے اور لہو سے اس قدر سرخ ہے کہ گویا حضرت نے لباس سرخ پہنا ہے اور اسی طرح دوسرے شہداء کے لاشے خاک و خون میں غلطاں پڑے ہیں ۔

فَلَطَمْتُ وَجْھِیْ حَسْرَۃً وَصَرَخْتُ وَا
ذُلِّیْ عَقِیْبَکَ یَا اَبِیْ وَ سَبَائِیْ

یہ حال دیکھ کر میں صبر نہ کر سکی اور اپنا منہ پیٹ لیا اور رو رو کر حسرت

سے یہ کہتی تھی اے پدر عالی قدر افسوس سے کہ آپ شہید ہوئے اور ہم آپ کے بعد ذلیل و خوار بے حامی و مددگار ہو گئے ۔

وَشَکَکْتُ اَنَّ الْقَوْمَ تُوْثِرُ قَتْلَنَا
اَوْسَبْیَنَا لِلنَّیْلِ سَبْیَ اِمَاءِ

اور اسی حالت میں مجھے یہ فکر ہوئی کہ جس صورت میں سب وارث قتل ہو گئے اور کوئی حامی باقی نہیں ہے اب دیکھئے یہ دشمن ہمیں بھی ان کی مانند قتل کرتے ہیں یا مقید کرتے ہیں۔

وَاِذَا بِرِجْسٍ یَسْلُبُ النِّسْوَانَ قَدْ
اَھْدٰی لَھُنَّ مَلَابِسَ الْبَلْسَاءِ

میں اس اندیشہ میں تھی کہ ایک خونخوار سوار نیزہ بکف نمودار ہوا اور خیمہ اہل بیتؑ میں جا کر سب عورتوں کو نوک نیزہ سے مارنے لگا اور ہر ایک بی بی کے سر سے چادر اتارنے لگا اور وہ بے وارث خوف کے مارے ایک دوسری کے پیچھے چھپتی تھیں۔ ہرچند فریاد کرتی تھیں لیکن اس وقت بے کسی میں کوئی فریاد رس ان بے کسوں کا نظر نہ آتا تھا۔ یہ دیکھ کر میرے ہوش و حواس اڑ گئے۔

فَفَرَرْتُ مِنْہُ وَقُلْتُ لَامِنْ مَلْجَاءٍ
اِلَّا الْفِرَارُ بِھٰذِہٖ الْفُقَرَاءِ

اس پریشانی میں میرے خیال میں یہ آیا کہ میں اس وقت صحرا کی طرف بھاگ جاؤں' ہو سکتا ہے کہ اس ظالم کے ظلم سے بچ جاؤں۔ پس میں جنگل کی

طرف بھاگی، چند قدم چلتی تھی کہ اس سوار ستم شعار نے میرا تعاقب کیا اور قریب آکر ایک نیزہ میری پشت پر مارا۔

فصعقت من فزعي وهلت ادمعي
والرجس ينزع برقعي وردائي

پس اس نیزہ کے صدمہ سے اور اس کے خوف سے میں منہ کے بل زمین پر گر پڑی اور رونے لگی اس شقی نے مقنعہ اور چادر میرے سر سے اتار لی۔

ودنى الى اذني ينزع منهما
قرطيهما خرما سال دمائي

اور میرے کانوں سے گوشوارے اس قدر زور سے کھینچے کہ میرے کانوں کی لو پھٹ گئیں اور ان سے اس قدر خون جاری ہوا کہ تمام رخسار لہو سے تر ہو گئے اور مجھے غش آگیا۔

واذا بعمتي الثكول تضمني
ضم الغرام شجيته بشجائي

جب مجھے غش سے افاقہ ہوا تو دیکھا کہ پھوپھی زینبؑ نہایت محبت سے مجھے گود میں لئے ہوئے ہیں اور مجھے دیکھ دیکھ کر رو رہی ہیں۔

تقول قومي لست ادري ماجرى
باخيك والايتام من اعداء

اور فرماتی ہیں اے بیٹی ہوش میں آؤ۔ چلو دیکھیں خیمہ میں تیری بہنوں پر

کیا ظلم ہوئے ہیں اور یتیم بچوں پر کیا مصیبت گذری ہے اور تیرے بیمار بھائی کا کیا حال ہے۔

فدعوت هل من خرقة يا عمتاه
احمي بها راسي من الاعداء

میں نے عرض کی اے پھوپھی جان میں کیونکر ان نامحروں میں چلوں کہ بے مقنعہ و چادر سر برہنہ ہوں، اگر آپ کے پاس کوئی چادر ہو تو مجھے دیجئے کہ میں اوڑھ لوں۔

قالت وها حالي كحالك ماعلى
راسي براى شئ من الاشياء

فرمایا اے بیٹی تیری پھوپھی بھی تیری طرح سربرہنہ ہے میرے سر سے بھی یہ اشقیاء چادر چھین لے گئے۔

واذا بجنبها لشدة ضربها
كالنيل ليس نهاروا وبهاء

وہ شہزادی فرماتی ہیں جب میں نے اس معظمہ کی حسرت بھری گفتگو سنی اور سراقدس پر نگاہ کی تو دیکھا کہ واقعی وہ بی بی بھی سر برہنہ ہیں اور ان کی پشت مبارک پر تازیانوں کے نشان ایسے پڑے ہیں کہ تمام پشت اور پہلو سیاہ و نیلے ہو رہے ہیں۔ یہ ظلم دیکھ کر میں بے تاب ہو کر رونے لگی اور وہ بی بی بھی مجھے دیکھ کر رونے لگیں اور مجھے چھاتی سے لگا لیا۔

وَاسْتَنْهَضَتْنِیْ لِلْخِبَاءِ وَاذَابِهِ
جَمٌّ الرَّزَايَا مُظْلِمُ الْاَرْجَاءِ

اور وہاں سے مجھے گود میں اٹھا کر خیمہ میں لائیں۔ میں نے دیکھا کہ تمام خیمہ لٹ گیا ہے اور ہر ایک بی بی سر برہنہ رو رہی ہے اور ہر طرف سے صدائے واحسیناہ واسیدٰاہ کی بلند ہے۔

وَاَخِي الْعَلِيْلُ عَلٰى جَلِيْلِ مُصَابِنَا
يَبْكِيْ قَلِيْلَ الْوَجْهِ فِي الْغَبْرَاءِ

اور جب ہم بیمار بھائی زین العابدینؑ کے سرہانے پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ وہ حضرت شدّت مرض سے منہ کے بل زمین پر پڑے ہیں اور ضعف و ناتوانی کی وجہ سے ان میں اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں ہے۔ ہماری مصیبتوں کا خیال کر کے ہمارے حالِ زار پر رو رہے ہیں۔ پس ہم ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور ان کے اس حالِ پُرملال پر رونے لگے۔

فَيَقُوْلُ مِنْ اَلَمٍ اَمَضَّ فُؤَادَهٗ
يَا لَيْتَنِيْ مَاكُنْتُ فِي الْاَحْيَاءِ

جب اس مظلوم نے ہمیں روتے دیکھا تو رونے لگے اور یہ فرمانے لگے کاش میں بھی قتل ہو جاتا اور تمہیں اس مصیبت عظمیٰ میں مبتلا نہ دیکھتا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۵۴

اسیرانِ اہل بیتؑ کی کوفہ و شام کی طرف روانگی، شہداء کے سروں کا نیزوں پر نصب کرنا، جناب زینبؑ اور جناب سکینہؑ کے دلخراش بین سن کر حیوانات کا گریہ کرنا، امام مظلومؑ کے غم میں امام زمانہؑ کے حسرت بھرے جملے۔

☆

قَالَ الشَّیْخُ الْمُفِیْدُ وَالسَّیِّدُ بْنُ طَاوُسٍ وَ مَوْلَانَا الطَّبْرَسِیُّ رَحِمَهُمُ اللهُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ سَعْدٍ لَعَنَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ بَعَثَ بِرَاسِ الْحُسَیْنِ فِیْ یَوْمِ عَاشُوْرَا مَعَ خَوْلِیِّ بْنِ یَزِیْدَ الْاَصْبَحِیِّ وَ حُمَیْدِ بْنِ مُسْلِمٍ اِلَی ابْنِ زِیَادٍ۔ شیخ مفیدؒ، سید ابن طاوسؒ اور جناب طبرسیؒ نے نقل کیا ہے کہ جناب سید الشہداء روز عاشور شہید ہو چکے اور اشقیاء خیام اہل بیتؑ جلا چکے اور خاندان رسول کے لوٹنے سے بھی فارغ ہو چکے اسی روز عمر سعد نے امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس نیزہ پر رکھ کر خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے سپرد کر کے عبداللہ بن زیاد ملعون کے پاس روانہ کیا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ باقی شہداء کے سرتنوں سے جدا کرو۔ چنانچہ اس ظالم کے حکم کے مطابق شہدائے اہل بیتؑ اور اصحاب حسینؑ کے سر کٹ کر اس شقی کے سامنے آئے اور اس نے ان سروں کو قبائل عرب پر تقسیم کیا اور شمر بن ذی الجوشن، قیس بن اشعث اور عمرو بن الحجاج کو ان سروں کے ہمراہ کر کے کوفہ کی طرف روانہ کیا اور خود وہ ملعون ۴ روز عاشورہ سے لے کر دوسرے دن کے زوال آفتاب تک کربلا میں مقیم رہا۔ گیارہ تاریخ تک اس ملعون کی وجہ توقف یہ تھی کہ اپنے لشکر کے نجس ہلاک شدگان کو دفن کرے۔ چنانچہ دو روز تک اس شقی نے اپنے کشتوں کے لاشوں کو ایک جگہ جمع کیا اور انہیں غسل دے کر ان پر نماز پڑھی

اور دفن کیا اور امام حسینؑ اور ان کے جانثاروں کی تجہیز و تکفین گناہ جان کر خاک و خون میں غلطاں لاشیں وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کے بعد عمر سعد بد نہاد نے حکم دیا کہ امام حسین علیہ السلام کی بہنوں اور بیٹوں کو مقید کر کے آج ہی لشکر یزید کوچ کر جائے۔ چنانچہ اہل بیتؑ اطہار و ذریت رسول مختار کو جو کہ امانت خیرالانبیاء تھے۔ بے کجاوہ اونٹوں پر سر برہنہ مجمع کفار میں سوار کر کے مقتل سے روانہ ہوئے اور ان ظالموں نے جناب سید الساجدینؑ کہ وہ حضرت نہایت بیمار تھے گلوئے مبارک میں طوق آہنی اور ہاتھوں اور پاؤں میں زنجیر اور بیڑیاں ڈال کر ایک بے کجاوہ اونٹ پر سوار کیا اور نہایت ظلم و عناد کے ساتھ حکم دیا کہ ناقہائے اہل بیتؑ اطہار مقتل شہداء پر سے گزریں تاکہ ان شکستہ دلوں کے دل زیادہ تکلیف میں مبتلا ہوں اور اپنے وارثوں کے لاشے دیکھ کر خوب روئیں اور پیٹیں۔

فَلَمَّا نَظَرَتِ النِّسْوَةُ اِلَی الْقَتْلٰی صِحْنَ وَ ضَرَبْنَ وُجُوْهَهُنَّ قَالَ وَاللّٰهِ لَا اَنْسٰی زَیْنَبَ بِنْتَ عَلِیٍّ وَهِیَ تَنُوْحُ بِقَلْبٍ کَئِیْبٍ وَ تَبْکِیْ بِدَمْعٍ سَکِیْبٍ جب اہل بیت اطہارؑ مقتل شہداء پر پہنچے اور شہداء کے لاشوں کو خاک و خون میں غلطاں پڑا ہوا دیکھا تو سبھوں نے اپنے منہ پیٹ لئے اور ان بیکسوں کو روتے روتے غش آگیا۔ لیکن راوی کہتا ہے کہ واللہ مجھے زینبؑ خاتون کا اپنے بھائی کی لاش پر تڑپنا اور بی بی کا اپنے بھائی سے لپٹ کر رونا نہیں بھولتا کہ وہ مظلومہ کرب و قلق سے روتی اور بین کرتی تھی۔ جن کو سن کر ہر شخص کا دل شق ہوتا تھا وَهِیَ تُنَادِیْ وَامُحَمَّدَاهُ صَلّٰی اللّٰهُ عَلَیْکَ مَلَائِکَةُ السَّمَاءِ وَهٰذَا حُسَیْنٌ مُرَمَّلٌ بِالدِّمَاءِ مُقَطَّعُ الْاَعْضَاءِ وَ بَنَاتُکَ تُسْبٰی کَالْاِمَاءِ حَوَاسِرًا فَاِلَی اللّٰهِ الْمُشْتَکٰی پس وہ خاتون معظمہ کہتی تھی کہ اے نانا محمد مصطفیٰؐ آپ کو حق سبحانہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے افضل و اشرف کیا اور سب ملائکہ نے آپ کے جنازہ پر نماز پڑھی اور سب

آپ پر درود بھیجتے ہیں۔ مگر نہایت ہی افسوس سے کہ آپ کا فرزند دلبند حسینؑ کہ جسے آپ نے اپنی آغوش مبارک میں پالا تھا اور جس کی خوشی کے لئے عید کے دن آپ اونٹ بنے تھے' آج وہی حسینؑ گرم ریت پر بے غسل و کفن عریاں پڑا ہے اور مظلوم کا جسم تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے اور آپ کی امت میں سے کوئی شخص اس بیکس کے کفن و دفن کی طرف متوجہ نہ ہوا اور آپ کی بیٹیاں کنیزوں کی مانند سر برہنہ مقید ہوکر کوفہ کی طرف جا رہی ہیں۔ پس اے نانا ہمارا خدا کے سوا کوئی فریادرس نہیں ہے کہ ہم اپنے اس ظلم کا شکوہ اس سے کریں۔ بہن اس مظلوم پر فدا ہو جس سید جلیل کا لشکر قلیل نہایت بے دردی کے ساتھ قتل ہوا اور زینبؑ کی جان ایسے شہید راہ خدا پر قربان کہ جس کے خیمے کی طنابیں کاٹ کر گرا دیئے اور جس کے اہل حرم لوٹے گئے اور وہ بی بی بار بار گلوئے بریدہ امام حسینؑ پر بوسے دیتی اور اپنا منہ حلق نازنین حسینؑ پر ملتی اور کہتی تھی میں اس بے کس بھائی پر فدا ہوں کہ جو ہم سے جدا ہوکر کہیں سفر کو نہیں گیا ہے کہ ہمیں اس سے واپس آنے کی توقع ہو۔ یہ بہن اس مظلوم بھائی پر قربان ہو جو ایسا زخمی نہیں ہوا کہ ہمیں یہ توقع ہو کہ وہ ہماری دوا اور مرہم سے اچھا ہو جائے گا اور یہ بہن اس بھائی پر صدقے جائے کہ طرح طرح کے رنج والم اٹھا کر اس جہاں سے رحلت کرگیا اور یہ بے کس بہن اس شہید و مظلوم بھائی پر قربان ہوکہ جو تین شبانہ روز کا پیاسا تھا اور آخر تشنہ لب قتل ہوا اور جس نے مرتے دم تک بھی پانی کا ایک قطرہ نہ پیا۔ **راوی** کہتا ہے کہ خدا کی قسم بی بی کے جگر خراش بین سن کر تمام لشکر رو رہا تھا یہاں تک کہ اس درد ناک آواز کو سن کر تمام اونٹ اور گھوڑے اس قدر روئے کہ ان کے سموں پر آنسو بہہ کر گرنے لگے۔

ثُمَّ اعْتَنَقَتْ سَكِينَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ جَسَدَ أَبِيهَا وَزَعَمَتْهُ حَيًّا فَنَادَتْهُ يَا أَبَتِ فَلَمْ تَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا فَاضْطَرَبَتْ وَبَكَتْ راوی کہتا ہے کہ ناگاہ میں نے دیکھا ایک معصوم سی بچی کہ اس کا نام سکینہؑ تھا امام حسینؑ کی لاش اقدس کے قریب آئی اور نہایت اشتیاق سے اس لاش اطہر سے لپٹ گئی۔ صغر سنی کے باوجود اس معصومہ نے سمجھا کہ میرا باپ زندہ ہے۔ کئی مرتبہ اے بابا اے بابا کہا جب لاش مبارک سے کچھ جواب نہ سنا تو نہایت بے قرار ہوکہ رونے لگی اور اپنی مادر گرامی سے آکر عرض کی کہ اے اماں جاں تعجب ہے کہ میں بابا بابا کہہ کر پکارتی رہی لیکن حضرت نے مجھے کچھ جواب نہ دیا اور نہ معمول کے مطابق مجھے گلے سے لگایا' حالانکہ پدر بزرگوار مجھ پر سب سے زیادہ شفقت کرتے تھے۔ کیا وجہ ہے کہ حضرت نے میری محبت اپنے دل سے اٹھا دی **منقول** ہے کہ جب جناب ربابؑ نے سکینہؑ کی یہ باتیں سنیں تو بے تاب ہوکر رونے لگیں اور یارائے ضبط نہ رہا اور رو رو کر فرمایا کہ اے نور نظر' اے پارۂ جگر کس کی شکایت کرتی ہو اور کسے پکارتی ہو اور کس سے جواب مانگتی ہو' اے سکینہؑ تیرا باپ مارا گیا اور تم یتیم ہوگئیں **راوی کہتا ہے** جب اس دختر ستم دیدہ نے قتل کی خبر سنی' اپنا منہ پیٹ لیا اور دوڑ کر لاش سے لپٹ گئی اور بے تاب ہوکر روتی اور کہتی تھی اے بابا آپ کے دیدار کی پیاسی سکینہ نہ جانتی تھی کہ میں یتیم ہوئی اور آپ شہید ہوئے اور مجھے اکیلا دشمنوں میں رونے کے لئے چھوڑ گئے۔ اے پدر عالی قدر اب آپ کے بعد کون ایسا شفیق ہے کہ جو میری سرپرستی اور حمایت کرے گا۔ اس وقت چند بے رحم عرب جمع ہوئے اور اس شہزادی کو کھینچ کر حضرت کی لاش سے چھڑایا۔ ہرچند کہ وہ بے کس روتی رہی اور ایک ایک سے منت کر کے کہتی تھی کہ مجھے ابھی میرے باپ سے نہ چھڑاؤ اور مجھے جی بھر کر اپنے باپ کی لاش پر رونے دو۔

رُوِیَ فِی مُحرِقِ الْقُلُوْبِ عَنْ سَکِیْنَۃ بِنْتِ الْحُسَیْنِ اَنَّھَا قَالَتْ اِذَا سَمِعْتُ مِنْ اَبِیْ یَقُوْلُ۔

کتاب محرق القلوب میں ملا احمد نراقی علیہ الرحمہ نے جناب سکینہؑ سے نقل کیا ہے کہ جب میں مقتل میں پہنچی اور اپنے پدر بزرگوار امام حسینؑ کی لاش سے لپٹ کر رونے لگی۔ ناگاہ میں نے آنحضرتؑ کے کٹے ہوئے گلا سے سنا وہ حضرت سے وصیت کے طور پر فرما رہے تھے کہ اے میرے ماننے والو' اور میرے دوستو ! اگر تم ٹھنڈا پانی پیو اس وقت مجھ تشنہ لب کی پیاس ضرور یاد کرنا اور اگر تم سنو کوئی شخص غریب الوطن شہید ہوا تو میری غربت اور بے کسی پر رونا اور میرا اس بے کسی سے قتل ہونا یاد کرنا اس لئے کہ میں فرزند رسولؐ بے جرم و خطا ذبح ہوا ہوں اور اس کے باوجود بھی اشقیائے امت نے میری لاش گھوڑوں کے سموں کے ساتھ پامال کر دی۔ اے میرے دوستو ! کاش تم عاشورا کے دن کربلا میں ہوتے اور میری غربت و بے کسی کو دیکھتے کہ میں کس عجز و انکساری سے اپنے طفل شیر خوار علی اصغرؑ کے لئے ان ظالموں سے پانی مانگتا رہا۔ مگر ظالموں نے اس بچہ کو ایک قطرہ پانی کے عوض اس کے حلق نازنین پر ایسا تیر مارا کہ وہ بچہ تڑپ کر مرگیا۔ پس میری مصیبت وہ عظیم مصیبت ہے کہ جس کے غم میں پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوئے۔ وائے ہو ان اشقیاء پر جن بے رحموں نے رسول خدا کے قلب اقدس کو زخمی کیا۔ پس اے میرے دوستو تمہیں لازم ہے کہ ہر وقت اور ہر آن جس قدر تم سے ہو سکے۔ ان لوگوں پر لعنت کرو کہ جن اشقیاء نے مجھ بے کس غریب الوطن پر یہ ظلم کیا ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ افْتَخَرَبِہٖ جِبْرَئِیْلُ

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ نَاغَاہُ فِی مَھْدِہٖ مِیْکَائِیْلُ

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ مَسْکَنُہٗ کَرْبَلَاءَ

اَلسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الْکِسَاءِ

جناب صاحب الزماں علیہ السلام زیارت ناحیہ میں فرماتے ہیں کہ سلام ہو اس برگزیدہ خدا پر کہ جس کی خدمت گزاری پر جبرئیلؑ نے فخر کیا' سلام ہو اس سیّد جلیل پر کہ جسے میکائیلؑ نے جھولے میں جھولایا اور لوریاں دے کر سلایا۔ سلام ہو اس سردار پر جس کا محل اقامت کربلا ہے اور سلام ہو اس امامؑ پر کہ جس پر آل عبا کا خاتمہ ہوا۔

اَلسَّلَامُ عَلَی النَّازِحِ عَنِ الْوَطَنِ

اَلسَّلَامُ عَلَی الْمَدْفُوْنِ بِلَا کَفَنٍ

اَلسَّلَامُ عَلٰی قَتِیْلِ الْاَدْعِیَاءِ

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ بَکَتْہُ مَلَائِکَۃُ السَّمَاءِ

سلام ہو اس بے کس پر جسے دشمنوں نے آوارہ وطن کیا اور سلام ہو اس جو بے کفن دفن ہوا اور سلام ہو اس مظلوم پر جسے بے گناہ ظالموں نے قتل کیا ر سلام ہو اس معصوم پر کہ جس کی مصیبت پر فرشتہائے آسمان روئے اَلسَّلَامُ لٰی مَنْ یَنْظُرُ طَرْفًا خَفِیًّا اِلٰی رَحْلِہٖ وَاَھْلِہٖ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ یَتَحَسَّرُ عَلٰی غُرْبَتِہٖ بِیْنِہٖ سلام ہو اس بے کس پر جو نظر خفی کے ساتھ اہل حرم کے خیموں کو دیکھتا سلام ہو اس مذبوح اور مقتول پر جو ذبح ہوکے وقت خنجر اور تلوار کے نیچے اپنے ال و اطفال کی غربت و بے کسی پر نہایت حسرت کرتا تھا اور ذکر خدا اس کی

زبان پر جاری تھا۔

السلام علی المنحور فی الوری
السلام علی من تولی دفنہ اہل القری

سلام ہو اس فرزند رسول پر کہ جسے اشقیائے امت نے گوسفند کی مانند نحر کیا سلام ہو اس غریب و بے کس پر جس کے حال پر رحم کھا کر دیہات کے لوگوں نے دفن کیا السلام علی من سبی اھلہ کالعبید۔ السلام علی من صفد اھلہ فی الحدید یساقوھن کالاماء المسبیات فی البراری و الفلوات تلفح وجوھھم حر الھاجرات ایدیھم مغلولۃ الی الاعناق۔ یطاف بھم جھرۃ فی الاسواق سلام ہو اس مظلوم پر جس کے اہل حرم کو بے دینوں نے زنجیروں سے مقید کیا اور بیکسوں کو کنیزوں کی طرح قید کر کے اور شتران بے کجاوہ اور سر برہنہ کر کے پہاڑوں، صحراؤں میں پھراتے رہے اور ان کے چہرے گرمی آفتاب سے جل گئے تھے افسوس صد افسوس ان بے گناہوں کے ہاتھ قیدیوں کی مانند گردنوں سے باندھ دیئے تھے اور اولادِ رسول کو نہایت ذلت و خواری کے ساتھ ہر شہر و دیار کے کوچہ و بازار میں میں پھراتے تھے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین الخ -

مجلس نمبر ۵۵

فضائلِ امام حسینؑ، نصرانیہ عورت کا قافلے کے ہمراہ سرزمینِ کربلا پر اترنا اور مظلومیت اہلِ بیتؑ دیکھ کر ایمان لانا، شہادت کے بعد شہداء کے لاشوں سے خوشبو کا پھیلنا۔ وہاں کے زمینداروں کا ورود اہلِ بیتؑ اور ان کی شہادت کے بارے میں خبر دینا۔

☆

قَالَ النَّبِیُّ مَا مِنْ قَوْمٍ نِ اجْتَمَعُوْا بِمَجْلِسٍ یَتْلُوْنَ فَضْلَنَا اَھْلَ الْبَیْتِ اِلَّا حَفَّتْ بِھِمُ الْمَلَائِکَۃُ جناب رسول خدا نے فرمایا جس مجلس میں ہمارے اہل بیتؑ کے فضائل یا مصائب بیان ہوں اور مومن ان کے سننے کے لئے جمع ہوں تو ملائکہ ان کو اپنے احاطہ میں لے لیتے ہیں وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الْمَلَائِکَۃُ اِلٰی اَنْ یَتَفَرَّقُوْا اور فرشتے ان کے لئے خدا سے طلب مغفرت کرتے یہاں تک کہ مجلس اختتام کو پہنچے وَیُبَاھِیْ بِھِمُ اللّٰہُ فِی الْمَلَاءِ الْاَعْلٰی خداوند کریم ملاء اعلیٰ میں ان کے اس افعال پسندیدہ پر مباہات کرتا ہے کتاب نہایہ میں ام الفضل (دایہ امام حسینؑ) سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا دَخَلَ یَوْمًا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ جَلَسَ ثُمَّ قَالَ اِلَیَّ اِبْنِیْ کہ ایک روز پیغمبر خدا میرے گھر میں تشریف لائے اور بیٹھ گئے' فرمایا اے ام الفضل میرے بیٹے حسینؑ کو لے آیئے۔ میں نے امام حسینؑ کو حضرت کی گود میں دیا فَقَبَّلَ وَضَمَّہٗ اِلٰی صَدْرِہٖ ثُمَّ اَقْعَدَہٗ فِیْ حَجْرِہٖ آپؐ نے پہلے تو اپنے راحت دل کو چھاتی سے لگایا' پھر گود میں بٹھا لیا اور پیار کرنے لگے اور دعا کی خدایا تو اسے دوست رکھ جو میرے حسینؑ کو دوست رکھے۔ حضرات جناب رسول خدا جب تک حسینؑ کو نہ دیکھتے تو آپ کو چین نہ آتا تھا۔ آہ آنحضرت کا اس وقت کیا حال ہوتا جب عاشورہ کے دن دیکھتے کہ

ہزاروں تیر اور نیزے حسینؑ کے جسم پر لگے ہوئے تھے۔ آہ کہاں تھے رسول خدا جب ان کا وہی پیارا تین دن کی پیاس میں خشک زبان چبا چبا کر فرماتا تھا۔

یَا قَوْمِ اَنَا ابْنُ الْمُصْطَفٰی وَعَطْشَانٌ اے ظالمو میں فرزند رسول ہوں اور پیاسا ہوں۔ اے قوم میں علی مرتضیٰؑ کا بیٹا ہوں اور پیاسا ہوں۔ اے ظالموں میں پارۂ جگر فاطمہؑ زہرا ہوں اور پیاسا ہوں۔ کسی نے رحم نہ کیا اور اس پیاسے کو خنجر جفا سے شہید کیا۔ آہ اس پر انہوں نے اکتفاء نہ کی اور حضرت کی لاش کو بے گور و کفن چھوڑ کر چلے گئے کہ آسمان کے سوا سایہ اور زمین کے سوا فرش نہ تھا۔ نہ رسول خدا تھے کہ عبا اوڑھاتے اور نہ علی مرتضیٰؑ تھے کہ اس تن پاش پاش کو دھوپ سے بچاتے۔ آہ وہ نعش اقدس کتنے دنوں پڑی رہی کہ جنگلی پرندے اس پر رحم کھا کر اپنے پروں سے سایہ کرتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن اسود سے منقول ہے کہ جس سال واقعہ کربلا ظہور میں آیا تو اس سال بہت سے تاجر عراق کی طرف گئے جب واپس لوٹے تو بارہ محرم کو زمین کربلا پر ایک نصرانیہ عورت اپنی کنیزوں سمیت بھی قافلہ کے ہمراہ تھی۔ وہ عورت کہتی ہے کہ جب وہاں پہنچی تو سخت غمگین ہوئی۔ میرا دل گھٹتا جا رہا تھا میں نے گمان کیا خدا خیر کرے کہیں وطن میں کوئی رشتہ داروں سے مرگیا اس پریشانی کے عالم میں اس صحرا میں چلنے پھرنے لگی تاکہ سیرو تفریح سے دل کو تسلی ہو۔ جب میں قافلے سے تھوڑی دور گئی تو میں نے دیکھا کہ بہت سے پرندے اڑ رہے ہیں اور وہاں نوحہ و فغاں کی بلند ہے۔ بعض پرندے خاک پر گر کر لوٹ رہے ہیں اور مٹی میں بھرے ہوئے ہیں اور اس طرح روتے ہیں کہ گویا ان کا بادشاہ مرگیا ہے۔ اس حال کو دیکھ کر خوف مجھ پر طاری ہوگیا خیال کیا شاید ان کا بادشاہ مرگیا ہے کہ جو یہ سب جمع ہو کر تعزیت کر رہے ہیں۔ وہ بیان کرتی ہے میں نے دل میں کہا کہ چل کر ان کے بادشاہ کو

دیکھیں وہ کیا ہے۔ پس میں اس طرف کنیزوں کے ساتھ چلی تو ایک بلندی نظر آئی اس پر چڑھی تو دیکھا ایک لق و دق صحرا ہے لیکن اس میں خون ہی خون نظر آرہا تھا میں نے سوچا کہ شاید یہاں بڑا قافلہ اترا ہے کہ اس قدر گوسفند ذبح کئے ہیں کہ زمین خون سے سرخ ہوئی ہے جب میں آگے گئی آہ میں نے دیکھا کہ ۱۰۰ آدمیوں کے قریب اس جگہ ذبح کئے پڑے ہیں اور ان کے بدن زخموں سے چوُر چوُر ہیں اور کسی بدن پر سر موجود نہیں ہے میں نے کہا کہ بخدا ان کے قاتل ان سے انتہائی انتقام و عداوت رکھتے تھے کہ ہر تیر کے زخم پر سو تیر اور ہر تلوار کے زخم پر ۱۰۰ مرتبہ تلوار ماری ہے اور سر تن سے جدا کر لئے ہیں اس کے بعد میں وہاں آئی دیکھا کہ ایک لاش ٹکڑے ٹکڑے رو بقبلہ خاک و خون میں غلطاں پڑی ہے اور اس سے مشک و عنبر کی خوشبو آرہی ہے۔ قُلْتُ وَاللّٰهِ قُتِلَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ میں نے کہا بخدا یہ شخص عبادت خدا میں قتل ہوا ہے بلکہ عین سجدہ میں ذبح ہوا ہے وَفِيْ جَنْبِهٖ طِفْلٌ مَذْبُوْحٌ اور اس بے سر لاش کے پہلو میں ایک معصوم سے بچہ کا لاشہ پڑا ہے اس کے گلے سے خون جاری ہے اور اپنا ننھا سا ہاتھ زخم پر رکھا ہوا ہے۔ مجھے اس کا یہ حال دیکھ کر رحم آیا اور نزدیک جا کر اس کے ہاتھ کو گلے سے اٹھایا تو دیکھا اس کے حلق پر ایک تیر لگا ہوا ہے اور اس سے خون بہہ رہا ہے یہ حال دیکھ کر میں بہت روئی اور اپنی چادر سے اس کا خون صاف کیا اور زخم کا بوسہ لیا اور اسے گلے لگایا اور میں نے رو کر کہا۔ افسوس ہے اے بیٹا تیری مظلومیت پر اگر ماں باپ تیرے اس حال کو دیکھتے تو ان کا کیا حال ہوتا اور خدا جانے اپنا کیا حال بناتے ؟ اسے یہ خبر نہ تھی کہ اس بچہ کو باپ کے ہاتھوں میں تیر لگایا گیا ہے اور اس کی ماں یہ حال دیکھ کر روتی گئی۔ القصہ وہ نصرانیہ عورت خوب روئی اور سر کھول کر سجدہ میں گئی اور کہا خداوندا بحق عیسیٰ بن مریم اس بچے کے قاتل کو

ہرگز معاف نہ کرنا۔ میں نے دیکھا کہ وہ لاش جو رو بقبلہ پڑی تھی اس پر سفید رنگ کے پرندے سایہ فگن تھے اور دھوپ سے محفوظ تھی۔ میں بولی سبحان اللہ اس بے سر لاش سے جانور کتنی محبت کرتے ہیں۔ لگتا ہے کہ یہ شہیدوں کا سردار ہے بے شک یہ مقتول اللہ کے پیاروں میں سے ہے' سلیمان ابن داؤد کی مانند صحرائی پرندے اس پر سایہ کئے ہوئے ہیں اس کی ایک کنیز بولی اے بی بی سلیمان پیغمبرؑ تھے اور ہفت اقلیم کے تاجدار تھے ان سے ان مقتولوں کو نسبت نہ دیجئے میں نے کہا خاک تیرے سر پر اے بے بصیرت تو نہیں جانتی کہ سلیمان کی زندگی میں جانور' پرندے ان کی خدمت کرتے تھے لیکن اس کی موت کے بعد خدمت کر رہے ہیں۔ بخدا یہ مقتول حضرت سلیمان سے کہیں افضل ہے۔ یہ کہہ کر وہ اس کنیز کے ہمراہ قافلہ میں آئی اور سارا ماجرا بیان کیا اور کہا چل کر ان لاشوں کو دیکھو اور پہچانو کہ وہ عرب ہیں یا عجم ہیں۔ قافلہ کے اکثر لوگ جمع ہوئے اور دیکھ کر کہنے لگے یہ لوگ حجاز سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے ہاتھ پاؤں اہل مدینہ سے ہیں۔ اگر ان کے سر بدن پر ہوتے تو ہم پہچان لیتے' مگر اب یہاں کے زمینداروں کو بلا کر پوچھو تاکہ ان کے بارے میں ہمیں اطلاع دیں۔ غرض جب ان کو بلا کر پوچھا تو انہوں نے کہا آہ ہم ان کی حالت کیسے بیان کریں کہ دوسری ماہ محرم کی تھی کہ ایک قافلہ آکر اس زمین پر اترا' اگرچہ وہ لشکر قلیل تھا مگر رعب و دبدبہ اور شان و شوکت میں کثیر تھا۔ محرم کی چوتھی تاریخ کو سردار لشکر نے ہمیں طلب کیا اور جب ہم حاضر ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ ایک خوش جمال کہ اس کی جبینِ مبین سے آثارِ عزت و جلال آشکار تھے اور ان کے بیٹوں اور بھائیوں کے چہرے چودھویں چاند کی مانند چمکتے دمکتے تھے ان میں سے ہر شخص ہمیں نہایت عزت و احترام کے پیش آیا۔ ان کا لطف و کرم حد سے زیادہ تھا۔ ایسے میں نماز ظہر

کا وقت ہو گیا ہم نے دیکھا ایک جوان خیمے سے نکلا وہ اتنا حسین و جمیل تھا کہ ہم اس کے حُسن و جمال کو دیکھ کر حیران رہ گئے اس نے رو بقبلہ ہو کر اذان دی۔ ہم نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ جوان کون ہے۔ انہوں نے کہا یہ اس امیر کا بیٹا علی اکبرؑ ہے غرض وہ سردار آگے ہوا اور سب نے اس کے پیچھے نماز پڑھی' نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس سردار نے ہمیں قریب بلایا اور نہایت پیار و محبت سے فرمایا کہ ہم غریب الوطن ہیں اور تمہاری زمین پر اترے ہیں' اگر تم مروّت و ہمّت سے کام لو تو یہ زمین ہمارے ہاتھ بیچ دو کہ ہم اس زمین پر ایک شہر بسائیں گے۔ اس سردار کی گفتگو کو سن کر اس کے اصحاب و احباب رونے لگے' یہاں تک کہ گریہ کی آواز خیموں تک پہنچی تو وہاں سے بھی عورتوں اور بچوں کے رونے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اس کے بعد ہم بھی رو پڑے اور اس امیر کو زمین فروخت کرنے پر راضی ہو گئے۔ پس اس امیر نے ساٹھ ہزار درہم ہمیں اس زمین کی قیمت دیئے اور آپ نے اُٹھ کر چار حدیں مقرر کیں اور فرمایا

قَدِ اخْتَارَهَا اللّٰهُ لَنَا يَوْمَ دَحْوِ الْاَرْضِ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اس زمین کو اختیار کیا جس روز سے زمین کو پیدا کیا اور بچھایا ہے وَجَعَلَهَا مَعْقِلاً لِشِيْعَتِنَا وَلَهُمْ اَمَانٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارے ماننے والوں کے لئے ورودو بازگشت کی جگہ اور دنیا و آخرت میں بطور امان قرار دیا ہے۔ غرض جب قیمت لے کر ہم رخصت ہونے لگے تو اس سردار نے فرمایا یہ زمین بھی تمہیں بخشی لیکن دو شرطوں پر ایک تو یہ کچھ قبریں جو اس زمین پر خاص ہوں گی ان پر زراعت نہ کرنا اور جو زائر آئے تو ان کی قبروں تک رہنمائی کر دینا اور دوسری شرط یہ ہے کہ میرے زائرین کے ساتھ نیکی کرنا اور جو ان قبروں کی زیارت کو آئے اسے تین دن تک مہمان بنائے رکھنا۔ ہم نے یہ شرائط قبول کر

لیں پس ساتویں تاریخ تک تو امن و امان رہا فَلَمَّا كَانَ سَابِعُ تِسْعَةٍ وَرَدَ عَسَاكِرُ بَعْدَ عَسْكَرٍ مِنَ الْكُوْفَةِ حَتّٰى مَلَاءَ الْاَرْضُ كُلُّهَا مِنَ الْعَسَاكِرِ جب ساتویں تاریخ ہوئی تو گروہ در گروہ فوج کوفہ سے آنے لگی یہاں تک کہ پوری زمین فوج سے پر ہو گئی اور اسی تاریخ کو اہل لشکر نے ان پر پانی بند کر دیا۔ ہرچند وہ سردار طالب صلح ہوا مگر اہل کوفہ اس کو یزید کی بیعت کا پیغام دیتے تھے۔ تو وہ کلمہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ پڑھ کر انکار کرتا تھا۔ یہاں تک کہ دسویں کو جنگ ختم ہو گئی اور اس سردار کے عزیز و اقرباء درجہ شہادت پر فائز ہوئے' مگر اس سردار کے ایک ایک فرد نے سو سو دو دو سو اہل کوفہ کو مار کر قتل ہوا۔ یہاں تک کہ نوبت اس سردار کی پہنچی تو خیموں میں عجب کہرام برپا ہوا اور وہ سردار بھی روتا ہوا خیمہ سے باہر نکلا اور میدان کارزار کی طرف متوجہ ہوا۔ اگرچہ اقرباء کے غم نے اسے تمام کیا تھا لیکن اس کے باوجود اس نے ہزاروں سوار و پیادوں کو قتل کیا۔ اس کے بعد سجدۂ خالق میں اپنا سر جھکایا۔ آہ ابھی وہ بزرگوار سر سجدہ سے اٹھانے نہ پایا تھا کہ خنجر سے سر اقدس کٹ گیا۔ شام کے وقت ہم نے دیکھا کہ نہ وہ فوج ہے نہ لشکر اور ان کے خیموں کو آتش ظلم سے جلا دیا گیا اور وہ بی بیاں جو ایک دن محملوں میں سوار ہو کر آئی تھیں اور عزیز و اقارب ان کی پردہ داری میں مشغول تھے وہ سب خواتین سر برہنہ بے مقنعہ چادر شترانِ بے کجاوہ پر سوار ہو کر نامحرموں سے بالوں میں منہ چھپائے ہوئے اور خاک منہ پر مَلے ہوئے ہیں اور جو بچے اس سردار کی گود میں بیٹھا کرتے تھے دیکھا وہ طوق و زنجیر میں گرفتار ہیں اور وہ شہزادہ جس کی ہم نے اذان سُنی تھی اس کا سر نیزہ پر نصب ہے اور ایک بیمار جو مُردوں سے بچ گیا تھا اس کے گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پہنائی گئیں۔ سب شہیدوں کے سر نیزوں پر تھے اور یہ لاشیں جنہیں تم دیکھ رہے ہو پڑی ہیں ہم حاکم کے خوف سے

دفن نہیں کر سکتے' مگر چاہتے ہیں کہ جب لشکرِ اشقیاء دور چلا جائے تو ہم ان کے دفن کی تدبیر کریں۔ اہل قافلہ نے کہا اے زمیندارو اس سردار کا نام کچھ معلوم نہ ہوا' زمینداروں نے کہا ان کا سردار وہی ہے جو سجدہ خالق میں ہے اور اس کا سر سجدہ میں کاٹا گیا ہے' مگر اس کا نام تا وقت شہادت معلوم نہ ہو سکا مگر جب اس پیاسے کے بدن سے سر اقدس جدا کیا اس وقت مُنادی نے ندا دی اَلَاقُتِلَ الْحُسَیْنُ اَلَا ذُبِحَ الْحُسَیْنُ آگاہ ہو حسینؑ پیاسا ذبح ہوا پس جونہی اہل قافلہ نے نام حسینؑ سنا خوب روئے' پیٹے اور خاک اڑائی اور کہا کہ حسینؑ نام کا یثرب و حجاز میں سوائے حسینؑ فرزند رسولؐ کے کوئی نہیں ہے پس لاش کے اردگرد جمع ہوئے اور خوف گریہ و ماتم کیا۔ ناگاہ وہ نصرانیہ عورت دوڑ کر لاش اقدس پر گری اور بولی اے میرے آقا اے میرے مولا گواہ رہنا کہ میں ایمان لائی ہوں اور روز قیامت میرے اسلام کی گواہی دینا یہ کہہ کر حضرت کا خون اپنی پیشانی پر مَلا اور عرض کی کہ روز قیامت جب تمہاری ماں فاطمہ زہراؑ بال کھول کر بارگاہِ الٰہی میں اپنے بیٹوں اور جگر گوشوں کی شہادت کا حال سنائیں گی تو میں اس چہرہ پر خون لے کر گواہی کے طور پر لے جاؤں گی اور اپنی مغفرت کی دعا مانگوں گی۔ پس سب کا عجب حال ہوا روتے روتے قریب تھا کہ غش کھا جائیں۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۵۶

ناقہ غضباء کا فراقِ رسولؐ میں دانہ چارہ ترک کرنا صحرائے کربلا میں لاش حسینؑ کا بے کفن و دفن پڑا رہنا اور آپ کے سر اقدس کے دفن ہونے میں مختلف روایات

☆

و ذی صاحب روضة العلماء وهو حنفی المذهب المعروف بالزندوسی انه لما توفی رسول الله واظلمت الآفاق والارجاء و اغبرت الارض والسماء ما اكلت وما شربت ناقة الغضباء زند وسی حنفی المذہب نے اپنی کتاب روضۃ العلماء میں نقل کیا ہے کہ جب جناب رسالتمابؐ نے اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی اور تمام عالم مشرق سے مغرب تک اس مصیبت عظمیٰ میں تیرہ و تاریک ہوگیا اور آسمان اس ماتم میں غبار آلود ہوا اس وقت سے آنحضرتؐ کے ناقہ نے کہ اس کا نام غضباء تھا دانہ اور چارہ کھانا ترک کیا بلکہ پانی تک بھی نہ پیا اذ خرجت فاطمة فی اللیل وهی باكية فقالت الناقة السلام عليك يا بنت رسول الله ماساغ لی العلف منذ توفی ابوك وقد حضر اجلی کسی نے جناب فاطمہ زہراؑ کو اس حالت گریہ و بکاء میں خبردی کہ اے مخدومہ کونین ناقہ غضباء نے کئی دنوں سے جناب رسالتمابؐ کے غم میں نہ دانہ کھایا اور نہ پانی پیا ہے۔ یہ سنتے ہی بی بی تاریکی شب میں اس کے پاس تشریف لے گئیں اور اس کے سامنے دانہ اور چارہ رکھا اور بہت چاہا کہ وہ اس میں سے کچھ کھائے لیکن اس ناقہ با وفا نے کسی طرح کھانے اور پانی کی طرف رغبت نہ کی اور بحکم الٰہی بزبان فصیح جناب سیدہ پر سلام عرض کیا اور کہا اے دختر رسولؐ جب سے آپ کے

پدر بزرگوار نے رحلت فرمائی ہے اس وقت سے تمام دنیا میری نظروں میں تاریک ہو گئی ہے اور میرے حلق سے نہ چارہ اترتا ہے اور نہ پانی اترتا ہے۔ لہٰذا میری آپ سے التجاء ہے کہ آپ مجھے اس امر میں معاف فرمائیں اور اب میری اجل کا وقت قریب آپہنچا ہے وانا ذاهبة الی ابيك ـــــ فهل من امر او رسالة فبكت فاطمة و اعتنقت براسها و وضعت الناقة وجهها فی حجرها وبكت حتى تغيرت حالها اور اس ناقہ نے عرض کی کہ اے خاتون جنت عنقریب میں جناب پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہونے والی ہوں اگر کوئی پیغام آپ کو اپنے پدر گرامی کو دینا ہو تو مجھ سے ارشاد ہو کہ میں اسے آپؐ کی خدمت میں عرض کروں۔ اس حسرت آمیز گفتگو کو سنتے ہی بی بی نے اپنے ہاتھ اس کے گلے میں ڈال دیئے اور اس نے بھی اپنا منہ بی بی کے قدموں میں رکھ دیا اس طرف مخدومہ کونین روتی تھیں اور اس طرف ناقہ رسول روتا تھا یہاں تک کہ اس ناقہ کا حال نہایت متغیر ہوا فلشرت فاطمة بنحرها فكرهت و لم ترض بذلك حتى ماتت الناقة فبكت و عملت الى كرا بسها وجعلتها فی حفرة و سوى عليه التراب پس جب وہ ناقہ باوفا قریب الرگ پہنچا اس وقت لوگوں نے جناب سیدہؑ کی خدمت میں عرض کیا اے سیدہ کونینؑ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس ناقہ کو نحر کریں۔ یہ سن کر اس مخدومۂ عالم نے فرمایا کہ مجھے ہرگز گوارا نہیں ہے کہ جس ناقہ کو میرے پدر بزرگوار جناب رسول خدا دوست رکھیں اور میں اس کے نحر کرنے پر راضی ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ جب وہ ناقہ بہشتی جنت کی طرف رحلت کر گیا اس وقت جناب فاطمہ زہراءؑ نے اس ناقہ کو ایک سفید کپڑے میں لپٹوا کر اور ایک گڑھا بجائے قبر کھدوا کر اس میں اسے دفن کروا دیا فوا اسفاه ان فاطمة كرهت ان تنحر ناقة رسول الله لحبه اياها و لم ترض باذاها بل كفنتها بعد موتها و وارثها فی

التراب ورق علیھا قلبھا کما ترق القلوب علی موت الاحباب مومنین کرام ! جائے افسوس اور مقام حسرت ہے کہ جناب فاطمہؑ یہ خیال کر کے کہ جناب رسول خدا اس کو دوست رکھتے تھے اس کی قربانی کرنے پر راضی نہ ہوئیں بلکہ والد گرامی کی محبت کا پاس کرتے ہوئے اس ناقہ کے مرنے کے بعد بی بی نے اس ناقہ کو کفن دیا اور اس حیوان بے زبان کو دفن کیا اور اس کے مرنے سے نہایت مغموم و محزون ہوئیں اور اس طرح روئیں کہ جیسے کوئی اپنے عزیز کے مرنے پر مغموم ہوتا اور روتا ہے **فلا غفر اللہ قوما نحروا فلذۃ کبدہ و مھجتہ فوادہ و قتلوا سید شباب اھل الجنۃ بالسیوف والسھام والاسنۃ** حضرات خداوند قہار اس قوم کو نہ بخشے کہ جس نے پارۂ جگر رسول خدا اور نور نظر فاطمہ زہراؑ کو جو سردار جوانان جنت تھا یعنی امام حسینؑ علیہ السلام کو صحرائے کربلا میں تشنہ لب تلوار، نیزہ اور تیر سے ذبح کیا **وترکوا جسدہ مرملا بالدماء ملقی علی الثری مرضوضا بحوافر الخیول فی اقفرا لا و عار والسھول ولم یتوجہ احدالی غسلہ و کفنہ ولا یوار بہ بشر ولم یلتفت نفر الی دفنہ** افسوس صد افسوس کہ اس فرزند رسول کو قتل کے بعد گھوڑوں کے سموں سے پامال کیا اور اس بے کس کی لاش کو گرم ریت پر خاک و خون میں غلطاں چھوڑ کر چلے گئے اور ایک شخص بھی اس امام مظلوم کے غسل و کفن اور دفن کی طرف متوجہ نہ ہوا **وما بکی علیہ احد الا الوحوش فی الفلا والطیور فی الھوی بل ھی تظل علیہ باجنحتھا** افسوس ہے کہ کوئی ایسا رحم دل نہ تھا کہ اس امام کونین کی لاش پر روتا اور اس کا دل مغموم و محزون ہوتا بلکہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ جناب سیدالشہداء کی مصیبت پر اس صحرا کے جانور اور جن اور پری نوحہ و بکاء کرتے تھے اور با آواز بلند روتے تھے اور پرندے اس تن عریاں پر اس دھوپ میں اپنے

پروں کا سایہ کرتے تھے اور اپنے پروں کو آب فرات سے تر کر کے وہ پانی لاش امام پر چھڑکتے رہے اور روتے تھے **فلما مضت ھکذا علی جسد الامام ثلاثۃ ایام خرج قوم من بنی اسد من نینوی ومعھم نسائھم باکیات حاسرات نائحات** منقول ہے کہ جب تین شبانہ روز امام مظلومؑ کی لاش میدان کربلا میں بے غسل و بے کفن اور بے دفن پڑی رہی اور قوم بنی اسد کو پتہ چلا تو سب زن و مرد روتے پیٹتے قتل گاہ میں داخل ہوئے دیکھا کہ شہداء کے لاشے خاک و خون میں غلطاں ٹکڑے ٹکڑے پڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر انہوں نے تمام اعضائے متفرقہ کو جمع کرکے ان پر نماز پڑھی اور اس کے بعد چاہا کہ جناب سید الشہداء کے لئے قبر کھودیں کچھ مٹی قبر کی جگہ سے ہٹائی تھی کہ ناگاہ ان کی ایک لوح پر نظر پڑی اس پر لکھا تھا۔

ھذا قبر الحسین الذبیح العطشان یعنی یہ قبر ہے حسینؑ مظلوم کی جو کئی روز کا بھوکا پیاسا شہید ہو گا۔ پس جب اس لوح کو ہٹایا دیکھا کہ قبر مطہر پاکیزہ و معطر تیار ہے۔ یہ دیکھ کر اس قوم بنی اسد نے لاش اقدس کو اسی قبر میں کہ جس جگہ اب قبر مطہر کا نشان موجود ہے دفن کیا اور حضرت کے پائنتی طرف جناب علی اکبر شبیہہ پیغمبرؐ کو دفن کیا ان کے پاؤں کے پاس ایک گہرا گڑھا کھود کر آنحضرتؐ کے اقرباء و انصار کو ایک جگہ پر دفن کیا۔ اس لئے کسی شہید کی قبر کا نشان علیحدہ نہیں ہے سوائے حبیب ابن مظاہر کے۔ ان کو اپنی قوم نے ایک علیحدہ قبر میں دفن کر دیا اور جناب عباسؑ بن علیؑ کو کہ وہ حضرت نہر علقمہ پر شہید ہوئے تھے اسی جگہ سب شہداء سے علیحدہ دفن کیا پس **مومنین** جو کچھ ذکر ہوا یہ فرزند رسول کے دفن سے متعلق تھا لیکن امام علیہ السلام کے سر انور کا حال پرملال کا بیان انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ کس کو طاقت ہے کہ اس مصیبت عظمٰی کی تفصیل بیان کر سکے مگر مومنین کے گریہ و بکاء کے لئے مختصر مصائب بیان

کئے جاتے ہیں کہ اشقیائے کوفہ و شام نے فرزند خیرالانام کا سراقدس تن اطہر سے جدا کر کے نوک سنان پر رکھ کر ایک مدت تک دھوپ' اوس اور تیز و تند ہوا میں عریاں پھرایا **وَ وَضَعُوْهُ تَارَةً فِي التَّنُّوْرِ وَصَلَبُوْهُ اُخْرٰی عَلٰی اَبْوَابِ الدُّوْرِ وَ عَلَّقُوْهُ تَارَةً عَلٰی غُصُوْنِ الْاَشْجَارِ وَرَمَوْهُ اُخْرٰی بِالْمَدَرِ وَالْاَحْجَارِ** اور کبھی اس سر کو نیزہ سے اتار کر تنور میں رکھا اور کبھی دروازہائے بلند پر لٹکایا اور کبھی اس سراطہر کو کہ جو آغوش فاطمہؑ میں رہتا تھا درخت کی ٹہنیوں پر معلق کیا اور کبھی اس سر کو جسے جبرئیلؑ اور میکائیلؑ لوریاں دے کر جھولے میں جھلاتے تھے پتھروں اور ڈھیلوں سے مجروح کیا۔ چنانچہ ایک قابل اعتماد شخص نے ایک راوی سے نقل کیا ہے اس نے کہا جن دنوں میں امام حسینؑ کا سراقدس دربار شام میں لے گئے انہی ایام میں مجھے سفر کا اتفاق ہوا پس میں اثنائے سفر میں ایک بستی سے گزرا میں نے دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے بہت سے بچے جمع ہیں اور ہر ایک بچہ اولاد شیطان سے تھا اس درخت پر پتھر مارتا ہے جب اس درخت کے قریب گیا تو دیکھا کہ درخت کے اوپر آفتاب کی مانند سر نور لٹکا ہوا ہے اور وہ سران بدکردار بچوں کے پتھروں اور ڈھیلوں کی وجہ سے زخمی ہو چکا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے ایک شخص سے پوچھا اے شخص یہ کس مجرم و گناہ گار کا سر ہے کہ جو اتنی ذلت و خواری کے ساتھ سنگسار ہو رہا ہے **قَالَ هٰذَا رَاْسُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُلْتُ مَنِ الْحُسَيْنُ قَالَ حُسَيْنُ بْنُ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ فَلَطَمْتُ وَجْهِيْ وَ بَكَيْتُ بُكَاءً شَدِيْدًا** اس شخص نے کہا یہ حسینؑ کا سر ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کون حسینؑ ہے اس نے کہا کہ یہ وہ حسینؑ ہے کہ جس کی ماں فاطمہ زہراءؑ دختر رسول خدا ہیں راوی کہتا ہے یہ سن کر میں نے اپنا منہ خوب پیٹا اور اس قدر رویا کہ مجھے غش آگیا **فَاُهْدِيَ بِهٖ اِلٰی شَرِّ الْخَلَائِقِ يَزِيْدَ وَطُرِحَ بَيْنَ يَدَيْهِ مُحَقَّرًا ذٰلِكَ الرَّأْسُ**

الْمَجِيْدُ فَقَرَعَ بِالْمِخْصَرِ اَسْنَانَهٗ وَاَمَرَ بِالسِّجْنِ حَرِيْمَهٗ وَ صِبْيَانَهٗ پس مومنین ان مصائب کے بعد اس سرانور کو یزید پلید کے سامنے بطور ہدیہ لے گئے اور نہایت ذلت و خواری کے ساتھ اس بدبخت نے زیر تخت رکھا۔ جب وہ شقی امام علیہ السلام کے سراقدس کو اس حالت میں دیکھتا تو نہایت خوش ہوتا اور اپنی فتح و کامرانی پر ناز کرتا اور آپ کے دندان مبارک پر چھڑی پھیرتا اور ہنستا تھا اور یہ کہتا تھا اے حسینؑ آپ بہت جلد بوڑھے ہو گئے اس کے بعد اس بے حیا نے اہل بیت اطہارؑ کو زندان میں قید سخت میں مقید کیا **حضرات** اس سرانور کا نوکہائے نیزہ پر رکھنا اور کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک یزید پلید کے سامنے آنا سب مؤرخین و محدثین کے نزدیک مسلّم ہے۔ لیکن اس کے بعد سراقدس کے دفن کے بارے میں اقوال اور روایات مختلف وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ ایک مدت کے بعد وہ سر دمشق میں دفن کیا گیا۔ اس کے بعد محبان اہل بیتؑ میں سے ایک شخص نے اس سرانور کو دمشق میں کھود کر کربلا میں لاکر دفن کیا اور دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ وہ سر دمشق میں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوا ہے اور تیسری روایت میں ہے کہ وہ سر دمشق کے دارالامارہ میں دفن ہوا اور بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت کا سراقدس مصر میں دفن ہوا اور اس جگہ کا نام مشہد کریم ہے۔ جناب امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ شیعیان امیرالمومنین میں سے ایک شخص نے اس سرانور کو دمشق سے سرقہ کر کے نجف اشرف میں لے کر جناب امیر علیہ السلام کے سراقدس کے قریب دفن کیا۔ اس لئے جناب سید الوصیین کے بالین سرامام حسین علیہ السلام کی زیارت پڑھنا مستحب ہے۔ **مومنین** سرامامؑ کے دفن کے بارے میں بہت سی روایات ہیں اختصار کے طور پر چند روایات پر ختم کرتا ہوں۔

مجلس نمبر ۷۵

بہشت کیسی ہو گی ؟ میدان کربلا میں سکینہ کا غائب ہونا اور امام حسینؑ کا بازو پھیلا پھیلا کر سکینہؑ کو پکارنا' روایت شیرین اور داخلہ شام

☆

قَالَ حُذَیفَہ رَاَیتُ النَّبِیَّ اَخَذَ بِیَدِہِ الحُسَینَ بنَ عَلِیٍّ وَھُوَ یَقُولُ اَیُّھَا النَّاسُ ھٰذَا حُسَینُ بنُ عَلِیٍّ فَاعرِفُوا فَوَالَّذِی بِیَدِہِ اِنَّہ لَفِی الجَنَّۃِ وَ مُحِبِّہ فِی الجَنَّۃِ وَ مُحِبِّی مُحِبِّہ فِی الجَنَّۃِ ○

حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا کو دیکھا کہ حسینؑ بن علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرماتے تھے اے لوگو یہ حسینؑ بن علیؑ ہے اسے پہچانو' مجھے قسم ہے اس خالق کی جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور میری جان اس کے قبضہ قدرت میں ہے کہ یہ بیٹا اہل بہشت سے ہے اور جو شخص ان کے دوستوں کو دوست رکھے وہ بھی اہل بہشت سے ہے۔

مومنین ! محبت حسینؑ بن علیؑ ہمیں بھی انشاء اللہ بہشت میں لے جائے گی۔ ایسی بہشت کہ اس کی تعریف بیان نہیں کی جا سکتی بقول شاعر ۔

دَارٌ مُبَائِنَۃٌ عَنِ الاَصقَاعِ
اَعلٰی مَکَانٌ مِّن جَمِیعِ رِبَاعِ

حلّت بها اصناف رحمتہ ربّها
خلت عن الاسقام والاوجاع

بہشت عنبر سرشت وہ مکان رفیع البیان جس کی رفعت اور علو مرتبت کے سامنے دنیا کی کوئی عمارت اور تعمیر نہیں پہنچ سکتی۔ ارحم الراحمین کی طرف سے مومنین کے لئے بے شمار نعمتیں اور رحمتیں موجود ہیں اور ابدلاباد تک کسی قسم کی پریشانی، درد اور دکھ لاحق نہیں ہوگا۔

اشجارها سقیت بلا دلو ولا
مطر ولا فعل من الزرّاع
وکبائس من لؤلؤ رطب تری
ها علقت فی الغصن بالابداع

سبحان اللہ وہاں کے میوہ دار درخت نہ پانی سے سینچے گئے نہ بارش سے اور نہ تخم ریزی کی ضرورت ہوئی ہے۔ قدرت خدا سے خود بخود پیدا ہوئے ہیں اور شاداب ہیں اور ان درختوں سے خوشہ ہائے مروارید جو نمودار ہیں ان کو قادر مطلق کے دست قدرت نے آویزاں کیا ہے۔

اطیارها نشدوا علی اشجارها
بلطائف النغمات والاسجاع
تجنی بغیر تکلف ثمراتها
وتطاف دانیۃ علی الاوضاع

اور درختوں کی شاخوں پر مرغان خوش الحان مختلف نغموں کے ساتھ زمزمہ

سنج ہوتے ہیں اور وہاں جتنے میوے ہیں ان کے چننے کے لئے کچھ تکلیف درکار نہیں ہے جس طرح، جس وقت، بستر پر، مکان میں کھڑے یا بیٹھے ہوئے، اہل بہشت کی خواہش ہوتی ہے درختوں کی شاخیں خود بخود جھک جاتی ہیں اور وہ ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں حضرات قیامت کے دن جس خاصہ خدا کی محبت کی بدولت یہ راحتیں اور نعمتیں ملیں گی دنیا میں ظالموں نے اسے ایک لحظہ چین سے رہنے نہ دیا خدا کے گھر میں جہاں مچھر کے مارنے کا بھی حکم نہیں وہاں آنحضرت کے درپئے قتل ہوئے حالانکہ امام علیہ السلام سے کسی طرف سے کسی کو بھی ایذا نہ پہنچی تھی بلکہ آپ نے ساری زندگی بندگان خدا کی ہدایت اور راحت رسانی میں بسر کی۔ اپنے غلاموں اور کنیزوں پر بھی کبھی سختی نہ کی بلکہ بہت سے غلاموں اور کنیزوں کو راہ خدا میں آزاد کر دیا۔ ان کنیزوں میں سے ایک کنیز کا نام شرین تھا اس کے بارے میں صاحب محیط العزاء لکھتے ہیں کہ شیریں جناب شہربانو کی کنیزوں میں سے تھی اور نہایت خوش چشم اور شیریں سخن تھی اور انتہائی عبادت گذار کنیز تھی۔ حضرت امام حسینؑ نے اس کو راہ خدا میں آزاد کر دیا، چند دنوں کے بعد زریر عسقلانی کے ساتھ اس کا عقد کر دیا۔ جب وہ آپ سے رخصت ہونے لگی تو رو کر عرض کی اے آقا اب پھر کبھی مجھ کو آپ کے قدموں کی زیارت نصیب ہو گی ؟ حضرت نے ارشاد فرمایا ہاں میں ایک روز اپنے اہل و عیال سمیت تیرے گھر آکر مہمان ہوں گا اور یہ وعدہ میرے سر کے ساتھ ہے۔ یہ فرما کر آپ خاموش ہو گئے اور اس راز سے اس کو آگاہ نہ کیا۔ شیرین اپنے شوہر کے گھر چلی گئی اور ایک پہاڑ پر کہ اس کا نام معمورہ تھا مقیم ہوئی اور اس دن سے امام علیہ السلام کے وعدہ پورا ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ الغرض جب امام حسینؑ کے ایفائے وعدہ کے دن قریب آئے تو حضرت مدینہ رسول چھوڑ کر اپنے عزیزوں

اور ساتھیوں کے ہمراہ دوسری مُحرّم کو وارد میدان کربلا ہوئے اور ساتویں مُحرّم سے حضرت اور ان کی فوج پر پانی بند ہو گیا اور دسویں محرم سے بازار موت گرم ہوا۔ ظہر تک سب یار و انصار اور عزیز و اقرباء باری باری درجہ شہادت پر فائز ہوئے مظلوم کربلا اکیلے رہ گئے آپ نے اپنے اردگرد نظر دوڑائی تو سوائے جگر گوشوں کے بکھرے ہوئے لاشوں کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ کیا حال ہوا ہو گا اس مظلوم کا جب دیکھا ہو گا کہ وہ پیارے جن کی پوری دنیا میں کوئی نظیر نہیں ہے وہ سر کٹا کر گرم ریت پر پڑے ہوئے ہیں۔ آپؑ ان کی پیاس اور مصیبت کو یاد کر کے بے حد روئے اور فرمایا اس سے زیادہ حسینؑ کی بے کسی اور کیا ہو سکتی ہے کہ میں ان کو پکارتا ہوں اور وہ جواب نہیں دیتے ۔

لَوْ لَمْ یَکُنْ قَتْلَ الْبَنِیْنَ کَفٰی بِہٖ
اَنْ فَاتَہٗ اَصْحَابُہٗ الشُّرَفَاءُ

اَلصَّائِمُوْنَ اَلْقَائِمُوْنَ اَلْعَابِدُوْنَ
اَلسَّاجِدُوْنَ اَلرَّاکِعُ اَلْقُرَّاءُ

اگر حضرت کے عزیز اور اولاد کی شہادت نہ ہوئی ہوتی تو یہ کیا کم تھا کہ ایسے ایسے اصحاب آنکھوں کے سامنے شہید ہوئے کہ ہر شخص ان میں سے صائم النہار، قائم اللیل قاری قرآن، عبادتِ خدا پر آمادہ اور سجدۂ خالق میں اُفتادہ رہتا تھا۔

مَا اِنْ سَقَوْا کَاسَ الْحُتُوْفِ مَرَارَۃٌ
بَلْ تِلْکَ فِیْ اَفْوَاھِھِمْ حَلْوَاءُ

وَالْبِیْضُ بِیْضٌ عَانَقُوْھَا رَغْبَۃً
وَمِنَ الْحِمَامِ اِلَی الْحِمَامِ فَعَادُوْا

ان اللہ کے پیاروں نے شربت موت کو تلخی سے نہ پیا بلکہ دیدار پروردگار کے شوق میں موت کو شیریں و لذیذ سمجھا اور جوانان حسینی تلواروں کی دھاروں کو محبوب سمجھ کر نہایت شوق و رغبت سے گلے ملے اور گلے کٹا کر آغوش آسائش اور بستر استراحت پر آرام کیا ۔

زُفُّوْا اِلٰی دَارِ النَّعِیْمِ عَرَائِسً
بِدِمَائِھِمْ لَا کَفُّھُمْ حَضْبَاءُ

اللہ اللہ یہ شہدائے کربلا دولہا بنے ہوئے اور اپنے خون کی مہندی اپنے ہاتھوں پر لگائے ہوئے باغ بہشت میں پہنچے، شہیدوں کو مُردہ مت خیال کرو بلکہ ہم انہی کی طرح زندہ ہیں اور حق تعالیٰ کے حضور رزق اور اپنی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں مومنین شاعر کا یہ قول جو حیات شہداء پر دلالت کرتا ہے نص قرآنی کے مطابق ہے۔ بلکہ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب سید الشہداء جس طرح زندگی میں اپنی اولاد کے ساتھ محبت و مہربانی سے پیش آتے تھے شہادت کے بعد بھی اسی طرح اپنے بچوں کے ساتھ محبت فرمائی اور اپنے سینہ سے لگایا ہے۔ چنانچہ مقاتل عبداللہ حائری میں منقول ہے کہ گیارہ محرم کی رات کو جب سونے کا وقت آیا تو سکینہؑ حسب معمول اپنے والد کو ڈھونڈنے لگی اور بار بار زینبؑ سے کہنے لگی کہ اے پھوپھی کیا وجہ ہے کہ آج باہر سے میرے بابا نہیں آئے اور مجھے اپنے سینہ پر نہیں سلایا۔ جناب زینبؑ نے چاہا کہ کسی طرح بہلا کر سکینہؑ کو سلا دیں۔ مگر وہ صاحبزادی نہ مانتی تھی آخر مجبور ہو کر فرمایا یَا بُنَیَّ

قَدْقُتِلَ اَبُوْكِ اے سکینہؑ تیرا بابا تو شہید ہوا' سر کٹائے بستر خاک پر آرام کر رہا ہے۔ اب تو کس کے سینہ پر سوئے گی۔ یہ سنتے ہی وہ بھی اس خیال سے کہ کوئی مانع نہ ہو چھپ کر قتل گاہ کی طرف چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب جناب زینبؑ نے اس بچی کو نہ پایا تو بے تاب ہو کر مقتل میں تلاش کرنے کو نکلیں۔ اثناء راہ میں ایک سوار کو دیکھ کر پوچھا **یَا شَیْخُ هَلْ رَأَیْتَ صَبِیَّۃً** آیا تو نے کسی بچی کو اس طرف جاتے دیکھا ہے اس نے کہا میں نے دیکھا تو نہیں مگر ایک لڑکی کی دردناک آواز قتل گاہ سے آتی ہے اور اس کرب سے روتی ہے جس کی صدا سن کر میرے گھوڑے کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوئے۔ ابھی میں اس جانور کو پانی پلانے لب دریا لے گیا تھا' جب اس نے اس بچی کی آواز گریہ سنی تو اپنا منہ پانی سے پھیرلیا اور ایک قطرہ بھی نہ پیا' پیاسا ہی خشک لب' چشم تر باہر نکل آیا۔ یہ سن کر جناب زینبؑ مقتل میں پہنچی تو دیکھا کہ وہ شہزادی اپنے والد کے سینہ پر منہ رکھے رو رہی ہے۔ غرض جناب زینبؑ اس بچی کو کسی طرح بہلا کر خیمہ میں لائیں اور پوچھا کہ اے پارۂ جگر تو نے اتنے شہیدوں میں اپنے باپ کی لاش کو کیسے پہچان لیا ہے۔ سکینہؑ نے کہا جب میں مقتل گاہ میں پہنچی تو ہر طرف وَا اَبَتَاہُ وَا اَبَتَاہُ کہتی پھرتی تھی۔ ناگاہ پچھلی طرف سے آواز آئی یَا اُبْنَتِی اِلَیَّ اِلَیَّ اے سکینہؑ ادھر آ ادھر آ کہ میں یہاں پڑا ہوں جب میں اس آواز کے قریب پہنچی تو دیکھا کہ میرے بابا سر کٹائے رو بقبلہ خاک پر پڑے ہیں۔ دوڑ کر لاش سے لپٹ گئی تھی کہ میرے بابا نے ہاتھ پھیلا کر مجھے اپنے سینہ سے لگا لیا۔ الغرض اب مومنین سنیں کہ حضرت نے وہ وعدہ شیرین کے ساتھ کیسے وفا کیا کہ جب فوج اشقیاء شہادت امام کے بعد تاراجیٔ خیام سے فارغ ہو کر سرہائے شہداء کو نیزوں پر چڑھا کر اور اہل بیتؑ اطہار کو رسن بستہ بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کر کے منزل بمنزل

سفر طے کرتے ہوئے یزید کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ جبل معمورہ کے قریب پہنچے اور اس پہاڑ پر شیرین کا مسکن تھا۔ ایک روز اسی پہاڑ کے نیچے لشکر یزید نے قیام کیا **محیط العزاء** کی روایت کے مطابق اسی رات شیرین نے خواب میں دیکھا کہ حضرت امام حسینؑ حسب وعدہ اپنے اہل بیتؑ کے ہمراہ میرے گھر تشریف لائے ہیں۔ خوشی سے بیدار ہوگئی اور اپنے شوہر کو جگا کر کہنے لگی میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ مخبر صادق کے فرزند نے اپنے وعدہ کو وفا کیا ہے۔ جلد اٹھ پہاڑ کے نیچے اتر کر ادھر ادھر دیکھ کہ حضرت کس طرف تشریف رکھتے ہیں۔ زریر فوراً پہاڑ سے نیچے اتر کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ابھی کچھ خبر نہ پائی تھی کہ شیرین خود شوق کے مارے بے تاب ہو کر پہاڑ کے نیچے اتر آئی دیکھا کہ ایک طرف بہت بڑا لشکر موجود ہے اور دوسری طرف نیزوں پر مقتولوں کے کچھ سر ہیں اور چند بی بیاں بانہوں سے منہ چھپائے سروں کو جھکائے بستر خاک پر بیٹھی گریہ و زاری میں مصروف ہیں اور ایک بیمار طوق و زنجیر میں گرفتار فرش بیماری پر بے ہوش پڑا ہے۔ یہ دیکھ کر شیرین خود بخود پریشان ہوگئی اور کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ آخر ایک بی بی کے قریب جا کر پوچھا **اَنْتُنَّ مِنْ اَیِّ الْاُسَارٰی** تم لوگ کس شہر کے رہنے والے ہو اور کس وجہ سے اس مصیبت میں مبتلا ہوئے ہو۔ آہ اس بی بی نے رو کر کہا کہ اب تو ہمارا وطن غریب الوطنی ہے کس وقت مدینہ رسولؐ محلہ بنی ہاشم میں رہتے تھے۔ شیرین نے پوچھا آپ میرے آقائے کونین جناب امام حسینؑ اور شہزادوں اور جناب زینبؑ اور ام کلثومؑ سے بھی واقف ہیں اور ان کے حال سے کچھ خبر رکھتی ہیں۔ یہ سنتے ہی اس مکرمہ نے اپنے چہرہ سے بالوں کو ہٹایا اور گردن اٹھا کر شیرین کو دیکھا اور بے اختیار فریاد **وَاحُسَیْنَاہُ وَا اَخَاہُ** کی بلند کی اور کہنے لگیں اے شیرین اب انقلاب زمانہ سے ہماری یہ نوبت پہنچی کہ تو نے

بھی ہمیں نہ پہچانا اَنَا زَیْنَبُ اِبْنَۃُ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَھٰذِہٖ اُمُّ کُلْثُوْمَ وَھٰذَا رَاْسُ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اے شیرین میں ہی زینبؑ ہوں اور یہ میری بہن ام کلثومؑ ہے اور تیرے سامنے اس نیزہ پر تیرے آقا حسینؑ کا کٹا ہوا سر ہے' اے شیرین ہم لوگ میدان کربلا میں اپنے ماں جائے کو کھو کر آئے ہیں اور لشکر اعداء ہمیں قید کر کے یہاں لے آئے ہیں۔ اب معلوم نہیں کہ اس کے بعد یہ اعدائے دین ہم پر کیا کیا ظلم و ستم کریں گے۔ یہ سنتے ہی شیرین نے بھی اپنے سر سے چادر پھینک دی اور سر کے بال چہرہ پر بکھرا دیئے اور دونوں ہاتھوں سے سر و سینہ پیٹنے لگی اور واسیداہ واحسیناہ کہتی ہوئی اس نیزہ کے قریب گئی کہ جس کی نوک پر امامؑ کا سر نصب تھا اور اس قدر نوحہ و ماتم کیا کہ غش کر گئی۔ بعض ذاکروں سے سنا ہے کہ وہ عاشق اہل بیتؑ اسی مقام پر مر گئی۔ غرض لشکر یزید نے اس جگہ سے کوچ کیا اور اہل بیتؑ اطہار کو اسی طرح بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کر کے دمشق تک پہنچا۔

عَرَفُوْا السَّیِّدَۃَ النِّسَاءِ فَضَا بِلَا
اَلْھُمْ بِفَضْلِ بَنَاتِھَا جُھْلَاءُ

مومنین جناب سیدہ کے فضائل و مراتب سے تو سب واقف ہیں بلکہ وہ ملاعین بھی خوب آگاہ تھے کہ اس معصومہؑ کا جنازہ رات کو اٹھا تھا مگر افسوس ان کی بیٹیوں کے حق میں ان مراتب کی کچھ رعایت نہ کی۔ بلکہ محض جاہل و نادان بن گئے اور روز روشن کو بلوائے عام میں سر برہنہ پھرایا۔ آہ آہ اہل بیت اطہارؑ نے شام میں کیا کیا مصیبتیں اٹھائیں' جناب امام زین العابدینؑ اپنی مصیبت کا حال بیان فرماتے ہیں۔

اُقَادُ ذَلِیْلًا فِیْ دِمَشْقِ کَاَنَّنِیْ

وَمِنَ الزَّنْجِ عَبْدٌ غَابَ عَنْہُ نَصِیْرُہٗ

یعنی دمشق شہر میں ہم کو اس ذلت و خواری سے لائے ہیں جیسے غلام زنگبار کو لاتے ہیں اور غلام بھی وہ جس کا آقا مر گیا ہو اور اس کا کوئی مددگار نہ ہو۔

حضرات ! بی بیوں کا کون وارث باقی تھا ؟ چھ مہینے کا بچہ بھی نشانہ تیر ہو چکا تھا خدا کسی کو عالم مسافرت میں بے یار و مددگار نہ کرے مومنین یوں تو ایک مصیبت دوسری مصیبت سے زیادہ تھی مگر دربار کا داخلہ قیامت کا وقت تھا۔ آہ کہاں وہ صاحبان تطہیر کہاں وہ دربار عام ؟ ان بے رحم ظالموں نے اسیران اہل بیتؑ کو اس طرح رسن بستہ کیا تھا کہ اگر کوئی اسیران میں سے گر پڑتا تو سب کو اس متابعت کرنی ضرور ہو جاتی تھی اگر کوئی گر کے اٹھتا تو سب کو اٹھنا پڑتا تھا بلکہ ایک روایت میں ہے کہ ان قیدیوں میں سے کوئی سیدھا ہو کر راستہ نہ چل سکتا تھا چنانچہ قیسات الاحزان میں عبداللہ سے منقول ہے کہ جب میں وارد شام ہوا تو اُسراء کو اس حالت سے دیکھا کہ کچھ بی بیاں اور کچھ بچے رسن بستہ ہیں مگر وہ بی بیاں جھکی ہوئی چلتی ہیں۔ میں اس بیمار کے پاس گیا کہ جو اس رسن میں سب کے آگے بندھا تھا اور پوچھا اے بیمار یہ بی بیاں کیا خمیدہ پشت ہیں یا کسی ضرب شدید سے مجروح ہیں کہ سیدھی ہو کر نہیں چلتی ہیں ؟ اس بیمار نے رو کر کہا آہ آہ اے عبداللہ یہ بی بیاں کیونکر سیدھی ہو کر راستہ چلیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے کہ جن کے قد چھوٹے ہیں ان کے پہلو میں ایک چھوٹی سی رسی میں بندھے ہیں اگر سیدھی ہو کر چلیں تو ان بچوں کی گردنیں چھل جائیں گی اور پاؤں زمین سے بلند ہو جائیں گے بلکہ گلے گھٹ کر مر جائیں گے۔

مجلس نمبر ۵۸

فضائلِ جناب سیدہؑ اور اس معصومہ کا بزمِ عروسی میں تشریف لے جانا اور اعجازِ عصمت سے دُلہن کو زندہ کرنا سات سو زن و مرد کا ایمان لانا۔ اہلِ بیتؑ کی مظلومیت کو دیکھ کر اُمّ حبیبہ کا گھر کی چھت سے گر کر فوت ہونا۔

☆

فِی الْبِحَارِ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِنَّ فَاطِمَۃَ الزَّہْرَاءَ اِبْنَتِیْ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ وَالْاَوَّلِیْنَ کتاب بحار الانوار میں ابن عباس سے منقول ہے کہ جناب رسالتمابؐ نے فرمایا ہے کہ بالتحقیق کہ فاطمہ زہراؑ میری بیٹی تمام عالم کی عورتوں کی سردار ہیں (خواہ وہ) عورتیں گذشتہ ہوں یا آئندہ ہوں وَھِیَ بِضْعَۃٌ مِّنِّیْ وَھِیَ نُوْرُ عَیْنِیْ وَھِیَ ثَمَرَۃُ فُؤَادِیْ وَھِیَ رُوْحِیْ وَھِیَ الْحُوْرُ الْاِنْسِیَّہ اور فاطمہؑ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، میری آنکھوں کا نور ہے میرے دل کا میوہ ہے اور انسانی صورت میں حور ہے رُوِیَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ کَانَ ذَاتَ یَوْمٍ جَالِسًا فِی الْمَسْجِدِ اِذْ دَخَلَ عَلَیْہِ جَمَاعَۃٌ مِّنْ سَادَۃِ الْعَرَبِ منقول ہے کہ ایک روز رسالتمابؐ مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک جماعت عرب نے آکر عرض کی ہمارے یہاں تقریب عروسی ہے ہماری عورتوں کی خواہش ہے کہ جناب سیدہؑ اپنے قدم مبارک سے ہمارے گھروں کو منور فرما دیں اور حضرت نے جواب دیا کہ میں فاطمہؑ سے پوچھے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتا یہ فرما کر اٹھے اور بی بی کے دولت سرا پر آئے اور فرمایا بیٹی اس وقت روسائے عرب میرے پاس آئے تھے ان کی عورتوں نے تمہاری مہمانی کی خواہش رکھتی ہیں چاہو تو جاؤ اور ان کو راہ ہدایت پر لے آؤ فَقَالَتْ فَاطِمَۃُ اَمْرُکَ عَلٰی عَیْنِیْ وَرَاْسِیْ لٰکِنَّنِیْ اَعْلَمُ اَنَّہُ لَیْسَ مُرَادُھُمْ بِقُدُوْمِیْ

تَزْیِیْنُ بُیُوْتِھِمْ بَلْ یَطْلُبُوْنَ لِلْاِسْتِھْزَاءِ وَالسُّخْرِیَّۃِ جناب فاطمہؑ نے یہ پیغام سن کر عرض کی اے بابا آپ کا حکم میرے سر آنکھوں پر لیکن میں خوب جانتی ہوں کہ ان کی مراد میری دعوت سے اپنے گھروں کی زینت نہیں بلکہ ان کا بلانا فقط استہزاء اور ذلت کے لئے ہے اس لئے کہ ان کی عورتیں جامہ ہائے فاخرہ اور لباس حریر و دیبا پہنے ہوئے ہیں اور طرح طرح کے زیورات سے مزین و آراستہ ہیں اور میرے پاس پرانی چادر اور اس پر بھی پیوند لگے ہوئے ہیں اور پھٹی ہوئی قمیص کے سوا اور کچھ نہیں ہے اے بابا میں اس حالت سے کس طرح شادی میں شرکت کروں فَلَمَّا سَمِعَ النَّبِیُّ کَلَامَھَا اَغْتَمَّ قَلْبُہٗ وَ بَکٰی جناب بی بی فاطمہؑ کے اس کلام کو سن کر جناب رسول خدا بے اختیار رونے لگے ناگاہ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ پروردگار عالم تحفہ درود وسلام کے بعد ارشاد فرماتا ہے تم فاطمہؑ کو اسی کہنہ و بوسیدہ لباس میں بھیجو اور ہمارا فعل حکمت و مصلحت سے خالی نہیں۔ حضرت نے حکم الٰہی سے اپنی بیٹی کو مطلع کیا آپ نے شکر خدا کیا اور اس حکم کی تصدیق کی فَخَرَجَتْ فَاطِمَۃُ وَ مَشَتْ سَبْعَۃَ اَقْدَامٍ جناب سیدہ وہی قمیص بوسیدہ اور چادر کہنہ اوڑھے چلیں گھر سے ساتھ بڑھی کہ جبرئیل امینؑ حلہ بہشت اور زیور جنت اور لاکھ حوروں کو ساتھ لئے نازل ہوئے اور جناب فاطمہؑ کو اسی لباس و زیور سے حوروں نے آراستہ کیا۔

وَاَنَّ بَنَاتِھَا فِی الْکَرْبَلَا
خَرَجْنَا مِنَ الْخِیَامِ بِلَا رِدَاءٍ

افسوس ایک دن تو جناب سیدہؑ کا یہ مرتبہ تھا اور ایک دن انہیں کی بیٹیاں صحرائے کربلا میں اپنے خیموں سے اس طرح نکلیں کہ سروں پر چادریں بھی نہ

تھیں بہرکیف ان حوروں نے چاروں طرف سے حلقہ کر لیا اور تقدیس و تہلیل کرتی معصومہؑ کو خانہ عروس تک پہنچایا سب لوگ منتظر تھے دیکھتے ہی استقبال کو دوڑے ان لوگوں نے یہ شان و شوکت کبھی دیکھی ہی نہ تھی۔ ان لاکھ کنیزوں میں ایک کا بھی روئے زمین پر نظیر نہ تھا سب عورتیں سجدۂ تعظیمی کرنے لگیں اور خوشبوئے جنت سے ہر ایک کو غش آنے لگا خاص کر دلہن پر اس طرح کی غش طاری ہوئی کہ اس عالم مدہوشی میں مرگئی وہ خانہ شادی ماتم کدہ ہوگیا جب جناب سیدہؑ نے یہ حال مشاہدہ کیا تو آپ کو بے حد صدمہ ہوا اسی وقت آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ سر سجدۂ خالق میں رکھا اور عرض کرنے لگیں کہ اے میرے معبود اے موت کے بعد زندہ کرنے والے محمدؐ و علیؑ کا واسطہ اس دلہن کو زندہ کر دے ابھی معصومہؑ نے سر سجدہ سے نہ اٹھایا تھا کہ دلہن زندہ ہوگئی اور اسے ایک چھینک آئی اس نے کہا **الحمدللہ رب العالمین** اور جناب سیدہ کی طرف دیکھ کر کہنے لگی **السلام علیک یا بنت رسول اللہ** سلام ہو آپ پر اے دختر رسول خدا بے شک آپ کے پدر بزرگوار پیغمبرؐ اور جناب امیرؑ وصی برحق ہیں اور بت پرست باطل پر ہیں اور صدق دل سے کہتی ہوں اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَ اَنَّ عَلِیًّا وَّلِیُّہٗ وَ وَزِیْرُہٗ اس کے بعد سات سو عورت و مرد ایمان لائے اور جواہرات کو حضرت پر نثار کیا اور ایک کمسن کنیزہ جناب فاطمہ زہراؑ کو نذر کر دی۔ آپ کنیز کو اپنے ساتھ لے کر گھر تشریف لائیں اور جناب سرور کائنات سے سارا حال بیان کیا۔ حضرت نے سن کر سجدہ شکر ادا کیا اور اس کنیز کا نام جناب فاطمہ زہراؑ نے ام حبیبہ رکھا وہ ہمیشہ امام حسنؑ، امام حسینؑ، جناب زینبؑ، ام کلثومؑ کے ساتھ رہا کرتی تھی یہاں تک کہ جناب فاطمہؑ نے رحلت کے وقت ام حبیبہ کو علی علیہ السلام کے

حوالے کیا اور اس کی خصوصی تاکید کی جب حضرت کو خلافت ظاہری ہوئی تو کوفہ میں ابن حارث کے ساتھ ام حبیبہؓ کی شادی کر دی جب جناب امیرؑ نے مسجد کوفہ میں شہادت پائی اور اھل بیتؑ رسول علیہم السلام مدینہ میں قبر رسول پر آکر پناہ لی۔ ام حبیبہؓ نے لڑکپن سے اھل بیتؑ کے ساتھ پرورش پائی تھی دفعتہ جو ساتھ چھوٹا کسی وقت قرار نہ آتا تھا شب و روز رویا کرتی تھیں اور ہمیشہ مدینہ کی خبر لوگوں سے پوچھا کرتی تھیں یہاں تک امام حسنؑ کی شہادت کی خبر سنی تو سونا اور کھانا پینا چھوڑ دیا چالیس دن تک سوگ میں بیٹھی اس دن سے ہر وقت یہ دعا کرتی تھی خداوند پنجتن پاک میں سے ایک دم حسینؑ کا باقی ہے اس کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھنا دس برس نہ گزرے تھے کہ امام حسینؑ سے دنیا نے رخ موڑ لیا ماں کی لحد، نانا کی قبر سے جدا ہو کر خدا کے گھر میں پناہ لی وہاں بھی چین نہ پایا۔ کربلا کے جنگل میں چند قبروں کی جگہ مول لی اور چاہا کہ اہل دنیا سے جدا ہو کر اسی صحرا میں آرام سے زندگی بسر کریں وہاں بھی امن نہ ملا۔ دو دن نہ گزرے تھے کہ کوفہ سے فوج آنے لگی مدینہ کے مسافر پر لاکھوں دشمنوں کی چڑھائی ہوئی۔ تین دن تک پانی بند رہا، دسویں محرم کو دوپہر میں گھر صاف ہو گیا عصر کے وقت پنجتن کا خاتمہ ہوا جبرئیلؑ کی آقا زادیاں لشکر اعداء میں قید ہو گئیں یہ سب کچھ ہو گیا مگر ام حبیبہ کو خبر نہ ہوئی ایک روز ام حبیبہ اپنے گھر میں بیٹھی تھی کہ ایک شور و غوغا کوفہ میں بلند ہوا چند عورتوں نے آکر کہا کہ کچھ قیدی اور کچھ کٹے ہوئے سر شہر میں آ رہے ہیں تماشا دیکھنے چلو گی۔

قَالَتْ اُمُّ حَبِیْبَةَ مَنَعَتْنِیْ سَیِّدَتِیْ فَاطِمَةُ اَنْ لَا اَنْظُرَ اِلَی الْاَسْرَاءِ اس نے کہا میری بی بی جناب فاطمہ زہراؑ نے مجھے منع کیا ہے کہ قیدیوں کا تماشا نہ دیکھنا انہوں نے کہا ان اسیروں کے تماشا دیکھنے کا کچھ مضائقہ نہیں اور یہ قیدی اور سر ان کے

ہیں کہ جنہوں نے امیر شام پر خروج کیا تھا ام حبیبہ نے کہا میرا شوہر سفر پر گیا ہے اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں جا سکتی ان عورتوں نے کہا اچھا باہر نہ جاؤ تمہارا گھر سر راہ ہے اس کی چھت پر چڑھ کر دیکھ پس وہ سب عورتیں ام حبیبہ کو لے کر چھت پر بیٹھ گئیں اور دیکھا کہ بہت سے پیادے اور سوار ننگی تلواریں لئے نیزے بلند کئے آگے آگے چلے آتے ہیں وَخَلْفَهُمْ رُؤُسٌ مَرْفُوْعَةٌ عَلَی الْقَنَاءِ مُقَدَّمُهُمْ رَاْسٌ نُوْرَانِیٌّ اور ان کے پیچھے کچھ بچوں اور کچھ نوجوانوں کے بریدہ سر نیزوں پر اس طرح نصیب ہیں کہ کسی کے گیسو غبار آلود اور کسی کے کٹے ہوئے چھوٹے بال خاک و خون میں بھرے چوب سناں سے بندھے ہیں بھولی بھالی صورتوں اور خوبصورت چہروں پر جا بجا خون لگا ہوا ہے اور ایک طویل نیزہ پر ایک سر انور آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے ہونٹ سوکھے ہوئے نصب ہیں اور ریش مقدس ہوا سے ہلتی جاتی ہے۔ ام حبیبہ نے غور سے بھی دیکھا مگر سر امام خاک و خون میں بھرا تھا کہ نہ پہچان سکی دل میں کہتی تھی کہ میں نے صورت بھی دیکھی ہے اِذْ رَاَتْ عِشْرِیْنَ نِسْوَةً کَسَبْیِ الرُّوْمِ وَالتُّرْکِ قَدْ تَغَیَّرَتْ وُجُوْهُهُنَّ مِنْ اَثَرِ الشَّمْسِ وَالْحَرِّ وَخُدُوْدُهُنَّ مِنْ اَثَرِ اللَّطْمِ وَالدُّمُوْعِ تَسِیْلُ ناگاہ چند ناقے دیکھے کہ ان پر بیس بی بیاں ترک و روم کی کنیزوں کی مانند سوار ہیں کہ ان کے منہ حرارت آفتاب سے متغیر اور ان کے چہرے پیٹنے سے نیلے ہو گئے ہیں۔ سر برہنہ بال کھولے ہوئے روتی پیٹتی چلی آتی ہیں وَبَعْدَهُنَّ مَرِیْضٌ عَلِیْلٌ عَلٰی بَعِیْرٍ بِغَیْرِ وِطَاءٍ اور ان کجاؤں کے آگے دیکھا کہ ایک بیمار زرد رنگ ایک لاغر اونٹ پر طوق و زنجیر میں اس طرح جکڑا ہے کہ اس کے ہاتھ پس گردن اور اس کے پاؤں اونٹ کی پیٹھ سے بندھے ہیں۔ راستہ کی اونچ نیچ ہونٹوں کے چلنے، طوقوں اور زنجیروں سے ہڈیوں سے رگڑنے سے پنڈلیوں کا گوشت اڑ گیا تھا اور ہتھیلیوں،

پاؤں اور گردن سے خون جاری تھا ام حبیبہ کا دل سر کے دیکھنے سے بھر آیا تھا۔ جونہی اس بیمار کو دیکھا رو کر پوچھا کہ اے بیمار تو کس خاندان سے ہے اس نے باآواز نحیف فرمایا کہ میں طوقوں کی گرانی سے اچھی طرح بات نہیں کر سکتا۔ ان بی بیوں سے جو پوچھنا ہو پوچھ لے ام حبیبہ ان اونٹوں کے قریب آئی جس پر بی بیاں سوار تھیں پوچھنے لگی اے اسیران کربلا تم کس قبیلہ سے ہو۔ اتفاقاً اس اونٹ پر جناب زینبؑ سکینہؑ کو گود میں لئے سوار تھیں اور دوسری روایت یہ ہے کہ جب ان بیکسوں کے اونٹ ام حبیبہ کے سامنے پہنچے اس وقت جناب سکینہؑ پیاسی تھیں کہ ایک ایک سے پانی مانگ رہی تھیں ام حبیبہ بے تاب ہو گئی اور کہنے لگی اے بچی صبر کر بس، ابھی پانی لاتی ہوں اور فوراً پانی لا کر عرض کرنے لگی اے قیدیو میں چاہتی ہوں کہ یہ بچی میرے لئے دو کاموں کے لئے دعا کرے کہ ایسی بیکس و یتیم کی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ سکینہؑ نے چاہا کہ پانی پئیں جناب زینبؑ نے فرمایا کہ اے بیٹی ٹھہر جاؤ پہلے اس عورت سے دونوں حاجتوں کا پوچھ لو جناب سکینہؑ نے پوچھا کہ تو کیا چاہتی ہے ؟ اس نے کہا میری پہلی حاجت یہ ہے کہ دعا کرو خدا میرے بچوں کو اس طرح یتیم نہ کرے جس طرح تم یتیم ہو گئی ہو اور دوسری دعا یہ ہے کہ خداوند عالم مجھ کو بہت جلد میری شہزادی جناب زینبؑ کی زیارت سے مشرف کرے کہ میں ان کی زیارت کی بے حد مشتاق ہوں۔ اس وقت جناب زینبؑ نے پہچانا کہ یہ ام حبیبہ ہے کہنے لگیں کیا تو نے کبھی زینبؑ کو دیکھا ہے اِنْ تَرَیْ زَیْنَبَ فَتَعْرِفِیْهَا اور اگر اب تو زینبؑ کو دیکھے تو پہچانے گی اس نے کہا کیوں نہ پہچانوں گی کہ میں ان کی ادنیٰ کنیز ہوں اور برسوں ان کی خدمت میں رہی ہوں پھر جناب زینبؑ نے دوبارہ پوچھا اے ضعیفہ تو زینبؑ کو دیکھ کر پہچانے گی اس نے کہا ضرور پہچانوں گی اس وقت جناب زینبؑ کو تاب ضبط باقی نہ رہی رو کر فرمایا تو

نے کہاں پہچانا اَنَا زَیْنَبُ بِنْتُ عَلِیٍّ وَ فَاطِمَۃَ اے ام حبیبہ جس کی تو مشتاق زیارت رہی ہے میں وہی زینبؑ بنت علیؑ و فاطمہؑ ہوں کہ نہ سر پر چادر ہے نہ مقنعہ بلکہ شتر برہنہ سر برہنہ زینبؑ تیرے سامنے موجود ہے اور تو نے نہ پہچانا۔

اے ام حبیبہ مدینہ ویران ہو گیا بھائی حسینؑ مارے گئے ہم لوٹے گئے۔ تیرے آقا حسینؑ کا سر نیزہ کی نوک پر تیرے سامنے سے گزر گیا تو نے نہ پہچانا۔ ان کا جسم بغیر سر کے کربلا کی جلتی ریت پر بے گور و کفن پڑا ہے موت ہمارے گھر کو کھا گئی ایک فرزند بیمار جو طوق و زنجیر میں جکڑا ہوا آگے چلا جاتا ہے اس کے سوا مردوں میں کوئی باقی نہ رہا یہ سنتے ہی ام حبیبہ نے اپنے آپ کو اس طرح پیٹا کہ غش کھا کر چھت سے زمین پر گر پڑی اور اس کا سر شق ہو گا اور اسی صدمہ سے راہی جنت ہو گئی۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۵۹

اہیت نامی شامی کی مومنہ بیوی کا محبت حسینؑ میں سزا پانا مظلوم کربلا کے سر کا نیزہ سے اتر کر اس ضعیفہ کی گود میں جانا۔ مولا علیؑ کا نجف سے آکر اس کو قید سے نجات دلانا۔

☆

لِلّٰہِ نَائِبَۃٌ تَقَاصَرَ دُونَھَا
کُلَّ النَّوَائِبِ فِی جَمِیعِ الاَعصُرِ

خدا کی قسم حضرت سید الشہداء پر وہ مصائب پڑے کہ اول خلق عالم سے لے کر اس دم تک جتنے مصائب جس پر گذرے ہیں اور قیامت تک جس پر جو مصیبتیں پڑیں گی وہ سب اس کے سامنے حقیر و پست ہیں۔

اَسَفَاً لَہٗ عِندَ الشَّرِیعَۃِ یَشتَکِی
ظَمَاءً وَ وَالِدُہٗ وَلِیَّ الکَوثَرِ

افسوس کہ فرات کے کنارے وہ شخص پیاس کی شکایت کرے جس کا پدر بزرگوار شہنشاہ بحر و بر مالک حوض کوثر ہو۔

اَیَّ یَزِیدُ یَرفُلُ فِی الحَرِیرِ وَ یَحتَسِی
خَمرًا وَ یَعلُو فَوقَ ذَروَۃِ مِنبَرِ

کیوں اے چرخ سفلہ پرور تجھ کو یہی پسند آیا کہ یزید پلید لباس حریر میں عیش و آرام کرے اور منبر رسولؐ پر جا کر بیٹھ جائے

وَالسبطِ یَحفظُ فِی الھجِرِ وَ یَشتَکِیْ
ظَمَاءٌ وَیُسقِیْ کَاَسَ مَوْتٍ اَحمَرِ

اور فرزند رسول سخت گرمی میں گھوڑے سے زمین پر گرے اور العطش العطش کی فریاد کی اور پانی کے ایک گھونٹ کے بدلے شربت شہادت نوش کرے۔

عَجَبًا لَہُ بِنُ الھفِ کَیفَ اشتَکٰی
عَطَشاوَ فِیْ یُمنَاہُ خَمسَتہُ ابحُرِ

مقام تعجب ہے کہ سخت پیاس کی وجہ سے وہ شخص بار بار شکایت کرے اور زبان چبائے جس کی پانچوں انگلیاں پانچ دریائے رحمت الٰہی ہوں۔

وَبَنَاتُ اٰکِلَتِہِ الکُبُوْدِ مَصَانَتہٗ
فَوْقَ الْاَرَائِکِ فِی الْمَقَامِ الْعَبقَرِی

کیوں اے چرخ کج رفتار تجھ کو یہی سزاوار تھا کہ ہندہ جگر خوارہ کی بیٹیاں تو مسند ہائے غرور پر نہایت ناز و سرور کے ساتھ پردہ میں بیٹھیں۔

وَبَنَاتُ فَاطِمَتہُ البَتُوْلِ تُسَاقُ فِیْ
قُطُبِ الضِّیَاقِ بِکُلِّ وَادٍ مُقفَرٍ

اور فاطمہ زہراؑ کی بیٹیاں اونٹوں پر سر برہنہ کھلے ہوئے بالوں اور روتے پیٹتے ہوئے دربدر پھرائی جائیں کتاب **اقبال اور زاد العاقبت** میں ہے کہ جب اھل بیتؑ کا لٹا ہوا قافلہ دمشق کے قریب پہنچا تو یزید نے حکم دیا کہ میری رعایا قتل حسین کی خوشی میں جشن کا اہتمام کرے۔ اس کے خیر خواہوں میں اہیت نامی

ایک شامی ملعون تھا مگر اس کی زوجہ حضرت امیر المومنینؑ کی ماننے والی تھی اور حضرت امام حسینؑ کو اس نے گود میں کھلایا تھا اس کے شوہر نے کہا یزید نے اپنے دشمن پر فتح پائی ہے اور ہم لوگوں کو جشن منانے کا حکم دیا ہے تو بھی جشن کی تیاری کر اس مومنہ نے پوچھا وہ دشمن کافر تھا یا مسلمان ؟ اور کہاں کا رہنے والا تھا ؟ شامی نے کہا مسلمان اور غریب تھا اس نے پوچھا اس کا نام کیا تھا ؟ چونکہ وہ شامی ملعون خوب جانتا تھا کہ اس کی زوجہ اھل بیتؑ کو ماننے والی ہے اس لئے نام بتانے میں چشم پوشی سے کام لیا جب اس نے اصرار کیا تو اس نے کہا تو اتنا اصرار کیوں کر رہی ہے وہ بولی اور تو کچھ غرض نہیں ہے مگر سنتی ہوں کہ یزید دشمن خاندان رسالت ہے اور عرب میں اس خاندان کے سوا کوئی اولوالعزم نہیں ہے اب اور کوئی جناب رسول خدا کی ذریت سے باقی نہیں رہا مگر ایک حسینؑ کا دم ہے خدا ان کو مومنوں کے سر پر سلامت رکھے وہ ملعون یہ سن کر اٹھ کر جانے لگا اس زوجہ نے دامن پکڑ لیا اور کہا تو نے پوری بات نہیں بتائی تیری اس مشکوک سی گفتگو سے کلیجہ دھڑکتا ہے اور طرح طرح کے خیالات میرے دل پر گزر رہے ہیں جب تک تو پوری بات نہیں بتائے گا تیرا دامن نہیں چھوڑوں گی اس ملعون نے کہا۔ تو بے ہودہ اور فضول گفتگو نہ کر تجھے ہر طرح ہماری خوشی چاہیے۔ اگر وہی حسینؑ ہو گا تو تو کیا کرے گی مومنہ نے کہا جو کچھ کروں گی دیکھ لینا وہ ملعون غیظ میں آیا اور کہا وہی حسینؑ قتل ہوا یہ سن کر اس مومنہ نے دونوں ہاتھوں سے سر کو پیٹنا شروع کر دیا۔ اور کہا ہائے ہائے جناب رسول خدا کے نواسے کو قتل کیا ہمارے آقا جناب علی مرتضیٰؑ کے بیٹے کو شہید کیا۔ ملعون کا غضب سے جناب فاطمہ تو وہاں صرف بیٹھے [illegible] اور میں گھر میں جشن مناتی رہوں لعنت خدا کی تجھ پر اور تیرے جشن پر یہ کہہ کر

اٹھی اور دروازہ سے باہر چلی اور کہا اب تیرے گھر میں میرا بیٹھنا حرام ہے اس ملعون نے دوڑ کر اس کے بال پکڑ لئے اور کھینچتا ہوا یزید کے پاس لے گیا اس نے حکم دیا اسے باہر لے جا کر قتل کرو شامی ملعون نے اسے شہر سے باہر لے جا کر خاک پر بٹھایا اور تلوار کھینچ کر بولا اگر اب بھی تو حسینؑ کی محبت سے باز آئے تو چھوڑ دوں ضعیفہ نے کہا اس کی محبت کیسے ترک کر سکتی ہوں جو خدا کا پیارا، نبیؐ کا لاڈلا ہے اور جسے اکثر رسول خدا اپنے کندھے پر بٹھاتے اور جبرئیلؑ جھولا جھلاتے تھے غرض اس ملعون نے تلوار اس کے سر پر بلند کی اس وقت اس مومنہ نے سر جھکا کر کہا اے حسینؑ گواہ رہنا میں تمہاری محبت میں قتل ہو رہی ہوں۔ وہ ملعون چاہتا تھا کہ وار کرے قدرت خدا سے اس کا ہاتھ شل ہو گیا اس بے حیا نے دوسرے ہاتھ میں تلوار لی وہ بھی خشک ہو گیا آخر اس شقی نے منہ میں تلوار لے کر چاہا کہ اس کی گردن پر مارے ناگاہ اس شامی کے گوشہ دامن سے آگ کا شعلہ اٹھا کر سر سے پاؤں تک جل کر زمین پر گر پڑا اس وقت وہاں کافی لوگ جمع تھے شور اٹھا کہ لو اعجاز حسینؑ سے شامی جل گیا جب یہ حال یزید پلید نے سنا تو خیال کیا ایسا نہ ہو کہ یہ راز شہر میں فاش ہو جائے اور لوگ مجھ سے پھر جائیں حکم دیا کہ اس مومنہ کو پاؤں میں زنجیر ڈال کر قید خانہ میں بند کر دو جب یہ مومنہ مقید ہوئی تو اتفاق سے وہ قید خانہ سر راہ تھا اکثر روتی رہتی اور دربان سے پوچھتی تھی کہ جو سردار اہل عرب قتل ہوا ہے سنتی ہوں کہ اس کی بیٹیاں، بہنیں قید ہو کر ادھر آ رہی ہیں یہ بتا کب تک آئیں گی ؟ ناگاہ عترتِ رسول کا قافلہ شام میں پہنچا اور شہر میں تماشائیوں کا شور و غوغا ہونے لگا وہ مومنہ لوگوں کا ہنگامہ سن کر نگہبانوں سے پوچھنے لگی آج یہ شور و غل کیسا ہے سب نے کہا اے عورت جن کا تو پوچھتی تھی وہ قیدی اس وقت آرہے ہیں۔

جس وقت اس نے یہ سنا سب کے سامنے ہاتھ باندھ کر کہنے لگی میں پابہٴ زنجیر ہوں کہیں بھاگ نہیں سکتی اگر اجازت دو تو زندان پر کھڑی ہو کر دیکھوں کہ وہ لوگ کیسے ہیں سب کو اس کی منت پر رحم آیا کہا خیر دیکھ لے وہ مومنہ در زندان پر آکر کھڑی ہوئی جب اُسرائے اہل بیتؑ اور سرہائے شہداء وہاں پر پہنچے جہاں وہ مومنہ مقید تھی اور مشتاق زیارت تھی وہ نیزہ کہ جس پر امام مظلوم کا سر تھا خونی کے ہاتھ سے چھٹ کر زمین میں گڑھ گیا اس نے اکھاڑنے کے لئے بہت زور لگایا مگر جنبش نہ ہوئی اس شقی نے چاہا کہ جناب امام حسینؑ کا سر مبارک نوک نیزہ سے اتار لے تب بھی وہ نہ اترا مجبور ہو کر ارادہ کیا کہ نیزہ کو قلم کرے ناگاہ ایک مہیب آواز آئی کیا کر رہا ہے حسینؑ غریب اپنی ایک ماننے والی کو زیارت کرا رہے ہیں وہ ڈرا اور غش کھا کر زمین پر گر پڑا شمر دیکھ کر گھبرایا آخر سوچ کر آگے بڑھا اور امام زین العابدین علیہ السلام کی زنجیر پکڑ کر کھینچتا ہوا اس نیزہ کے قریب لایا اور کہنے لگا اپنے باپ کا سر نیزہ سے اتار دو آپؑ نے فرمایا تم لوگ کیوں نہیں اتارتے وہ شقی غضب میں آیا اور تازیانہ اٹھا کر کہنے لگا میرے حکم میں کیا دخل ہے بیمار کربلا اس وقت کیا کرتے مجبور ہو کر نیزہ کے نیچے آئے اور جناب سید الشہداء کے سر کی طرف حسرت بھری نگاہ سے دیکھا اور رو رو کر عرض کرنے لگے بابا تمام پشت زخمی ہو چکی اب ہم سے تازیانے نہیں کھائے جاتے آپ کو کیا منظور ہے اور شمر سے فرمایا کہ ایک مومنہ یہاں سے دور زیارت کے لئے کھڑی ہے تماشائیوں کے ہجوم سے اس کو راستہ نہیں مل رہا جب تک وہ نیزہ کے قریب نہ آئے گی سر مبارک آگے نہ بڑھے گا شمر نے سامنے سے سب کو ہٹا دیا تو دیکھا ایک ضعیفہ زنجیر پہنے ہوئے در زندان پر کھڑی ہے اور امام حسینؑ کا سر مبارک اس کی طرف بغور دیکھ رہا ہے بیمار کربلا نے اس ضعیفہ کو قریب بلایا وہ آکر ہر طرف دیکھنے لگی آپ

نے پوچھا اے ضعیفہ کیا دیکھتی ہے اس نے عرض کیا لڑکپن میں حسینؑ کو گود میں کھلایا تھا مدت ہوئی اب لاش مبارک سفید ہو گئی ہو گی اتنے سروں میں کیونکر پہچانوں کہ میرای شہزادہ کا کون سا سر ہے آپ نے طویل نیزہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جن کو تو ڈھونڈتی ہے دیکھ اسی نیزہ پر سے تجھے دیکھ رہے ہیں اس مومنہ نے جو دیکھا اپنا سر پیٹ لیا اور چادر پھیلا کر کہنے لگی اے شہزادے تمہاری محبت میں میں نے بیڑیاں پہنیں، قید کی مصیبت جھیل رہی ہوں کب سے میری گود سے جدا ہوئے ہو اس وقت گود میں آجاؤ تو کلیجے سے لگا لوں۔

راوی کہتا ہے کہ فوراً سر بریدہ نیزہ سے بلند ہو کر ضعیفہ کی گود میں آیا اس نے سینہ سے لگا لیا اور سوکھے ہونٹوں پر اپنا منہ رکھ کر بین کرنے لگی میری گود کے پالے ! یہ حال تیرا کس نے بنایا ایک دن رسول خداؐ کے کاندھے پر چڑھتے تھے فاطمہؑ کی آغوش سے جدا نہ ہوتے تھے آج تیرا سر تو نیزہ پر چڑھا ہے اور بے سر لاش کیا جانے کس جنگل میں پڑی ہے بچپنے میں جنت کے لباس پہنے تھے مرنے پر کفن بھی ملا یا نہ ملا، ہائے کس نے دفن کیا ہو گا مردوں میں تو کوئی نہ بچا عورتیں اور بچے قید ہو کر شام میں آئے ہیں۔ شمر نے دیکھا کہ دیر ہوئی ضعیفہ سر کو نہیں چھوڑتی تازیانہ لے کر آگے بڑھا اور اس زور سے مارا کہ اس مومنہ کی پشت زخمی ہو گئی اس نے نجف کی طرف منہ کر کے عرض کی اے مشکل کشا آپ دیکھتے ہیں مجھے دشمن بغیر کسی جرم کے مارتے ہیں مدد کیجئے۔

ناگاہ آواز آئی تو ایک تازیانہ نہ سہ سکی زینبؑ کو دیکھ کہ کربلا سے یہاں تک مسلسل تازیانے پر تازیانے کھاتی آئی ہے بہرکیف امام زین العابدینؑ نے اس ضعیفہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا آنکھیں بند کر لے لوگوں نے دیکھا کہ بیڑیاں تو رہ گئیں

اور وہ عورت غائب ہو گئی جناب زینبؑ نے جو دیکھا رو رو کر کہنے لگیں بابا نے نجف سے آکر ضعیفہ کی تو مدد کی ہم لوگوں کی خبر نہیں لیتے کہ کن کن مصیبتوں میں گرفتار ہیں سکینہؑ کو غش پر غش آتے ہیں۔ غرض ظالموں نے ان معجزات کے دیکھنے کے باوجود اہل بیتؑ کے حال پر رحم نہ کیا امام مظلومؑ کا سر نیزہ پر چڑھایا بیمار کربلا کو جناب زینبؑ کے اونٹ کی مہار دی اور اور دربار یزید کی طرف روانہ ہوئے۔

اَلاَ لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۱۰

شہادت امام حسینؑ کے بعد دیر نصاریٰ پر لشکر عمر سعد کا پہنچنا اور سرہائے شہداء کا دیر کے ایک ایک حجرہ میں مقفل رہنا، وہاں پر نور کی عماریوں کا اترنا اور چند بی بیوں کا سر مظلوم کے پاس بیٹھ کر ماتم اور گریہ وزاری کرنا، نصرانیوں کا اسلام قبول کرنا

☆

کتاب بشائر المصطفیٰ میں ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا خانہ جناب امیرؑ میں داخل ہوئے نہایت خوش و خرم تھے اور فرمایا **اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ** آپ کی آواز سنتے ہی جناب امیر فاطمہ و حسنین علیہم السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور آداب سلام بجا لائے پس جناب رسول خدا بیٹھ گئے اور اہل بیتؑ کو بھی مسکرا کر فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ **وَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَارَاَیْتُکَ اَقْبَلْتَ عَلَیَّ بِمِثْلِ ھٰذَا الْیَوْمِ** جناب امیرؑ نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے آپ کو ایسا کبھی خوش و خرم نہیں دیکھا جیسے آج خوش ہیں آپؐ نے فرمایا اے علیؑ آیا جس خوشخبری نے مجھے شاد کیا اس سے تمہیں بھی آگاہ کروں جناب امیرؑ نے عرض کی میری جان پر فدا ہوں یا رسول اللہ ارشاد فرمائیے۔ حضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور کہا اے رسول خدا پروردگار عالم سلام کے بعد فرماتا ہے کہ علیؑ کو بشارت دو کہ علیؑ کے ماننے والے جیسے بھی ہوں بہشت میں جائیں گے۔ یہ خوشخبری سن کر جناب امیرؑ خوشی سے سجدۂ شکر میں گئے اور سجدہ کے بعد دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا اے رسول خدا میں آپ گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے نصف حسنات اپنے مومنوں کو بخش دیئے ہیں جب حسنینؑ اور فاطمہؑ نے یہ سنا تو انہوں نے بھی اپنے نصف حسنات اپنے مومنوں کو

بخشے۔ اس کے بعد خداوند کریمؒ نے ندا آئی اے اہل بیتؑ تم مجھ سے زیادہ کریم نہیں میں نے موالیان اہل بیتؑ کے گناہ بخش دیئے ہیں قربان جائیں حسینؑ کی دریا دلی اور سخاوت پر کہ انہوں نے فقط ہمارے بچانے کے لئے کیسے صدمے اٹھائے اور ہم سے جناب کا کوئی حق ادا نہیں ہوتا۔ وائے ہم پر کہ ان کی مصیبت سن کر دو آنسو بھی نہ بہائیں کہ خود وہ جناب فرماتے ہیں اَنَا قَتِیْلُ الْعَبْرَةِ مَا ذُکِرْتُ عِنْدَ مُؤْمِنٍ اِلَّا بَکٰی وَاغْتَمَّ قَلْبُہٗ لِمَصَابِیْ میں کشتہ گریہ و زاری ہوں میں مومن کے سامنے نہ ذکر کیا جاؤں گا مگر وہ روئے گا اور اس کے دل میری مصیبتوں پر مغموم ہو گا اور جناب صادق آل محمدؑ نے فرمایا جو مومن ہمارے مصائب یاد کر کے روئے یا ایک آدمی کو رلائے خدا اس پر بہشت کو واجب کرتا ہے اور جسے رونا نہ آئے وہ رونے کی شکل بنائے خداوند رحیم اس پر بھی بہشت واجب کرتا ہے۔ وَمَنْ لَمْ یَحْزَنْ عَلٰی مُصَابِنَا فَلَیْسَ مِنَّا اور جس کے سامنے ہمارے مصائب بیان ہوں اور اس کا دل بھی محزون و غمگین نہ ہو وہ ہمارے ماننے والوں میں سے نہیں ہے۔ فی الحقیقت ایسا کون ہے کہ جس کے سامنے مصائب اہل بیتؑ بیان ہوں اور وہ غمگین بھی نہ ہو کہ اس غم میں پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے دریا جوش و خروش میں آئے' جنات اور صحرائی جانور روئے' امام مظلوم کی مصیبت پر آسمان و زمین روئے کیونکر نہ روتے کہ تین دن کا پیاسا امام مظلوم کو ذبح کیا اور خیموں کو تاراج کیا اور شتران بے کجاوہ لائے اور اہل بیتؑ سے کہا کہ اونٹوں پر سوار ہوں جناب ام کلثومؑ نے کہا ہمیں یہیں رہنے دو کہ یہاں ہمارے امامؑ کی لاش ہے اور ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔ ان ملعونوں نے وہ ستم کیا کہ حیرت ہے کہ آسمان کیوں نہ گرا اور زمین کیوں نہ شق ہوئی۔ دختر زہراؑ پر ایک ظالم نے وہ ظلم کیا کہ زبان پر نہیں آتا پردہ داروں کو زبردستی اونٹوں پر بٹھایا گیا وَاَمَرَ بِحَزِّ رُؤُسِ

الْبَاقِیْنَ مِنْ اَصْحَابِہٖ وَاَھْلِبَیْتِہٖ اور عمر سعد شقی نے حکم دیا کہ باقی شہیدوں کے سر کاٹ لو۔ پس اہل حرم کے سامنے ان کے عزیزوں کے سر کاٹے گئے۔ حضرات سوچنے کا مقام ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں لَا تَذْبَحُوا الشَّاةَ عِنْدَ الشَّاةِ وَھِیَ تَنْظُرُ اِلَیْھَا بکری کو بکری کے سامنے ذبح نہ کرو جب وہ دیکھ رہی ہو۔ خدا جانے کیا حال ہو ہو گا جناب زینبؑ و ام کلثومؑ' شہربانوؑ ام فروہؑ' لیلیٰؑ اور جناب امام سجادؑ کا جب ان کی آنکھوں کے سامنے عباسؑ' علی اکبرؑ' قاسمؑ اور عون محمدؑ کے سر تیغ ظلم سے کاٹے گئے ہوں گے اور اس سے زیادہ لعینوں نے یہ ستم کیا کہ ان کی بے سر لاشوں کو دفن نہ کیا۔ سروں کو تیروں پر رکھ کر دکھاتے تھے اور جو روتا تھا تو مارتے اور رونے سے منع کرتے۔ صحرا بہ صحرا اور بیابان بہ بیابان لے جاتے تھے۔ ابوسعد دمشقی کہتا ہے کہ شام کے راستہ میں ہم نے خبر سنی کہ مسیّب نے لشکر جمع کیا ہے کہ شب خون مار کر سرہائے اقدس کو بمعہ اہل بیتؑ چھین کر لے جائیں۔ فوج یزید کو نہایت خدشہ لاحق ہوا کہ ناگاہ ایک دیر نصاریٰ پر پہنچے سب کی رائے سے یہ طے پایا کہ اس دیر کو جائے پناہ بنائیں اگر مسیّب سر چھیننے کے ارادہ سے آئے تو فتح یاب نہ ہو۔ شمر لعین دروازہ دیر پر جا کر پکارا تو ایک شخص باہر آیا وہ بڑے لشکر کو دیکھ کر پوچھنے لگا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو اور شام کی طرف جا رہے ہو ؟ قَالَ خَرَجَ رَجُلٌ فِی الْعِرَاقِ عَلٰی یَزِیْدَ فَحَارَبْنَاہُ وَقَاتَلْنَاہُ وَضَعْنَا رَاْسَہٗ مَعَ رَاْسِ اَصْحَابِہٖ وَاَھْلِبَیْتِہٖ عَلَی الرُّمْحِ نُرِیْدُ یَزِیْدَ شمر بولا کہ ایک شخص نے عراق میں یزید کے خلاف بغاوت کی تھی ہم اس سے لڑے اور اس کا سر بمعہ عزیزوں کی سروں کے نیزوں پر رکھ کر آگے جا رہے ہیں اس شخص نے سروں کو دیکھ کر کہا مَنْ رَاْسُ اَمِیْرِھِمْ ان کے امیر کا سر کون سا ہے شمر نے امام مظلوم کے سر اقدس کی طرف اشارہ کیا وہ شخص بولا دیر میں اس قدر

جگہ نہیں ہے اس لئے تم سروں اور قیدیوں کو میرے دَیر میں رکھو اور تم اس کے اردگرد خیمے لگا لو۔ شمر کو اس کی رائے پسند آگئی ایک صندوق میں امام غریبؑ کا سر اقدس رکھا اور دوسرے صندوق میں باقی شہداء کے سر رکھے اور اس دَیر میں لائے اور ایک حجرہ میں رکھ دیا اور اہل بیتؑ کو اور مکان میں اتارا **وَصَارَ يَطُوفُ حَوْلَ حُجْرَةٍ فِيهِ الصَّنْدُوقُ يَنْظُرُ رَاسَ الْحُسَيْنِ مِنْ قَرِيبٍ** وہ شخص اس حجرہ کے اردگرد چکر لگاتا تھا تاکہ اس سر اقدس کو قریب سے دیکھے **فَنَظَرَ شُقُوقَ الْبَابِ فَرَئَى فِي الْحُجْرَةِ نُورًا يَسْطَعُ مِنَ الصَّنْدُوقِ الَّذِي فِي رَاسِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ** وہ شخص دروازہ کے سوراخ سے دیکھنے لگا کیا دیکھتا ہے کہ اس صندوق سے کہ جس میں سر اقدس تھا ایک نور ساطع ہے اور بہت سی شمعیں اس حُجرے میں روشن ہیں یہ دیکھ کر نہایت متعجب ہوا **وَاِذَا بِسَقْفِ الْبَيْتِ قَدِ انْشَقَّ** کہ ناگاہ اس حجرہ کی چھت شگافتہ ہوئی اور آسمان سے ایک نور کی عماری نازل ہوئی اور اس سے ایک پردہ دار بی بی باہر آئی اور ان کے اردگرد بہت سی کنیزیں تھیں اور ایک کنیز کہتی تھی راستہ دو کہ حضرت حوا تشریف لا رہی ہیں پھر ایک عماری اتری اس سے سارا و ہاجرا علیھن السلام باہر آئیں اور راحیل مادر یوسفؑ صفورہ بنت شعیبؑ کلثوم خواہر موسیٰؑ آسیہ زن فرعون مریمؑ مادر عیسیٰؑ تشریف لائیں پھر ایک اور عماری نازل ہوئی اور اس سے خدیجہ کبریٰؑ مادر جناب فاطمہ زہراؑ باہر آئیں **ثُمَّ ارْتَفَعَ صَوْتُ بُكَاءٍ نَهِيبٍ وَ ظَهَرَ هَوْدَجٌ مِنْ نُورٍ وَحَوْلَهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ كَثِيرَةٌ** پھر رونے پیٹنے کا غل بلند ہوا اور ایک عماری نور ظاہر ہوئی اس کے اردگرد بہت سی حوران بہشت تھیں اور ان میں سے ایک بولی اے نصرانی اپنی آنکھیں بند کر لے کہ فاطمہ زہراؑ مظلوم بیٹے کے سر کی زیارت کو آئی ہیں **فَوَقَعْتُ مَغْشِيًّا عَلَى الْاَرْضِ** پس میں غش کھا کی زمین پر گرا مگر رونے کی آواز سنتا تھا کہ فاطمہ زہراؑ

کے آنے سے ایک قیامت سی برپا ہوئی اور جناب زہراؑ رو رو کر کہتی تھیں **اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْمَظْلُومُ اَلسَّلَامُ اَيُّهَا الشَّهِيْدُ الْمَعْصُوْمُ** سلام ہو تجھ پر اے میرے مظلوم سلام ہو تجھ پر اے میرے شہید و معصوم، سلام ہو تجھ پر اے میرے غریب **اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا قُرَّةَ عَيْنِ الرَّسُوْلِ وَثَمَرَةَ فُؤَادِيْ** سلام ہو تجھ پر اے خدا کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اے میرے میوۂ دل **يَا بُنَيَّ لَا تَحْزَنْ فَاِنَّ اللّٰهَ سَيَنْتَقِمُ مِنْ قَاتِلِيْكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ** اے میرے فرزند تجھ پر بہت ظلم و ستم ہوئے مگر تو غم نہ کھا خدا تیرے قاتلوں سے قیامت کے دن انتقام لے گا **فَبَكَتْ وَ بَكَتِ النِّسَاءُ كُلُّهُنَّ** یہ فرما کر خوب روئیں دوسری عورتیں بھی رونے لگیں اور جناب سیدہ نے امام غریب کے ماتم میں کچھ شعر پڑھے ان کا مضمون یہ ہے کہ اے میرے فرزند مظلوم اے زہراؑ کے سرو سینہ تجھ پر وہ ظلم ہوئے کہ ایسے کسی پیغمبر پر نہیں ہوئے اور اگر خدا مجھے ہزار آنکھیں عطا کرے اور سب تیرے غم میں اشکبار ہوں اور میرے رونے کے برابر، بادل، پہاڑ و جنگل، جن و انس، وحش و طیور اور ملائکہ روئیں تو بھی بہت کم ہے۔ جناب سیدہ کے اس بین پر عجب شور و ماتم برپا ہوا اور نصرانی یہ سن کر بالکل بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو اس حُجرہ میں کسی کو نہ دیکھا پس اس حجرہ میں گیا اور صندوق کا تالا توڑ ڈالا اور سر اقدس کو باہر نکالا اور اسے مشک و گلاب سے دھو کر ایک سجادہ پر رکھا اور اس کی تعظیم کو سجدہ کیا اور روتا رہا **ثُمَّ اشْتَعَلَ الشَّمْعَ وَجَلَسَ عِنْدَ الرَّاسِ يَنْظُرُ اِلَيْهِ وَيَبْكِيْ وَيَقُوْلُ** پھر شمع جلا کر رکھی اور سر کے سامنے بیٹھا اور روتا رہا۔ کہتا تھا اے سر اقدس یہ تو مجھے معلوم ہوا کہ تو ان لوگوں میں سے ہے کہ جن کی تعریف موسیٰؑ نے توریت میں اور عیسیٰؑ نے انجیل میں کی ہے **فَبِاللّٰهِ الَّذِيْ اَعْطَاكَ تِلْكَ الْمَنْزِلَةَ اَخْبِرْنِيْ مَنْ اَنْتَ وَمَا اسْمُكَ** اے سر پرنور تجھے قسم ہے اس خدا کی

جس نے تجھے یہ مرتبہ دیا ہے مجھے بتا کہ تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے۔ کہ ناگاہ قدرت خدا سے امام غریب کا سراقدس گویا ہوا اور فرمایا یَا اَیُّھَا الشَّیْخُ اَنَا الْمَقْتُوْلُ ظُلْمًا وَ عُدْوَانًا اے شیخ میں وہ ہوں جسے ظالموں نے ناحق شہید کیا اَنَا الْمَغْمُوْمُ اَلَّذِیْ مَاتَ عَطْشَانًا میں وہ ہوں جو تین دن کا پیاسا ذبح کیا گیا اور پیاسا دنیا سے گیا اَنَا الَّذِیْ فَارَقَ الْاَحِبَّۃَ وَبَعُدَ عَنِ الْاَوْطَانِ میں وہ غریب و بے کس ہوں جسے دشمنوں نے عزیز و اقرباء چھڑا کر دشت غربت اور پردیس میں شہید کیا قَالَ اَلدَّیْرَانِیْ زِدْنِیْ مِنْ فَضَائِلِکَ دیرانی نے عرض کی مجھے کچھ معلوم نہ ہوا اپنے فضائل مزید بیان فرمایئے پس سراقدس نے جواب دیا اے شیخ اَنَا الْحُسَیْنُ بْنُ مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی وَابْنُ عَلِیِّ نِ الْمُرْتَضٰی وَسُرُوْرُ قَلْبِ الزَّھْرَاءِ میں حسینؑ ہوں وہ حسینؑ کہ جس کا نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور میں فرزند علی مرتضیٰؑ ہوں اور سرور دل زہراؑ ہوں یہ سن کر دیرانی خوب رویا اور اپنے مریدوں کو جمع کیا اور سب ماجرا بیان کیا وہ ستر آدمی تھے سب روئے اور گریبان پھاڑ ڈالے اور بیمار کربلا کی خدمت میں آئے اور زناروں کو توڑ کر مسلمان ہوئے اور عرض کی اے مولا اجازت دو تو ان کافروں سے جہاد کریں اور انتقام لیں فَقَالَ جَزَاکُمُ اللّٰہُ حضرتؑ نے فرمایا کہ خدا تمہیں جزائے خیر دے صبر کرو خدا ان سے انتقام لے گا اور وہ ہماری نصرت کو تو کافی ہے۔ سوچنے کا مقام ہے کافر تو یہ قدر شناسی کریں اور مسلمان ہو جائیں اور جو مسلمان کہلاتے ہیں وہ عترت رسولؐ پر رحم نہ کریں۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ۔

مجلس نمبر ۶۱

اہل بیتؑ اطہار کا دربار یزید میں داخل ہونا اور وکیل روم کا خاندان رسول کی مظلومیت کو دیکھ کر مسلمان ہونا اور سر امامؑ کو آغوش میں لے کر جام شہادت نوش کرنا

☆

صاحب بحار الانوار نے ابو شعیب سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ لشکر اسلام نے ملک روم کو فتح کیا اور اس ملک کو فتح کرنے کے بعد بہت سے مسلمان ایک معبد نصاریٰ میں داخل ہوئے۔ فَوَجَدْنَا فِيهَا مَكْتُوبًا عَلَىٰ جُدْرَانِهَا

أَتَرْجُوا أُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا
شَفَاعَةَ جَدِّهِ يَوْمَ الْحِسَابِ
فَلَا وَاللهِ لَيْسَ لَهُمْ شَفِيعٌ
وَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْعَذَابِ

پس جب ہم اس دَیر کے اندر پہنچے ہم نے دیکھا کہ اس دَیر کی دیواروں پر جلی خط سے یہ دو شعر لکھے ہیں کہ ان کے معنی یہ ہیں یعنی آیا قیامت کے دن وہ امت جفاکار شفاعت حضرت محمدؐ کی امیدوار ہے کہ جس امت نے حسینؑ فرزند رسول کو مکر و دغا کے ساتھ قتل کیا خدا کی قسم رسول خدا اس امت ستم شعار کے شفیع نہ ہوں گے بلکہ اس ناحق خونریزی کے عوض وہ سب اشقیاء جہنم میں جائیں گے اور ہمیشہ عذاب الیم گرفتار رہیں گے۔

پس ہم نے یہ امرِ عجیب دیکھ کر ان نصرانیوں سے پوچھا کہ یہ اشعار

تمہارے دیر میں کیسے لکھے ہوئے ہیں انہوں نے جواب دیا یہ شعر تمہارے نبی محمد مصطفیٰؐ کے مبعوث ہونے سے تین سو برس پہلے کے اس دیر میں مرقوم ہیں قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا مَضَىٰ بَكَتْ عَلَيْهِ السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُونَ السَّبْعُ وَمَا بَيْنَهُنَّ جناب صادق علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے اس وقت آپ کی مصیبت پر ساتوں آسمان اور ساتوں طبقات زمین اور جو چیز ان کے درمیان تھی روئی وَبَكَتْ عَلَيْهِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ وَمَنْ خَلَقَ رَبُّنَا مَا يُرَىٰ وَلَا يُرَىٰ اِلَّا الْبَصْرَةَ وَ دِمَشْقَ وَاٰلَ عُثْمَانَ اور اس امام مظلوم کے ماتم میں بہشت اور دوزخ اور جو چیز کہ پروردگار عالم نے خلق کی ہے خواہ وہ چیز دیکھی جائے یا نہ دیکھی جائے مگر اہل بصرہ اور دمشق اور آل عثمان کہ ان میں سے کوئی مصیبت عظمیٰ میں نہ رویا بلکہ یہ سب مسرور و خوش ہوئے خاص کر اس روز کہ جس روز امام حسینؑ کا سر اقدس بمعہ سرہائے شہداء اور بمعہ اھل بیتؑ داخل دمشق ہوئے پس وہ دن اہل دمشق کے لئے عید کا دن تھا۔

مقتل ابو مخنف، منتخب اور بحارالانوار میں اس طرح سے منقول ہے کہ جب اعدائے دین سرہائے شہداء اور اھل بیتؑ طاہرینؑ کو لے کر دمشق کے قریب پہنچے، دمشق یزید کا دارالحکومت تھا اس وقت افسران لشکر نے ایک چالاک قاصد کو ابن زیاد کا خط دے کر یزید کے پاس روانہ کیا اس خط میں کچھ مطالبات منوانے کی بھی خواہش ظاہر کی جب وہ قاصد یزید کے پاس پہنچا دیکھا کہ وہ ملعون سخت بخار میں مبتلا ہے اور طبیب اس کے سامنے بیٹھا ہے اس کا نجس سر رومال سے بندھا ہے اور دونوں پاؤں طشت میں رکھے ہیں کہ جو گرم پانی سے بھرا ہوا ہے اور اس شقی کے اردگرد بہت سے اشقیاء بنی امیہ دست بستہ کھڑے ہیں۔ اس قاصد نے اس مجمع عام میں باآواز بلند کہا کہ اے امیر تجھے مبارک ہو کہ حسینؑ بن

علیؑ کا سر اطہر دمشق میں آپہنچا۔ جب اس قاصد نے مبارک باد دی اس وقت یزید پلید اس قاصد کی آواز سے سخت ناراض ہوا اور غضب کی نگاہ سے اس کی طرف دیکھا اور اس کے ہاتھ سے ابن زیاد کا خط لے کر پڑھنے لگا جب وہ خط پڑھ چکا اس وقت وہ مکار بظاہر فرزند حیدر کرار کے قتل ہونے کی خبر معلوم کر کے نہایت متاسف ہوا اور افسوس سے اپنے دانتوں سے انگلیاں کاٹنے لگا اور بار بار کلمہ انا للہ و انا الیہ راجعون زبان نجس پر جاری کیا اور حکم دیا کہ سرہائے شہداء بمعہ اہل بیتؑ رسولؐ بے مقنعہ و چادر داخل شہر ہوں اور اہل حرم کو اس راستہ سے لائیں کہ جس راستہ میں تماشائیوں کی کثرت ہو تا کہ ہر شخص دختران علیؑ و فاطمہؑ کو بے پالان اونٹوں پر ذلت و خواری کے ساتھ سوار دیکھے پس اس ظالم کے حکم کے تحت اہل بیت اطہارؑ کو اس حالت کے ساتھ مرکزی دروازہ سے اندر لایا گیا۔ اس دروازہ پر ان بے دینوں نے امام حسینؑ کا سر اقدس نصب کیا تا کہ ہر شخص اس سر کو دیکھ کر خوشی محسوس کرے۔

منقول ہے کہ کچھ لمحے کے بعد امام عالی مقام کا سر نوک نیزہ سے زمین پر گر پڑا ان ظالموں نے شکریہ کے طور پر اس جگہ ایک مسجد بنا دی اور اھل بیتؑ کو دروازہ فرادیس سے پھراتے ہوئے باب ساعات تک کہ وہ جگہ جو ترک و روم کی کنیزوں کے ٹھہرنے کی تھی پہنچے اور وہاں پہنچ کر امامؑ کے سر مبارک کو تین گھنٹے تک دروازہ ساعات پر نصب کیا اور دختران فاطمہ زہراؑ اور ذریت رسول کو حبش و زنگبار کی کنیزوں کی طرح تین گھنٹے تک اس جگہ بے مقنعہ و چادر مجمع کُفار میں کھڑی رہیں اور اس قوم سے ایک ملعون باآواز بلند پکار کر کہتا تھا کہ اے اہل شام آگاہ ہو کہ یہ سب اسیر دختران رسولؐ اور عترتِ مرتضیٰؑ ہیں اس وقت جناب امام زین العابدین علیہ السلام اہل حرم کے ہمراہ ایک بے پالان اونٹ پر سوار تھے اور

امام مظلومؑ کے دونوں پاؤں اونٹ کے پیٹ سے اس طرح باندھے گئے تھے کہ ان کی پنڈلیوں سے خون جاری تھا۔ **راوی** کہتا ہے کہ جب وہ سب ملعون خوشیاں مناتے' اعلان کرتے ہوئے سرہائے شہداء اور اہل بیت اطہارؑ کو لے کر دروازہ قصر یزید پر پہنچے وہاں توقف کیا اور اجازت طلب کی اس ملعون نے حکم دیا کہ امام حسینؑ کا سر میرے سامنے لاؤ۔ منقول ہے کہ امام حسینؑ کا سر اقدس خولی ملعون کے پاس تھا اس و لدالحرام نے سر انور کو غسل دیا اور صاف کیا اور ایک طشت طلا میں رکھ کر خالص ریشم کے رومال سے ڈھانپ کر اس بدبخت کے تخت کے نیچے رکھ دیا اس وقت یزید پلید لباس فاخرہ پہنے تاج مرصع نجس سر پر رکھے ہوئے بڑے کروفر سے تخت پر بیٹھا تھا اور اس شیطان علیہ اللعن کے اردگرد کئی سو امیر کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے جب اس بے ایمان نے امام علیہ السلام کا سر تخت کے نیچے پڑا ہوا دیکھا تو نہایت خوش ہوا۔

فَجَعَلَ يَنْكُتُ ثَغْرَهُ بِقَضِيبٍ كَانَ بِيَدِهِ وَيَضْحَكُ وَ يَقُولُ لَقَدْ كُنْتَ الْمَضْحَكَ يَا حُسَيْنُ وَلَقَدْ اَسْرَعَ بِكَ الشَّيْبُ يَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ پس وہ ملعون سر اقدس کے قریب ہوا اور چھڑی سے امام حسینؑ کے لب و دندان مبارک کھولتا اور ہنستا اور کہتا تھا کہ یا حسینؑ آپ کے دانت اور ہونٹ کس قدر خوبصورت ہیں اور تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ جلد بوڑھے اور ضعیف ہو گئے **ثُمَّ اَقْبَلَ اِلٰی اَصْحَابِهٖ وَقَالَ نُفَلِّقُ هَامًا مِنْ رِجَالٍ اَعِزَّةٍ عَلَيْنَا وَهُمْ كَانُوا اَعَقَّ وَاَظْلَمَا** اسی خوشی کی حالت میں اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا ان سے کہنے لگا کہ مقام شکر ہے کہ آج ہم نے ان سرکشوں کی سرشکنی کی جو اپنے آپ کو ہم سے افضل جانتے تھے اور مدعی سلطنت اور خواہان سلطنت تھے اور ہماری نظروں میں خار اور ان کی زندگی ہم پر دشوار تھی اور وہ سب رشتوں کو توڑنے والے اور ظالم و جابر تھے اے لوگو ! یہ

شخص جس کا سر تخت کے نیچے رکھا ہے یہ فخر کے طور پر کہا کرتا تھا کہ میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر و افضل ہے اور میرے جد یزید کے جد سے افضل و بہتر ہیں اور میں یزید سے افضل ہوں۔ اے حاضرین ان کا یہ کہنا کہ میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر ہے یہ سراسر غلط ہے لیکن یہ کہنا کہ میری ماں یزید کی ماں سے بہتر ہی البتہ یہ سچ ہے اس لئے کہ ان کی ماں جناب فاطمہؑ محمد مصطفیؐ کی بیٹی ہیں اور وہ میری ماں سے افضل ہیں اور یہ کہنا کہ میرے جد یزید سے بہتر ہے یہ امر واقعی درست اور صحیح ہے اس لئے کہ ان کے دادا خاتم النبین سیّدالمرسلین ہیں اور ان کے افضل ہونے میں کوئی مسلمان شک نہیں کر سکتا ہے اور یہ کہنا کہ میں یزید سے بہتر ہوں پس یہ کہنا غلط ہے شاید حسینؑ نے یہ آیہ **قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ** تلاوت نہیں کی ہے حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمدؐ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے، تو ملک کا جس کو چاہتا ہے حاکم اور بادشاہ بناتا ہے اور جس سے چاہتا ہے حکومت اور سلطنت چھین لیتا ہے **صاحب بحار** نے جناب امام زین العابدینؑ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جب امام حسینؑ کا سر اقدس یزید پلید کے سامنے طشت میں رکھا گیا اور وہ ملعون نہایت خوشی و مسرت کے ساتھ شطرنج بازی اور شراب خواری میں مصروف تھا اس وقت اتفاق سے بادشاہ روم کا وکیل دربار یزید میں موجود تھا اور وہ شخص شرفائے روم میں سے تھا جب اس وکیل رومی نے امام کے سر اقدس کو یزید کے تخت کے نیچے پڑا ہوا دیکھا تو پوچھا کہ اے بادشاہ عرب یہ کس شخص کا سر ہے یزید نے کہا تجھے اس سر کے بارے اور اس کے نام حسب و نسب پوچھنے سے کیا کام ہے ؟ اس وکیل نے جواب دیا کہ اے سلطانِ عرب جب میں ان شہروں اور علاقوں سے ہو کر اپنے بادشاہ کی خدمت میں جاتا ہوں تو وہ ہر ملک کے بارے میں تمام واقعات و حالات مجھ سے

دریافت کرتا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اگر اس کے نام و نسب اور حال سے واقف ہوں تو یہ واقعہ اپنے بادشاہ سے نقل کروں تاکہ وہ تیری محبت کے تقاضا کے تحت تیری خوشی میں شریک ہو۔ یزید نے کہا کہ اے شخص اس سر کے صاحب کا نام حسینؑ بن علیؑ ہے۔ پھر اس وکیل نے کہا اے یزید میں اس مقتول کے اور ان کے باپ کے نام سے واقف ہوا لیکن یہ بتا کہ اس اس مذبوح کی والدہ ماجدہ کا کیا نام ہے یزید نے کہا ان کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہراؑ دختر محمد مصطفیؐ ہیں جب اس نصرانی نے معلوم کیا یہ مقتول حضرت رسول اکرمؐ کا نواسہ حسینؑ ہے تو کہا اے یزید خدا کی لعنت ہو تجھ پر اور تیرے دین پر تیرے دین سے میرا دین بدرجہا بہتر ہے اس لئے کہ میں حضرت داؤد پیغمبر کی اولاد سے ہوں اور کئی پشت کا فاصلہ مجھ میں اور حضرت داؤد میں ہو چکا ہے اس کے باوجود اس فاصلہ کے تمام نصاریٰ میری تعظیم کرتے ہیں اور میرے قدم کی خاک لے کر بطور تبرک اپنی آنکھوں سے لگاتے ہیں اور تم کیسے بے حیا اور بے دین ہو کہ تم نے اپنے پیغمبرؐ کے نواسے کو قتل کیا حالانکہ ان کے اور تمہارے پیغمبرؐ کے درمیان کچھ فاصلہ نہیں گذرا بلکہ ان کی دخترِ رسولؐ سے۔ پس کیسا تیرا دین بدترین دین ہے اے یزید لعنتی خدا تم پر اور تمہارے دین پر کہ اپنے پیغمبرؐ کے بیٹے کو قتل کیا اور تم اس پر خوشیاں منا رہے ہو ؟ یہ سن کر یزید پلید نے حکم دیا اس نصرانی کو قتل کرو تاکہ اپنے ملک میں جا کر مجھے بدنام اور رسوا نہ کرے۔ راوی کہتا ہے کہ جب اس نصرانی نے سمجھا کہ یہ شقی مجھے قتل کرنا چاہتا ہے پوچھا کہ اے یزید آیا تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے ؟ اس بے حیا نے جواب دیا ہاں میں ابھی تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں۔ نصرانی نے کہا اے شقی لعنت خدا تجھ پر جس صورت میں تو نے خباثت طینت سے فرزند رسول کو قتل کیا تو مجھے اپنے قتل ہونے کا کیا افسوس ہے اس لئے کہ میں آنحضرتؐ سے

کسی طرح سے افضل اور بہتر نہیں ہوں بلکہ میری خواہش بھی یہی ہے کہ مجھے ضرور آنحضرتؐ کے ساتھ ملحق کرا۔ اے یزید رات کو میں نے تمہارے نبی رسول خدا کو خواب میں دیکھا تھا کہ وہ حضرت مجھ سے فرماتے ہیں کہ اے نصرانی تو اہل جنت سے ہے پس میں خواب سے بیدار ہوا اور رات سے اس وقت تک حیران و پریشان تھا کہ میں نصرانی دین عیسیٰؑ پر ہوں اس صورت میں حضرت کے نزدیک کیونکر اہل جنت سے ہوں گا **فَعَلِمْتُ الْاٰنَ اَنَّہٗ کَانَ لِیْ بَشَارَۃً وَاَنَا اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ** لیکن اب یہ عقیدہ مجھ پر کھلا کہ وہ میرے لئے دین اسلام کو قبول کرنے کے لئے بشارت اور خوشخبری تھی۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ جناب محمد مصطفیٰؐ بے شک برگزیدہ خدا اور سردار انبیاء ہیں۔

ثُمَّ وَثَبَ اِلٰی رَاْسِ الْحُسَیْنِ فَضَمَّہٗ اِلٰی صَدْرِہٖ وَجَعَلَ یُقَبِّلُہٗ وَیَبْکِیْ وَیَقُوْلُ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہِ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ جَدَّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاَنْتَ وَاَبُوْکَ وَاَخُوْکَ وَبَنُوْکَ اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ

یہ کہہ کہ وہ نیک انجام شخص امام عالی مقام کے سر اقدس کے قریب آیا اور اس سر اطہر کو طشت طلاء سے اٹھا کر اپنے سینہ سے لگایا اور اپنا منہ اس مظلوم کے منہ سے ملتا تھا اور بے اختیار روتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ اے فرزند رسول میری آپ سے التجاء ہے کہ آپ گواہ ہوں کہ میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ آپ اور آپ کے پدر بزرگوار جناب علی مرتضیٰؑ اور آپ کے بھائی جناب حسن مجتبیٰؑ اور باقی آپ کی سب اولاد آئمہ ہدی علیہم السلام اور اوصیائے رسول خدا ہیں **فَبَیْنَا کَذٰلِکَ اِذَا قَتَلَہٗ یَزِیْدُ الْمَلْعُوْنُ وَرَاْسُ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ حِجْرِہٖ رَحِمَہُ اللّٰہُ**

راوی کہتا ہے کہ ابھی وہ دیندار شخص حضرت سے اپنے عقائد و نظریات بیان کر

رہا تھا کہ جلاد نے یزید پلید کے حکم سے اس سعادت مند کو قتل کیا۔ پس وہ نیک انجام شخص امام عالی مقام کا سر اقدس اپنی آغوش میں لئے ہوئے راہی دار السلام ہوا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۶۲

فضائل جناب امام زین العابدینؑ اور مخدّرات عصمت کا دربار یزید میں داخل ہونا اور جناب زینبؑ اور جناب سکینہؑ کے دلخراش بین کرنا اور سکینہؑ کا اونٹ کی پشت سے بار بار گرنا

☆

فِی الْبِحَارِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ اَدْهَم اَنَّهٗ قَالَ کُنْتُ اَسِیْحُ مَعَ الْقَافِلَةِ فِی الْبَادِیَةِ فَعَرَضَتْ لِیْ حَاجَةٌ فَتَنَحَّیْتُ عَنْهَا کتاب بحار میں ابراہیم ادہم سے منقول ہے کہ اس نے کہا ایک سال میں حاجیوں کے قافلہ کے ہمراہ حج کے لئے اپنے گھر سے چلا ایک منزل میں ضرورت کی وجہ سے قافلہ سے جدا ہو گیا پس میں نے لق و دق صحرا میں دیکھا کہ نہایت خوبصورت بچہ پا پیادہ چلا آرہا ہے اسے دیکھ کر نہایت متعجب ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا سبحان اللہ کہاں یہ معصوم بچہ اور کہاں یہ بے آب و گیاہ صحرا ؟ یہ امر یقیناً اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ رازوں سے تعلق رکھتا ہے اس کا دریافت کرنا ضروری ہے پس میں اس بچے کے قریب گیا اور میں نے سلام کیا اس نے جواب میں فرمایا عَلَیْکَ السَّلَامُ میں نے عرض کی اے عزیز کہاں جانے کا ارادہ ہے ؟ اور کس کے پاس جا رہے ہو ؟ فرمایا کہ میرا قصد یہ ہے کہ اس کے درِ دولت پر حاضر ہوں جس نے مجھے پیدا کیا ہے میں نے عرض کی اور ایسا دور دراز کا سفر آپ کے پاس نہ زاد راہ نظر آتا ہے اور نہ سواری پھر آپ سن کے لحاظ سے بھی بہت چھوٹے ہیں قَالَ زَادِیْ تَقْوَایَ وَ رَاحِلَتِیْ رِجْلَایَ وَقَصْدِیْ مَوْلَایَ فرمایا میرا زاد راہ تقویٰ ہے' میری سواری میرے پاؤں ہیں اور مقصود مجھے اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہونا ہے فَقُلْتُ لَهٗ مَا اَرٰی شَیْئًا مِنْ

الطعام ومعک قال لی هل یستحسن ان تسیر الی دعوة فتحمل من بیتک الطعام پس میں نے عرض کی کہ قطع نظر زاد راہ اور سواری کے میں طعام میں سے کوئی چیز جو ایک دو روز آپ اسے تناول فرمائیں آپ کے پاس نہیں دیکھتا ؟ فرمایا اے شیخ اگر کوئی شخص تجھے گھر بلائے اور تو اس کا مدعو ہو۔ آیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تو کھانا اپنے ساتھ لے کر اس کے گھر جائے قلت لا فقال الذی دعانی الی بیته هو یطعمنی ویسقینی میں نے عرض کی اگر کوئی مجھے اپنے گھر بلائے اور میں اس کا مدعو ہوں تو اپنے ہمراہ کھانا ہرگز نہ لے جاؤں گا۔ فرمایا اے شیخ جب یہ بات اسی طرح سے ہے کہ جو تو نے کہا تو پھر جس کسی نے مجھے اپنے گھر طلب کیا ہے وہی مجھے کھانا اور پانی عطا کرے گا۔ مجھے اس کی فکر کیا ضرور کرنی ہے ؟ ابراہیم ادہم کہتے ہیں کہ جب میں نے اس بچے سے ایسی بہترین گفتگو سنی تو میں چپ رہا پھر میں نے عرض کی کہ آپ چلنے میں جلدی کیجئے تاکہ قافلہ سے مل جائیں ایسا نہ ہو کہ راستہ بھول جائیں ارشاد فرمایا کہ اے شخص منزل مقصود تک پہنچانا بھی اس کے قبضہ قدرت میں ہے کہ جس کے ہم مدعو ہیں اور جس گھر جاتے ہیں آیا تو نے آیہ وافی ہدایہ والذین جاهدوا فینا کی تلاوت نہیں کی کہ حق سبحانہ ۔ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں پس ہم ان کو ضرور راہ راست سے آگاہ کرتے ہیں اور مقصد تک پہنچا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ سب محسنین اور نیکو کاروں کے ساتھ ہے قال فبینما نحن کذلک اذا اقبل شاب حسن الوجه علیه ثیاب بیض حسنة فعانق الصبی وسلم علیه و رجع ابراہیم کہتے ہیں کہ میں ابھی اس شہزادے سے ہم کلام تھا کہ یکایک ایک حسین و خوبصورت نوجوان جس نے سفید لباس زیب تن کیا ہوا تھا صحرا میں نمودار ہوا اور اس بچے کے قریب آکر سلام کے بعد مصافحہ کیا اور سلام کر کے رخصت ہو گیا۔ ابراہیم

بیان کرتے ہیں کہ جب وہ نوجوان شہزادہ سے رخصت ہو کر چلا تو میں اس کے پیچھے چلا اور اس کے قریب جا کر کہا اے برگزیدہ خدا قسم ہے تجھے اس صانع بے عدیل کی کہ جس نے تجھے پاکیزہ صورت عطا فرمائی ہے مجھے اس سے آگاہ کر یہ کہ جسے تو نے نہایت تعظیم کے ساتھ سلام کیا ہے کس قوم و قبیلہ سے ہے اور اس کا نام کیا ہے اس نے مجھ سے کہا کہ تو ان کے نام ونسب سے واقف نہیں ہے میں نے کہا کہ میں اب تک ان کے نام سے واقف نہیں ہوں انہوں نے فرمایا کہ اس شہزادہ کا نام علیؑ زین العابدینؑ ہے یہ حسینؑ بن علیؑ کا فرزند ہے۔ ابراہیم کہتا ہے یہ سن کر میں اس جوان سے رخصت ہو کر جناب امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی اے فرزند سید المرسلین قسم ہے آپ کو اپنے آبائے طاہرینؑ کی یہ ارشاد فرمائیں کہ یہ خوبصورت اور پاک سیرت جوان جس نے آپ سے مصافحہ کیا اور نہایت تعظیم سے رخصت ہوئے کون تھے۔

حضرت نے فرمایا اے ابراہیمؒ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں ان کا معمول ہے کہ ہر روز میرے پاس تشریف لاتے ہیں اور اس طرح سلام کر کے رخصت ہو جاتے ہیں فما هکم من هوان الدنیا و تقالبها ان ابن الذی یسلم علیه خضر النبی ویعظمه یصیر اسیرا مغللا بالحدید و یقاد ذلیلا الی یزید حضرات مقام افسوس ہے کہ جس امام عالی مقام کے یہ مراتب عالیہ ہوں کہ حضرت خضر علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبیؑ ہر روز سلام کرنے کے لئے ان کے پاس آئیں۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ وہ مخدوم کونین، ترک و روم کے قیدیوں کی طرح بے جرم و بے گناہ قید ہو کر یزید پلید کے سامنے کھڑا ہو عن الباقر علیه السلام انه قال سالت ابی حمل یزید له فقال لی حملنی علی بعیر بغیر وطاء و راس ابی علی علم و

نِسْوَتَنَا خَلْقِیْ عَلٰی بِغَالٍ وَ حَوْلَنا بِالرِّمَاحِ چنانچہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے جد بزرگوار امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ اور مخدرات عصمت بی بیاں کس طرح یزید کے دربار میں پہنچے تھے۔ حضرت نے فرمایا میرے پدر بزرگوار امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ان بے رحموں نے مجھے ایک برہنہ اونٹ پر مقید کر کے سوار کیا اور میرے باپ کا سر اقدس ایک طویل نیزہ پر نصب کیا اور بی بیوں کو بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کر کے ہمارے پیچھے روانہ کیا اور سب اشقیاء ہاتھوں میں نیزے لئے ہمارے اردگرد تھے وَاِنْ دَمَعَتْ مِنْ اَحَدِنَا عَیْنٌ قُرِعَ رَاْسُہٗ بِالرُّمْحِ فَاَدْخَلُنَا بِدِمَشْقَ فَصَاحَا صَائِحٌ بَیْنَ اَیْدِیْنَا اَھْلَ الشَّامِ ھٰؤُلَاءِ سَبَایَا مِنْ بَنَاتِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اگر ان مصیبتوں کی وجہ سے ہم اہل بیتؑ میں سے کوئی روتا تھا وہ ملعون اس وقت اس کے سر پر نیزہ مارتے اور رونے سے منع کرتے تھے یہاں تک کہ اسی مصیبت کے ساتھ ہمیں دمشق میں داخل کیا جب ہم تماشائیوں کے مجمع میں پہنچے اس وقت ایک شخص ہمارے آگے یہ آواز دیتا جاتا تھا کہ اے اہل شام آگاہ ہو یہ سب قیدی دختران رسولؐ ہیں پس ہم سب کو اس ذلت و رسوائی کے ساتھ دربار یزید میں لے جا کر اس کے سامنے کھڑا کیا۔ اس وقت ہم اہل بیتؑ رسول میں سے بارہ شخص رسیوں میں بندھے ہوئے تھے اور وہ ملعون نہایت شان و شوکت سے تخت پر بیٹھا تھا اور اس کے اردگرد کئی سو ناری کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے اس وقت میں نے اس شقی سے کہا کہ اے یزید میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں اس ملعون نے جواب دیا کہہ کیا کہتا ہے۔ امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یزید میں نہایت ذلت و خواری کے ساتھ تیرے سامنے کھڑا ہوں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں اگر رسول خدا مجھے اس حالت

میں دیکھ لیں تو تیرے حق میں کیا فرمائیں گے۔ سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ لکھتے ہیں یہ سن کر اس ملعون نے قدرے غصہ کیا اور کچھ سوچنے کے بعد اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ ان قیدیوں کے ہاتھ اور گردنوں کی رسیوں میں بندھے ہیں کھول دو پس یزید کے ملازم اہل بیتؑ کے قریب آئے اور چاہا کہ رسیوں کی گرہ کھولیں لیکن وہ گرہ ان ظالموں نے عداوت کی وجہ سے ایسی مضبوط لگائیں تھیں کہ کھل نہ سکیں آخر کار وہ رسیاں کاٹ کر اہل بیتؑ کے گلو ہائے نازنین کھولے گئے اس کے بعد یزید ملعون نے کہا ان بی بیوں کے حسب و نسب سے مجھے مطلع کرو کہ یہ سب کون کون ہیں چنانچہ یزید کے نوکروں نے ایک ایک خاتون معظم کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اے یزید یہ محترمہ زینبؑ ہے یہ مخدومہ ام الکلثومؑ ہے' یہ مخدرہ رقیہؑ اور یہ مکرمہ ام ہانی دختران علی علیہ السلام ہیں اور اس طرف ازواج مطہرات اور دختران حسین علیہ السلام ہیں پھر اس شقی نے کہا کہ ایک کمسن بچی اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں سے ڈھانپ رہی ہے یہ کون ہے ان ظالموں نے کہا یہ سکینہؑ دختر امام حسین علیہ السلام ہے فَقَالَ لَھَا یَاصَبِیَّۃُ اَنْتِ سُکَیْنَۃُ بِنْتُ الْحُسَیْنِ فَسَالَتْ دُمُوْعُھَا عَلٰی خَدَّیْھَا فَقَالَ لَھَا مَا یُبْکِیْکِ یزید یہ سن کر سکینہؑ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے بی بی کیا تیرا نام سکینہؑ ہے یہ سنتے ہی بے اختیار اس دختر یتیم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور بلند آواز سے رونے لگی یزید ملعون نے پوچھا کہ اے شہزادی تو اس قدر روتی کیوں ہے سکینہؑ نے جواب دیا کہ اے یزید وہ مظلومہ کیونکر نہ روئے کہ وہ نامحرموں میں سر برہنہ بے مقنعہ و چادر کھڑی ہو اور اس کے پاس کوئی کپڑا نہ ہو کہ جس سے اپنا منہ چھپا سکے فَقَالَ یَا سُکَیْنَۃُ قُصِّیْ عَلٰی مَاجَرٰی عَلَیْکِ قَالَتْ یَا یَزِیْدُ اِنِّیْ لَمْ اَنَمْ مُنْذُ قُتِلَ اَبِی الْحُسَیْنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ یزید نے کہا کہ اے سکینہؑ اپنا کچھ حال بیان کر اس شہزادی نے فرمایا اے یزید

مصائب مجھ پر اور میری ماں بہنوں اور سب اہل حرم پر گزرے ہیں ان میں سے کم تر مصیبت یہ ہے کہ جب سے میرے بابا شہید ہوئے ہیں اس روز سے مجھے سونا نصیب نہیں ہوا اور اس کا سبب یہ تھا کہ مجھے ایسے بے کجاوہ والے اونٹ پر بٹھایا تھا کہ جو نہایت ضعیف ناتواں تھا اور وہ کمزوری کے باعث ہر جگہ ٹھوکریں کھا کر گرتا تھا اور میں اس پر سے گر پڑتی تھی اور اگر گرنے کے خوف سے پیادہ پا چلتی تھی تھک کر زمین پر گرتی تھی تو یہ بے رحم شخص رجز بن قیس لعین کہ تیرے سامنے کھڑا ہے مجھے تازیانہ مارتا تھا اور میرا کوئی حامی نہ تھا کہ مجھے اس کے ظلم سے بچاتا اور میرے بھائی زین العابدینؑ شدت مرض کی وجہ سے منہ کے بل زمین پر ایسے بے ہوش پڑے تھے کہ انہیں کچھ بھی خبر نہ تھی بلکہ تیرے نوکروں نے چاہا کہ انہیں بھی قتل کریں لیکن بیماری کی شدت کی وجہ سے قتل ہونے سے بچ گئے۔ ظالموں نے ان کی گردن میں بھاری طوق ڈالا اور پاؤں اور ہاتھوں میں بیڑیاں اور ہتھکڑیاں پہنا کے پیٹ سے ایسا جکڑ کر باندھا دیا تھا کہ اب تک ان کی پنڈلیاں زخمی ہیں اور ان سے مسلسل خون جاری ہے اور یہ ہمارے حال زار پر روتے تھے اور ہم ان کی بے کسی اور ناچاری پر روتے تھے اور کوئی ہماری فریاد و استغاثہ نہ سنتا تھا یہاں تک کہ اس ذلت و خواری سے ہم تیرے سامنے پہنچے۔

راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر یزید اور اس کے ساتھی رو پڑے اس کے بعد اس بے حیا نے حاضرین کے سامنے کہا کہ لعنت خدا کی ابن مرجانہ پر کہ اولاد رسول پر اسے ذرا بھر رحم نہ آیا جب اھل بیتؑ کی حاضری ہو چکی تو امام حسینؑ کا سر اقدس سونے کی طشت میں رکھ کر اس شقی کے سامنے رکھا گیا آہ جب جناب زینبؑ کی نظر امام مظلوم کے سر پر پڑی تو ایک ایسی سرد آہ کھینچی کہ سننے والوں کے دل شق ہونے لگے اور اس کرب سے روئیں اور پیٹیں کہ تمام جن و ملائکہ

اس مخدومہ کے حال پرملال پر رونے لگے اور دکھ بھرے لہجہ کے ساتھ وہ بی بی یہ بین کرتی تھیں وَا اَخَاهُ وَاحُسَيْنَاهُ واحبيب رَسُولِ اللهِ يَا بْنَ فاطمةِ الزَّهْرَاءِ يَا مُهْجَةَ قَلْبَاهُ ہائے میرے بھائی حسینؑ میرے ماں جائے ہائے فرزند رسول خدا ہائے فاطمہ زہراؑ کے لعل ہائے دلبند علی مرتضیٰ بِنَفْسِي عَلَىٰ رَاسِكَ الشَّرِيفِ يَا اَخِيْ بِالْاَمْسِ يُنَاغِيكَ فِي مَهْدِكَ يَا جِبْرَئِيلُ وَ يَهُزُّ مَهْدَكَ مِيكَائِيلُ اَلْيَوْمَ وُضِعَ رَاسُكَ مُخَفَّرًا بَيْنَ يَدَيَّ يَزِيْدَ بہن اس سر اقدس پر قربان ہو اے بھائی کل کی بات ہے کہ آپ کو جبرئیلؑ لوریاں دے کر سلاتے تھے اور میکائیلؑ آپ کے جھولے کی ڈوریاں ہلاتے تھے اور میری ماں فاطمہ زہراؑ اس سر اقدس کو اپنے سینہ پر رکھتی تھیں افسوس صد افسوس کہ آج وہ سر نہایت ذلّت و حقارت کے ساتھ یزید بدبخت کے نیچے رکھا ہے۔

وَتَقُوْلُ بِنَفْسِيْ شَفَاةٌ ذَابِلَاتٌ مِنَ الظَّمَا
وَلَمْ تَحْظَ مِنْ مَاءِ الْفُرَاتِ بِقَطْرَةٍ
بِنَفْسِيْ عُيُوْنٌ غَائِرَاتٌ شَوَاهِدٌ
اِلَى الْمَاءِ مِنْهَا نَظْرَةً بَعْدَ نَظْرَةٍ

جناب زینبؑ تاب نہ لا سکیں یہاں تک کہ بے تاب ہو کر جناب امام حسینؑ کا سر اقدس طشت سے اٹھا کر اپنی چھاتی سے لگا لیا اور بار بار اپنے بھائی کے لب و دندان کے بوسے لیتی تھیں اور یہ بین کرتی تھیں کہ یہ دکھیاری بہن ان ہونٹوں پر فدا ہو کہ جو شدت پیاس سے پھول کی پتیوں کی مانند خشک اور سوکھ گئے ہیں اور فدا ہو بہن ان لبوں پر کہ جن لبوں تک تین شبانہ روز ایک پانی کا قطرہ نہ پہنچا قربان ہو زینبؑ کی جان ان آنکھوں پر کہ جن میں پیاس کی شدت کی وجہ سے

حلقے پڑ گئے اور قربان ہو بہن ان آنکھوں پر کہ جو پیاس کے باعث آب فرات کو نہایت حسرت و یاس سے دیکھا کرتی تھیں اور آخری دم تک پانی کا ایک گھونٹ میسّر نہ آیا۔

اَخِیْ یَا ھِلَا لاً غَابَ قَبْلَ کَمَالِہٖ
وَ مِنْ فَقْدِہٖ اَضْحٰی نَھَارِیْ کَلَیْلَتِیْ
اَخِیْ اَخِیْ اَیُّ الْمَصَائِبِ اَشْتَکِیْ
فِرَاقَکَ اَمْ ھَتْکِیْ وَ ذُلِّیْ وَغُرْبَتِیْ

اے میرے چاند ہزار افسوس ہے کہ ابھی تم درجہ کمال کو بھی نہ پہنچنے پائے تھے کہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے اور غروب کر گئے۔ افسوس ہے کہ آپ کے چھپ جانے سے ہمارا روشن دن تاریک رات کی مانند ہو گیا۔ اے پارۂ جگر یہ غموں کی ماری بہن اپنی کون کون سی مصیبت آپ سے بیان کرے اور کس کس ظلم و ستم کی آپ سے شکایت کرے آیا میں آپ سے یہ سب مصیبت بیان کروں کہ یہ بے کس بہن اس سفر غربت میں آپ سے جدا ہو گئی اور بے حامی و مددگار رہ گئی آیا اپنی یہ مصیبت آپ سے بیان کروں کہ آپ کے بعد یہ ستم رسیدہ بہن اعدائے دین کے ظلم سے دربدر سر برہنہ ہر شہر' ہر کوچہ و بازار میں پھرائی گئی اور تمام کوفہ و شام میں رسوائی ہوئی۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت زینبؑ خاتون کے بین سے تمام دوست و دشمن روتے تھے اور سننے والوں کے دل شق ہوتے تھے۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۶۳

ہند مادر یزید کا خواب دیکھنا' اہل بیت اطہارؑ کا دمشق میں سب سے پہلی مجلس عزا برپا کرنا اور سرہائے شہداء کا مجلس میں آنا...

☆

قُتِلَ الْحُسَیْنُ فَیَا سَمَاءُ تَفَطَّرِیْ
حُزْناً وَ یَاشَمْسَ النَّھَارِ تَکَوَّرِیْ

حسینؑ قتل ہو گئے اے آسمان شق کیوں نہیں ہوتا اور اے سورج تاریک کیوں نہیں ہو جاتا۔

نَسْلُ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی وَ حَرِیْمُہٗ
تُسْبٰی کَمَا تُسْبٰی بَنَاتُ الْاَصْفَرِ

افسوس ہزار افسوس وہ زینبؑ و ام کلثومؑ جن کی ماں کا جنازہ رات کو اٹھا زنانِ کُفار کی طرح قید ہو جائیں اور ہر شہر و دیار میں بازاروں میں سر برہنہ پھرائی جائیں۔

وَیُشَھَّرُوْنَ وَیُسْلَبُوْنَ مَدَارِعًا
وَمَقَانِعًا مِنْ بَعْدِ سَلْبِ الْمُعْجَرِ

آہ آہ اھل بیتؑ رسول ایسے لوٹے گئے کہ چادر و مقنعہ تک ظالموں نے ان کے سروں سے چھین لئے یہاں تک ایک رومال بھی بی بیوں کے پاس منہ

چھپانے کو باقی رہ گیا تھا اسے بھی چھین لیا۔

یُسَیَّرُوْنَ عَلَی الْمَطَایَا کَالْاِمَا
بَیْنَ الْمَلَاءِ بِکُلِّ وَادٍ مُقْفِرٖ

اھل بیتؑ رسول کو سر برہنہ رسن بستہ شتران بے کجاوہ پر تُرک و روم کی کنیزوں کی مانند صحرا بہ صحرا پھراتے ہوئے شام کے بلوائے عام تک لے گئے صاحب **خلاصتہ المصائب** روایت کرتے ہیں کہ ہند زوجہ یزید کہتی ہے کہ ایک دن انہی ایام میں جب اہل بیت حسینؑ شام میں قید تھے جب میں سوتی تھی خواب میں دیکھا کہ درہائے آسمان کھل گئے ہیں اور ملائکہ فوج در فوج امام حسینؑ کے سر اقدس کے قریب آتے ہیں اور رو رو کر کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اے ابا عبداللہ ' اے فرزند رسول آپ پر سلام ہو پھر دیکھا آسمان سے ایک ابر سفید نازل ہوا اور اس سے کئی شخص باہر آئے اور ان میں ایک بزرگوار ہیں کہ ان کا چہرہ چودھویں رات کی چاندنی کی طرح مہکتا ہے انہوں نے امام حسینؑ کا کٹا ہوا گلا دیکھ کر اپنے آپ کو اس پر گرا دیا اور یزید نے جن لبوں پر چھڑی رکھی تھی ان لب و دندان کے بوسے لے رہے تھے اور رو رو کر کہتے تھے یَا وَلَدِیْ یَا قُرَّۃَ عَیْنِیْ قَتَلُوْکَ وَمَا عَرَفُوْکَ وَمِنْ شُرْبِ الْمَاءِ مَنَعُوْکَ اے فرزند اے نور چشم افسوس کسی نے تیرا قدر و مرتبہ نہ پہچانا مرتے دم تک تجھے ایک قطرہ پانی کا نہ دیا تین دن کے پیاسے حلق پر خنجر پھیرا یَا وَلَدِیْ یَا قُرَّۃَ عَیْنِیْ اَنَا جَدُّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَھٰذَا اَبُوْکَ عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی اے حسینؑ میں تمہارا نانا رسول خداؐ ہوں یہ تمہارا باپ علی مرتضیؑ وہ تمہاری ماں فاطمہؑ ہیں اسی طرح ایک ایک عزیز کا نام لیتے تھے ناگاہ خوف سے میری آنکھ کھل گئی اور تو کسی کو نہ پایا مگر

مظلوم کربلا کے سر کو دیکھا کہ ماہ کامل کی طرح اس سے ایک نور ساطع ہے بہرکیف میں یزید سے اس خواب کو بیان کرنے کو چلی دیکھا وہ شقی ایک تاریک مکان میں دیوار کی طرف منہ کئے بیٹھا رو رہا ہے اور کہتا ہے میں نے حسینؑ بن علیؑ کو کیوں ناحق قتل کیا میں نے اس سے خواب بیان کیا وہ سر جھکائے روتا رہا صبح کو دربار میں اھل بیتؑ کو بلایا کہنے لگا خیر جو کچھ ہونے والا تھا ہو گیا اب میں نے تمہیں اختیار دیا چاہو اس شہر میں رہو چاہو عزت و احترام سے اپنے وطن کو جاؤ۔ ام کلثومؑ نے کہا اے یزید جب سے ہمارے بھائی مارے گئے تیری فوج نے ہمیں رونے نہیں دیا ابھی ہم اس کے سوا کچھ نہیں چاہتے کہ ایک مکان خالی کرا دے اور اتنی اجازت دے کہ ہم غریب بیکس تین دن کے بھوکے پیاسے مذبوح کو جی بھر کر رو لیں۔ یزید نے کہا اختیار ہے اور ایک مکان خالی کرا دیا۔ راوی کہتا ہے کہ کوئی عورت ہاشمیہ و قرشیہ ایسی باقی نہ تھی کہ اپنے گھر میں رہی ہو سب جمع ہو کر امام حسینؑ کے پرسے کو آئیں دختران زہراؑ کی طرح سب نے ماتمی لباس پہنے اور فرزند زہراؑ کی ماتم داری اور گریہ و زاری میں شریک ہوئیں صاحب بحر المصائب کہتے ہیں جب مجلس عزا میں شہر کے سب ہاشمیہ قرشیہ عورتیں آچکیں دختران زہراؑ نے یزید سے کہلا بھیجا اگر تو نے عزاداری کی اجازت ہمیں دی ہے تو اس وقت ہمارے مظلوم بھائی کا سر مع سرہائے شہداء ہمارے پاس بھیج دے کہ آخری دیدار کر کے رخصت ہو لیں پھر اس سر کی زیارت ہم کو کب نصیب ہو گی اس شقی نے مظلوم کربلا کا امام حسینؑ اور دوسرے شہداء کے سر بھجوا دیئے جب ان بی بیوں نے اپنے وارثوں کے سرہائے بریدہ آتے دیکھے منہ پر طمانچے مارے، گریبان چاک کئے روتی پیٹی استقبال کو دوڑیں۔ ام لیلیٰؑ نے علی اکبرؑ کا ام فروہ نے قاسمؑ کا سر اپنی گود میں اٹھا لیا۔ جناب زینبؑ نے اپنے مظلوم بھائی حسینؑ اور ام کلثومؑ نے عباسؑ کا سر آغوش میں لے لیا اور اس حسرت و یاس سے ان کی صورتوں کو دیکھ دیکھ کر روتی تھیں اور ان کے رونے سے تمام جن و انس روتے تھے۔ **حضرات** سب ماؤں نے تو اپنے فرزندوں کے سر اٹھا کر اپنے سینہ سے لگائے مگر امام حسینؑ اور جناب عباسؑ کے سروں کو ان کی دونوں بہنوں نے کیوں اٹھا لیا ؟ ظاہر ہے کہ سید الشہداءؑ کے سر گود میں لینے والی جناب فاطمہ زہراؑ تو جنت البقیع میں آرام فرما رہی تھیں اور عباس علمدارؑ کے سر کو سینہ سے لگانے والی ام البنین مدینہ میں تشریف رکھتی تھیں۔ سب جانتے ہیں جو ان دونوں بہنوں کو اپنے بھائیوں سے محبت تھی کسی ماں کو بھی اپنے بیٹے سے یہ الفت نہیں ہوتی اب میں پوچھتا ہوں ان کے سوا امام حسینؑ اور عباسؑ کے سر کو کون اپنی گود میں لیتا۔ بہرکیف راوی کہتا ہے اگرچہ ان سب مخدرات کے بین سے ایک قیامت برپا تھی لیکن واللہ مجھے جناب زینبؑ کا تڑپنا نہیں بھولتا جس وقت آپ نے اپنے بھائی کا سر مبارک دیکھا ایک سرد آہ کھینچی اور ہائے حسینؑ کہہ کر غش کھا کر زمین پر گر پڑیں جب سے افاقہ ہوا اس سر انور کو چھاتی سے لگا لیا۔

تَنُوحُ وَ دَمعَ العَینِ یَسبِقُ نُطقُهَا
وَفِی قَلبِهَا نَارُالمَصَائِبِ صُبَّتْ

اور اس بے تابی سے روتی تھیں کہ دشمنوں کا دل بھی شق ہوتا تھا بی بی قصد کرتی تھیں کہ کچھ کہیں لیکن کثرت گریہ و بکا سے بات نہ کی جاتی تھی، چاہتی تھیں کہ ضبط کریں ایسی آتش غم سینہ میں بھڑکتی تھی کہ تحمل نہ ہو سکتا تھا رو رو کے بھائی کے سر سے کہتی تھیں۔

اَخِیْ یَا هِلَا لًا غَابَ قَبلَ کَمَالِهٖ

فَمَنْ لَفَقْدِہٖ اَضْحٰی نَہَارِیْ کَلَیْلَۃٖ

اے عرش کے تارے اے فاطمہؑ کے چاند افسوس ابھی تو تم کمال کو بھی نہ پہنچے تھے کہ ہماری نظروں سے غائب ہو گئے اور ایسے غائب ہوئے کہ ہمارے دن کو تاریک و سیاہ رات کر گئے۔

اَخِیْ اَخِیْ اَیُّ الْمَصَائِبِ اَشْتَکِیْ
فِرَاقُکَ اَمْ ہَتْکِیْ وَ ذُلِّیْ وَ غُرْبَتِیْ
اَخِیْ بَعْدَ ذَاکَ الصَّوْنَ وَالسِّتْرِ وَالْحَیَاءِ
یُلَا حِظُنَا الْاَرْذَلُ فِیْ دَارِ غُرْبَتِیْ

بھائی اے بھائی یہ ستم رسیدہ بہن اپنی کس کس مصیبت کا شکوہ کرے آیا یہ بیان کروں کہ آپ کے بعد ذلیل و خوار سر برہنہ جابجا پھرائی گئی یا یہ بیان کروں کہ آپ جیسا وارث اس غربت میں مجھے اکیلا چھوڑ کر شہید ہو گیا یا یہ بیان کروں کہ آپ کے بعد ہماری بے حد توہین کی گئی حالانکہ ہماری عزت و آبرو ایسی تھی کہ فرشتے بھی ہمارے گھر میں اجازت کے بغیر قدم نہ رکھتے تھے منقول ہے کہ سات شبانہ روز مجلس عزائے امام حسینؑ دمشق میں برپا رہی اور تمام شہر میں ایک قیامت عظیم برپا تھی۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۶۴

بصرہ میں عزادار حسینؑ کا مجلس عزا کا اہتمام کرنا اور رہائی اہل بیتؑ اور امام حسینؑ کے سر کا سیّد سجاد سے بات کرنا اور نانا محمدؐ کے نام پیغام بھیجنا

☆

أَتَنْسىٰ حُسَيْناً لِلسِّهامِ رَمِيَّةً
وَخَيلَ الْعِدا بَغْياً عَلَيْهِ تَجُولُ

كَفَاهُ عُلُوّاً فِي الْبَرِيَّةِ أَنَّهُ
لِأَحْمَدَ وَالطُّهْرِ الْبَتُولِ سَلِيلُ

اے موالیان اھل بیتؑ امام حسینؑ کی مصیبت ایسی نہیں جسے کوئی بھول جائے امامؑ کے بعض مصائب میں سے ایک مصیبت یہ ہے کہ تمام جسم اقدس تیروں سے چھلنی ہو گیا اور شہادت کے بعد بے سر لاش پر گھورے دوڑائے گئے حالانکہ خوب جانتے تھے کہ امامؑ کے جد بزرگوار رسول خدا اور ان کی ماں فاطمہ زہراؑ ہیں۔

بِنَفْسِي وَأَهْلِي غَافِرُ الْخَدِّ خَوْلَهُ
لَدَى الطَّفِّ مِنْ آلِ الرَّسُولِ قَتِيلُ

كَأَنَّ حُسَيْناً فِيهِمْ بَدْرُ هَالَةٍ
كَوَاكِبُهَا حَوْلَ السَّمَاءِ حُلُولُ

میری اور میرے بچوں کی جانیں اس شہید پر قربان ہوں جو خاک و خون میں غلطاں گرم زمین پر پڑا تھا اور اس کے ارد گرد اولاد رسول سر کٹائے خون میں نہائے جا بجا پڑے تھے گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ درمیان میں چاند اور اس کے اردگرد ستارے ہیں **مجموعہ سید صادق** میں منقول ہے کہ بصرہ شہر میں امام حسین کا ایک نادار عزادار تمام سال مزدوری میں بسر کرتا تھا جو کچھ روزانہ سے بچتا تھا اس کو سال بھر کے بعد عشرہ محرم میں عزائے امام حسینؑ میں صرف کرتا تھا۔ ایک سال ایسا بیمار رہا کہ کچھ سامان عزا مہیا نہ کر سکا یہاں تک کہ ہلال محرم نمودار ہوا اس کی زوجہ نے کہا ہر سال ہم نیکیاں حاصل کرتے تھے مگر افسوس کہ تیری بیماری نے عزاداری اور مومنوں کی خدمت گزاری سے محروم رکھا کل مومنین آئیں گے اور خالی واپس لوٹ جائیں گے ممکن ہو تو گھر سے باہر جا کر مجلس کا سامان مہیا کر یہ سن کر اس کا شوہر باہر گیا اور وہ مومنہ در خانہ پر اپنے شوہر کا راستہ دیکھ رہی تھی اسی اثنا میں اس کے مکان کے قریب کہیں مجلس عزا برپا ہو رہی تھی جب اس عورت کو معلوم ہوا تو اپنا دروازہ بند کر کے مجلس عزا میں شریک ہوئی اور مجلس کے اختتام پر دعا کی اے آقا آپ خوب جانتے ہیں کہ ہماری ناداری اور شوہر کی بیماری کی وجہ سے ہم اس سے عزاداری اور مومنین کی خدمت گذاری سے محروم رہے اس وقت آپؑ کے سوا کس سے عرض کروں' رحم کیجئے اور اپنی مجلس کا سامان مہیا کر دیجئے یہ دعا مانگ کر اپنے گھر آئی تو کیا دیکھتی ہے دروازہ کھلا ہے وہ سمجھی شوہر آیا ہے جب صحن میں گئی تو دیکھا چار بی بیاں نورانی صورت' لباس سیاہ پہنے مجلس کا سامان کر رہی ہیں کوئی جاروب کشی کر رہی ہے کوئی برتنوں میں پانی بھر رہی ہے اور کوئی آٹا خمیر کرتی ہے کوئی تنور کرنے میں سرگرم ہے۔ حیران ہو کر ان بی بیوں کے پاس گئی اور نہایت ادب کے ساتھ

سلام کر کے عرض کرنے لگی آپ کون بی بیاں ہیں اور اس کنیز کو سرفراز کرنے کی کیا وجہ ہے ؟ ایک بی بی نے کہا میں مریم مادر عیسیٰؑ ہوں اور وہ حضرت حواؑ ہیں اور وہ ہاجرہؑ مادر اسماعیلؑ اور وہ حضرت خدیجہؑ ہیں ہم لوگ تیرے بدلے مجلس حسینؑ کا سامان کرنے آئے ہیں۔ ناگاہ اس مومنہ کی نظر اس جانب گئی جہاں ضریح اقدس رکھی ہوئی تھی دیکھا کہ ایک مخدومہ سر برہنہ بال کھولے ہوئے منہ پر خاک ملے ایک تابوت کو کلیجے سے لگا رکھا ہے اور وَا حُسَیْنَاہُ وَا شَہِیْدَاہُ وَا مَظْلُوْمَاہُ کہہ کر زار و قطار رو رہی ہیں یہ دیکھ کر وہ مومنہ بھی رونے لگی اور کہنے لگی اے بی بی آپ کون ہیں جو اس بے قراری سے رو رہی ہیں۔ اس محترمہ نے فرمایا اے کنیز خدا میں اس مظلوم کی ماں ہوں کہ جس کی لاش پر رونے والا صحرائی جانوروں کے سوا کوئی نہ تھا اور اس کا جسم کئی روز بے غسل و کفن زمین کربلا پر پڑا رہا اب جو مومن میرے فرزند غریب بے کس کی مجلس عزا برپا کر رہا ہے تو میں آکر سامان مجلس مہیا کرتی ہوں اور عزاداروں کے ساتھ رونے پیٹنے میں شرکت کرتی ہوں۔ وہ عورت یہ سنتے ہی قدم مبارک پر گر پڑی جناب سیدہ نے اس کا سر اپنی آغوش میں لے کر فرمایا خوشا حال تیرا اے کنیز خدا کہ تو میرے بے کس فرزند کی عزاداری کرتی ہے کل قیامت کے دن میں تیری شفاعت کروں گی اور تجھے ساتھ لے کر بہشت میں داخل ہوں گی۔ یہ بشارت سنتے ہی وہ مومنہ فرط مسرت سے غش کر گئی جب ہوش آیا تو سامان عزا کے سوا کسی چیز کو نہ پایا اسی اثناء میں اس کا شوہر آیا اس خاتون نے شروع سے آخر تک تمام حال سنایا کیوں حضرات سنا آپ نے کہ جناب سیدہ اپنے غریب بیٹے کے ماتم میں اب تک روتی ہیں آہ آہ مومنین کیونکر نہ روئے وہ ماں جس کا فرزند تین دن کا بھوکا پیاسا گوسفند قربانی کی مانند ذبح کیا گیا ہو اور جس کی صاحبزادیاں اسیر ہو کر شتران برہنہ بے مقنعہ

و چادر بلوائے عام میں کربلا سے شام تک گئی ہوں اور وہ کافی عرصہ تک شام کے زندان میں سخت قید میں رہی ہوں اور دھوپ کی شدت' آفتاب کی حرارت سے رنگ متغیر ہو گئے ہوں اور ان کے چہروں کے پوست اتر گئے ہوں۔ منقول ہے جب اولاد رسولؐ پر یزید پلید بے پناہ مظالم کر چکا تو ظاہر میں رحم کھا کر اور مکاری سے اپنی ندامت و پشیمانی ظاہر کر کے انہیں رہا کیا اور بہت سے اونٹوں پر مال و اسباب لدوا کر حاضر کیا اور چند ناقے جن پر قیمتی زرنگار کجاوے رکھے ہوئے تھے وہ منگوا کر ام کلثومؑ سے کہنے لگا یہ سب حسینؑ کا خون بہا ہے چاہتا ہوں کہ قبول کیجئے اور مجھے اپنے بھائی کے خون سے بری کیجئے۔ آپ نے اس شقی کی بے حیائی دیکھ کر فرمایا تو نے فاطمہؑ کی بیٹیوں کو ننگے سر در بدر پھرایا' رسولؐ کے نواسے کو بھوکا پیاسا قتل کیا۔ اب دنیا کے اس مال قلیل کو ایسے امر عظیم کا عوض سمجھتا ہے خدا کی قسم اگر تمام دنیا سونا چاندی ہو جائے تو بھی حسینؑ کے سر کے ایک بال کے عوض نہیں ہو سکتا ہے۔ اے غافل خدا سے ڈر اپنے انجام کو سوچ جب قیامت ہو گی اور رسولؐ کی بیٹی حسینؑ کی ماں ننگے سر عرش کے نیچے فریاد کریں گی۔

تَقُوْلُ اَیَا عَدْلُ اُحْکُمْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ مَنْ
تَعَدّیٰ عَلیٰ اِبْنِیْ بَعْدَ قَھْرٍ وَّ قَسْرَۃٍ

اور کہیں گی اے مظلوموں کے دادرس اے احکم الحاکمین انصاف کر تو میرے اور ان ظالموں کے درمیان کہ جنہوں نے میری اولاد پر جور و ستم کئے اور طرح طرح کی بد سلوکیاں کیں اور حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے۔

اَجَالُوْ عَلَیْہِ بِالصَّوَارِمِ وَالْقَنَا
وَکَمْ جَالَ فِیْھِمْ مِنْ سِنَانٍ وَشَفْرَۃٍ

حسین علیہ السلام کو گھیر کر چاروں طرف سے کوئی تلواریں کوئی نیزے مارتا تھا اور کوئی گرز لگاتا تھا اس وقت پروردگار عادل تجھ سے اس خون ناحق کا سوال کرے گا اے یزید اس روز کے جواب کے لئے تیار رہ۔ **منقول** ہے وہ شقی سر جھکائے دیر تک رویا اس کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کی یا ابن علیؑ آپ کو جو کچھ حاجت در پیش ہو اسے بیان کیجئے کہ میں اسے بجا لاؤں **لسان الواعظین** کی روایت کے مطابق آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میرے پدر بزرگوار کا سر مجھے دے کہ کربلا میں لے جا کر جسم کے ساتھ دفن کروں اس نے منظور نہ کیا حضرت نے عجب کلمہ فرمایا اگر تو یہ قبول نہیں کرتا تو بابا کا سر مجھے ایک نظر دکھا کہ وہ مجھ سے اور میں ان سے وداع کر لوں پھر کب اس سر کی زیارت نصیب ہوگی۔ وہ شقی بولا اے علیؑ اپنے باپ کا سر دیکھنے کی تو خواب میں بھی امید نہ رکھو۔ حضرت نے آبدیدہ ہو کر فرمایا اے یزید کیا تو جانتا ہے کہ مجھ میں اور میرے پدر بزرگوار میں جدائی ہے ؟ یہ فرما کر آپ نے اس حجرہ کی طرف رخ کیا کہ جس میں امامؑ کا سر ایک سونے کے طشت میں جو ریشم کے رومال سے ڈھکا ہوا تھا رکھا تھا اور عرض کی اس بریدہ سر پر میرا سلام ہو جو اپنے بدن سے جدا ہے اور اس شہید پر سلام ہو جو اپنے بدن کے خون میں نہایا ہے اے بابا یہ بیمار مدینہ جا رہا ہے آپ سے رخصت ہوتا ہے جو ارشاد ہو بجا لاؤں۔ راوی کہتا ہے کہ وہ سر مبارک بیٹے کی آواز سن کر ایسا تڑپا اور رومال سے جدا ہوا اور چکر کھا کر اپنے فرزند کی طرف پھر گیا اور سوکھے ہونٹوں میں حرکت ہوئی اور زبان

حال سے گویا ہوا اے زین العابدینؑ حسینؑ کا بھی تم پر سلام پہنچے بیٹا جب مدینہ پہنچنا تو نانا سے کہنا کہ آپ کا نواسا تین دن کا بھوکا پیاسا ذبح کیا گیا اس کا جسم کربلا کے صحرا میں جلتی ریت پر پڑا ہے اس کا سر کبھی نیزہ پر چڑھایا گیا کبھی تنور میں رکھا گیا کبھی صندوق میں مقفل ہوا کبھی دمشق کے دروازہ پر لٹکایا گیا یَا جَدَّاہُ وہ سر جو کبھی آپ کے سینہ پر کبھی آپ کے دوش پر رہتا تھا وہی سر کبھی دربار یزید میں کبھی یزید کے خزانہ میں طشت طلا میں رکھا جاتا ہے وہ ہونٹ جن کو آپ کبھی چومتے تھے کبھی شکر کی طرح چوستے تھے ان کی یہ نوبت پہنچی کبھی ابن زیاد نے کبھی یزید نے چھڑی سے کھولا منقول ہے جونہی جناب زینبؑ کی نگاہ اپنے بھائی کے سر اطہر پر پڑی بے اختیار رو رو کر اپنی مصیبتوں کی شکایتیں کرنے لگیں مگر امام صابر کے سر سے کچھ آواز نہ آئی۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۶۵

فضائل گریہ ' رہائی اھل بیتؑ خاندان رسول کا کربلا میں پہنچنا اور مجلس عزا برپا کرنا جابر بن عبداللہ انصاری کا اہل بیتؑ کا استقبال کرنا اور سید سجادؑ کو پرسہ دینا مدینہ میں واپسی اور محمد حنفیہ کا اہل بیتؑ کو اجڑا ہوا پاکر بار بار بے ہوش ہو جانا ۔

☆

ألا من قال شعرا في الحسين
ولم ينطق بهجر أو بمين
فابكى أو بكى دخل الجنانا
وقال نبيه فيها مكانا

جس نے امام حسین علیہ السلام کی مصیبت میں ایک شعر کہا اور خود رویا یا کسی کو رلایا روز قیامت وہ شخص بہشت میں اپنے آقا کے حضور سے سرفراز ہو گا **قال الصادق عليه السلام من بكى او ابكى ثلثين فله الجنة** جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص ہمارے مصائب یاد کر کے خود روئے یا تیس آدمیوں کو رلائے خدا اس پر بہشت واجب کرتا ہے **ومن بكى او ابكى عشرة فله الجنة** بلکہ جو روئے یا ایک شخص کو بھی رلائے خداوند کریم اس پر بہشت واجب کرتا ہے **ومن تباكى فله الجنة** اور جسے رونا نہ آئے اور وہ رونے کی شکل بنائے اللہ تعالی اس پر بھی بہشت واجب کرتا ہے **فمن لم يحزن على مصابنا فليس منا** اور جو شخص ہماری مصیبت سنے اور اس کا دل بھی محزون نہ ہو تو وہ شخص ہمارے ماننے والوں سے نہیں۔ **منقول** ہے کہ جب اھل بیتؑ رسول

کو زندان دمشق میں ایک مدت گزر گئی اور اہل شہر نے یزید کو لعنت ملامت کی اس ظالم نے نادم ہو کر ان مصیبت زدوں کی رہائی کا حکم دیا۔ بشیر بن نعمان کالی عماریوں کو لے کر حاضر ہوا بی بیاں بچے سوار ہونے لگے آہ جب جناب زینبؑ کی سواری کی باری آئی اپنے ناقہ کے قریب آئیں اور کچھ یاد کر کے بے ساختہ رونے لگیں پھر کربلا کی طرف منہ کر کے یوں فریاد کرنے لگیں اے بھائی عباسؑ تم کہاں چلے گئے تم تو میری پردہ داری کا اہتمام کیا کرتے تھے' اس وقت بہن سوار ہو رہی ہے اور تم خبر بھی نہیں لیتے کہ اے بیٹا علی اکبرؑ کس جنگل میں سو رہے ہو کیا پالنے والی کو بھول گئے جب میں مدینہ سے چلی تھی تم نے ہاتھ پکڑ کر سوار کیا تھا اب پھوپھی پھر مدینہ جا رہی ہے اور تم نہیں ہو۔ غرض بیمار کربلا آگے آگے گھوڑے پر سوار پیچھے پیچھے پردہ داروں کا قافلہ سب کے سب روتے پیٹتے روانہ ہوئے یہاں تک کربلا کے قریب پہنچے۔

صاحب مصائب الشہداء لکھتے ہیں اس روز امام حسین علیہ السلام کے پہلے زائر جابر انصاری کربلا میں داخل ہوئے تھے ناگاہ قبر مطہر سے آواز آئی اے جابر میری دکھیاری بہن زینبؑ میرے گھر والوں کو لئے زندان شام سے میری زیارت کو آرہی ہیں افسوس اگر آج میں زندہ ہوتا تو اس کے استقبال کو جاتا اور بڑے احترام اور اہتمام سے لاتا اب آپ میری طرف سے جایئے اور ان کی رہنمائی کر کے انہیں گور غریباں تک اپنے ساتھ لے آیئے۔ یہ سنتے ہی جابر مقتل شہداء سے آگے بڑھے۔ آہ آہ کیا دیکھتے ہیں کہ آگے آگے جناب سید الساجدینؑ اپنے ناقہ سے اتر کر پیادہ پا چلے آرہے ہیں' گریبان چاک' گیسوؤں پر خاک پڑی ہوئی ہے اور ہاتھوں پر اپنے پدر بزرگوار کا سر مطہر ہے اور پیچھے بی بیاں روتی پیٹتی وَاحُسَیْنَاہُ وَا عَلِیَّاہُ کی فریاد کرتی ہوئیں ساتھ ہیں۔ کیوں مومنین ایک روز یہی

اہل بیتؑ اسی زمین کربلا پر کس شان و سامان سے آئے تھے سروں پر وارثوں کا سایہ گودیں بچوں سے بھری ہوئی' ایک طرف ہمشکل پیغمبرؐ علی اکبرؑ ایک جانب عباسؑ دلاور اور کسی طرف عون و محمدؑ' کس طرف قاسمؑ پردہ داری کے اہتمام میں مصروف تھے آج وہ لوگ تو زیر خاک آرام کر رہے ہیں بی بیاں ان کی قبروں پر رونے پیٹنے کے لئے جا رہی ہیں کیا حال ہوا ہوگا ان بی بیوں کا جب وہ پہلا منظر یاد آیا ہوگا کہ ایک روز اسی کربلا میں امام حسینؑ تشریف رکھتے تھے' اس طرف عباسؑ اور علی اکبرؑ آرام فرما ہوتے تھے' اس طرف ہمارے خیمے برپا تھے' اس جگہ امامؑ کا لشکر ہوتا تھا۔ آج وہ سب جگہیں ویران ہیں اب چند قبروں کے سوا کچھ نشان نہیں غرض جابر نے دوڑ کر اپنے آپ کو جناب امام سجادؑ کے قدموں پر گرا دیا حضرت نے انہیں اٹھا کر گلے سے لگا لیا اور فرمایا اے جابر ۔

سر امام بڑی منتوں سے لایا ہوں
پھر اپنے باپ کو میں دفن کرنے آیا ہوں

جابر نے عرض کی اے مولا ابھی تو آپ کے پدر مظلوم کی تربت بہت دور ہے یہاں سے آپ کیوں پیدل ہو لئے اب آپ سوار ہو جائیں فرمایا اے جابر جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے۔ میرے پدر مظلوم قبر مطہر سے رہنمائی کے لئے تشریف لائے ہیں یہ فرما کر جابر کے آنکھوں پر اپنے دست اقدس کو پھیرا اس نے عجب منظر دیکھا کہ جناب سید الشہداء سربریدہ انیس سو اکاون زخم کھائے' ہر زخم سے خون جاری تشریف لاتے ہیں اور ان حضرت کے پس پشت سب شہداء سروں کو کٹائے خون میں نہائے ساتھ ہیں اور ہر ایک کے حلق بریدہ سے یہ آواز آتی ہے کہ اگر خداوند عالم ہم کو ہزار مرتبہ مارے اور پھر زندہ کرے تو بھی ہم اولاد

رسول کی نصرت و امداد کو حاضر ہیں اور ان پر جان نثاری کو موجود ہیں۔ **الغرض** جب بی بیاں مقتل شہداء کے قریب پہنچیں تو ہر ایک بی بی نے اپنے آپ کو اپنے اپنے وارث کی قبر پر گرا دیا اور قبروں کو سینہ سے لگا کر جگر خراش بین کرنے لگیں اور امام زین العابدین علیہ السلام اپنے پدر عالی قدر کی قبر سے لپٹ کر ایسا روئے کہ بے ہوش ہو گئے۔ **راوی** کہتا ہے کہ اس وقت جناب سکینہؑ ایک ناقہ پر آرام فرما تھیں جب رونے اور ماتم کرنے کا شور سنا تو چونک کر اپنی پھوپھی سے پوچھا کیا ہم بابا کے مقتل میں پہنچ گئے ؟ کیا یہ زمین کربلا ہے جناب زینبؑ نے فرمایا اے بیٹی ہاں یہی مقتل شہداء ہے سکینہؑ یہ سنتے ہی کجاوہ سے اتریں اور قبر امام سے لپٹ کر یہ بین کرنے لگیں اے بابا تمہارے بعد ہم نے بڑے بڑے ظلم و ستم اٹھائے شمر سے طمانچے کھائے۔ تمہاری لاش پر رونے بھی نہ پائی اے بابا جب سے آپ کا سینہ چھوٹا سکینہؑ کو نیند نہیں آئی اے بابا ہم آپ کی زیارت کو حاضر ہوئے ہیں اب سلام کرتے ہیں تو آپ جواب بھی نہیں دیتے۔ ابو مخنف کی روایت کے مطابق ناگاہ قبر مبارک سے آواز آئی ہے اے سکینہؑ تجھ پر حسینؑ کا سلام پہنچے اے بیٹی جب مدینہ پہنچنا اپنی دادی فاطمہ زہراؑ کو ہمارا سلام پہنچانا اور کہنا اے اماں اپنے فرزند مظلوم کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔ یہ آواز سن کر تمام اھل بیتؑ میں کہرام برپا ہوا کہ سب بی بیاں روتے روتے بے ہوش ہو گئیں۔ آہ آہ جب اھل بیتؑ کو ہوش آیا تو قافلہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ **الغرض** تھوڑے عرصہ کے بعد اہل بیت علیہم السلام مدینہ منورہ میں پہنچے۔ جب محمد حنفیہ نے سنا کہ ذریتِ رسول مدینہ میں آچکے ہیں تو دل میں کہنے لگا کیا وجہ ہے کہ بھائی حسینؑ میری مزاج پرسی کے لئے تشریف نہیں لائے اسی بیماری کی حالت میں اپنے غلاموں سے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو بھائی حسینؑ کی خدمت میں لے چلو کہ میں

رسول خدا کی بقیہ نشانی سے مشرف ہوں۔ پس آپ کو غلاموں نے گھوڑے پر سوار کیا اور دو آدمی دونوں طرف سے بغلوں میں ہاتھ دیئے آہستہ آہستہ چلے ناگاہ کچھ سیاہ علم دکھائی دیئے بے ساختہ ایک آہ سرد کھینچ کر فرمایا کہ ہمارے بھائی حسینؑ کا نشان تو سبز ہے یہ کالے نشان کیسے ہیں "وَاللّٰہِ قُتِلَ اَخِی الْحُسَیْنُ" واللہ میرے بھائی حسینؑ قتل ہوئے یہ فرما کر گھوڑا سے زمین پر گر پڑے اور غش کر گئے لوگوں نے جناب امام زین العابدینؑ سے عرض کی یا حضرت اپنے چچا کی خبر لیجئے کہ وہ مرنے والے ہیں یہ سنتے ہی حضرت خیمہ سے روتے ہوئے دوڑے اور اپنے عمؑ بزرگوار کو سر آغوش میں لے کر زار زار رونے لگے۔ محمد حنفیہ ہوش میں آئے آہ آہ جب بھتیجے کے چہرہ پر نظر پڑی بے ساختہ رو کر کہنے لگے اَیْنَ اَخِی اَیْنَ اَخِی اَیْنَ قُرَّۃُ عَیْنِی اَیْنَ ثَمَرَۃُ فُؤَادِی اَیْنَ خَلِیْفَۃُ اَبِی اَیْنَ الْحُسَیْنُ اخی اے نور نظر اے پارۂ جگر میرا حسینؑ غمخوار بھائی فرزند رسول مختار جانشین حیدر کرار کہاں ہیں ؟ قَالَ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ یَا عَمَّاہُ اَتَیْتُکَ یَتِیْمًا قُتِلَ وَاللّٰہِ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ وَسُبِیَتْ حَرِیْمُہٗ وَنُہِبَتْ خِبَاءُہٗ وَ ذُبِحَتْ اَطْفَالُہٗ وَاُخِذَتْ اَمْوَالُہٗ آپ نے فرمایا اے عمؑ نامدار میرے پدر بزرگوار کا حال کیا پوچھتے ہو مجھ کو اشقیاء نے یتیم کیا میں اپنے بابا کو صحرائے کربلا میں کھو آیا اے چچا ظالموں نے ہمارے مردوں کو شہید کیا ہماری عورتوں کو اسیر کر کے دربدر بے مقنعہ و چادر پھرایا ہمارے خیموں میں آگ لگا دی ہمارا مال و اسباب لوٹ لیا۔ محمد حنفیہ یہ خبر سنتے ہی پھر بے ہوش ہو گئے اور اھل بیتؑ میں شور "وَاحُسَیْنَاہُ وَامَقْتُوْلَاہُ" کا بلند ہوا جب غش سے افاقہ ہوا تو محمد حنفیہ نے اپنے بھتیجے کی گردن پر زخموں کے کچھ نشان مشاہدہ کئے پوچھا اے بیٹا یہ کیسے نشان ہیں ؟ حضرت نے فرمایا اے چچا یہ نشان اس طوق خاردار کے ہیں کہ جو میری گردن میں پہنایا تھا اور اس کی سنگینی سے میرا گلا چھل گیا۔ محمد حنفیہ نے یہ

حال سن کر اس قدر سر و سینہ پیٹا کہ بار بار آپ پر غش طاری ہو جاتی۔ سرور المومنین کی روایت کے مطابق ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب محمد حنفیہ نے چاہا کہ جناب سید الساجدینؑ کو گلے سے لگائیں اس وقت آپ نے فرمایا اے چچا مجھے آہستہ گلے لگانا کہ میرا گلا ابھی طوق سے مجروح ہو رہا ہے۔ کیوں حضرات مقام تصور ہے کہ محمد حنفیہ فقط امام زین العابدینؑ کے گلے کا نشان دیکھ کر غش کر گئے کیا حال ہوتا جب دیکھتے کہ اشقیاء اسی امام سجادؑ کو بیماری شدت میں گلے میں طوق، پاؤں میں زنجیر پہنا کر پیادہ پا منزلوں، کانٹوں پر دوڑاتے لئے جاتے ہیں اور کیا صدمہ گزرتا جب اپنے بھائی کے بریدہ سر کو طشت طلا میں تخت کے نیچے دیکھتے کہ یزید پلید خوش ہو کر فرزند رسول کے دانتوں اور لبوں پر چھڑی لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے حسینؑ تمہارے دانت کیا اچھے ہیں اور تم بہت جلد بوڑھے ہو گئے۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۶۶

رہائی اہل بیتؑ اور دمشق سے کربلا کی طرف روانگی، کربلا پہنچ کر مجلس عزا برپا کرنا جناب امام زین العابدینؑ کا والد گرامی کی لاش اور دوسرے شہداء کو دفن کرنا اور جناب زینبؑ کا تین دنوں تک مسلسل اپنے بھائی کی لاش سے لپٹے رہنا اور جناب سجادؑ کا کئی بار بے ہوش ہو جانا

☆

عن زرارة انه قال لي ابو عبدالله یازرارة ان السماء بکت علی الحسین اربعین صباحا بالدم

زرارہ سے منقول ہے کہ مجھ سے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا اے زرارہ بالتحقیق آسمان جناب امام حسینؑ پر چالیس صبحیں خون کے ساتھ رویا وان الارض بکت اربعین صباحا بالسود اور زمین ماتم شبیرؑ میں چالیس صبحیں سیاہی کے ساتھ روئی وان الشمس بکت اربعین صباحا بالکسوف والحمرة اور اس مظلوم پر سورج چالیس دن تک سرخی اور کسوف کے ساتھ رویا۔ یعنی چالیس روز تک آفتاب کو گہن لگا رہا اور جب طلوع ہوتا تھا تو نہایت سرخ ہوتا تھا۔ ان الجبال تقطعت وان البحار تفجرت اور جناب امام حسینؑ کے ماتم میں پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور دریا جوش و خروش میں آئے۔ اور بالتحقیق فرشتے بھی آسمان پر چالیس دن تک اس مصیبت عظمیٰ پر روتے رہے۔ وما اختضبت امرأة من بنی ہاشم ولا ادھنت ولا اکتحلت حتی اتانا راس عبیداللہ بن زیاد فما زلنا فی عبرة بعد اور زنان بنی ہاشم سے کسی عورت نے خضاب نہ کیا، تیل نہ لگایا، کنگھی نہ کی اور نہ آنکھوں میں سرمہ ڈالا، جب تک کہ عبید بن زیاد کا سر کٹ کر ہمارے پاس نہ آیا اور ہم ہمیشہ امامؑ کے مصائب پر روتے ہیں زرارہ کوئی آنکھ اچھی نہیں ہے اور کوئی رونا پسندیدہ تر نہیں اس آنکھ سے کہ جو امام حسینؑ پر روئے۔ ومن بکی علی الحسین فانہ احسن بالنبی والفاطمة اور جو امام حسینؑ پر روئے اس نے جناب

فاطمہؑ سے نیکی اور جناب رسول خدا پر احسان کیا اور ہم اہل بیتؑ کا حق ادا کیا میرے جد بزرگوار جب اپنے والد گرامی کو یاد کرتے تھے اس قدر روتے تھے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی وکل من راہ بھذا الحال فیبکی لبکائہ اور جو دشمن امام علیہ السلام کو اس بے قراری سے روتے دیکھتا وہ بے اختیار رونے لگتا وردفی الحدیث ان علی بن الحسین بکی علی ابیہ اربعین سنتہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جناب امام زین العابدینؑ اپنے پدر بزرگوار پر چالیس برس مسلسل روئے وما اکل راس الضان ابدا مدة عمرہ اور حضرتؑ نے تمام عمر گوسفند کے سر اور گردن کا گوشت نہ کھایا پس مومنین تم پر لازم ہے کہ جناب مظلوم کربلا کے مصائب پر تمام عمر رویا کرو خاص کر چہلم کے دنوں میں کہ تمام مخلوقات آسمان، زمین، آفتاب، پہاڑ، جن و طیور اور فرشتے ان دنوں میں چالیس دن تک روتے رہے اور روتے ہیں۔ کس طرح نہ روئیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو ظالموں نے تین دن کا بھوکا پیاسا دریا کے کنارے ذبح کیا اور جناب کی لاش کو دفن نہ کیا۔ اس مصیبت کے ساتھ نعش اقدس گرم ریت پر پڑی رہی اور خون میں ڈوبی ہوئی تھی، صحرا کی ریت اڑ اڑ کر اس پر پڑتی تھی اکثر روایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ قوم اسد نے آپؑ کی لاش کو تین دنوں کے بعد دفن کیا لیکن کچھ روایات یہ بھی بتاتی ہیں کہ جناب امام زین العابدینؑ شام سے سر اقدس کو لے کر تشریف لائے تو لاش کو اسی طرح خاک و خون میں غلطاں دیکھا کہ کربلا کی گرم زمین پر پڑی ہے۔ روی الشیخ المفید رحمہ اللہ ان یزید لعنتہ اللہ ندم علی افعالہ عرض علی اہلبیت سید الانام المقام بدمشق چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ جب یزید لعین اپنے افعال ناشائستہ پر نادم و پشیمان ہوا اس وقت اہل بیتؑ کو اپنے سامنے طلب کیا اور عرض کیا اے اہل

بیتؑ رسول میں امیدوار ہوں کہ میرا قصور معاف فرمائیں گے اور آپ سب دمشق میں قیام کریں۔ آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو گی یہ سن کر بی بیاں رونے لگیں اور کہا اے یزید ہمیں یہاں رہنا منظور نہیں' بلکہ ہم رسول خداؐ کے مرقد اقدس کی زیارت کی مشتاق ہیں' ہمیں مدینہ میں پہنچا دے یہ سن کر یزید پلید نے بشیر ابن نعمان کہ اصحاب رسول میں تھا سے کہا جو اسباب اور سامان اھل بیتؑ کے سفر کے لئے ضروری ہو وہ مہیا کرو اور بہت سے سوار اہل حرم کی حفاظت کے لئے اپنے ہمراہ لے اور اھل بیتؑ کو نہایت حفاظت و احتیاط کے ساتھ مدینہ منورہ میں پہنچا دے۔ جناب امام زین العابدینؑ سے کہا آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو فرمایئے یہ سن کر حضرت نے فرمایا ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے مگر مجھے میرے بابا کا سر چاہیئے اور جو ہمارا اسباب تیری فوج لوٹ کر لائی ہے منگوا دے۔ یزید نے حکم دیا ان کا اسباب لاؤ پس وہ شقی سامان لانے لگے جب اس میں حضرت عباسؑ کا علم نظر آیا تو جناب زینبؑ رونے لگیں اور بولیں آہ آہ یہی علم روز عاشور میرے بھائی عباسؑ کے کندھے پر تھا کہ ناگاہ ایک لعین ایک گٹھڑی لایا اور یزید کے سامنے لا کر کھولا اور بولا اے یزید یہ حضرت کا کرتہ ہے کہ میں نے امام کو قتل کرنے کے بعد ان کے جسم سے اتار لیا تھا اور ان کے بدن کو کربلا کی گرم زمین پر برہنہ چھوڑ دیا تھا۔ یزید نے جب اسے دیکھا تو وہ کرتہ ٹکڑے ٹکڑے تھا یزید حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا تعجب ہے کہ حسینؑ دعوئ امامت کرتا ہے اور ایسا بوسیدہ اور کہنہ لباس پہنا تھا۔ لوگوں نے کہا اے یزید یہ لباس پرانا نہ تھا بلکہ یہ سب تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے اور تیروں سے پارہ پارہ ہوا ہے یہ سن کر یزید نے امام کا سر اقدس امام کو دیا اور اھل بیتؑ کے لئے سیاہ عماریاں منگوائیں۔ اھل بیتؑ سوار ہونے لگے جب جناب زینبؑ کی سواری کی باری آئی تو بی بی نے

واحسیناہ وامظلوماہ کی صدا بلند کی اور پکاریں اے عباسؑ اے علی اکبرؑ تم میری آنکھوں سے پوشیدہ ہو عماری میں تو تم مجھے ہاتھ پکڑ کر سوار کرتے تھے۔ غرض جب جناب زینبؑ روتی ہوئی سوار ہوئیں تو پھر تمام اھل بیتؑ عماریوں میں روتے ہوئے سوار ہوئے۔ سب سے آگے امام زین العابدینؑ کی سواری تھی اور پیچھے سب اھل بیتؑ روتے پیٹتے چلے آ رہے تھے یہاں تک زمین کربلا پر پہنچے خون شہداء کی دور دور تک خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ بشیر کہتا ہے کہ اس وقت میں گھوڑا پر سوار تھا کہ وہ اچانک چلنے سے رک گیا اور میں نے دیکھا بے شمار پرندے اور ہرن شیر وغیرہ جا بجا بیٹھے ہوئے ہیں پھر آگے بڑھا تو دیکھا کہ بہت سے پرندے جمع ہیں اور شور مچاتے ہیں پس شیر کو بو سے میرا گھوڑا آگے نہ بڑھا اور قریب تھا کہ میں شیروں کے خوف سے بھاگوں کہ امام زین العابدینؑ نے پکارا کہ اے بشیر کیوں ڈرتا ہے ان میں سے کوئی تجھے اذیت نہ دے گا کہ یہ سب میرے پدر مظلوم کے ماتم دار ہیں اور اس کے بعد اھل بیتؑ کو آواز دی کہ اب اونٹوں سے اترو کہ ہم مقتل شہداء پر پہنچے یہ سن کر سب اھل بیتؑ روتے پیٹتے اونٹوں سے اترے اور امامؑ کو یہ فرما کر تاب ضبط نہ رہی عمامہ سر سے اتار ڈالا اور گریبان کو چاک کیا اور پا برہنہ ہو کر مقتل کی طرف روتے ہوئے چلے اور اس قدر روئے کہ بے ہوش ہو گئے۔ بشیر کہتا ہے کہ میں دوڑا اور قریب جا کر عرض کی اے مولا اگر آپ اپنی یہ شکل بنائیں گے تو اھل بیتؑ کو کون سنبھالے گا حضرت نے غش سے آنکھیں کھول دیں اور پھر روتے ہوئے چلے جب ان پرندوں کے قریب پہنچے تو وہ پرندے بے اختیار شور مچانے لگے ہرن اور شیر قدم اقدس پر گر کر ان پاؤں پر کہ جن میں ظالموں نے بیڑیاں اور زنجیریں پہنائی تھیں۔ آنکھیں ملنے لگی اور بے اختیار روتے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ انہیں شہید کربلا کا پرسا دیتے ہیں۔ آپؑ

بھی ان بے زبانوں کی بے تابی دیکھ کر روتے تھے اور ان کے حق میں دعائے خیر کرتے تھے پھر مجھ سے فرمایا کہ اے بشیر تیاری کر کہ میں شہداء کے لاشوں کو دفن کروں میں نے عرض کی اے مولا شہداء کے لاشے کہاں ہیں ؟

حضرت نے فرمایا اے بشیر یہ ہرن ' شیر وغیرہ جو تو دیکھتا ہے یہ سب چالیس روز میرے پدر شہید پر روئے اور ان کی لاش کی حفاظت کرتے رہے ہیں اور یہ پرندے مظلوم پر روتے رہے ہیں اور لاش اقدس کو اپنے پروں سے چھپاتے ہیں کہ نور چشم بتول کے جسم پر دھوپ نہ پڑنے پائے کہ ناگاہ واحسیناؑ واماماؑ کی صدا ہر دو طرف سے میرے کانوں میں آنے لگی میں نے عرض کی اے مولا یہ رونے کی آواز کس کی آتی ہے فرمایا اے بشیر جو آواز کہ داہنی طرف سے آتی ہے یہ آواز جنات کی ہے کہ میرے پدر عالی قدر کے ماتم میں شب و روز روتے ہیں اور جو آواز بائیں طرف سے آتی ہے یہ انبیاء اور حوریں حضرت رسول خدا علی مرتضیٰؑ اور فاطمہ زہراؑ کے ساتھ روتے ہیں یہ فرما کر آپ اپنے والد کی لاش پر تشریف لے گئے۔

آہ ——— اس نُورِ چشم پیغمبرؐ کو عجب حال سے دیکھا کہ خاک و خون میں غلطاں زمین پر پڑے ہیں دست اقدس بدن سے جدا ایک سمت پڑے ہیں حضرت نعش اقدس کو اس حالت میں دیکھ کر بہت روئے پھر دل سنبھال کر قبر کھودنے میں مشغول ہوئے ابھی کھودنا شروع ہی کیا تھا کہ ایک قبر ظاہر ہوئی اور اس میں ایک لوح تھی کہ اس پر خط جلی سے یہ لکھا تھا هٰذِهٖ قَبْرُ حُسَيْنُ ابْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ یعنی یہ قبر حسینؑ بن علیؑ کی ہے جب بیمار کربلا نے چاہا کہ اس نور خدا کو قبر میں اتاریں دیکھا کہ دو ہاتھ جو فاطمہ زہراؑ کے ہاتھوں سے مشابہ تھے نمودار ہوئے اور

آواز آئی کہ اے نور دیدہ حسینؑ میرے بیٹے کو مجھے دیجئے کہ اسے قبر میں سلاؤں پس اس آفتاب امامت کو زیر زمین پنہاں کر کے قبر تیار کی اور خوب روئے اور سب اھل بیتؑ رو رو کر زمین پر گر پڑے اور جناب زینبؑ نے سر کے بال کھول دیئے اور پیٹنا شروع کیا اور جناب ام کلثومؑ قبر سے لپٹی ہوئیں اس کرب سے روتی تھیں کہ کسی کو سننے کی تاب نہ تھی۔ پس جناب امام سجادؑ نے خود صبر کر کے سب کو دلاسا دیا اور باقی شہداء کو جہاں جہاں نشان تھے وہاں دفن کیا۔ اس کے بعد جناب عباسؑ کی لاش کی تلاش میں فرات کے کنارے گئے تو دیکھا ان کے بازو کٹے ہوئے ہیں سر اور بازوؤں کے بغیر لاش پڑی ہے۔ یہ دیکھ کر بہت روئے اور ان کو وہیں پہ دفن کیا پھر حضرت حر کی لاش کو ڈھونڈ کر دفن کی' اس کے بعد آپ امام حسین علیہ السلام کی قبر پر تشریف لائے اور وہاں خیمہ برپا کر کے مجلس عزا اور ماتم برپا کیا۔ جناب زینبؑ قبر سے تین شبانہ روز لپٹی روتی رہیں اور قبر سے جدا نہ ہوئیں جب ہوش میں آئیں تو جناب سیدہ کو خیال میں آواز دی اے اماں آپ نے ہم غریبوں کی خبر نہ لی آہ اس امت جفاکار نے تین دن تمہارے فرزند کو پانی نہ دیا اور پیاسا شہید کیا جناب امام زین العابدینؑ نے آکر پھوپھی کی خدمت میں عرض کیا کہ اے پھوپھی والد گرامی اور دوسرے عزیزوں کی شہادت نے ہم سے زندگی بھر کی خوشیاں اور چین چھین لیا ہے میرا جی کب چاہتا ہے کہ اس کی قبر کو چھوڑ کر جاؤں مگر والد گرامی کی وصیت ہے کہ روضہ رسول خداؐ پر جاؤں اور اہل مدینہ کو ان کی شہادت کی خبر سناؤں اور میرے بابا نے یہ وصیت کی ہے کہ میرے دوستوں کو سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ میں نے تمہارے لئے خشک گلا کٹوایا ہے جب ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد کرنا۔ حضرات امامؑ کی یہ آخری وصیت انہی دوستوں کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ وصیت سب دوستوں کے لئے ہے بلکہ قیامت

تک آنے والے مومنین اور محبانِ اہل بیتؑ کے لئے ہے آپ نے روز قیامت سب مومنوں کی شفاعت کرنی ہے اور سب کے گناہ بخشوانے ہیں اس لئے ہم سب پر لازم ہے کہ جتنا ہو سکے ان کے غم میں گریہ و ماتم کریں اور ان کی راہ پر حتی المقدور خرچ بھی کریں۔

غرض جناب زینبؑ نے کہا کہ اے فرزند تم وطن جاؤ اور مجھے یہیں رہنے دو۔ حضرت نے عرض کی کہ اے پھوپھی اماں بابا کی بھی یہی وصیت ہے کہ میں بھی واجب الاطاعت امام ہوں اب مدینہ میں ہی جانا ضروری ہے جناب زینبؑ ناچار اٹھیں اور قافلہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۶۷

اہل حرم کی کربلا سے مدینہ منورہ کی طرف روانگی اہل مدینہ کا امام سجادؑ کو پُرسا دینا اور امامؑ کا مجلسِ عزا سے خطاب کرنا عورتوں و مردوں اور بچوں کا قیامت خیز ماتم کرنا جناب فاطمہ صغریٰ کا بی بیوں کے گلے سے مل کر اپنے والد اور بھائیوں کے بارے میں سوال کرنا اہل بیتؑ کا بشیر کو رخصت کے وقت بطور تبرک علی اصغرؑ کے خون سے بھرا ہوا رومال دینا ۔

☆

حدیث میں ہے وَمَنْ بَکٰی عَلَی الْحُسَیْنِ فَلَقَدْ اَحْسَنَ بِالنَّبِیِّ وَالْفَاطِمَۃِ کہ جو شخص جناب امام حسینؑ کی مصیبت پر روئے اس جناب فاطمہ زہراؑ پر نیکی اور جناب رسول خدا پر احسان کیا۔ منقول ہے جب کئی دن قافلہ اہل بیتؑ کو صحرائے کربلا میں گزر چکے اس وقت بشیر نے جو جناب امام زین العابدینؑ اور اہل حرم کے ہمراہ تھا امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی یا بن رسول اللہ۔ الحمد اللہ آپ کو کئی روز اس جنگل میں بخیر گزرے لیکن یہ جگہ خوف کی ہے اور مجھے شر اعدار سے ہرگز اطمینان نہیں ہے اگر حضرت ارشاد فرمائیں تو یہاں سے کوچ کریں یہ سن کر امام زین العابدینؑ نے بشیر کے مشورہ کو قبول کیا اور قبر سید الشہداء اور دیگر شہداء کی قبور سے نہایت حسرت و یاس کے ساتھ وداع ہوئے لیکن جناب زینبؑ کسی طرح اپنے بھائی حسینؑ کی قبر مطہر سے جدا نہ ہوتی تھیں اور مسلسل روتی جا رہی تھیں اور بی بی کو جس قدر کوئی سمجھاتا اتنا ہی رنج و الم اور غم میں اضافہ ہو جاتا بالآخر جناب سید سجادؑ کے کہنے پر ناچار چلنے پر آمادہ ہوئیں اور رخصت کے وقت قبر امام حسینؑ سے لپٹ کر یہ بین کرتی تھیں اور روتی تھیں۔

رَحَلْنَا یَا اَخِیْ بِالرَّغْمِ مِنَّا
اَلَا فَانْظُرْ اِلٰی مَاحَلَّ فِیْنَا
اَلَا یَا کَرْبَلَا اَوْدَعْتُ جِسْمًا
بِلَا غُسْلٍ وَلَا کَفَنٍ دَفِیْنَا

یعنی آگاہ اے بھائی یہ دکھیاری بہن چاہتی ہے کہ زندگی بھر اس قبر مطہر سے جدا نہ ہو اور ہمیشہ اس قبر کی مجاور بن کر رہوں لیکن کیا کروں کہ نہایت مجبور ہو کر اس مزار کو چھوڑ رہی ہوں اور تمہیں اس جنگل میں چھوڑ کر مدینہ کو جاتی ہوں پس اس کے بعد وہ بی بی سر زمین کربلا کی طرف متوجہ ہوئی اور فرمایا اے ارض کربلا اس راہ خدا میں شہید ہونے والے جسم اطہر کو جو بے غسل و کفن تجھ میں دفن ہوا ہے تیرے سپرد کرتی ہوں ۔

اَلَا یَا کَرْبَلَا اَوْدَعْتُ نُوْرًا
وَذُخْرَ الْقَاصِدِیْنَ الزَّائِرِیْنَ
وَدَعْنَا فِیْکِ قُلْنَا بِنْ عَلِیٍّ
وَبِنْ زَهْرَاءِ سِتِّ الْعَالَمِیْنَا

اے زمین کربلا میں تجھے بطور امانت اس نور خدا کو سونپتی ہوں کہ جو دنیا و آخرت کی سعادت کے حصول کا باعث ہے ان لوگوں کے لئے جو اس نور کی زیارت کو آئیں گے اور اے زمین کربلا میں پارۂ جگر علی مرتضیٰؑ ناز پروردۂ زہراؑ کو تیرے سپرد کرتی ہوں وہ فاطمہ زہراؑ جو تمام کائنات کی عورتوں کی سردار ہیں فَبَکَتْ وَسَارَتْ بَاکِیَۃً اِلَی الْمَدِیْنَۃِ اس کے بعد قبر مطہر سے مل کر بہت روئیں اور امام

سجادؑ کی حکم کی وجہ سے مجبور ہو کر مدینہ کی طرف روانہ نہ ہوئیں جب اہل بیتؑ لٹا ہوا قافلہ تھوڑے عرصہ کے بعد کربلا سے مدینہ کے قریب پہنچا تو جناب امام سجادؑ نے بشیر سے فرمایا کہ تو آگے جا کر اہل مدینہ کو ہمارے آنے کی خبر دے ۔

یَا رَاکِبًا مِنْ فَوْقِ ظَهْرِ عَرَنْدَسٍ
اِهْبِطْ مَتٰی لَاحَتْ بِعَیْنِکَ یَثْرِبُ
وَانْعَ الْحُسَیْنَ اِلَی الْبَتُوْلِ وَقِفْ عَلٰی
قَبْرِ الرَّسُوْلِ وَقُلْ وَدَمْعُکَ یَسْکُبُ

یعنی اے بلند ناقہ کے سوار جب مدینہ نظر آنے لگے تو تو اپنے ناقہ سے اتر اور حسینؑ غریب پر نوحہ کر اور جناب فاطمہؑ کو ان کے نور عین امام حسینؑ کی شہادت کی اطلاع دے اور اس اس کے بعد روضہ رسولؐ پر حاضر ہو کر رو رو کر عرض کر ۔

مُحَمَّدَ الْمُخْتَارِ اِنَّ اُمَیَّۃَ هَدَمُوْا
بُیُوْتَکَ عَامِدِیْنَ وَخَرَّبُوْا
وَتَقَصَّدُوْا بِالْقَتْلِ لَکَ بَعْدَ مَا
اَضْحٰی تُرَاثُهُمْ یُبَادُ وَیُغْصَبُ

اے رسول خدا بالتحقیق بنی امیہ نے آپ کے آباد گھروں کو جان بوجھ کر ایسا خراب و ویران کیا کہ پھر ان کی آبادی کی امید نہیں اور آپ کی اولاد طاہرین کی وراثت غصب کرنے کے بعد عمداً قتل کیا گیا ۔

اَمْسٰی حُسَیْنُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِیْ

وَطْیَ الْخُیُوْلِ عَلَی الثَّرٰی یَتَقَلَّبُ
وَبَنَاتُکَ الْخَفِرَاتُ اَضْحَتْ بَعْدَهٗ
بِالسَّلْبِ وَالضَّرْبِ الْعَنِیْفِ تُعَذَّبُ

اے رسول خدا آپ کے پیارے حسینؑ کی شہادت کے بعد نوبت یہاں تک پہنچی کہ امامؑ کی لاش گھوڑے دوڑانے میں سموں کی ٹھوکروں سے الٹ گئی اور حسینؑ کے بعد آپ کی بیٹیاں لوٹی گئیں اور اسیر ہوئیں اور طرح طرح کے مصائب برداشت کئے۔

حضرات زمانے کا دستور ہے کہ جب کوئی سفر سے آتا ہے تو لوگ اس کے استقبال کو جاتے ہیں اور ملاقات سے خوش ہوتے ہیں کیا حال ہوا ہوگا ؟ جب اہل مدینہ اس اُجڑے ہوئے قافلہ کے استقبال کو آئے ہوں گے اور اہل بیتؑ پر کیا گزری ہو گی کہ جس شہر سے سارے کنبہ کو ساتھ لے کر نکلے تھے اب اس میں اس طرح آئے ہیں کہ سوائے امام زین العابدینؑ کے کوئی وارث باقی نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ جب میں نے اہل مدینہ کو حضرت سید سجادؑ کی تشریف آوری کے حال سے مطلع کیا۔

فَمَا بَقِیَتْ فِی الْمَدِیْنَۃِ مُخَدَّرَۃٌ وَلَا مُحَجَّبَۃٌ اِلَّا بَرَزْنَ مِنْ خُدُوْرِهِنَّ مَکْشُوْفَۃً شُعُوْرُهُنَّ وَیَبْکِیْنَ بُکَاءَ الثَّوَاکِلِ اس خبر کو سنتے ہی مدینہ کی تمام عورتیں اپنے گھروں سے سروپا برہنہ منہ پیٹی روتی ہوئی باہر نکلیں، کسی کو اپنے پردہ کا ہوش ہی نہ رہا اور تمام مدینہ میں کہرام پڑ گیا وَسَمِعْتُ جَارِیَۃً تَنُوْحُ وَتَبْکِیْ وَتَقُوْلُ۔

نَعٰی سَیِّدِیْ نَاعٍ نَعَاهُ فَاَوْجَعَا

وامر ضنی ناع نعاہ فافجعا

بشیر کہتا ہے کہ میں نے اسی حالت میں ایک صاجزادی کی رونے پیٹنے کی آواز سنی کہ وہ دختر یتیم تڑپتی ہے اور یہ نوحہ کہتی ہے کہ ہائے افسوس میرے مسیحا کے قتل کی خبر سنا کر اس شخص نے مجھ بیکس کو بہت دکھی کر دیا اور یہ افسوسناک خبر سنا کر مجھے ایسا مریض کر دیا کہ رونے پیٹنے اور رونے کے سوا زندگی بھر میں اس کا کوئی علاج نہیں ہے پس اس شہزادی نے مجھے در دولت پر بلایا اور پس پردہ سے فرمایا کہ اے شیخ کیا قیامت ڈھائی تو نے اور کیونکر تیری زبان سے یہ نکلا کہ امام حسینؑ قتل ہوئے آیا تو سچ کہتا ہے یہ غلط خبر ہے ؟ بشیر نے عرض کی اے میری سیدہ میری کیا مجال تھی کہ میں ایسی دکھ بھری خبر سناتا لیکن کیا کروں امام زین العابدینؑ مدینہ کے قریب اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ہمراہ تشریف لائے ہیں اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ مدینہ میں جا کر لوگوں کو قتل امامؑ کی خبر دوں۔ حضرت کے حکم سے مجبور ہو کر یہ خبر دینے آیا ہوں بشیر کہتا ہے کہ میں ابھی اس شہزادی سے عرض کر رہا تھا کہ ناگاہ ام ہانی، رملہ، ام لقمان اور تمام دختران عقیلؑ اور ان کے ساتھ تمام ہاشمیہ عورتیں سروپا برہنہ بے مقنعہ و چادر روتی پیٹتی گھروں سے باہر نکلیں اور مجھے وہیں چھوڑ کر امام زین العابدینؑ کی طرف روانہ ہوئیں وَکَانَ عَلِیُّ بنُ الحُسَینِ بِہٖ داخلاً فخرج معہ خرقۃ یمسح دموعہ بھاو خلفہ خادم پس جب میں خیمہ کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ جناب سجاد علیہ السلام خیمہ سے نکلے اور حضرت کے ساتھ خادم کرسی لے کر آ رہا ہے پس اس نے کرسی بچھا دی اور حضرتؑ اس پر بیٹھے۔ وَھُوَلَا یَتَمَالَکُ مِنَ البُکَاءِ فَارتَفَعَت اَصوَاتُ النَّاسِ بِالبُکَاءِ وَالنَّاسُ مِن کُلِّ نَاحِیَۃٍ یُعَزُّونَہٗ فَضَجَّت تِلکَ البُقعَۃُ ضَجَّۃً اور میں نے دیکھا کہ حضرت بے انتہا ... اور تمام مرد و زن آپؑ کو روتا دیکھ کر باآواز بلند رونے لگے

اور ہر طرف سے اہل مدینہ حضرت کے قریب آئے تھے اور آپ کو پرسہ دیتے تھے اس شور گریہ و بکاء سے ایک قیامت بپا تھی اس وقت حضرت نے سب کو اشارہ سے فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ جب کچھ خاموش ہوئے تو آپؑ نے فرمایا نَحمَدُہٗ عَلٰی عَظَائِمِ الاُمُورِ وَفَجَائِعِ الدُّھُورِ اَیُّھَا النَّاسُ قُتِلَ اَبُو عَبدِاللّٰہِ الحُسَینُ وَعِترَتُہٗ وَسُبِیَ نِسَائُہٗ وَدَارُوا بِرَاسِہٖ فِی البُلدَانِ مِن فَوقِ عَالِی السِّنَانِ اے لوگو ! ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ان مصائب پر کرتے ہیں کہ جو تمام مصیبتوں سے بڑے ہیں کہ جن کی وجہ سے تمام عالم مغموم و محزون ہے وہ ہے کہ جناب امام حسینؑ کو اشقیائے امت نے عزیز و انصار سمیت شہید کیا اور ان کا سر اقدس نیزہ پر رکھ کر ان کے اہل حرم کو لے کر شہر بہ شہر، دربدر پھرایا۔ اے لوگو یہ وہ عظیم مصیبت ہے کہ اس پر تمام آسمان و زمین، دریا، پہاڑ اور ملائکہ روئے حضرت کی اس درد انگیز گفتگو کو سن کر حاضرین اتنی بلند آواز سے روئے کہ یوں محسوس ہوتا ہے قیامت برپا ہو چکی ہے۔ اس کے بعد حضرت نے مدینہ میں داخل ہونے کا قصد کیا اور مدینہ کے مرد و زن حضرتؑ کے ہمراہ روتے پیٹتے روانہ ہوئے جب شہر کے قریب پہنچے اس وقت جناب ام کلثومؑ مدینہ منورہ کی طرف مخاطب ہوئیں اور یہ مرثیہ کہ جس سے سننے سے پہاڑ ٹکڑے ہو جائیں پڑھا ۔

مَدِینَۃُ جَدِّنَا لَا تَقبَلِینَا
فَبِالحَسَرَاتِ وَالاَحزَانِ جِئنَا
خَرَجنَا مِنکِ بِالاَھلِینَ جَمعًا
رَجَعنَا لَا رِجَالَ وَلَا بَنِینَا

اے ہمارے نانا کے شہر آج ہم بے کس اور دکھیاروں پر یہ احسان کر کہ

اپنے اندر ہمارے آنے کو قبول نہ کر کہ ہم تجھ میں نہایت حسرت و یاس سے آتے ہیں جائے انصاف ہے کہ ہمیں شہر میں اپنا داخل ہونا کیونکر گوارا ہو کہ ایک دن وہ تھا کہ ہمارا تمام کنبہ ہمارے ساتھ تھا اور نہایت خوشی و مسرّت کے ساتھ تجھ سے رخصت ہو کر گئے تھے اور آج اس بیکسی سے تجھ میں داخل ہوتے ہیں کہ کوئی شخص ہمارے وارثوں اور اولاد میں سے ہمارے ساتھ نہیں ۔

وَمَوْلَانَا الْحُسَيْنُ لَنَا اَنِيْسٌ
وَالْحُسَيْنُ بِہٖ رَهِيْنًا
اَلَا اَخْبِرْ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنَّا
بِاَنَّا قَدْ فُجِعْنَا فِيْ اَخِيْنَا

اور اے مدینہ ہمیں آج تجھ میں اپنا آنا کیسے پسند ہو جس روز ہم یہاں سے چلے تھے تو عون، جعفر، عبداللہ، محمد، علی اصغر، قاسمؑ، علی اکبر، عباس اور حسین علیہم السلام جیسے آقا ہمارے ساتھ تھے اور آج اس بے کسی و تنہائی سے ہم واپس آئے ہیں کہ ان اٹھارہ جوانوں میں کوئی ایک بھی ہمارے ساتھ نہیں ہے بلکہ وہ سب اپنے آقا امام حسینؑ کے ہمراہ گوسفندان قربانی کی طرح ایک ہی لمحے میں ذبح ہو گئے اور سب کو جنگل میں سوتا چھوڑ کر ہم چند بیوہ عورتیں واپس آئی ہیں۔ اے ہمارے جدّ کے شہر ہمارے نانا رسول خدا کو خبر کر کہ یا رسول اللہ آپ کی بیٹیاں اپنے بھائی کے ماتم میں روتی پیٹتی شہر میں داخل ہو رہی ہیں ۔

وَقَدْ ذَبَحُوا الْحُسَيْنَ وَلَمْ يُرَاعُوْا
جَنَابَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْنَا

وَرَحَتْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَضْحَوْا
عُرَایَا بِالطُّفُوْفِ

اور اے مدینہ ہمارے نانا رسول خدا کو خبر دے کہ آپ کی امت جفاکار نے آپ کے فرزند دلبند حسینؑ کو قتل کیا اور آپ کا ذرا بھر پاس نہ کیا اور دختران فاطمہ زہراؑ کو سر برہنہ و بے مقنعہ و چادر دربدر پھرایا اور کسی نے آپ کا لحاظ نہ کیا ۔

فَلَوْ نَظَرَتْ عُيُوْنُكَ لِلْاُسَارٰى
عَلٰى اَقْتَابِ الْجِمَالِ مُحَمَّلِيْنَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ الصَّوْنِ صَارَتْ
عُيُوْنُ النَّاسِ نَاظِرَةً اِلَيْنَا

یا رسول اللہ کاش آپ اپنی ان بیٹیوں کو دیکھتے کہ جن کے گھر سے پردہ داری کا رواج پورے عالم میں جاری ہوا وہ سب بے کسی و مجبور شتران بے کجاوہ دربدر پھرائی جاتی تھیں اور ان بے وارثوں کا کوئی پرسان حال نہ تھا ۔

اَفَاطِمُ لَوْ نَظَرْتِ اِلَی الْحَیَارٰی
وَلَوْ اَبْصَرْتِ زَیْنَ الْعَابِدِیْنَا
اَفَاطِمُ لَوْرَاَیْتِـ[illegible] سَهَارٰى
وَمِنْ سَهَرِ اللَّيَالِيْ قَدْ عَمِيْنَا
فَبَعْدَهُمْ عَلَى الدُّ[illegible] تُرَابٌ

ذَکَاسُ الْمَوْتِ فِیْھِمْ قَدْ سُقِیْنَا

اس کے بعد جناب ام کلثومؑ ماں کے روضہ اقدس کی طرف متوجہ ہوئیں اور رو رو کر عرض کی اے اماں جان ہم اپنی مصیبت کی آپ کے سوا کس سے شکایت کریں کہ ہم بے کسوں پر شہادت حسینؑ کے بعد کیا گذری ہے کاش آپؑ ہمیں دیکھتیں کہ کس ذلت و رسوائی سے اونٹوں پر سوار کیا تھا اور زین العابدینؑ کو کہ نہایت ہی ناتواں اور بیمار تھا طوق و زنجیر میں گرفتار کر کے ہر کوچہ و بازار میں پھراتے تھے اور ہمیں اس تمام مدت قید میں ان بے رحموں نے ایک دم بھر سونے نہ دیا یہاں تک کہ شب و روز کے جاگنے سے ہماری بینائی جاتی رہی اور ہم نابینا ہو گئے ایسی رسوائی اور ذلت اور ایسے وارثوں کے قتل ہونے کے بعد اس دنیا اور زندگانی دنیا پر خاک ہے اور جب تک ہم زندہ رہیں گے ہماری زندگی موت سے بھی بدتر گذرے گی۔ قَالَ فَلَمَّا دَخَلُوْا رَوْضَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَخَذَتْ زَیْنَبُ بِنْتُ عَلِیٍّ بِعِضَادَتَیْ وَ نَادَتْ یَا جَدَّاہُ اِنِّیْ نَاعِیَۃٌ اِلَیْکَ اَخِیَ الْحُسَیْنَ جب ان بے وارثوں کا قافلہ شہر میں داخل ہوا تو اس وقت تمام شہر میں عجیب قیامت بپا تھی اور ہر گھر سے ہائے حسینؑ کی صدا بلند تھی یہاں تک کہ سب اہل حرم پیٹتے اور روتے ہوئے روضہ رسولؐ میں پہنچے اور جناب زینبؑ خاتون نے دروازہ رسولؐ کو پکڑ کر نہایت حسرت و یاس کے ساتھ آواز دی اے نانا رسول خدا آپ کی دکھیاری بیٹی زینبؑ اپنے بھائی حسینؑ کے مرنے کی خبر سنانے آئی ہے' آپ کا وہ حسینؑ جسے آپ نے اپنی آغوش مبارک میں پالا تھا' زمین کربلا پر پیاسا شہید ہوا اور ان کی لاش کئی دنوں تک بغیر غسل و کفن و دفن کے خاک و خون میں غلطاں گرم ریت پر پڑی رہی۔ منقول ہے کہ اس افسوسناک خبر کو سنتے ہی ضریح اقدس کانپنے لگی۔ جب اہل حرم مرقد رسول پر پہنچے جناب ام سلمیٰؓ زوجہ رسول خدا فاطمہ صغریٰ دختر سید

الشہداء ام النبین مادر عباسؑ اور جناب عقیل' و جعفرؓ کی سب بیٹیاں اور تمام ہاشمی عورتیں سرو پا برہنہ ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ کہتی ہوئیں' سر پیٹتی ہوئی روضۂ رسول میں داخل ہوئیں اور اس قافلہ ستم رسیدہ سے ملیں اور حضرت زینبؑ کے بین سن کے ہر ایک بی بی نے پیٹتے پیٹتے اپنا حال غیر کیا اس شور گریہ و بکاء سے ایک قیامت بپا تھی خاص کر اس وقت عجب مصیبت ہوئی ہو گی کہ جس وقت مظلوم کربلا کی بیٹی فاطمہ صغریٰ اپنی پھوپھیوں اور بہنوں سے مل کر پوچھتی ہو گی اَیْنَ اَبِیْ اَیْنَ اَخِی الْقَاسِمُ وَاَیْنَ عَلِیُّ الْاَکْبَرُ وَاَیْنَ عَلِیُّ الْاَصْغَرُ اَیْنَ عَمِّی الْعَبَّاسُ اَیْنَ جَعْفَرٌ اے پھوپھی جان میرے بابا حسینؑ کہاں ہیں اور میرے چچا عباسؑ علی اصغرؑ' جعفرؓ کہاں ہیں ان سب مخدرات کے رونے پیٹنے اور تڑپنے سے قریب تھا کہ تمام مدینہ الٹ جائے اور ہر ایک در و دیوار سے گریہ و بکاء کی آواز آتی تھی اس کے بعد تمام بی بیاں اپنے گھر میں آئیں اور وہ گھر جو وارثوں سے بھرا ہوا تھا اسے خالی دیکھ کر سب غش کھا کر زمین پر گر پڑیں اور بے ہوش ہو گئیں۔ قدرے افاقہ ہوا تو بشیر کے رخصت کرنے کے بارے میں کچھ آپس میں گفتگو ہوئی جناب زینبؑ نے خیال کیا کہ جو زیورات لوٹنے کے بعد واپس ملے ہیں انہیں بشیر کے پاس بھجوا دو شاید وہ قبول کرلے چنانچہ مخدرات نے اپنا اپنا زیور اکٹھا کر کے کسی شخص کے ہاتھ بشیر کے پاس بھجوایا اور کہلا بھیجا کہ ہم سے تیری خدمت گذاری کا حق ادا نہیں ہو سکتا لیکن جو کچھ ہمارے پاس تھا وہ بھجوایا ہے اگر قبول کرے تو ہمارے لئے خوشی کا باعث ہے۔ جب دختراں زہراؑ کا زیور اس دیندار شخص کے پاس پہنچا تو کانپ گیا اور واپس کر کے عرض کی اگر اس غلام نے آپ کی خدمت مال دنیا کے لئے کی ہوتی تو اس سے بھی کم مال میرے لئے فخر و مباہات کا باعث ہوتا۔ وَلٰکِنْ لِمَحَبَّۃِ اللّٰہِ وَقَرَابَتِکُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ لیکن میں نے آپ کی

خدمت خوشنودیٔ خدا اور رضائے جناب محمد مصطفیٰ کے لئے کی ہے۔ صاحب سرور المومنین لکھتے ہیں کہ سید علی طباطبائی کو ایک مرد ثقہ اہل ہند نے خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ جناب سید الشہداء کی مجلس عزا بپا تھی اس مجلس میں سید علی طباطبائی تقریر کر رہے تھے آخر میں انہوں نے پڑھا کہ جب بشیر اہل حرم کو مدینہ میں پہنچا کر رخصت ہونے لگا تو ایک بی بی نے فرمایا کہ اس نیک شخص نے سفر میں ہمیں کافی آرام پہنچایا ہے اور خدمت کی ہے اس کے بدلے اسے کچھ دینا چاہیے۔ مگر اہلبیتؑ کے پاس کیا باقی رہا تھا دولت اولاد کے ساتھ مال دنیا بھی برباد ہو چکا تھا۔ لیکن لوٹا ہوا جو زیور یزید لعین نے اپنے ملازموں سے لے کر واپس دیا تھا اس میں سے کچھ زیور بشیر کو دیے اور کہا ہم تجھ سے بہت شرمسار ہیں کہ مال دنیا میں سے کچھ پاس نہیں رکھتے اس تھوڑے سے مال کو قبول کر انشاء اللہ روز قیامت اس کا اجر پائے گا بشیر زیوروں کو دیکھ کر رونے لگا اور واپس کیا اور عرض کی یہ غلام مال دنیا سے کچھ نہیں چاہتا ہاں اگر کوئی تبرک مرحمت ہو تو نجات کا وسیلہ سمجھ کر اپنی قبر میں لے جاؤں گا اس وقت جناب زینبؑ نے تبرکات سے ایک چھوٹا سا رومال بشیر کو عنایت فرمایا بشیر نے جو اسے دیکھا تو اس رومال پر خون جما ہوا تھا آنکھوں سے لگا کر چاہا کہ اسے کھولے مگر آہ آہ لہو خشک ہو کر ایسا جم گیا تھا کہ کھل نہ سکتا تھا کسی طرح آہستہ آہستہ کھولا تو اس میں تین پھلوں والے تیر کے اندازہ مطابق سوراخ [illegible] آیا بشیر نے رو رو کر عرض کی یہ کیا سوراخ ہے اور کس کا لہو ہے جس کی خوشبو سے کلیجہ پھٹا جاتا ہے۔ ایک بی بی نے سر پیٹ کر فرمایا کہ جب علی اصغرؑ اپنے باپ کے ساتھ جہاد کو گئے تھے تو یہی رومال ان کی ننھی سی گردن میں بندھا تھا یہ اسی شیر خوار کا لہو ہے اور یہ سوراخ حرملہ کے تیر کا ہے۔ پس بشیر اس تبرک کو لے کر روتا ہوا اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔

مجلس نمبر ۶۸

ارواحِ بنی آدمؑ کا موقف تکلیف میں کھڑا ہونا اور مدارج مصیبت کے مطابق مدارج اعلیٰ حاصل کرنا اور ذکر امتحان اور صبر حسینؑ .... مظلوم کربلا کے صبر کو دیکھ کر ابلیس کا ذلیل ہونا اور قائل ہونا کہ حسینؑ جیسا صبر کسی نبی و وصی سے نہیں ہوا

☆

حُسَيْنٌ شَهِيْدٌ بِالْجَفَاءِ وَبَعْدَهٗ
صَفَدُوْابْنَهٗ وَهُوَ عَلِيْلٌ مُسَلْسَلٌ

وَهٰذَا مُصَابٌ مَاتَحَمَّلَ فِي الْوَرٰى
وَفِي عَالِمِ الذَّرِّ نَبِيٌّ وَمُرْسَلٌ

حضرات مصائب سید الشہداء سخت ترین و بزرگ ترین مصائب ہیں ظالموں نے کیسے کیسے ظلم و جفا سے حضرت کو شہید کیا اور اسی پر اکتفا نہ کی اور امامؑ کی شہادت کے بعد ان کے بیمار بیٹے کو شدت مرض میں اس طرح گرفتار کیا کہ گلے میں طوق' پاؤں میں بیڑیاں پہنا کر منزلوں پیادہ پا لے کر گئے۔ بالتحقیق یہ وہ مصیبت ہے کہ دنیا اور عالم ارواح میں کوئی نبی اور مرسل اس کا متحمل نہ ہو سکا۔

چنانچہ صاحب حزن المومنین علامہ حلی (وغیرہ سے) نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پروردگار عالم نے روز ازل تمام بنی آدم کو جو قیامت تک عالم مشہود میں آنے والی تھیں موقف تکلیف میں کھڑا کیا اور مدارج عالیہ اس طرح دکھلائے کہ ہر درجہ کے مقابلے میں ایک مصیبت بھی تھی ۔ مقصود یہ تھا کہ جو اس درجہ کا خواہشمند ہو وہ اس مصیبت کو بھی اختیار کرے ہر نبی اور ولی نے اپنے حوصلہ کے

مطابق ایک مصیبت کو قبول کیا سب کے آخر میں ایک ایسا اعلیٰ درجہ دکھایا کہ سب درجوں سے بالاتر تھا مگر مصیبت و بلا بھی دوسرے مصائب سے بہت زیادہ تھی۔ اگرچہ انبیاء اولیاء اور صدیقین نے اس رتبہ عالی کی تمنا کی لیکن اس کے مقابلے میں جو مصیبت تھی اس کا کوئی متحمل نہ ہو سکا۔ بھلا اس بلا پر کون صبر کر سکتا تھا ؟ جس میں یہ شرطیں تھیں کہ اس شدت گرما میں جس میں پرندے بھی اپنے آشیانوں کو نہیں چھوڑتے تھے بی بیوں اور بچوں کو ساتھ لے کر گھر چھوڑ کر مہینوں کی راہ پر ایک صحرا میں جا کر اپنی امت کا مہمان ہو اور مہمانی کے بدلے تین دن تک بھوکا پیاسا رہے عزیزوں اور دوستوں کو آنکھوں کے سامنے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے دیکھے۔ بتیس برس کا جوان بھائی شانے کٹا کر خون میں لوٹے' اٹھارہ برس کا جوان سینہ پر نیزہ کھا کر خاک میں ایڑیاں رگڑے' چھ مہینے کا شیر خوار تیر کے صدمہ سے ہچکیاں لے کر آغوش پدر میں تمام ہو جائے۔ اپنی شہادت کے بعد اپنے اھل بیتؑ کی اسیری گوارا کرے ننھے ننھے بچے داغ یتیمی اٹھائیں' ظالموں کے طمانچے کھائیں' خیمے جلائے جائیں' بے وارث بی بیاں سر برہنہ' شتران بے کجاوہ پر سوار شہروں اور بازاروں میں پھرائی جائیں' ایک فرزند بیمار طوق و زنجیروں میں گرفتار ہو کر کربلا سے شام تک کانٹوں پر پاپیادہ جائے راہ خدا میں گھر کا گھر لٹائے اکہتر داغ پر انیس سو اکاون زخم بدن پر کھائے' سجدہ میں سر کٹائے۔ یہ سب مصیبتیں گزر جائیں مگر سوائے شکر کے آہ نہ کرے بہرکیف کسی کو ان مصیبتوں کو برداشت کرنے میں سبقت نہ ہوئی مگر جناب سید الشہداء نے عرض کی اَلٰہِی اِلٰہِی لَبَّیْکَ وَ الْخَیْرُ فِي یَدَیْکَ اگر تیری توفیق شامل حال ہو تو مجھے یہ سب بلائیں اور مصیبتیں قبول ہیں۔

منقول ہے کہ ابلیس ملعون اس روز سے اپنے دل میں کہتا تھا کیونکر ہو

سکتا ہے کہ ایک شخص اتنے مصائب اور مشکلات پر صبر کرے یہاں تک حضرت آدمؑ کی خلقت ہوئی اور سب انبیاء اور اولیاء یکے بعد دیگرے مصائب اٹھا کر اپنے اپنے درجہ پر فائز ہو چکے اور وہ زمانہ آیا کہ امام حسینؑ اپنے وعدہ کو وفا کریں۔ غرض جور اشقیاء سے قبر جناب رسالتمآبؐ کو چھوڑ کر محرم کی دوسری تاریخ کربلا کے صحرا میں وارد ہوئے چھٹی سے نرغہ اعداء میں گھر گئے' ساتویں سے پانی بھی بند ہو گیا' دو دن تک مذاکرات ہوتے رہے۔ مگر حضرت نے یزیدی فوج کے تقاضے کو ٹھکرا دیا' دسویں کی صبح نمودار ہوئی بعض کتب میں لکھا ہے اس روز جبرئیل امینؑ آسمان سے زمین پر اترے اور جناب امام حسینؑ سے عرض کی کہ آج وہی دن ہے جس کا آپ نے وعدہ کیا ہے حضرت نے فرمایا اے جبرئیلؑ میں یہاں اس عہد کو پورا کرنے آیا ہوں اگر حق تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ میں اس کی راہ میں سر کٹاؤں تو حاضر ہوں اگر یہ منظور ہے کہ بھائیوں' بھتیجوں اور بیٹوں کو خاک و خون میں غلطاں دیکھوں تو یہ بھی بھوکے پیاسے میرے ساتھ موجود ہیں اگر یہ اس کی مرضی ہے کہ بہتر(۷۲) افراد کا خون اس زمین پر بہایا جائے تو گن لو کہ ہم بہتر (۷۲) آدمی جان دینے کو کمر باندھے کھڑے ہیں اگر اس کی اس میں رضا ہے کہ عورتیں بچے لوٹے جائیں اسیر ہوں سروں سے چادریں چھینی جائیں تو میں بی بیوں اور بچوں کو بھی وطن سے ساتھ لایا ہوں اور ہر طرح ہم کو خوشنودی معبود منظور ہے۔ جبرئیلؑ نے جب آپ کو ہر طرح سے ثابت قدم پایا بے اختیار رو کر کہا یَا خَیْلَ اللّٰہِ ارْکَبُوْا اے سواران فوج خدا سوار ہو یہ سنتے ہی نمازیوں نے مرنے پر کمریں باندھ لیں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر فوج اعداء کے مقابلے میں کھڑے ہوئے اس وقت مظلوم کربلا کے دست و پا میں رعشہ پڑ گیا اور اس طرح کانپنے لگے کہ بدن کی ہڈیوں سے آواز آنے لگی بریر ہمدانی نے عرض کی یا بن رسول اللہ

ہم سب کی جانیں آپؑ پر فدا ہوں اس وقت حضرت کا کیا حال ہے ؟ عجب کلمہ ارشاد فرمایا اے بریر جیسا تم گمان کرتے ہو ویسا نہیں بلکہ میں اس امر سے ڈرتا ہوں کہ جس طرح جناب اسمٰعیلؑ کی جگہ دنبہ کا فدیہ ہوا آج میرے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فدیہ آئے اور میں سعادت شہادت سے محروم رہوں۔

مومنین سبحان اللہ جناب سید الشہداء جیسا صابر دنیا میں کوئی نہیں ہوا صبح سے دوپہر تک بھرا گھر خالی ہو گیا دوستوں اور عزیزوں میں سے باری باری سب درجہ شہادت پر فائز ہوئے یہاں تک وہ بھائی جس کو بیٹوں کی طرح پالا تھا جب اس نے بھی شہادت پائی تو ایسے ضعیف و شکستہ ہو گئے کہ کمر تھام کر بیٹھ گئے اف تک نہ کی وہ بیٹا جو پیغمبر کی نشانی' یوسف ثانی تھا اس نے بھی کلیجہ پر برچھی کھائی اس صدمہ سے آپ کی بصارت چشم زائل ہو گئی دم نہ مارا' چھ مہینے کا علی اصغرؑ بھی ہاتھوں میں مرگیا لیکن آپ نے لب نہ ہلائے جب کوئی باقی نہ رہا خود ذوالجناح پر سوار ہو کر آمادہ شہادت ہوئے اس وقت شیطان نہایت پریشان ہوا اور اپنے تابعین سے کہنے لگا اب وہ شخص مرنے چلا ہے کہ اگر اپنا کام پورا کرے گا تو روز قیامت اپنے ماننے والوں ' اور دوستوں سے کسی کو جہنم میں داخل نہیں ہونے دے گا۔ مجھے گمان ایسا نہ تھا کہ حسینؑ ایسا صبر کریں گے پھر گھبرا کر ایک طرف کھڑا اور سر اٹھا کر بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگا خداوندا جو اجر تو نے شہادت حسینؑ کا مقرر کیا ہے یہ اس وقت تھا جب حسینؑ ایسی بلا پر صبر کرتے کہ جو طاقت بشری سے باہر ہو میں جب قائل ہوں کہ آفتاب چوتھے آسمان سے پہلے آسمان پر آئے اور اس کا رخ زمین کی طرف پھر جائے اور اس شدت میں یہ صابر و شاکر رہے حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ شیطان میرے حسینؑ کا صبر دیکھے اس کی استدعا قبول ہوئی ناگاہ ہوا گرم ہوئی دریا کا پانی کھولنے لگا درخت جلنے لگے پہاڑوں سے

شعلے نکلنے لگے اس وقت امام حسینؑ نے مسکرا کر بند قبا کھول دیئے جبرئیلؑ نے حضرت کی جو یہ کیفیت دیکھی تو حضرت کے اوپر اپنے پروں کا سایہ کرلیا آپ نے تھوڑی سی خنکی محسوس کی، سر اٹھا کر فرمایا جبرئیلؑ یہ مدینہ نہیں کربلا ہے ہٹ جاؤ آج میں انشاء اللہ ثابت کر کے دکھاؤں گا کہ مشیت خالق کی خاطر حسینؑ تمام مصائب و شدائد کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہے۔ غرض آپ عصر کے وقت نیزوں اور تلواروں کے زخم کھا کر زین ذوالجناح سے زمین پر تشریف لائے اور ظلم شمر سے شہادت پائی لکھا ہے جب حلق کی رگوں سے خون جاری ہوا آپ نے عرض کی خداوندا میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے اب تو اپنا وعدہ پورا فرما ندا آئی اے حسینؑ جس طرح سے تو نے اپنے وعدہ کو وفا کیا میں نے بھی اپنے حسب وعدہ تیرے نانا کی اس امت کو جہنم سے نجات دے دی ہے جو تمہارے حق کو مانتے اور جانتے ہوئے اس کو پورا کریں گے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین وسیعلم الذین الخ ۔

مجلس نمبر ۶۹

جنابِ سجادؑ کا چالیس برس تک اپنے شہیدوں کی یاد میں گریہ کرنا آپ کے بعد آپ کا ناقہ کا فراقِ امامؑ میں مرنا جناب سجادؑ کا روز محشر تشریف لانا اور جناب سیدہ کا قائمہ عرش کو پکڑ کر گریہ کرنا

يا نفس مالك لا تذوبي انما
شبل البتول على الظماء شهيد

اے نفس بہت تعجب ہے کہ تو کیوں نہیں غمگین ہوتا حالانکہ فرزند رسول ظلم اعداء سے شہید ہو گیا اور مرتے دم تک پانی کا ایک بھی اس پیاسے کو نہ ملا

نفسي و تبقى بعدك الايام لا
عيش و شرب الماء بعد صديده

اے آقائے کونین ' امام حسینؑ افسوس آپ اس بیکسی سے شہید ہو جائیں اور آپ کے بعد زمانہ ناپائدار باقی رہے اے اب زندگی کی حلاوت اور پانی کی لذت باقی نہ رہی جب آپ پیاسے شہید ہو گئے تو پھرپانی پینا گرم پانی پینے کے مترادف ہے۔

قتلوك قوم ابغضوك لحقدهم
بل قاتلوك رعيتة و عبيده

افسوس صد افسوس بغض و عناد کی وجہ سے آپ کو ایسی قوم نے قتل کیا جو

اپنے آپ کو آپ کے جد بزرگوار کی امت سے شمار کرتی تھی بلکہ وہ سب کے سب آپ کے رعایا و غلام تھے۔

كل يكبر حين قتلك انما
قتلت بك التكبير والتحميد

کیا غضب ہے کہ آپ کو شہید کر کے وہ ملاعین تکبریں کہتے تھے حالانکہ ان دل کے اندھوں کو یہ معلوم نہ ہوا کہ آپ کی شہادت سے تکبیر و تمجید قتل ہو گئے وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ اَنَّ عَلِيَّ ابْنَ الْحُسَيْنِ بَكَى عَلَى اَبِيهِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً حدیث میں وارد ہوا کہ امام زین العابدینؑ اپنے پدر بزرگوار کو چالیس برس روئے وَمَا اَكَلَ رَاْسَ الضَّانِ اَبَدًا مُدَّةَ عُمْرِهِ حضرت نے تمام عمر گوسفند کے سر اور گردن کا گوشت نہ کھایا۔ منقول ہے کہ کس نے امام زین العابدینؑ سے پوچھا مولا کہاں تک اور کب تک روؤ گے فَيَقُولُ يَا قَوْمِ اِنَّ يَعْقُوبَ النَّبِيَّ فَقَدَ سِبْطًا مِنْ اَوْلَادِهِ الاِثْنَي عَشَرَ حضرت نے فرمایا اے شخص یعقوب پیغمبر کے بارہ بیٹے تھے ان میں سے ایک گم ہوا تھا فَبَكَى عَلَيْهِ حَتَّى ابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ یعقوبؑ یوسفؑ کے فراق میں اس قدر روئے کہ آنکھیں سفید ہو گئی تھیں وَهُوَ حَيٌّ فِي دَارِ الدُّنْيَا حالانکہ یوسفؑ زندہ تھے وَاَنَا قَدْ نَظَرْتُ بِعَيْنِي اِنَّ سَبْعَةَ عَشَرَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِي لَيْسَ لَهُمْ شَبِيْهٌ فِي الْاَرْضِ قُتِلُوا فِي سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ اے شخص میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے سترہ شخص اہل بیتؑ سے جن کا روئے زمین پر نظیر نہیں ایک ساعت میں گوسفندان قربانی کی مانند ذبح کئے گئے اور ان کی سر نیزوں پر نصب کر کے شہر بہ شہر پھرائے گئے فَوَاللّٰهِ لَا يَذْهَبُ حُزْنُهُمْ عَنْ قَلْبِي وَ لَا شَخْصُهُمْ عَنْ عَيْنِي وَلَا ذِكْرُهُمْ عَنْ لِسَانِي حَتَّى يُلْحِقَنِيَ اللّٰهُ بِهِمْ" قسم بخدا کبھی ان کا غم میرے دل

سے دور نہ ہو گا اور ان کی خون آلود لاشیں' کٹے ہوئے گلے میری نظر سے کبھی او جھل نہ ہوں گے اور ان کا ذکر میری زبان سے موقوف نہ ہو گا جب تک کہ خدا ان سے ملائے۔ آپؑ کے سامنے جب بھی دستر خوان رکھا جاتا آپ اس شدت سے روتے تھے کہ وہ طعام آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا یہاں تک کہ روتے روتے آپؑ دنیا سے رحلت فرما گئے **صاحب بصائر الدرجات** لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار امام محمد باقرؑ نے ارشاد فرمایا کہ جب امام زین العابدینؑ کا وقت وفات قریب پہنچا تو آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور مجھ سے فرمایا اے فرزند آج کی رات وہ رات ہے جس میں تمہارا مظلوم باپؑ وفات پائے گا آج میرے اس ناقہ کو جس پر میں نے بائیس حج کئے ہیں اور کبھی اس کو ایک تازیانہ بھی نہیں لگایا مکان کے اندر باندھ دو اور اس کے لئے چارہ مہیا کرو اور میری وفات کے بعد اس بے زبان کو کسی طرح کی تکلیف نہ دینا اور اس کے آب و دانہ کی ہمیشہ خبر رکھنا امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ جب ہم اپنے پدر عالی قدر کے دفن سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ وہ ناقہ رسی توڑ کر خاک اڑاتا آنکھوں سے آنسو بہاتا قبر مطہر کی طرف چلا آتا ہے باوجودیکہ اس کو مقام قبر معلوم نہ تھا مگر قبر مطہر کے قریب آکر اپنا منہ مرقد سے لگا کر نالہ و فریاد کرنے لگا اور اپنی زبان بے زبانی میں ایسے بین کرتا تھا کہ سننے والوں کے دل بے چین ہوتے تھے۔

اس وقت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس ناقہ کے قریب جا کر فرمایا اے پدر مظلوم کے ناقے ! خاموش ہو اور صبر کر کہ تیری اس بے قراری سے ہم لوگوں میں تاب ضبط باقی نہیں رہی یہ سن کر وہ ناقہ اٹھا اور مغموم و محزون سر جھکائے سیدھا اپنی جگہ پر چلا آیا تھوڑی دیر کے بعد پھر اپنے آقا کی قبر پر جا کر اسی طرح نالہ و فریاد کرنے اور زار و زار رونے لگا جب امام محمد باقرؑ کو اس کی بے

قراری اور اضطراب کی خبر پہنچی فرمایا اس ناقہ کو اس کے حال پر چھوڑ دو کہ وہ بہت بے تاب ہے عرض وہ ناقہ تین دن کے بعد مرگیا۔ **مومنین** ناقوں کا دستور ہے کہ جب چلنے میں کمی کرتے ہیں تو تازیانے بھی کھاتے ہیں دوڑائے بھی جاتے ہیں اس کے باوجود امام زین العابدینؑ نے اس ناقہ پر بائیس حج کیے اور اس ناقہ کو کبھی تازیانہ نہ لگایا اور نہ تیز دوڑایا مگر اس رحم دل امام نے ظالموں سے کربلا سے شام تک، رسی میں خود تازیانے کھائے اور جنگلوں اور پہاڑوں میں طوق و زنجیر پہنے تمازت آفتاب میں پیادہ پا خاروں پر دوڑائے گئے مقام عبرت ہے کہ جس بزرگوار کی حیوان بے زبان تک یہ قدر شناسی کرے کہ حضرت کی محبت میں اپنی جان دی لعنت ان ظالموں پر جنہوں نے انسان ہو کر امام علیہ السلام کو کیا کیا اذیتیں پہنچائیں اور آہ آہ کس ذلت و خواری سے ان کو دمشق تک لے گئے امام علیہ السلام خود اپنے مصائب بیان فرماتے ہیں۔

اُقَادُ ذَلِیلاً فِی دَمِشقَ کَاَنَّنِی
مِنَ الزَّنْجِ عَبْدٌ غَابَ عَنْہُ نَصِیرُہٗ

آہ آہ مجھے اس ذلت سے دمشق شہر میں لائے ہیں جس طرح لوگ حبش و زنجبار کے غلاموں کو لاتے ہیں اور غلام بھی وہ کہ جس کا آقا مرگیا ہو اور اس کا کوئی مددگار باقی نہ رہا ہو۔

جَدِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فِیْ کُلِّ مَشْہَدٍ
وَشَیْخِیْ اَمِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَ اَمِیْرُہٗ

حالانکہ یہ خوب جانتے ہیں کہ میرے جد بزرگوار رسول مختار ہیں اور

میرے دادا حیدر کرار۔

فَيَالَيْتَ لَمْ اَبْلُغْ دِمَشْقَ وَ لَمْ اَكُنْ
يَرَانِيْ يَزِيْدُ فِيْ بَلَدِهِ اَسِيْرَهٗ

کاش مجھے موت آتی اور میں اجڑی ہوئی حالت سے دمشق میں نہ آتا کہ یزید مجھے اس صورت سے اپنے سامنے قید دیکھتا اللہ اکبر مومنین جناب سید الساجدینؑ نے بھی بلاؤں اور مصیبتوں پر جناب امام حسینؑ سے کم صبر نہیں کیا چنانچہ خود امام حسینؑ نے فرمایا کہ مجھ پر فقط میدان کربلا میں سات روز کی مصیبت گزرنے والی ہے مگر میرے فرزند کے حال پر افسوس ہے کہ حالت بیماری میں کربلا سے شام تک طرح طرح کے مصائب و آلام میں مبتلا ہو گا اور نہایت صبر و تحمل کرے گا اور قیامت کے دن رسول خدا بھی امام زین العادینؑ کے صبر پر فخرو مباہات فرمائیں گے چنانچہ صاحب زاد العاقبت لکھتے ہیں کہ اِنَّهٗ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يُنَادِي الْاَنْبِيَاءُ وَ الْمَلَائِكَةُ یعنی جب میدان حشر میں تمام مخلوقات جمع ہو گئیں تو پہلے انبیاء اور ملائکہ ندا کریں گے اَيْنَ يَتِيْمُ اٰلِ الْعَبَاءِ اَيْنَ جَمَّالُ بَنَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَيْنَ اٰدَمُ الْمُصْطَفٰى لِاَنَّهٗ بَقِيَ نَسْلُ خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ بِصَبْرِهٖ عَلٰى جَوْرِ الْاَعْدَاءِ کہاں ہے وہ یتیم آل عبا جس نے دختران رسول خدا کی ساربانی کی اور کہاں ہے محمد مصطفیؐ کا وہ فرزند جس نے ظلم اعداء اٹھا کر نسل پیغمبرؐ کو قائم رکھا اور کہاں ہے وہ امام مظلوم جس کے گلے میں طوق اور ہاتھ اور پاؤں میں زنجیر آہنی پہنائی گئی اور وہ شکر خدا سے کسی حال میں بھی غافل نہ رہا جب انبیاء و مرسلین بیمار کربلا سے ملاقات کریں گے تو رو رہے ہوں گے اور وہ جناب سید سجادؑ سے کہیں گے اے بیٹا کربلا میں تجھے حکم ہوا تھا کہ آلِ رسول و دخترانِ بتول کی

ساربانی کرے اور آج ہم لوگوں کو حکم ہوا ہے کہ تیری ساربانی کریں پس پہلے رسول خدا جناب امام زین العابدینؑ کے ناقہ کی مہار پکڑیں گے اور اپنے اوپر فخرو مباہات کریں گے اور فرمائیں گے خوشا بحال تیرے اے محمد کہ آج تو زین العابدین کا ساربان ہوا ہے ایک روز تو اس کی پدر بزرگوار کا اونٹ بنا تھا اور آج اس کے لئے ساربان بنا غرض سب انبیاء امام زین العابدینؑ کو ان کے مقام اعلیٰ تک پہنچائیں گے جب جناب سیدہ امام زین العابدینؑ کو دیکھیں گی تو پایہ عرش کو ہاتھ سے تھام کر فریاد کریں پروردگار سجادؑ میرے حسینؑ کا فرزند اس کا سزاوار نہ تھا کہ اشقیاء کے طمانچے کھاتا اور پیادہ پا حالت بیماری میں کوفہ شاہ کی مسافتیں طے کرتا۔ فقط بی بی کے استغاثہ سے آتش جہنم تمام اہل محشر کو گھیر لے گی اس وقت میدان حشر میں ایک عظیم تلاطم برپا ہو جائے گا ہر طرف سے نالہ و فریاد بلند ہو گی اللہ تعالیٰ اس وقت اپنے حبیب سے ارشاد فرمائے گا کہ اے میرے حبیب اپنی بیٹی کو نالہ و فریاد کرنے سے روکو اور تسلی دو کہ اس کی گریہ و زاری حد سے زیادہ گزری ہے پھر آتش جہنم کو حکم ہو گا کہ تمام موجودات محشر کو کھینچ لے اس وقت کسی کو عذاب الٰہی سے رہائی نہ ہو گی جب رسول خدا یہ کربناک منظر دیکھیں گے تو سروپا برہنہ بے تابانہ دوڑ کر جناب فاطمہ زہراؑ سے فرمائیں گے اے میری دکھیاری بیٹی میرے حال پر نظر کر کہ اپنی امت گناہگار کے لئے کس طرح مضطرب و بے قرار ہوں اور تیرے نالہ و فریاد سے دریائے قہر الٰہی میں جوش آیا ہے جناب فاطمہؑ رو کر عرض کریں گی اے بابا مجھے وہ زانو جو سینہ حسینؑ پر رکھا گیا کیونکر بھولے اور مجھے وہ تلوار جو حسینؑ کے خشک گلے پر چلی کس طرح فراموش ہو جناب رسول خدا فرمائیں گے اے بیٹی صبر کر اُمتِ عاصی کے حال پر رحم کر اس وقت وہ مظلومہ امت گناہ گار کی شفاعت فرمائیں گی

مگر ان لوگوں کو سخت سے سخت سزا ملے گی جنہوں نے محمد و آل محمد علیہم السلام اور ان کی اولاد پر کس طرح سے ظلم کیئے ان کو اپنے حقوق سے محروم رکھا اور ان کو اذیتیں پہنچائیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب جناب سیدہ عرصہ محشر میں میں تشریف لائیں گی تو ایک منادی ندا کرے گا یَا اَھْلَ ھٰذَا الْمَوْقِفِ غُضُّوْا اَبْصَارَکُمْ حَتّٰی تَجُوْزَ فَاطِمَۃُ الزَّھْرَا بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کر لو تاکہ فاطمہ زہراؑ اس راستہ سے گذر جائیں۔ راوی نے معصومؑ سے پوچھا یا حضرت جس وقت جناب سیدہ عرصہ محشر میں تشریف لائیں گی مردوں کا تو آنکھیں بند کرنا بجا ہے مگر عورتوں کی آنکھیں بند کرنے کی کیا وجہ ہے کہ یہ تو آپس میں محرم ہیں آہ آہ حضرت نے فرمایا ہے اے شخص وہ مظلومہ اس حالت سے آئیں گی کہ کسی کو دیکھنے کی تاب نہ ہو گی ایک ہاتھ پر دندان شکستہ رسول خدا ہوں گے دائیں کندھے پہ حسنؑ کا زہر آلود پیراہن' بائیں کندھے پہ امام حسینؑ کا خون آلود لباس اور سر پر علی مرتضٰیؑ کا خون بھرا عمامہ گود میں محسن شہید کی لاش ہو گی اس حالت میں جب فاطمہ زہراؑ عرش کے نیچے پہنچیں گی تو ناقہ سے اپنے آپ کو گرا دیں گی اور عرض کریں گی اے میرے خالق میرا انصاف تیرے ہاتھ ہے' پس حکم الٰہی ہو گا اے فاطمہ جنت میں داخل ہو فَتَقُوْلُ لَا اَدْخُلُ حَتّٰی اَعْلَمَ مَاصُنِعَ بِوَلَدِیَ الْحُسَیْنِ آپ عرض کریں گی خداوند جب تک کہ میں دیکھ نہ لوں کہ امت نے میرے حسینؑ سے کیا سلوک کیا بہشت میں نہ جاؤں گی حکم ہو گا اے فاطمہ صحرائے محشر کی طرف دیکھو وہ بی بی دائیں جانب دیکھیں گی ناگاہ امام حسینؑ اس طرح نظر آئیں گے کہ گردن پر سر نہ ہو گا تمام بدن تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے سینہ تیروں سے چھنا ہوا اور خون میں ڈوبے ہوں گے بیٹے کو اس حال سے دیکھ کر جناب فاطمہؑ ایک چیخ ماریں گی سب ملائکہ بھی چیخ اٹھیں گے

جناب فاطمہؑ فرمائیں گی وَا وَلَدَاہُ وَاثَمْرَۃَ فُؤَادَاہُ ہائے اے میرے فرزند ہائے میرے میوۂ دل کس ظالم نے تجھے بھوکا پیاسا ذبح کیا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ -

مجلس نمبر ۷

قید خانہ کی کیفیت امام سجادؑ کی زبانی، منہال کا امام زین العابدینؑ کی مصیبت کو دیکھ کر گریہ کرنا، قید خانہ میں جناب سکینہ بنت الحسینؑ کی وفات اور سکینہؑ کے فراق میں بی بیوں کا قیامت خیز ماتم اور گریہ وبکا کرنا

☆

یا عین ابکی للحسین وما جری
علیہ وما اجرت علیہ الخدائع
لای مصاب ام لای رزیۃ
تصاب بھا دون الحسین مدامع

اے آنکھ! مصیبت امام حسینؑ پر گریہ کر کہ اور وہ مصائب بیان کر کہ جو آنحضرتؑ پر امت جفاکار کے ہاتھ سے گذرے ہیں یاد کر۔ اے چشم اگر مصائب امام حسینؑ پر تجھ سے اشک جاری نہ ہوئے تو پھر وہ کون سی مصیبت ہے کہ جس پر تو روئے گی۔

وکل مصاب دون رزء ابن فاطم
حقیر ورزء السبط واللہ فارغ

اے آنکھ مصائب مظلوم کربلا پر خوب رو اس لئے کہ اگرچہ انبیائے ماسلف اور اوصیائے ماسبق ابتدائے آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہوئے لیکن خدا کی قسم وہ مصائب حضرت سید الشہداء

کے مصائب کے سامنے حقیر و پست ہیں۔

فَابْکِیْ عَلٰی مُصَابِ سِبْطِ الرَّسُوْلِ
وَبَنَاتِ فَاطِمَۃِ الْبَتُوْلِ

پس اے چشم تجھ پر لازم ہے کہ اس بیکس و مظلوم کی مصیبت پر، خاص کر دختران فاطمہ زہراؑ اور ذریت رسولؐ کی مصیبت پر خون کے آنسو برسائے۔

فَھُنَّ اَصْبَحْنَ فِی الْبَرَارِیْ وَالْقِفَارِ مُکَشَّفَاتِ الْوُجُوْہِ بَیْنَ الْعَبِیْدِ وَالْاَحْرَارِ ثُمَّ حُبِسْنَ فِیْ بَیْتٍ رَمِیْمٍ فِی الشَّامِ بِحَیْثُ لَایُکِنُّھُمْ مِنْ حَرٍّ وَلَا قَرٍّ حَتّٰی تَقَشَّعَرَتْ وُجُوْھُھُنَّ

حسرت اور افسوس کا مقام ہے کہ وہ بی بیاں کہ جن کے دروازہ پر فرشتے بھی اجازت لے کر آتے تھے اور اجازت کے بغیر کسی فرشتے کو جرات نہ تھی کہ ان کے گھر میں داخل ہو۔ ایک دن وہ تھا کہ سب مستورات، مخدرات سر برہنہ بے مقنعہ و چادر دربدر پھرائی جاتی تھیں کبھی اشقیائے امت جفاکار روم و ترک کی کنیزوں کی مانند صحراؤں کی طرف لئے پھرتے تھے اور کبھی قید کر کے شہر میں تماشائیوں کو دکھانے کے لئے بازاروں میں تشہیر کرتے تھے۔ ان بیکسوں کی ذلت و رسوائی ان ظالموں کو کافی نہ ہوئی بلکہ ان ظالموں نے دختران زہراؑ کو دمشق شہر میں ایسے گھر میں مقید کیا کہ نہایت بوسیدہ اور خراب تھا۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ دن کی دھوپ کی شدت اور رات کو اوس کی وجہ سے ان مخدرات عصمت کو یہ اذیت پہنچی تھی کہ ان کے نورانی چہروں کے پوست اڑ گئے تھے۔ فِی الْاَنْوَارِ النُّعْمَانِیَّۃِ عَنْ مِنْھَالٍ اَنَّہٗ قَالَ رَاَیْتُ سَیِّدَالسَّاجِدِیْنَ زَیْنَ الْعَابِدِیْنَ فِیْ دِمَشْقَ اَنَّہٗ یَتَوَکَّا عَلٰی عَصَاہُ وَرِجْلَاہُ کَاَنَّھُمَا قَصَبَتَانِ وَالدَّمُ یَسِیْلُ عَنْ سَاقَیْہِ وَالصُّفْرَۃُ قَدْ

اِزْدَادَتْ عَلَیْہِ ○

چنانچہ انوار النعمانیہ میں منہال سے منقول ہے کہ میں نے شہر دمشق میں جناب سید الساجدینؑ کو اس حالت میں دیکھا کہ حضرت نہایت نحیف و نزار جسم کے ساتھ ایک عصا پر تکیہ کئے کھڑے ہیں آہ جب میری نگاہ آپ کے قدموں پر پڑی میں نے دیکھا کہ آپ کے پاؤں سے خون جاری ہے اور چہرہ زعفران کی مانند زرد ہے۔ فَخَنَقَتْنِی الْعَبْرَۃُ فَقُلْتُ کَیْفَ اَصْبَحْتَ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَبَکٰی اَوْ قَالَ لِیْ کَیْفَ حَالُ مَنْ اَصْبَحَ اَسِیْرًا لِیَزِیْدَ بْنِ مُعَاوِیَۃَ پس یہ حال دیکھ کر مجھے تاب ضبط نہ رہی میں اس قدر رویا کہ شدت بکاء سے گرہ پڑ گئی۔ میں نے عرض کی کہ یا بن رسول اللہؐ حضرت کا مزاج کیا ہے اور کیا حال ہے ؟ یہ سن کر آپ بہت روئے اور فرمایا اے منہال تو اس مجبور اور مظلوم کا کیا حال پوچھتا ہے جس کی ماں اور بہن اب تک قید ستم میں مقید اور غموں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوں اور آج تک ان بیکسوں کو کسی نے اس قدر کھانا نہ دیا ہو کہ انہوں نے شکم سیر ہو کر کھایا ہو اور نہ کسی نے ان مخدرات عصمت کو کوئی مقنعہ اور چادر دی کہ جس سے اپنے سر نامحرموں سے چھپائیں اور دن اور رات انہیں رونے اور پیٹنے میں گزرتا ہو یَا مِنْھَالُ اَمْسَتِ الْعَرَبُ تَفْتَخِرُ عَلَی الْعَجَمِ اے منہال عرب فخر کرتے تھے عجم پر کہ ہم عجم سے بہتر اور افضل ہیں اس لئے جناب محمد مصطفیؐ ہم میں سے ہیں اور قریش فخر کرتے تھے تمام عرب پر کہ جناب رسول خدا ہم میں سے ہیں بہرکیف ہم اہل بیت رسول کی تعظیم تمام عرب اور عجم پر واجب ہے لیکن افسوس صد افسوس کہ اس امت جفاکار نے ہمارے حقوق غصب کئے اور اولاد رسول کو قتل کیا اور اپنے نبیؐ کی ذریت کو ترک و روم کی کنیزوں کی طرح مقید اور اسیر کر کے نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ دربدر پھرایا مَا یَدْعُوْنَ یَزِیْدُ اِلَیْہِ مَرَّۃً اِلَّا تَظُنُّ الْقَتْلَ اِنَّا لِلّٰہِ

وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ قُلْتُ لَہٗ یَاسَیِّدِیْ وَ اِلٰی اَیْنَ تُرِیْدُ اے منہال یزید وہ ظالم بے رحم ہے کہ جب وہ ملعون ہمیں اپنے سامنے طلب کرتا ہے تو اس وقت ہمیں گمان ہوتا ہے کہ ہمیں ضرور قتل کرے گا۔ منہال کہتے ہیں کہ میں نے یہ پردرد حکایت سن کر امام سے عرض کی یا بن رسول اللہ اس وقت کہاں تشریف لے جانے کا ارادہ ہے ؟

قَالَ لِیْ یَا مِنْہَالُ اَلْمَحْبَسُ الَّذِیْ نَحْنُ فِیْہِ لَیْسَ لَہٗ سَقْفٌ وَالشَّمْسُ تُصْہِرُنَا بِہٖ وَلَا نَرٰی فِیْہِ الْہَوَاءَ فَاَخْرُجُ مِنْہُ لِضُعْفِ بَدَنِیْ سُوَیْعَۃً فَارْجِعُ خَشْیَۃً عَلَی النِّسَاءِ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے منہال اس قید خانہ کے سوا جس میں میں ہوں کہاں جا سکتا ہوں لیکن یہ قید خانہ عجب تکلیف و اذیت کی جگہ ہے کہ چھت کے سایہ نہ ہونے سے اس شدت گرما میں ہم عورتیں اور بچے دھوپ میں جلتے ہیں اور وہ جگہ اس قدر تنگ ہے کہ کسی طرف سے ہوا کبھی ہم تک نہیں آتی جس کی وجہ سے گرمی اور زیادہ ہو جاتی ہے چونکہ میں بیمار اور نہایت کمزور ہوں اس لئے گھبرا کر تھوڑی دیر کے لئے باہر نکل آتا ہوں تاکہ کچھ سکون ملے لیکن یہاں آکر یہ خیال آتا ہے کہ سب عورتوں اور بچوں کا حال تکالیف سفر اور مصائب قید سے نہایت متغیر ہے میرے وہاں ہونے سے سب کو تسکین ہوتی ہے ایسا نہ ہو کہ میرے چلے آنے سے کوئی گھبرا کر مرجائے پس اس خوف سے پھر اسی تنگ و تاریک قید خانہ میں چلا جاتا ہوں قَالَ مِنْہَالُ فَبَیْنَا اَنَا کَذٰلِکَ قَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ کَرِیْمَتِہٖ تُنَادِیْ یَا قُرَّۃَ عَیْنِیْ یَا ثَمَرَۃَ فُؤَادِیْ یَا عَلِیُّ اَیْنَ اَنْتَ فَتَرَکَنِیْ وَرَجَعَ اِلَی الْمَحْبَسِ بَاکِیًا منہال کہتے ہیں کہ ابھی امام مجھ سے یہی فرما رہے تھے کہ یکایک ایک مکرمہ کی قید خانہ سے آواز آئی اے سجادؑ تم کہاں ہو کہ تمہاری اتنی سی جدائی بھی ضعیفہ کو ناگوار ہے میرے پاس جلد آیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مرجاؤں یہ

سنتے ہی جناب سید الساجدینؑ بیتاب ہو کر اسی وقت اس قید خانہ میں روتے ہوئے تشریف لے گئے۔ فَعُرِفَتْ اَنَّہَا کَانَتْ زَیْنَبُ بِنْتُ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ منہال کہتے ہیں کہ میں سوچ رہا تھا کہ یہ مخدوم کون ہے کہ جسے امام سجادؑ کی ایک پل کی جدائی بھی ناگوار ہے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ حضرت زینبؑ بنت امیرالمومنینؑ تھیں۔

وَفِی الْمُنْتَخَبِ وَغَیْرِہٖ اَنَّہٗ کَانَتْ لِمَوْلَانَا الْحُسَیْنِ بِنْتٌ صَغِیْرَۃٌ فِی الْمَحْبَسِ وَہُوَ یُحِبُّہَا حُبًّا شَدِیْدًا کتاب منتخب وغیرہ کی مانند کتب احادیث میں منقول ہے کہ اسی قید خانہ میں امام حسینؑ کی کمسن بیٹی بھی مقید تھی اور حضرت اس صاحبزادی کو بہت دوست رکھتے تھے اور وہ دختر یتیم بھی باپ سے نہایت مانوس تھی۔

وَمِنَ الْیَوْمِ الَّذِیْ قُتِلَ اَبُوْہَا تَبْکِیْ لِفِرَاقِ اَبِیْہَا وَتَضْطَرِبُ وَلَا تَسَلّٰی بِشَیْءٍ اور جس روز سے اس معصومہ کے والد گرامی امام حسینؑ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے تھے اس روز سے وہ یتیم بچی اپنے باپ کو یاد کرتی تھی اور روتی تھی اور امامؑ کی جدائی میں ماہی بے آب کی طرح تڑپتی تھی اور اس کو کسی طرح بھی چین نہ آتا تھا اور ہروقت روتی پیٹتی اور تڑپتی رہتی تھی۔

قُلْنَ لَہَا یَاتِیْ غَدًا فَتَصَبَّرَتْ
ثُمَّ اُخْبِرَتْ مِنْ بَعْدِ ثَانِیْ مَرَّۃٍ
مَازَالَ ہٰذَا دَابُہُمْ مَعَہَا اِلٰی
اَنْ اَبْصَرَتْہُ لَیْلَۃً فِیْ ہَجْعَتِہٖ

پس جب وہ شہزادی تڑپ کر اپنے باپ کو پکارتی تھی اور روتی تھی تو ماں

اور پھوپھیاں اس مظلومہ کو تسکین کے لئے کہتی تھیں کہ اب رو رو کر اپنے کو ہلاک نہ کر انشاء اللہ تعالیٰ کل تیرا بابا حسین علیہ السلام سفر سے تشریف لائیں گے اور آپ کو گود میں لیں گے اور پیار کریں گے اس وعدہ کو سن کر وہ صاجزادی کچھ چپ ہو جاتی تھی لیکن تھوڑی دیر کے بعد محبت پدری جوش میں آئی تھی تو پھر اسی طرح ہائے بابا ہائے بابا کہتی تھی اور پیٹتی تھی اور صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ہمیشہ روتی رہتی تھی۔ ناگاہ ایک رات روتے رو تے سکینہؑ کی آنکھ تھوڑی دیر کے لئے لگ گئی۔

نَبَتَت لاتشتملُ مِنَ البُکاء
تَدعُوا بِعَمَّتِهَا الزَّکِیَّۃِ عَمَّتِیْ
فَتَصَا رَخَتْ فِیْ وَجْهِهَا عَمَّا تُهَا
فَوَعَی یَزِیْدُ صُرَاخَ تِلْکَ النِّسْوَۃِ

پس تھوڑی دیر کے بعد وہ یتیم بچی نیند سے بیدار ہوئی اور ذبح شدہ مرغ کی مانند تڑپنے لگی اور چیخ کر کہا اے اماں جان' اے پھوپھی جان ابھی میرے بابا سفر سے آئے تھے بلکہ مجھے گود میں لیا اور بہت پیار کیا لیکن پھر مجھ سے چھپ کر کہیں تشریف لے گئے پس میں اپنے باپ کو تم سے لوں گی ورنہ اپنی جان دے دوں گی جب اہل حرم نے سکینہ کی درد ناک گفتگو کو سنا تو سب کی نظروں میں امام حسینؑ کی تصویر پھر گئی اور سب کو یقین ہو گیا کہ حضرت اپنی دختر یتیم کی تسکین کے لئے اس قید خانہ میں ضرور تشریف لائے تھے پس کسی کو یارائے ضبط نہ رہا سب بی بیاں اور بچے اس قدر روئے اور پیٹے کہ قید خانہ میں قیامت بپا ہوئی اور اہلبیت اطہارؑ کے رونے پیٹنے کا اس قدر شور بلند ہوا کہ یزید ملعون سوتے سوتے چونک

اٹھا۔

فَانْتَبَهَ الحُضَّارُ مِمَّاقَدْ جَرٰی
فَحَکَوْالَهٗ عَنْ شَرْحِ تِلْکَ الْقِصَّۃِ
قَالَ اطْرَحُوا رَاسَ الْحُسَیْنِ بِحِجْرِهَا
فَعَسٰی اِذَا نَظَرَتْ اِلَیْهِ تَسَلَّتْ

اور اس ملعون نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ جلد ابھی خبر لاؤ کہ کون سا آباد گھر برباد ہوا اور کس مظلوم پر یہ آفت عظیم نازل ہوئی کہ جس کی وجہ سے ایسا شور ماتم بلند ہے کہ میں نے کبھی ایسا رونا نہیں سنا ہے پس اس بے رحم کے ملازم دروازہ قید خانہ پر آئے اور اسیروں کا حال دریافت کر کے اس شقی سے جا کر کہا کہ اے امیر اس قید خانہ میں بہت سی عورتیں اور بچے قید میں تھے ان میں ایک امام حسینؑ کی بیٹی ہے جو نہایت کم سن ہے ہر روز اپنے باپ کو یاد کرتی تھی اور جس روز سے اس دختر یتیم کا باپ تیرے حکم سے قتل ہوا ہے اس روز سے تڑپ تڑپ کر بسر کرتی تھی اور ایک لحہ آرام نہ کرتی تھی آج کی رات اتفاقاً اس بچی کی آنکھ بند ہو گئی تھی اور تھوڑی دیر اسے نیند آگئی تھی کہ اس حالت میں خواب میں اپنے باپ کو دیکھ کر بیدار ہوئی ہے اور اس وقت سے زمین پر تڑپتی ہے اور اپنی ماں اور پھوپھیوں سے کہتی ہے کہ میرے باپ کو بلا دو کہ وہ مجھے پھر قید خانہ میں چھوڑ کر سفر کو تشریف لے گئے ہیں اور اگر وہ ابھی نہ آئے تو میں مر جاؤں گی پس سب عورتیں اس کے رونے اور تڑپنے سے اس کے ساتھ روتی پیٹتی ہیں۔ منقول ہے کہ یہ سن کر اس بے حیا نے حکم دیا کہ اس کے باپ حسینؑ کا سر قید خانہ میں لے جا کر اسے دو کہ وہ اس سر کو چھاتی سے لگا کر رونا بند کر دے۔

فَاَتَوْا بِهٖ فِي الطَّسْتِ يَلمَعُ نُورها
كَالشَّمْسِ بَلْ هُوَ فَوْقَهَا فِيْ بَهْجَتِهٖ

قَالَتْ فَمَاذَا قِيْلَ رَاسُ اَبِيْکَ ذَا
قَالَتْ اَمَذْبُوْحٌ اَلَا وَاحَسْرَتِيْ

یزید نے امام حسینؑ کا سر اطہر طشت میں رکھوا کر اور اس پہ ایک ریشمی رومال ڈلوا کر اس بے کس بچی کے پاس ملازموں کے ہاتھ بھجوایا اور جب اس بچی کی نظر اس طشت پر پڑی پوچھا کہ یہ کیسا برتن ہے کہ اس سے آفتاب بلکہ اس سے بھی زیادہ ایک نور روشن اور تاباں ہے یزید کے نوکروں نے جواب دیا کہ اس میں تیرے باپ حسینؑ کا سر ہے جس کی جدائی میں تو روتی اور تڑپتی ہے جب اس سے رومال اٹھا لیا اور اس معصومہ کی نگاہ امام حسینؑ کے سر اقدس پر پڑی تو پوچھا کہ کیا میرا باپ قتل ہو گیا ہے لوگوں نے کہا ہاں شہید ہو گئے پس یہ سنتے ہی وہ دیدار پدر کی مشتاق بیٹی دوڑی اور بابا کا سر اٹھا کر اپنی چھاتی سے لگا لیا اور منہ پر منہ رکھ کر نہایت حسرت و یاس کے ساتھ روتی اور کہتی تھی۔

مَنْ جَزَّ رَاسَکَ يَا اَبِيْ وَمَنِ ارْتَقٰی
مِنْ فَوْقِ صَدْرِکَ قَابِضاً لِلْمِتْرِ

اے بابا افسوس صد افسوس کہ آپ کو ظالموں نے شہید کیا اور مجھے اس کمسنی میں یتیم کیا اب ہمارا کون حامی و مددگار ہے کہ اس وقت بے کسی میں حمایت کرے اور ہمیں تسکین دے اور ہمیں قید سے چھڑائے اب تک میں یہ جانتی تھی کہ آپ مجھے چھوڑ کر کہیں سفر کو تشریف لے گئے ہیں مجھے یہ معلوم نہ

تھا کہ آپ کو ظالموں نے شہید کیا اور ہمیں بے وارث اور بے سرپرست کر دیا۔

تَبْكِيْ وَتَلْطِمُ وَجْهَهَا وَخُدُوْدَهَا
وَعُيُوْنُهَا تَجْرِيْ دَمًا وَتَقْطُرِيْ

حَتّٰی تَضَعَ فَمَهَا عَلٰی فَمِهٖ فَقَدْ
خَرَّتْ عَلَيْهِ وَلَمْ تَزَلْ فِيْ سَكْرَةٍ

پس وہ دختر یتیم اپنے باپ کے سر کو گود میں لئے ہوئے اپنا منہ پیٹتی اور روتی تھی یہاں تک کہ روتے روتے اپنا منہ باپ کے منہ پر رکھ کر چپ ہو گئی اور غش آگیا فَلَمَّا سَكَتَتْ فَوْرَتُهَا حَرَّكُوْهَا عَلِمُوْا اَنَّ رُوْحَهَا قَدْ فَارَقَتْ بَيْنَ جَسَدِهَا فَلَطَمَتْ خُدُوْدَهَا عَمَّاتُهَا وَاُمُّهَا فَقَامَتِ الْقِيَامَةُ فِي الْمَجْلِسِ پس جب بہت دیر تک اس شہزادی کے رونے کی آواز کسی نے نہ سنی سب نے یہ سمجھا کہ شاید اس بچی کو کچھ تسکین ہوئی لیکن جب تھوڑی دیر کے بعد بی بیوں نے ہاتھ پکڑ کر ہلایا تو معلوم ہوا کہ وہ یتیم بچی دنیا سے رحلت کر گئی اور اپنے باپ سے ملحق ہوئی پس سب بی بیوں نے اپنے بال کھولے اور اس بچی کی لاش کے اردگرد سب نے حلقہ کیا اور پیٹنا شروع کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم کہ اس وقت قید خانہ میں گریہ و ماتم کا ایسا شور بلند ہوا کہ مشرق سے مغرب تک اس طرح کا ماتم تمام عالم میں کہیں نہ بپا ہوا اور نہ ہو گا اور جو کچھ قیامت اس معصومہ کی تجہیز و تکفین کے وقت بپا ہوئی کسی کی کیا مجال ہے کہ اس کو بیان کر سکے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔

مجلس نمبر ۱۷

ذکر ولادت امام حسینؑ، امامؑ کا بچپن میں روزہ رکھنا اور ہلال رمضان کا پتہ چلنا، ظالم کا سکینہؑ کو شام کی طرف جاتے وقت باپ کی لاش سے جدا کرنا اور آخر میں اپنے معصوم بھائی علی اصغرؑ سے وداع کرنا

☆

عَنْ صَفِيَّة بِنْتِ عَبْدِالْمُطَّلِب قَالَتْ لَمَّا سَقَطَ الْحُسَيْنُ مِنْ بَطْنِ اُمِّهٖ فَدَفَعْتُهٗ

صفیہ بنت عبدالمطلب سے روایت ہے کہ جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو میں نے اس جگر گوشہ رسولؐ کو گود میں لیا تھوڑی دیر کے بعد جناب رسول خدا آئے **وَقَالَ يَا عَمَّتَهْ هَلُمِّيْ اِلَيَّ اِبْنِيْ** اور فرمایا اے پھوپھی اس بیٹے کو میری گود میں دو **فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَمْ نُنَظِّفْهُ** میں نے کہا یا رسول اللہؐ ابھی آپ کے بیٹے کو غسل مولود نہیں دیا **فَقَالَ يَا عَمَّتَهْ اَنْتِ تُنَظِّفِيْنَهٗ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ نَظَّفَهٗ وَطَهَّرَهٗ** حبیب خدا نے فرمایا سبحان اللہ اے پھوپھی اسے کیا پاک کرو گی۔ خدائے عزوجل نے اسے پاک و پاکیزہ پیدا کیا ہے **ثُمَّ اَخَذَهٗ وَ قَبَّلَهٗ وَ وَضَعَ لِسَانَهٗ فِيْ فَمِهٖ** یہ فرما کر حضرت نے امام حسینؑ کو میری گود سے لے لیا اور اس کی پیشانی پر بوسے دیئے اور اپنی زبان مبارک اس کے منہ میں دی۔

راوی کہتا ہے سب سے پہلے جو امام حسینؑ نے پردۂ دنیا پر غذا نوش فرمائی وہ جناب رسولؐ کا لعاب دہن تھا چالیس روز مسلسل آپؑ نے اس سے نشوونما پائی پس حضرت امام حسینؑ کا گوشت و پوست خون رسالتمابؐ سے پیدا ہوا صاحب لسان الواعظین لکھتے ہیں کہ انیتسویں شعبان کو مطلع ابر آلود ہونے کے باعث

لوگوں کو ماہ رمضان کا چاند نظر آنے میں شک واقع ہوا اہل یثرب نے صبح کو احتیاط سے روزے رکھے اور حقیقت ہلال دریافت کرنے کے لئے رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے **وَاِذَا نَزَلَ جِبْرَئِیلُ وَقَالَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یُقرِئُکَ السَّلَامُ یَقُولُ بِنْتُکَ فَاطِمَۃُ تَکْشِفُ ھٰذَا السِّرَّ** ناگاہ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور عرض کی پروردگار عالم تحفہ درود سلام کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ اس راز کا انکشاف فاطمہ زہراؑ کے گھر سے ہوگا حضرتؐ نے اس حکم سے ان لوگوں کو آگاہ فرمایا وہ در دولت پر حاضر ہوئے اور عرض کی اے بی بی آج شعبان ہے یا ماہ رمضان کی پہلی تاریخ۔ آپؑ نے فرمایا اور تو میں نہیں جانتی لیکن آج دیکھتی ہوں کہ میرے فرزند حسینؑ نے صبح دودھ نہیں پیا ہے اس سے سمجھتی ہوں کہ ماہ رمضان کا چاند نظر آگیا ہے اور اسی کتاب میں منقول ہے کہ جب امام حسینؑ سات برس کے ہوئے ایک دن آپ نے روزہ کا ثواب اپنے نانا جان سے سن کر روزہ رکھا اور ظہر کے وقت اس معصوم پر پیاس نے ایسا غلبہ کیا کہ آپ کے ہونٹ خشک ہو گئے جناب سیدہ اپنے فرزند کی یہ حالت دیکھ کر بہت پریشان ہوئیں اور فرمایا اے بیٹا ابھی تم بچے ہو روزہ تم پر فرض نہیں لہٰذا روزہ کھول دو۔ لیکن امامؑ کسی طرح سے روزہ افطار کرنے پر راضی نہ ہوئے اس اثناء میں جناب رسول خدا علی مرتضیٰ کو ہمراہ لے کر جناب سیدہ کے بیت الشرف میں داخل ہوئے اور اپنے فرزند ارجمند کا یہ حال دیکھ کر بہت روئے اور فرمایا اے فاطمہؑ میرے حسینؑ کو اسی حالت میں چھوڑ دو تاکہ ان کو پیاس برداشت کرنے کی عادت ہو اس وقت موکلان آفتاب کو حکم خدا ہوا کہ جلد طنابیں مغرب کی طرف کھینچو کہ میرے حبیب کا فرزند پیاس سے بیتاب ہے غرض سورج غروب ہوا اور شام ہو گئی جناب سیدہ ٹھنڈے پانی کا پیالہ اپنے بیٹے کے پاس لائیں شہزادہ نے عرض کی دستور ہے جو بچے پہلا روزہ رکھتے ہیں تو

ان کے ماں باپ روزہ کشائی کے طور پر انہیں کچھ دیتے ہیں آپ بھی کچھ عنایت فرمائیں اپنے فرزند کی خواہش دیکھ کر پہلے رسول خدا نے فرمایا میں نے حوض کوثر دیا کہ اپنے زائروں اور رونے والوں کو اس سے سیراب کرنا پھر جناب امیرؑ نے وہ باغ جو عطیہ رسول خدا تھا امام حسینؑ کو عطا کیا اور جناب فاطمہؑ نے جیحون، سیحون، نیل اور فرات یہ چاروں دریا جو اللہ تعالیٰ نے بی بی کو مہر میں بخشے تھے اپنے فرزند کو دیئے۔ کیوں **حضرات** سوچنے کا مقام ہے کہ جس کی ماں کے مہر میں نہر فرات ہو اور وہ اپنے فرزند کی روزہ کشائی میں عنایت کرے ہزار افسوس کہ روز عاشور اسی دریا پر وہ مظلوم پیاسے شہید ہوں اور اسے پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ ملے۔

بِنَفْسِی شِفَاہٌ ذَا بلَاتٌ مِنَ الظَّمَاء
وَلَمْ تُحْظَ مِنْ مَاءِ الْفُرَاتِ بِقَطْرَۃٍ

میری جان اور مومنین کی جان ان نازک لبوں پر قربان ہو جو پیاس کی شدت سے پھول کی پتیوں کی مانند خشک ہو گئے تھے اور تین شبانہ روز لبوں تک ایک قطرہ پانی کا نہ پہنچا۔

بِنَفْسِی عُیُونٌ غَابِرَاتٌ شَوَاهِدٌ
اِلَی الْمَاءِ مِنْهَا نَظْرَۃً بَعْدَ نَظْرَۃٍ

میری جان اور مومنوں کی جان ان آنکھوں پر قربان ہوں جن میں پیاس کی شدت اور پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے حلقے پڑ گئے تھے اور ہم قربان جائیں ان آنکھوں پر جو حسرت بھری نگاہ سے بار بار دریائے فرات کو دیکھتیں تھیں۔ افسوس ہزار افسوس مومنین جب اشقیائے بے دین فرزند سید المرسلین کو شہید کر چکے اور

اہل بیتؑ کو لوٹ چکے تو دو دن تک وہاں قیام کیا اور اپنے نجس لاشوں کو دفن کیا اور فرزندان رسول خدا کی بلا غسل و کفن زمین کربلا پر خاک و خون میں غلطاں چھوڑ کر کوفہ کا قصد کیا۔ صاحب اسرار الشہادۃ لکھتے ہیں کہ اس وقت اہل بیتؑ مقتل شہداء میں روتے پیٹتے داخل ہوئے اور اپنے عزیزوں کی لاشوں پر اپنا حال غیر کیا اس وقت سکینہؑ اپنی پدر بزرگوار کی لاش کے پاس بیٹھی حضرت نے بازوں کو تھامے باپ کا ہاتھ بغل میں لئے روتے تھیں مومنین قاعدہ تھا کہ جب مظلوم کربلا اپنی بیٹی سکینہؑ کو دیکھتے تھے تو بغلوں میں ہاتھ دے کر اپنی گود میں اٹھا لیتے تھے اس وقت جو اس صاحبزادی نے اپنے باپ کو اس حال سے دیکھا تو رو رو کر خود امام کے ہاتھوں کو اپنی بغل میں رکھتی تھی گویا مطلب تھا کہ کیا وجہ ہے کہ اس وقت آپ ہم کو اپنی آغوش میں نہیں لیتے پس وہ صاحبزادی کبھی تو اپنے پدر بزرگوار کے بازو کو سونگھتی تھی اور کبھی حضرت کی انگلیوں کو اپنے سینہ پر رکھتی تھی اور کبھی آنکھوں سے لگاتی تھی اور حضرت کے گلوئے مقدس کا خون لے کر اپنے بالوں اور چہرہ کو خضاب کی مانند ملتی اور کہتی تھی یَا اَبَاعَبْدِاللّٰهِ اَلْبَسَتْنِيْ بَنُوْاُمَيَّةَ ثَوْبَ الْيَتِيْمِ عَلٰى صِغَرِ سِنِّيْ ہائے بابا مجھے بنی امیہ نے اس عمر میں لباس یتیمی پہنایا یَا اَبَتَاهُ اِذَا اَظْلَمَ اللَّيْلُ مَنْ يَحْمِيْ حِمَايَ وَاِنْ عَطِشْتُ فَمَنْ يَرْوِيْ ظَمَايَ اے بابا اب رات کو کون مجھے اپنے سینہ پر سلائے گا اور جب پیاسی ہوں گی تو کون مجھے پانی پلائے گا یَا اَبَتَاهُ نَهَبُوْا قُرْطِيْ وَرِدَائِيْ اے بابا آپ نے جو مجھے گوشوارے اور چھوٹی سی چادر عنایت کی تھی ان کو ظالموں نے چھین لیا اور میرے کان زخمی کئے یَا اَبَتَاهُ اُنْظُرْ اِلٰى رُؤُسِنَا الْمَكْشُوْفَةِ وَاِلٰى اَكْبَادِنَا الْمَكْهُوْفَةِ وَاِلٰى اُمَّتِيَ الْمَسْجُوْنَةِ اے بابا آپ دیکھتیں ہیں کہ ظلم اعداء سے ہمارے سر کھلے ہیں اور شدت پیاس سے ہمارے جگر کباب ہو گئے ہیں اے بابا

آپ کو خبر ہے پھوپھی کی پشت مبارک نوک نیزہ سے زخمی ہوئی ہے اماں کے بازوؤں میں رسن باندھے گئے۔ راوی کہتا ہے کہ اس صاحبزادی کے بین پر اکثر عین روتے تھے ناگاہ ایک ملعون قریب آیا اس بچی نے پوچھا آج تم لوگ یہاں ٹھہرو گے یا کوچ کرو گے اس نے کہا آج ہی کوچ کرنا ہے اس وقت اس بچی نے عجب درد کا کلمہ کہا کہ تم لوگ ان بی بیوں کو لے کر روانہ ہو جاؤ مجھے میرے بابا کے پاس چھوڑ دو۔ راستوں کی سختیاں' منزلوں کی صعوبتوں کو اٹھانا' پہاڑوں میں' کانٹوں پر چلنا اونٹوں پر بار بار چڑھنا اترنا اس کمسنی میں مجھ سے کیونکر ہو سکے گا۔ رحم کھا کر مجھے یہیں چھوڑ دو کہ بابا کی لاش پر کوئی رونے والا نہیں ہے۔ اگر اپنے بابا کی لاش پر روتے مرجاؤں گی تو تم پر میرا خون نہ ہو گا مگر اس ملعون نے کچھ خیال نہ کیا اور چاہا کہ اس کو پکڑ کر قافلہ میں لے جائے۔ حضرات سکینہؑ اس وقت کیا کرتیں کون بچانے والا تھا جس کے پاس امداد کے لئے جاتیں اپنے پدر کی لاش سے لپٹ گئیں گویا باپ سے مدد مانگنے لگی مگر وہ ملعون کیا ہی سنگدل تھا اس پر بھی رحم نہ کھایا چھوٹا سا بازو پکڑ کر کھینچا فَقَالَتْ لَهٗ يَا هٰذَا اِنَّ لِيْ اَخًا صَغِيْرًا جب اس بچی نے دیکھا کہ یہ ظالم یہی رہنے نہ دے گا بلبلا کر کہنے لگی ذرا ٹھہر جا میرا ایک چھوٹا بھائی اس صحرا میں آرام کر رہا ہے اسے جگا کر اس سے رخصت ہو لوں اس منت پر اس شقی کو تھوڑا سا رحم آگیا اس بچی کا بازو چھوڑا' وہ دائیں بائیں ڈھونڈنے لگی چند قدم پر دیکھا کہ وہ ننھی سی لاش چھوٹی سی گردن پر تیر کھائے خون میں نہائے ریت پہ پڑی ہے وَا اَخَاهُ وَا اَصْغَرَاهُ کہہ کر گود میں اٹھا لی اور رو کر کبھی سوکھے ہونٹوں پر کبھی گلے کے زخم پر بوسہ دینے لگی اور کہنے لگی اے اصغرؑ تم میرا ساتھ چھوڑ کر خیمہ سے یہاں آئے ہیں تم کو کبھی اس جنگل میں اکیلا چھوڑ کر نہ جاتی مگر کیا کروں اونٹ تیار ہیں اور اشقیاء جلدی کر رہے ہیں یہ بھی معلوم

نہیں کہ کہاں لے جائیں گے فَاقْرَأْ جَدِّی رَسُولَ اللّٰہِ جَدِّی عَلِیَّ بْنِ الْمُرْتَضٰی وَ جَدَّتِی الزَّھْرَاءِ عَنِّی السَّلَامُ جب تم نانا رسول خدا کی خدمت میں جانا تو میری طرف سے حضرت کو اور بزرگوں کو سلام پہنچانا اور کہنا یا جداہ آپ کی امت نے مجھے یتیم کیا کانوں کو زخمی کر کے میرے گوشوارے چھین لئے "طمانچے" مارے آہ ابھی وہ بچی بھائی کو گلے لگائے رو رہی تھی کہ اس ملعون نے بازو سے پکڑ کر اونٹ پر سوار کر دیا ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰی اَبِیْھَا وَقَالَتْ یَا اَبِیْ وَدَّعْتُکَ الْعَلِیْمَ وَاَقْرَئُکَ السَّلَامُ اس وقت سکینہ نے باپ کی لاش کی طرف منہ کیا اور بلبلا کر عرض کی آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی مجھ پر رحم نہیں کرتا لاش پر رونے نہ دیا کیا کروں قسمت جہاں لے جائے وہاں جا رہی ہوں آپ کو خدا کے سپرد کرتی ہوں میرا آخری سلام قبول ہو یہ کہہ کر دونوں چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے سر کو پیٹتی ہوئی جانب کوفہ روانہ ہوئی اور مڑ مڑ کر اپنے باپ بھائیوں کی لاشوں سے حسرت بھری نگاہ سے دیکھتی جاتی۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۷۲

مذمّت دنیا، خاک کربلا کی برکت سے بغداد کے ایک فاسق و فاجر کا بخشا جانا، محب اہل بیتؑ کی قبر میں امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالب کا تشریف لانا اور اس کی بخشش کا اعلان، شہادت علی اصغرؑ۔

☆

الا انما الدنیا دویر المذلتہ
وقد نسها اجد ادنا اھل عصمتہ

تسئی الی اھل العلوم اولی النھی
وترعی لذی جھل وذل و شقوۃ

اے طالبان دنیا آگاہ ہو کہ یہ دنیا دار عبرت اور مقام ذلت ہے جس کی توہین و مذمت میں اکثر احادیث آئمہ معصومینؑ سے وارد ہیں کہ یہ صاحبان علم و ادراک کے ساتھ بدسلوکی اور برائی سے پیش آتی ہے اور اہل بدعت و شقاوت اور افراد ذلیل و جاہل کے ساتھ نہایت توجہ اور رعایت کرتی ہے۔

الا حلوھا مرکصبر وانھا
لغرت ذوی مال بجاہ وحشتہ

الا طالبوھا کالکلاب وانھا
کما قال خیرالانبیاء کجیفتہ

اس کی شیرینی درحقیقت حنظل سے بھی تلخ تر اور ناگوار ہے مگر صاحبان

اہل بیتؑ پیغمبرؐ کے لئے تو قید خانہ میں سامان قیامت برپا ہے اور ساکنان شام اور تابعین یزید کے لئے عید کے دنوں سے بھی بڑھ کر یہ ایام خوشی و سرور کے ہیں صاحب سرور المومنین کتاب مراۃ الجنان سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک شخص بغداد میں نہایت فاسق و فاجر رہتا تھا اتفاقاً" وہ بیمار ہوا اور اس کی بیماری نے طول پکڑا یہاں تک کہ اس نے شفا سے نا امید ہو کر اپنی اولاد سے وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو میری میت کو نجف اشرف لے جا کر جوار امیرالمومنینؑ میں دفن کر دینا۔ جب وہ مرگیا تو وارثوں نے جنازہ تیار کیا اور حسب وصیت نجف اشرف کی طرف لے چلے اور نجف میں روضہ منورہ کے خدام نے خواب میں دیکھا کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ بغداد سے آرہا ہے خبردار میرے جوار میں دفن نہ ہونے دینا۔ غرض خدام صبح سے شام تک اسی خیال میں رہے مگر وہ جنازہ نہ آیا دوسری رات پھر خادموں کو بشارت ہوئی کہ صبح کو تم لوگ جا کر اس جنازہ کا استقبال کر کے عزت و آبرو کے ساتھ لاؤ اور میرے اور‌ق میں دفن کرو ایک خادم نے دست بستہ خواب ہی میں عرض کیا یا مولا کیا وجہ ہے کہ کل ممانعت ہوئی تھی آج یہ حکم ہوتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کل رات وہ لوگ راستہ بھول گئے تھے۔ اور صحرائے کربلا میں جا پہنچے' اور وہ جنازہ وہاں کے غبار سے آلودہ ہوا پس وہ خاک شفا اس کی بیماری گناہ کی دوا ہو گئی اور خداوند کریم نے اس کے گناہ بخش دیئے اس لئے اس کے جنازہ کے بارے میں آج ایسا حکم ہوا اور ملا ابوالحسن شیرازی نے لکھا ہے کہ ایک شخص پاسبان میرے مکان کے قریب رہتا تھا۔ جب اس کا وقت وفات قریب پہنچا تو اس نے مجھے بلوایا میں نے آکر اسے اعتقاد کی تلقین کی جب اس نے انتقال کیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ اس سے حال پوچھا وہ بولا مجھے دفن کیا تو دو فرشتے آگ

دولت کو اس اس نے اپنے فریب میں لا کر جاہ و حشمت و مال و ثروت کی ہوس میں مغرور و مبہوت کر دیا ہے جاننا چاہئے کہ جناب رسالتمابؐ کے حکم کے مطابق اس دنیا کی مثال مردار کی ہے اور طالبان دنیا مردار خوار کتوں کی طرح ہے

تَنَعَّمَ فِيهِ آلُ مَرْوَانَ فَرْحَةً
وَآلُ رَسُولِ اللّٰهِ لَمْ يَتَنَعَّمُوا

اس دنیا کی کج رفتاری مقام عبرت ہے کہ آل مروان کے لئے سامان عیش و فرحت مہیا کیا اور اولاد رسول و فرزندان رسولؐ کے لئے اسباب ذلت و خواری فراہم کئے۔

لِآلِ اَبِيْ سُفْيَانَ دَوْرُ مَسَرَّةٍ
وَفِيْ بَيْتِ اَهْلِ الْبَيْتِ قَدْ قَامَ مَاتِمٌ

آل ابی سفیان کس راحت و سرور سے اپنے ایوانوں میں بسر کرتے ہیں اور اہلبیتؑ رسول خدا اور مالکان ارض و سما کے گھروں میں ماتم برپا ہے۔

وَسِبْطُ نَبِيِّ اللّٰهِ يُنْكَتُ ثَغْرُهٗ
وَاَوْلَادُ حَرْبٍ ثَغْرُهُمْ يَتَبَسَّمُ

فرزند رسولؐ امام حسینؑ کے وندان مبارک چھڑی کے صدمے اٹھاتے ہیں بنی امیہ فرط مسرت سے مسکرا رہے ہیں۔

لَقَدْ قَامَ فِيْ آلِ النَّبِيِّ قِيَامَةٌ
وَعِنْدَ اَهَالِي الشَّامِ عِيْدٌ وَ مَوْسِمٌ

کے گرز لئے ہوئے آئے اور چاہا کہ مجھے عذاب کریں کہ میں نہایت گناہگار تھا پس مجھ پر خوف طاری ہوا کہ مجھے ان سے کون بچائے گا کہ ناگاہ جناب امام حسین علیہ السلام میری قبر میں تشریف لائے اور بولے اسے چھوڑ دو کہ خدا نے اس گناہ گار کو بخشا ہے انہوں نے عرض کی یا بن رسول اللہ یہ بہت گناہ گار ہے اس کی نجات کا کیا سبب ہے جناب امام حسینؑ نے ارشاد فرمایا اے فرشتو ! یہ ایک دن میری مجلس عزا میں بیٹھا تھا اور ایک مومن اس کے پاس کھڑا تھا جب ذاکر نے میری کچھ مصیبت بیان کی تو اس مومن کا آنسو اس کے سر پر گرا پس اس آنسو کی برکت سے خداوند کریم و رحیم نے اسے بھی بخش دیا ہے وہ فرشتے چلے گئے اور میں آرام سے ہوں پس خوش حال تمہارا کہ تم ہمیشہ مظلوم کربلا کے لئے گریہ و زاری کرتے ہو اور انشاء اللہ یہ رونا تمہارے بہت کام آئے گا چنانچہ منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک ایسے شخص کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا جو اہلبیت اطہارؑ کی دوستی و محبت میں خاصی شہرت رکھتا تھا کہ جب لوگ اس کے دفن سے فارغ ہوئے تو دو شخص مہیب اور ڈراؤنی شکل کے ساتھ اس کی قبر میں آئے اور اس کے اعتقادات کے بارے میں سوال کرنے لگے اور بولے مَنْ رَبُّكَ بتا تیرا رب کون ہے تو وہ مومن ان کی ہیبت و دہشت سے حیران و پریشان رہ گیا اور زبان کو جواب دینے کی طاقت نہ ہوئی کہ ناگاہ اس پریشانی کے عالم میں ایک نورانی شخصیت کرسی پر اپنے غلام کے قریب آکر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا اے شخص کیوں گھبراتا ہے ؟ فَقُلْ فِيْ جَوَابِهِمَا اللّٰهُ جَلَّ جَلَالَهٗ رَبِّيْ ان کے جواب میں کہہ دے کہ اللہ میرا رب ہے۔ حضرات وہ تمہارے آقا علیؑ ابن ابی طالبؑ تھے پھر منکر و نکیر نے پوچھا مَنْ نَبِيُّكَ تیرا نبی کون ہے قَالَ قُلْ مُحَمَّدٌ نَبِيِّيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ حضرت نے فرمایا کہ کہہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نبیؐ ہیں قَالَا

وَمَنْ اِمَامُکَ پھر دونوں نے کہا بتا تیرا امام کون ہے قَالَ قُلْ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اِمَامِیْ حضرت نے فرمایا کہہ علی ابن ابی طالب میرے امام ہیں جب دوسرے امام کے بارے میں سوال کیا تو حضرت نے فرمایا کہہ امام حسین بن علیؑ میرے امام ہیں آہ جب تیرے امام کے بارے میں سوال کیا کہ بتا تیرا تیر امام کون ہے فَخَنَقَتْہُ الْعَبْرَۃُ وَ قَالَ قُلْ فِیْ جَوَابِھَا وَالْحُسَیْنُ شَہِیْدٌ بِکَرْبَلَا اِمَامِیْ پس جسے آواز گلوگیر ہوتی ہے اس آواز حزین سے فرمایا اے شخص ان کے جواب میں کہہ دے کہ حسینؑ شہید کربلا میرا امام ہے حسینؑ کے اس عاشق صادق نے جب حسینؑ کا نام سنا جواب بھی بھول گیا اور بے ساختہ واحسینؑ کہہ کر رونے لگا پھر حضرت کو بھی تاب ضبط نہ رہی اس قدر روئے کہ روتے روتے بے ہوش ہو گئے پس وہ فرشتے پکارے اے عاشق حسینؑ چپ رہ کہ تیرے رونے سے حیدر کرار بھی بے ہوش ہو گئے جب غش سے حضرت کو افاقہ ہوا تو فرشتوں سے فرمایا کہ اس عاشق حسینؑ سے کچھ نہ پوچھو دیکھتے ہو کہ یہ میرے فرزند سے کس قدر محبت رکھتا ہے۔ آہ واحسرتاہ اب فرزند علی مرتضیٰؑ کے مصائب کو سنئے اور اس پر گریہ کیجئے۔ اور امام مظلوم پر رونے کی عادت بنائیے یہ رونا قبر میں حشر و نشر حساب و کتاب کے وقت اتنا فائدہ مند دیکھا کہ ہم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے کیونکر نہ روئیں مومنین ایسے مظلوم پر کہ جس پر آسمان و زمین اور ملائکہ روئے اور جنات چرند پرند نے اس مذبوح مظلوم پر اپنی جانیں قربان کیں اور چھ مہینے کے بچے نے بھی حضرت کا ساتھ نہ چھوڑا اور کس طرح تمام مخلوق اس کشتۂ ستم پر نہ روتی کہ تین دن کا بھوکا پیاسا مہمان بلا کر ذبح کر ڈالا مرتے دم تک ایک قطرہ ساقی کوثر کے بیٹے کو نہ دیا چھ مہینے کے معصوم بچے کو حضرت کی گود میں تیر ستم سے بے جاں کیا یوں تو جناب مظلوم کربلا کی ہر مصیبت جانگداز ہے مگر سانحہ علی اصغرؑ سخت ترین

مصائب ہے۔ راوی کہتا ہے کہ جب امام حسینؑ کے تمام اصحاب و اقرباء درجہ شہادت پر فائز ہو چکے اس وقت نہایت بیکسی و حسرت سے زاروزار روتے اور فرماتے تھے آیا کوئی ایسا رحم دل ہے کہ جو اس وقت اپنے پیغمبرؐ کے نواسے کو پناہ دے ؟ آیا کوئی ایسا رقیق القلب ہے کہ اس بے کسی میں میری فریاد کو پہنچے اور میری اعانت کرے ؟ ملا آقا درؒ بندی لکھتے ہیں کہ اسی اثناء میں رب العزت کی جانب سے ایک نوشتہ نازل ہوا اس نوشتہ کے آخر میں یہ لکھا تھا اے حسینؑ اگر تو بقائے زندگانی چاہتے ہو تو یہ نصرت حاضر ہے ابھی تمہارے سب دشمن ہلاک ہوں اور تمہارے مراتب میں بھی ایک ذرہ کمی نہ ہوگی آپ نے عرض کی خداوند حسینؑ نہیں چاہتا کہ میری شہادت کے بدلے فدیہ نازل ہو اے میرے خالق اگر تیری راہ میں ستر ہزار مرتبہ حسینؑ قتل کیا جائے تو بھی قبول ہے یہ عرض کر کے رقعہ کو آسمان کی طرف اڑا دیا اور پھر استغاثہ شروع کیا کہ آیا کوئی ایسا ہے کہ ایسی بے کسی کے وقت میں فرزند زہراؑ کی فریاد کو پہنچے آیا کوئی رحم دل ہے جو اہلبیتؑ رسولؐ سے اس بلا کو دفع کرے ؟ عمان البکاء میں یوں منقول ہے کہ فرزند رسول کی آواز استغاثہ سن کر موجودات عالم سے کسی کو تاب و ضبط نہ رہی سب بے قرار ہو کر درگاہ پروردگار میں عرض کرنے لگے خداوند تیرے نبی کو جب تک وہ زندہ رہے ظالموں نے ستایا ان کی آل میں سے کسی کے گھر پر آگ لگانے کو گئے اور پہلو پر دروازہ گرا کے مجروح کیا کسی کو مسجد میں تیغ ستم سے شہید کیا کسی کو زہر پلایا آج صبح سے گھر کا گھر صاف کر دیا ایک حسینؑ جو سب بزرگوں کی نشانی باقی ہے اب یہ اشقیاء چاہتے ہیں کہ اس کا بھی خون ناحق کریں ہم برداشت نہیں کر سکتے اجازت ہو کہ ان کی اعانت کریں حکم ہوا کہ وہ ایسا صابر و شاکر ہے کہ ہمارے سوا کسی کی امداد کا طالب نہیں ہے جاؤ اگر حسینؑ منظور کرے تو اس کی

نصرت میں جانفشانی کرو پہلی شط فرات نے عرض کی اے تین دن کے پیاسے نبیؐ کے نواسے میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں آپ کے ننھے بچے پیاس کی شدت سے تڑپ رہے ہیں کئی دن گذرے کہ بے رحموں نے آپ کو ایک قطرہ پانی کا نہ دیا حکم دیجئے کہ بڑھ کر ابھی ان لوگوں کو قوم نوحؑ کی طرف گرداب فنا میں غرق کر دوں ؟ فرزند ساقی کوثر نے فرمایا تیری ضرورت نہیں فقط رحمت پروردگار کا امیدوار ہوں ناگاہ سامنے سے ایک صحرائی ہرن بہت سے ہرنوں کے ساتھ حاضر خدمت ہوا اور کہنے لگا ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں افسوس ظالموں نے شیر الٰہی کے فرزند کو کیسی کیسی مصیبتوں میں مبتلا کیا اگر اشارہ پائیں تو ہم لوگ ان کافروں کو اپنی شاخوں سے زخمی کر کے مار ڈالیں ؟ آپ نے اس کو بھی اجازت نہ دی اس وقت وہ ہرن کہنے لگا شاید حضرت نے مجھے نہیں پہچانا امام نے آہ سرد کھینچ کر فرمایا میں خوب جانتا ہوں تو وہی بچہ آہو ہے کہ حق تعالیٰ نے لڑکپن میں میرے کھیلنے کے لئے تجھے میرے نانا کے پاس بھیجا تھا وہ حیوان روتا ہوا رخصت ہوا پھر زمین کربلا کانپ کر بولی آپ کے کیسے کیسے عزیز و انصار خون میں غلطاں مجھ پر پڑے ہیں کہاں تک صبر کروں ؟ جلد ارشاد کیجئے کہ ظالموں کو قارون کی طرح نگل جاؤں آپؑ نے رو کر فرمایا اس سے کیا ہوگا بھائی عباسؑ زندہ نہ ہو جائیں گے علی اکبرؑ جی نہ اٹھیں گے قاسمؑ پھر نہ ملیں گے۔ اے زمین کربلا میری مدد کرنے والے تو مارے گئے تجھ سے کیا امداد چاہوں مگر اتنی وصیت ہے کہ جب چھ مہینے کا اصغرؑ شیر خوار ماں کی گود سے جدا ہو کر تیری آغوش میں سوئے تو قیامت تک میری امانت کو حفاظت سے رکھنا اس کے بعد باد صبا نے التماس کیا آہ آہ آپ ایسی گرم ہوا میں زخموں سے چور چور ہو کر یکہ و تنہا کھڑے ہیں اگر حکم ہو تو یزیدیوں کو قوم عاد و ثمود کی طرح تباہ و برباد کروں آپ نے عجیب جملہ ارشاد فرمایا اگر یہی منظور

ہوتا تو اس وقت میں اکہتر(۷۱) داغ کیوں اٹھاتا ؟ عزیز و انصار کیوں شہید ہوتے ؟ تیری مدد کی کوئی ضرورت نہیں مگر اتنا یاد رکھنا کہ جب تو مدینہ رسول میں جائے تو میری بیمار بیٹی کو پیغام پہنچانا کہ اے صغریٰؑ یہ نہ سمجھنا کہ تمہاری یاد اور اپنا وعدہ بھول گیا کیا کروں موت نے مہلت نہ دی علی اکبرؑ نے نیزہ ستم کھایا' زین العابدینؑ بستر بیماری پر غش میں پڑا ہے کہ تمہارے بلانے کے لئے بھیجوں میں بھی دنیا سے جا رہا ہوں صبر کرو اب ہماری ملاقات قیامت کے روز ہوگی ناگاہ آواز گریہ اہلبیتؑ جناب امام حسینؑ کے گوش مبارک میں پہنچی گھبرا کر در خیمہ پر تشریف لائے اور جناب زینبؑ سے پوچھا تم لوگ اس بے تابی سے کیوں روتے ہو جناب زینبؑ نے عرض کی اے بھائی جس وقت سے علی اصغرؑ نے آپ کے استغاثہ کی آواز سنی ہے ہمک کر اپنے آپ کو گہوارہ سے گرا دیا ہے اور رونے سے چپ نہیں کرتا یہ سن کر آپ بہت روئے اور فرمایا اے سوگوار بہن میرے فرزند شیر خوار کو میرے پاس لے آؤ کہ ایک نظر دیکھ لوں اور وداع کر لوں حسب ارشاد جناب زینبؑ نے اس معصوم کو حضرت کی گود میں دیا آپ نے دیکھا کہ اس معصوم کی آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں اور پیاس کی شدت کی وجہ سے ہونٹ خشک ہو گئے ہیں حضرتؑ اس کے خشک دہن کے بوسے لینے لگے اور اسے اٹھا کر میدان میں لے آئے شہزادہ کو نہایت حسرت و یاس سے دیکھتے ہیں اور بے اختیار روتے تھے اس کے بعد آپ میدان میں آکر صفوف لشکر کے سامنے کھڑے ہوئے اور اس معصوم بچے کو ہاتھوں پر اس قدر بلند کیا کہ زیر بغل کی سفیدی نمایاں ہوئی اور باآواز بلند فرمایا۔

یَا سَاکِنَ الشَّامِ وَیَا اَھْلَ الْمَدِیْنَتِہ
فَھَلْ ھٰکَذَا اَوْصَی النَّبِیُّ الْمُکَرَّمُ

اے ساکنان شام و اے اہل کوفہ تمہارے نبی نے کہ جن کا تم کلمہ پڑھتے ہو یہی وصیت کی تھی کہ میری آل کو تین دن کی بھوک پیاس میں ذبح کر ڈالنا اور مرتے وقت ان کو ایک قطرہ پانی بھی نہ دینا۔

اشربتموا ماء الفرات خیولکم
واولاد طٰہٰ للصلوٰۃ تیمموا

اے لعینو ! یہ کیا شقاوت ہے کہ اپنے گھوڑوں کو تو آبِ فرات سے سیراب کرو اور اولاد پیغمبرؐ کو وضو تک کے لئے پانی نہ ملے۔

یموت عطاشا اهل بیت محمد
ویشرب هذا الماء ترک و دیلم

اے قوم اشقیاء کیا قیامت ہے کہ کفار تُرک و دَیلم تک کو تو تمہاری اجازت ہو کہ وہ جس وقت چاہیں نہر فرات سے پانی پئیں اور سیراب ہوں اور اولاد حسینؑ یوں پیاسی مرجائے اور اسی فرات سے ایک قطرہ نہ پائے۔

ثلاث لیالٍ قد مضین علی الولاء
باسیاسها والماء علینا محرم

اے بے رحمو تین شب و روز برابر گزرے ہیں کہ ہم اہلبیتؑ کو ایک قطرہ پانی کا نہیں ملا میرے ننھے بچے پیاس کی وجہ سے تڑپتے ہیں انہیں تو تھوڑا پانی دو کہ ان کا حال پیاس سے نہایت متغیر ہوا ہے اے ظالمو ! اگر حسینؑ تمہارے زعم ناقص میں گناہ گار ہے اور پانی دینے کا سزاوار نہیں ہے یہ تو بتاؤ کہ اس بچہ

معصوم نے کیا قصور کیا ہے اے لعینو ! روز قیامت کی پیاس سے ڈرو اور اس طفل شیر خوار کو تھوڑا سا پانی دو کہ میرا فرزند پیاس سے مر رہا ہے بہرکیف حضرت نے اس طرح کے کلمات ان سنگ دلوں سے فرمائے کہ اگر پتھر ہوتا تو پانی ہو جاتا مگر آہ آہ اس کے جواب میں حرملہ بن کاہل لعین نے ایک تیر حلق اصغرؑ پر ایسا مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا تڑپ تڑپ کر حضرت کی گود میں شہید ہو گیا جناب امام حسینؑ نے جانب آسمان سربلند کر کے عرض کی **الٰهی وسیدی هذا اعز جواهر خزانتی واٰخر مابقی فی سفطتی** اے میرے مولا و آقا یہ عزیز ترین جوہر میرے خزانہ سے تھا اور یہ درِ بے بہا تیرے اس بندہ کے پاس امانت باقی تھا جو تیری راہ میں نثار کیا۔ اس کے بعد حضرت نے گلوئے علی اصغرؑ کے نیچے ہاتھ رکھا **فتح عینیه فتبسم فی وجه ابیه** اس وقت جناب علی اصغرؑ نے آنکھیں کھول دیں اور مسکرا کر اپنے پدر بزرگوار کے جمال مبارک پر نظر کی بقول شاعر ۔

تبسم علی اصغرؑ نے کر دیا ثابت
پھول توڑے بھی جائیں مسکراتے ہیں

حضرات جناب علی اصغرؑ کے تبسم کی وجہ سمجھے قاعدہ ہے کہ تبسم تعجب کے وقت ہوتا ہے حضرت علی اصغرؑ کو یہ تعجب ہوا کہ یہ ملعون کیسے شقی القلب ہیں کہ مجھ جیسے شیر خوار کو بھی تیر مار کر شہید کیا اور اس امر کو سہل سمجھے۔ غرض جب حضرت کا چلو خون گلوئے اصغر سے پُر ہو گیا تو اسے حضرت نے آسمان کی طرف پھینک دیا **فلم یرجع قطرة منها الی الغبراء** لکھا ہے کہ اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرا بلکہ ملائکہ اس خون کو آسمان کی طرف لے گئے اور ایک روایت میں یوں وارد ہے کہ جب حضرت نے چاہا کہ اس خون کو آسمان

کی طرف پھینکیں آواز آئی اے حسینؑ اگر اس خون کو آسمان کی طرف پھینکو گے تو پھر کبھی باران رحمت آسمان سے نازل نہ ہو گی اس وقت حضرت نے ارادہ کیا کہ زمین پر ڈال دیں ناگاہ زمین نے فریاد کی کہ یا حضرت اگر اس خون کا ایک قطرہ بھی مجھ پر گرے گا تو قیامت تک مجھ پر ایک دانہ نہ اگے گا آخر مجبور ہو کر کچھ تو اس خون میں سے اپنی ریش مقدس پر ملا بقیہ خون کو علی اصغرؑ کے تمام بدن پر مل دیا ثُمَّ رَجَعَ اِلَی الْخَیْمَتِہٖ وَنَا وَلَدَہٗ بِاُمِّہٖ اس کے بعد خیمہ میں تشریف لائے اور اس بچے کی لاش جناب ربابؑ کو دے کر فرمایا ربابؑ یہ تمہارا علی اصغرؑ ایسے خوشگوار اور شیریں پانی سے سیراب ہوا ہے کہ پھر کبھی پیاسا نہ ہو گا۔ فَجَعَلَتْ تُقَبِّلُہٗ وَتَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْھِہٖ وَنَحْرِہٖ

تَبْکِیْ وَتَلْطِمُ وَجْھَھَا وَخُدُوْدَھَا
وَعُیُوْنُھَا تَجْرِیْ دَمًا وَ تَقْطُرُ

جناب ربابؑ لاش علی اصغرؑ کو اپنی آغوش میں لے کر بہت روئیں اور نہایت حسرت سے اس معصوم کی صورت دیکھی تھیں اور اس کے نازنین حلق کا خون پونچھتی جاتی تھیں اور اپنا منہ علی اصغرؑ کے منہ پر رکھ کر یہ جگر خراش بین کرتی تھیں ہائے اے پارۂ جگر ہائے علی اصغرؑ افسوس ہے کہ کسی بے رحم نے بھی تجھ پر رحم نہ کیا اور تجھ سے بے گناہ کو نشانہ تیر ستم بنایا۔

وَغَدَتْ تُمَرِّغُ خَدَّھَا بِدِمَائِہٖ
وَتَقُوْلُ وَاحُزْنَاہُ مِثْلُکَ یُنْحَرُ

اور خون گلوئے شیر خوار سے لے کر اپنے منہ پر ملتی تھیں اور پیار کرتی

جاتی تھیں اور کہتی تھیں اے علی اصغرؑ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ تیرا دودھ تیر کی نوک سے بڑھایا جائے گا۔ راوی کہتا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام نے مادر علی اصغرؑ کا حال نہایت متغیر پایا تو جلد اس نور چشم کو اس مکرمہ کی گود سے لے لیا اور مقتل شہداء میں تشریف لائے اور تلوار کی نوک سے قبر کی صورت مبارک میں ایک گڑھا کھود کر اس چاند سی صورت خاک میں چھپا دیا اور دیر تک روتے رہے۔ راوی کہتا ہے کہ علی اصغرؑ کے دفن سے مجھے بہت تعجب تھا کہ امام حسین علیہ السلام نے کسی شہید کی لاش دفن نہ کی کیا وجہ ہے کہ اس بچہ کو حضرت نے دفن کیا مگر جناب امام حسینؑ کی شہادت کے بعد مجھ پر یہ راز منکشف ہوا یعنی عمر سعد سنگدل نے کچھ سواروں کو حکم دیا کہ شہداء کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائیں اس وقت میں سمجھا کہ حضرت نے اسی خیال سے اس بچے کی لاش کو دفن کر دیا تھا کہ اس پامالی میں اس ننھے کی لاش ریزہ ریزہ ہو جاتی۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۷

پانی پلانے کا ثواب ، امام حسینؑ کے نام پر مومنہ کا پانی پلانا اور حضرت علیؑ اور حضرت زہراؑ کا اس مومنہ کو بہشت میں جانے کی سند عطا کرنا دربار یزید میں سکینہؑ کی بے چینی اور یزید کا بی بی سے گفتگو کرنا

☆

عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ قَالَ مَنْ اَطْعَمَ مُؤْمِنًا مِنْ جُوْعٍ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّۃِ جناب سید الساجدین امام زین العابدینؑ نے فرمایا ہے جو کوئی کسی بھوکے مومنوں کو کھانا کھلائے تو پروردگار عالم اس کو بہشت کے میوے کھلائے گا وَمَنْ سَقٰی مُؤْمِنًا مِنْ ظَمَاءٍ سَقَاهُ مِنَ الرَّحِیْقِ الْمَخْتُوْمِ اور جو کوئی برادر مومن کو پیاس کی شدت میں پانی پلائے اللہ تعالیٰ اس کو روز محشر جام کوثر اور آب سلسبیل سے سیراب کرے گا۔ وَمَنْ کَسٰی مُؤْمِنًا کَسَاهُ اللّٰهُ مِنَ الثِّیَابِ الْخُضْرِ اور جو صاحب توفیق کسی ضرورت مند مومن کو لباس پہنائے تو خالق اکبر اس کو بہشت کے سبز لباسوں سے مزین فرمائے گا۔ وَعَنِ الْبَاقِرِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ مَنْ اَبْرَدَ الْکَبِدَ الْحَرَّاءَ وَمَنْ سَقٰی کَبِدًا حَرَّاءَ مِنْ بَهِیْمَۃٍ اَظَلَّهُ اللّٰهُ تَعَالٰی یَوْمًا لَاظِلَّ اِلَّاظِلُّهٗ جناب امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں اگر کوئی کسی کی سوزش قلب کو بجھائے تو حق تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی انسان یا حیوان کے کلیجے کو پیاس کی شدت میں ٹھنڈا کرے تو جس روز آفتاب کی تمازت میں سوائے رحمت خدا کے کوئی سایہ نہ ہو گا اس دن وہ شخص رحمت خدا کے سایہ میں رہے گا منقول ہے کسی شہر میں ایک دیندار مومنہ رہتی تھی اس کی اہل بیت اطہارؑ سے بہت زیادہ محبت و عقیدت تھی ہمیشہ ہر وقت انہی کا ذکر کرتی تھی محنت مزدوری کر کے جب کچھ میسر نہ

آتا تو اور جگہ مجالس میں جا کر روتی پیٹتی تھی اور اگر کہیں مجلس نہ ملتی تو پیاسے امام کے نام پر سبیل رکھ کر پیاسوں کو پانی پلایا کرتی تھی غرض اس کا ہمیشہ یہی مشغلہ تھا جس میں مظلوم کربلا کی ہر دم یاد رہے ایک روز چند محلہ کی عورتوں کے ساتھ قبرستان کی طرف گئی۔ سب عورتیں اپنے اپنے عزیزوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھنے لگیں مگر یہ مومنہ پانی کا مشکیزہ کندھے پر رکھ کر ہر طرف پھرنے لگی کہتی تھی یہ پیاسے امام کی نذر ہے جو پیاسا پیئے اگر کسی نے کہا کہ اگر کوئی کہتا کہ تو اس جگہ کس لئے آئی ہے اپنے عزیزوں کی فاتحہ خوانی نہیں کرتی تو وہ کہتی تھی کہ میرا امام حسینؑ کے سوا کوئی نہیں ہے آقا یا عزیز جو کچھ ہیں وہی ہیں آہ آہ جب میرے آقا شہید ہوئے تو ان کی لاش پر رونے والا اور فاتحہ خوان نہ تھا ان کے سوا کس کی فاتحہ خوانی کروں اسی طرح وہ مومنہ ایک ایک کو پانی پلاتی تھی ناگاہ اس کا اس مقبرہ کی طرف کہ جہاں اس کے عزیزوں کی قبریں تھیں گزر ہوا کیا دیکھتی ہے کہ ایک مخدومہ اجنبی مگر نورانی صورت اس مومنہ کے عزیزوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھ رہی ہے یہ حیران ہو کر کہنے لگے اے بی بی آپ تو میری قوم و قبیلہ کی معلوم نہیں ہوتی ہیں کون ہو اور کیا وجہ ہے کہ میرے عزیزوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھ رہی ہو ؟ شاید تم بھولے سے ان قبروں پر آگئی ہو ؟ اس بی بی نے فرمایا تو کس کے نام پر پانی پلاتی ہے اور کس کے عزیزوں کو روتی ہے وہ مومنہ بولی میں تو اپنے آقا امام حسینؑ کی خدمت گذاری میں مشغول ہوں یہ سنتے ہی اس مخدومہ نے ایک آہ سرد کھینچ کر کہا میں اس پیاسے مظلوم شہید کی ماں ہوں فاطمہ زہراؑ میرا نام ہے تو اپنے عزیزوں کی فاتحہ خوانی چھوڑ کر میرے فرزند کی خدمت میں مصروف ہیں میں تیرے بدلے تیرے عزیزوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھ رہی ہوں اس مومنہ نے چاہا کہ جھک کر قدم مبارک کا بوسہ لے مگر وہ خاتون معظمہ نظروں سے

غائب ہو گئیں اور یہ روتی پیٹتی رہ گئی ایک اور روایت میں ہے کہ جناب سیدہ نے جاتے وقت اس مومنہ کو ایک نوشتہ دے کر فرمایا تھا کہ یہ تیرے لیے نجات دوزخ کی سند ہے وہ مومنہ وہ کاغذ لئے ہوئے گھر کی طرف چلی اثناء راہ میں ایک نقاب پوش سوار نمودار ہوئے اور اس ضعیفہ کے قریب آکر فرمانے لگے حسینؑ کی ماں نے جو تجھ کو سند دی ہے کہاں ہے مجھے دے کہ میں بھی اس پر اپنی گواہی لکھ دوں وہ حیران ہو کر بولی آپ کون ہیں جو میری بی بی کے نوشتہ پر اپنی گواہی لکھنا چاہتے ہیں اس سوار نے کہا میں قاسم جنت و نار حیدر کرار، حسینؑ مظلوم کا باپ ہوں میں بھی تیرے خلوص نیت اور خدمت گذاری کا گواہ ہوں یہ فرما کر آپ نے اس کاغذ پر اپنے دست مبارک سے گواہی لکھ دی کیوں حضرات جناب سیدہ اور جناب امیر المومنینؑ کی شفقت کو تم نے سنا جو عاشقان حسینؑ کے حال پر کرتے ہیں خوشا حال ان لوگوں کا جو مجلس عزا میں برابر شریک ہوتے ہیں اور اس مظلوم کی مصیبت پر روتے ہیں جو ظلم اعداء سے رلا رلا کر شہید کیا گیا او جس کے خیمے جلائے گئے اور جس کے اہل بیتؑ لوٹے گے یہاں تک ان کے بیا بیٹے پر بھی کسی نے رحم نہ کیا چنانچہ منقول ہے کہ حضرات سید الشہداء کی شہادت کے بعد جب اعداء خیمہ عصمت میں آئے اور اہل حرم کے اسباب کے لوٹنے میں مشغول ہوئے اس وقت امام زین العابدینؑ شدت بیماری سے ایسے ضعیف و ناتواں تھے کہ ہلنے کی بھی طاقت نہ تھی ایک سفید کھال پر غش میں پڑے تھے ایک لعین تلوار کھینچ کر سرہانے آیا اور وہ چمڑے کے کھال بھی حضرت کے نیچے سے کھینچ حضرتؑ منہ کے بل زمین پر گر پڑے اور تاراجی کے بعد اہل بیتؑ کو آہنی زنج ہاتھوں اور ان کی گردنوں میں باندھ کر شتران بے کجاوہ پر بٹھایا اور اس طرح لے چلے جیسے کنیزوں اور غلاموں کو لے جاتے ہیں۔

قَالَ عَلِيُّ بنُ الحُسَینِ لَمَّا اَسَرَ یَزِیدُ بِاَدْ خَالِنَا عَلَیهِ اَقبِلُونَا بِالحِبَالِ
جناب امام سجادؑ فرماتے ہیں کہ جس وقت یزید نے اہل بیتؑ کو اپنے سامنے طلب
کیا اس وقت وہ لعین رسیاں لے کر آئے **فَارْ بقُونَا بِمِثْلِ الاَغنَامِ** اور ہمیں اس
طرح سے باندھ لیا جیسے قصاب بکریوں کو باندھ لیتے ہیں **وَکَانَتِ الحَبلُ بِعُنُقِی وَ**
بِکَتفِ عَمَّتِی زَینَبَ وَفِی زَندِ اُمِّ کُلثُومِ وَ عُنُقِ سَکِینَۃَ وَ کَتفِ رَقِیَّۃَ وَ کَذٰلِکَ
بَاقِی الاَرَامِلِ وَالاَطفَالِ حضرت فرماتے ہیں کہ اس رسی میں میرا گلا پھوپھی
زینبؑ کا بازو ام کلثومؑ کی کلائی سکینہ کی گردن رقیہ کا بازو سب اہل بیتؑ کو اس
طرح باندھا تھا اور ہم سے جو کوئی چل نہ سکتا تھا تو وہ لعین اس کے سر پر نیزے
مارتے تھے اس وقت سکینہؑ رو کر کہتی تھی اے پھوپھی اس وقت چچا عباسؑ کہاں
ہیں کہ ہمیں بچائیں بھائی علی اکبرؑ کہاں ہیں کہ اس مصیبت سے چھڑا لیں غرض
ہم کو دربار عام میں گناہ گاروں کی طرح کھڑا کیا منقول ہے کہ جب دربار یزید میں
اہل بیت اطہارؑ داخل ہوئے تو اس کا حکم یہ ہوا کہ سب اسیر میرے سامنے کھڑے
رہیں اس وقت یزید نے قیدیوں میں ایک چار سالہ بچی کو دیکھا کہ ایک ہاتھ سے
اپنا منہ چھپائے ہوئے ہے اور ایک ہاتھ سے اپنے گلے کو پکڑا ہوئے ہے وہ معصوم
بچی کبھی داہنا پاؤں اٹھا کر بائیں پاؤں پر زور دے کر کھڑی ہوتی ہے اور کبھی بایاں
پاؤں اٹھا کر اپنے دائیں پاؤں پر زور دے کرکھڑی ہوتی ہے اور ہر مرتبہ پاؤں کے
بدلنے میں چہرہ کا رنگ بدلتا جاتا ہے وہ لعین یہ حال دیکھ کر پوچھنے لگا کہ یہ لڑکی جو
اس بے قراری سے پاؤں بدلتی ہے کون ہے **قَالَ اَحَدٌ هٰذِهِ سَکِینَۃُ بِنتُ الحُسَینِ**
کسی نے کہا یہ بچی دختر حسینؑ ہے۔ سکینہؑ اس کا نام ہے یزید پلید اس صاحبزادی کی
طرف متوجہ ہو کر بولا اے بچی تو نے ایک ہاتھ منہ پر کیوں رکھا ہے سکینہؑ نے کہا
اے یزید میری کمسنی پر خیال نہ کرنا ہم اہل بیتؑ رسولؐ ہیں ہمارے چھوٹے

بڑے سب یکساں ہیں کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس دربار عام میں میں منہ کھ
نامحرموں کے سامنے کھڑی رہوں۔ اے بے حیا میری چھوٹی سی چادر تیری
نے چھین لی یہاں پھوپھیاں نے تو سر کے بالوں سے اپنے منہ کو چھپایا ہو
میرے بال چھوٹے چھوٹے ہیں چہرہ تک نہیں آ سکتے اس لئے ہاتھ سے اپ
کو چھپا رکھا ہے۔ **حضرات** یہ کلمہ سن کر اس سنگدل کے دل میں رحم نہ آ
اہل بیتؑ کو چادریں دلائے ٹال کر پوچھنے لگا دوسرا ہاتھ گلے پر کیوں رکھتی ـ
آہ جناب سکینہؑ نے فرمایا کہ شمر لعین نے میرے گلے میں اس زور سے کر
رسی باندھی ہے کہ میرا گلا گھسا جاتا ہے درد کے صدمے سے رسی کو پکڑے ہ
ہوں یزید کو باوجود بے رحمی کے اس بچی کی حالت دیکھ کر رحم آگیا حکم دیا ک
بچی کی گردن کھول دو سکینہؑ رو رو کر کہنے لگیں ہم کو مرجانا قبول ہے کبھی ا
ہو گا کہ نامحرم ہماری گردن کھولے اگر تجھ کو منظور ہے تو پہلے میرے بھائی
العابدینؑ کے گلے سے رسی کھلوا دے وہ آکر میری گردن کھولیں گے یزید نے
لیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس رسی میں کہ جو حضرت سکینہؑ کے گلے میں باندھی
اس زور سے گرہ لگائی تھی کہ ہرچند بیمار کربلا نے چاہا کہ وہ کھلے مگر نہ کھل
آخر مجبور ہو کر وہ رسی چھری سے کاٹ ڈالی گردن کھلتے ہی سکینہؑ دوڑ کر اپنے
کے قدم مبارک پر گر کر زار و زار رونے لگیں اور زخمی پاؤں پر بوسے
لگی۔ اس وقت بیمار کربلا کو بھی یارائے ضبط نہ رہا اپنی بہن کو آغوش مبارک
اٹھا کر گلے سے لگا لیا اور با آواز بلند رونے لگے اس کے بعد یزید نے جناب
سے کھڑی حالت میں پاؤں بدلنے کی وجہ پوچھی کس زبان سے کہوں کہ حسین
یتیم بیٹی نے کیا جواب دیا کہنے لگیں کہ جب ہم لوگ بے کجاوہ اونٹوں پر سوا
کر شہر کے قریب پہنچے تو اہل لشکر نے تیری خوشنودی کے لئے ہم سب کو اد

سے نیچے اتار دیا نو میل باب ساعات سے تیرے دربار تک ہم کو پیادہ پا کھینچ کھینچ
کر لائے ہم لوگ پیدل چلنا نہیں جانتے پاؤں کے تلوؤں میں آبلے پڑ گئے ہیں
پاؤں میں شدید درد ہے اور ابھی تک بیٹھنے کے لئے تیرا حکم نہیں ہے کھڑے
کھڑے جس پاؤں میں زیادہ درد ہوتا ہے اٹھا لیتی ہوں وہ شقی بولا اب تجھے اجازت
ہے بیٹھ جا سکینہؑ نے کہا ہم لوگ کسی حالت میں اپنے بزرگوں کا ادب ترک نہیں
کرتے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میری ماں پھوپھیاں اور بڑے بھائی زین العابدینؑ
کھڑے رہیں اور میں بیٹھ جاؤں اس وقت اس نے سب کو بیٹھنے کے لئے
حکم دیا تو بیمار کربلا نے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرے پدر بزرگوار کا سر تخت
کے نیچے تیرے سامنے اس ذلت و خواری سے رکھا ہوا ہے اور میں بیٹھوں اے
ظالم میرے جد امجد جناب رسول خدا اپنے نواسے کے کٹے ہوئے سر کے قریب
کھڑے سر پیٹ رہے ہیں میں کیونکر بیٹھ جاؤں۔ مومنین کتاب مخزن البکاء
میں مرقوم ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے یزید کو ایک رات خواب میں دیکھا اور
اس سے پوچھا کہ تیرے سامنے دربار میں جب اہل بیت اطہارؑ مقید و گرفتار ہو کر
آئے تھے تو کس ظالم نے تیرے سامنے یہ شعر پڑھا تھا۔

اِملاءَ رِکَابِیْ فِضَّۃً وَ ذَھَباً
قَتَلْتُ رَجُلاً مَلِکْ مُحَجَّباً

یعنی اے امیر میرے گھوڑے اور اونٹ کو سونے چاندی سے بھر دے کہ
میں نے ایسے شخص کو مارا ہے کہ جس کے دروازہ کے فرشتے دربان تھے تو اس
ملعون نے جواب دیا کہ اس شعر کا پڑھنے والا سنان بن انس تھا اس کے بعد میں
نے پوچھا اے یزید یہ واقعہ جو مشہور ہے کہ جناب سکینہؑ نے تیرے دربار میں اپنا

ایک ہاتھ نامحرموں کی شرم سے اپنے چہرہ پر رکھا تھا اور اپنا ایک ہاتھ رسن کے
صدمے سے گلے پر رکھے تیرے سامنے کھڑی رہیں یہ دلخراش حکایت سچی ہے یا
نہیں وہ ملعون عالم خواب میں بہت رویا اور کہنے لگا اے شخص سکینہؑ کے بارے
میں کچھ نہ پوچھ کہ اس کی مصیبت تمام مصائب سے بھاری ہے جس کے خیال
سے میرا دل جل رہا ہے یہ کہہ کر وہ ملعون شدت سے رونے لگا اور میں بھی اس
قدر رویا کہ روتے روتے چونک پڑا۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ۔

مجلس نمبر ۴۷

عرش خدا کی عظمت، یتیم روتا ہے تو عرش الٰہی بھی کانپ اٹھتا ہے مظلوم کربلا کی شہادت کے بعد جناب زینبؑ کا اپنے بھائی کے یتیم بچوں کی نگہداری کرنا

☆

انس بن مالک کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ یا حضرت عرش خدا کس قدر عظیم ہے "آپؐ نے فرمایا کہ میں نے جبرئیل امینؑ سے سوال کیا تھا اور جبرئیلؑ نے میکائیلؑ سے اور میکائیلؑ نے اور اسرافیلؑ نے لوح محفوظ سے اور لوح نے علم خدا سے ...... تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے عرش کے تین لاکھ اور ساٹھ ہزار ستون ہیں اور ہر ستون کی عظمت اگر تمام آسمانوں اور زمینوں کو ساٹھ ہزار درجہ اور زیادہ کریں تب ایک ستون عرش کے برابر ہوں اور ہر ستون کے نیچے ساٹھ ہزار شہر ہیں اور ہر شہر میں ساٹھ ہزار صحرا ہیں اور ہر صحرا میں ساٹھ ہزار عالم ہیں اور ہر عالم کے ساٹھ ہزار مرتبہ زیادہ اس تمام عالم دنیا سے جن و انس کی وہاں مخلوق موجود ہیں کہ ہر اہل علم کو دوسرے کی خبر نہیں ہے کہ حق تعالیٰ نے کسی اور انسان کو پیدا کیا ہے یا نہیں اور ساقی عرش میں لاکھ قندیلیں آویزاں ہیں اور ساتوں آسمان و زمین اور آٹھوں بہشت ایک قندیل میں سما سکتے ہیں اور یہ سب قندیلیں خلق خدا سے مملو ہیں کہ ایک خلقت کو دوسری خلقت کی اطلاع نہیں ہے لیکن عرش باوجود اس عظمت و جلالت و مرتبہ ہر روز لرزہ میں آتا ہے ایک تو آخر شب (وقت سحر) کہ اشرف اوقات اور وہ وقت دعا کے مستجاب ہونے کا ہے اس لئے کہ مومنین

اس وقت استغفار میں مصروف رہتے ہیں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کیا ہے **بِالْاَسْحَارِ یَسْتَغْفِرُوْنَ** ہر سحر کے وقت مومنین استغفار کرتے ہیں چنانچہ جبرئیل امینؑ سے سوال کیا کہ دعا کس وقت قبول ہوتی ہے حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ میں اس قدر جانتا ہوں کہ نماز تہجد کے وقت (وقت سحر) جب مومنین نماز اور استغفار میں مصروف ہوتے ہیں تو اس وقت عرش الٰہی لرزہ میں آتا ہے اور دوسرے جس وقت کوئی شخص کسی یتیم کو رلاتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے یتیموں پر احسان کرنے کا حکم فرمایا ہے **کَمَا قَالَ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی فِیْ مُحْکَمِ کِتَابِہٖ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ** چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد الٰہی ہے اور جب ہم نے عہد لیا بنی اسرائیل سے کہ تم غیر خدا کی عبادت نہ کرنا اور والدین پر احسان کرو **فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ** یعنی یتیم پر ظلم مت کرو آہ **حضرات** اب حال یتیمان حسینؑ کا سنئے مظلوم کربلا کی شہادت کے بعد جناب سکینہؑ کے طمانچہ مارے کانوں سے گوشوارے اتارے، تازیانے مارے اور جناب امام زین العابدینؑ کے ہاتھ پاؤں میں زنجیر گلے میں خاردار طوق پہنایا جنگلوں، جھاڑیوں میں پیادہ پا لے گئے بے قصور تازیانے لگائے اونٹ کے پیٹ سے ایسا جکڑا تھا کہ پنڈلیوں سے خون جاری تھا جب یتیم کے صرف رونے سے عرش اعظم کانپ اٹھتا ہے تو کیا ان شدائد پر عرش معظم نہ کانپا ہو گا ؟ عجب ہے کہ اس وقت آسمان و زمین کیوں نہ شق ہو گئے جناب امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر میں جناب رسول خدا سے منقول ہے جو کوئی یتیم کی محافظت کرے تو حق تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے اور جو یتیم کی عزت کرے تو خدا تعالیٰ اس کی عزت کرتا ہے اور جو کوئی کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرے تو خداوند کریم اس کے لئے جنت میں یتیم کے ان

بالوں کے برابر جو اس کے ہاتھ کے نیچے آئے تھے عالیشان محلات عطا کرتا ہے کہ ایک محل دنیا و مافیہا سے وسیع تر ہو گا اور اس میں وہ چیزیں ہوں گی کہ جسے دل چاہتے ہیں اور آنکھیں پسند کرتی ہیں اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک یتیم کی کفالت کرتے تھے اتفاقاً وہ مرگیا چونکہ حضرت اس کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تھے اس رات کو حضرت نے کھانا تناول نہ فرمایا اور افسوس کرتے رہے جب اصحاب نے یہ حال دیکھا تو عرض کی یا حضرت آپ اس قدر غمگین کیوں ہیں اور یتیم لے آئیں آپ اسے اپنے پاس رکھیں اور اس کی پرورش فرمائیں حضرت نے فرمایا وہ یتیم بد خو تھا اس کے ساتھ میں بسر کرتا تھا میرے لئے بڑا اجر تھا اور یہ فیض جو اس کی وجہ سے تھا اور اب یہ مجھے حاصل نہ ہو گا **وَقَالَ اِذَا بَکَی الْیَتِیْمُ اھْتَزَّ الْعَرْشُ** یعنی جب یتیم روتا ہے تو عرش خدا بھی کانپ اٹھتا ہے اور حق تعالیٰ اپنے ملائکہ کو گواہ کر کے فرماتا ہے کہ جو کوئی کسی یتیم کو خوش کرتا ہے میں اس بندہ سے راضی اور خوش ہوتا ہوں۔ **مومنین** اب سر پیٹنے اور ماتم کرنے کا مقام ہے یتیمان حسینؑ کے جو عرش الٰہی کے گوشوارے ہیں رحم کے بدلے یہ احسان کیا کہ رسن میں گلے باندھے، طمانچے مارے، تازیانوں سے مجروح کیا غرض وہ کون سا ظلم تھا جو نہ کیا گیا جناب امام حسینؑ کی شہادت کے بعد یتیمان حسینؑ پر عجب مصائب واقع ہوئے ہیں اور وہ مظلوم بے پناہ مصیبتوں اور دکھوں سے دو چار تھے۔ چنانچہ **کتاب مجالس المتقین** میں شہید رابع لکھتے ہیں کہ جناب امام حسینؑ نے اپنی بہن زینبؑ کو وصیت کی تھی کہ اے بہن میرے بعد میرے یتیموں کی سرپرستی کرنا اور کسی جگہ پر جائیں تو سب کو جمع کرنا اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر دے گا اور جب یہ پیاسے ہوں تو انہیں پانی مانگ کر پلانا اس لئے کہ شط فرات بھرا ہوا ہے اور یہ بچے اس

کی طرف دیکھ کر تم سے پانی مانگیں گے۔ آہ آہ مومنین بیان کی تاب نہیں اور تم سے کب سنا جائے گا کہ اس وصیت پر عمل کرنے کے کون کون موقع تھے ایک تو جب اشقیاء نے شہادت امامؑ کے بعد دوڑ کر خیموں میں آگ لگا دی تھی اور لوٹنے کو خیموں میں گھسے تو وہ اشقیاء بی بیوں اور امام حسینؑ کے یتیموں کے لوٹنے میں مصروف تھے لکھا ہے کہ سب اہل حرم بچوں کے ساتھ یکایک خیمہ سے باہر پریشان ہو کر دوڑے کوئی ڈر کر صحرا کی طرف بھاگا تو کوئی گھبرا کر گڑھے میں گر پڑا اور کوئی کانٹوں میں جا کے الجھا۔ جناب فاطمہ بنت الحسینؑ اس وقت کا حال بیان کرتی ہیں کہ میں در خیمہ پر حیران کھڑی تھی اور اپنے دل میں کہہ رہی تھی کہ دیکھئے اب یہ اشقیاء ہمیں بھی قتل کرتے ہیں یا اسیر کرتے ہیں کہ وہ اشقیاء گھوڑوں پر سوار ہو کر خیموں میں داخل ہو گئے کوئی جناب زینبؑ کی چادر سر سے کھینچتا تھا اور کوئی جناب ام کلثومؑ کے سر سے مقنعہ لیتا تھا اور اہل حرم میں "وَاغَوْثَاہُ وَامُحَمَّدَاہُ" کا شور بلند تھا یہاں تک کہ ہر عورت اور ہر یتیم بچہ ان اشقیاء کے خوف سے صحرا کی جانب بھاگے اور جناب زینبؑ کا یہ حال تھا کہ ایک ایک بچے کو دوڑ دوڑ کر پکڑتی تھیں اور امام حسینؑ کی وصیت کے مطابق ایک ایک بچے کو جمع کرتی تھیں اور جب دوسری طرف متوجہ ہوتی تھیں تو وہ بچے دشمنوں کے خوف کی وجہ سے پریشان ہو جاتے تھے پھر جا کر گڑھوں اور کانٹوں سے نکال لاتی تھیں چنانچہ بی بی کہتی ہیں کہ اسی حال میں ایک شقی نیزہ لئے میری جانب دوڑا اور میں اس کے خوف سے گھبرا کر بھاگی حتیٰ کہ اس کی نوک نیزہ کے صدمہ سے میں منہ کے بل گری اور بے ہوش ہو گئی جب ہوش آیا تو میں نے اپنے سر پر چادر نہ پائی اور دیکھا کہ پھوپھی زینبؑ میرے سرہانے کھڑی رو رہی ہیں اور فرما رہی ہیں کہ اے بیٹی اٹھو اور چلو دیکھیں کہ تمہارے بھائی زین العابدینؑ پر کیا گزری میں نے

عرض کی کہ اگر کوئی کپڑا ہو تو مجھے دیجئے کہ میں نامحرموں سے اپنا منہ چھپا لوں جناب زینبؑ نے فرمایا "عَمَّتُکِ مِثْلُکِ" اے بیٹی کپڑا کہاں سے لاؤں میں بھی تیری طرح سر برہنہ ہوں میں نے جو دیکھا تو واقعی میری پھوپھی سر برہنہ کھڑی ہیں اور بازو پر ضرب کے نیل پڑے ہیں۔

مومنین دوسرا مقام وصیت کے پورا کرنے کا یہ تھا کہ جب وہ ناری خیمے جلا چکے اور اہل حرم کو لوٹ چکے تو ان کے بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کر کے کرفہ کی طرف لے چلے جب ان بے کسوں کا گزر مقتل شہداء سے ہوا اور انہوں نے اپنے شہداء کی لاشوں کو خاک و خون میں غلطاں گرم ریت پر سویا ہوا دیکھا تو ہر ایک بی بی نے بے اختیار ہو کر اپنے آپ کو اونٹ سے گرا دیا جناب زینبؑ اپنے بھائی کی لاش کی تلاش میں دوڑیں اور مادر علی اکبرؑ اپنے فرزند کی لاش کی جستجو میں مادر قاسمؑ نوجوان قاسم کا لاشہ ڈھونڈتی پھرتی تھیں مقتل میں ایک قیامت برپا تھی خصوصاً سکینہؑ اپنے باپ کی لاش سے لپٹی ہوئی زار و زار رو رہی تھی کہ چند عرب جن کا سربراہ شمر تھا تازیانہ لے کر آئے اور شمر آگے بڑھا تاکہ اہل بیتؑ کو ڈرا دھمکا کر سید الشہداء کی لاش سے چھڑوا کر اونٹوں پر سوار کرے پس اس وقت سب بچے اور پردہ دار اشقیاء کے خوف سے بھاگے لیکن جناب زینبؑ ایک ایک کو اپنے بھائی کی وصیت کے مطابق جمع کر کے سوار کرا رہی تھیں کہ سکینہؑ کی باری آئی وہ یتیمہ اپنے باپ کی لاش سے کسی طرح جدا نہ ہوتی تھی۔ اب کس زبان سے وہ ظلم بیان کیا جائے کہ سکینہ کو اپنے والد گرامی امام حسینؑ کی ٹکڑے ٹکڑے لاش سے کس طرح جدا کیا اتنا اشارہ کافی ہے کہ وہ بچی تازیانہ کی ضرب سے ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگی اور باپ کی لاش کو چھوڑ کر پھوپھی زینبؑ کے دامن سے لپٹ گئی جناب زینبؑ نے فرمایا ارے ظالم اس یتیم نے ایسا کیا گناہ کیا تھا کہ

تو نے اسے تازیانہ مارا یہ ستم رسیدہ تو صرف اپنے باپ کی لاش کے بوسے لینا چاہتی تھی اس کی سزا یہی ہے کہ جو تو نے دی ؟

تیسرا مقام وہ تھا کہ اہل بیتؑ کا لٹا ہوا قافلہ کوفہ کی طرف روانہ ہوا اور ظلم و ستم کے ساتھ یتیمان حسینؑ کو اونٹوں پر سوار کیا اور جناب امام زین العابدینؑ کو کمزور اونٹ پر جکڑ کر روانہ کیا تھا کس حال سے کہ سورج کی گرمی سے امام کا جسم جل گیا تھا گلے میں طوق' پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور حضرت کے اردگرد ظالم موجود تھے کہ جنہوں نے اپنے ہاتھ میں نیزے لئے ہوئے تھے اور آگے آگے جناب سید الشہداء کا سر مقدس اور پیچھے پیچھے بے کجاوہ اونٹوں پر سوار بی بیاں تھیں باقی شہداء کے سر نیزوں پر نصب تھے اگر سرہائے شہداء کو دیکھ کر کسی کو رونا آجاتا تھا یا آواز بلند ہوتی تھی تو نیزوں کی چھڑوں سے سر و پشت اور بازو سیاہ ہو جاتا تھا اور بعض روایات کی رو سے خون جاری ہوتا تھا اس حالت میں اونٹوں کے دوڑنے اور اونچی نیچی جگہ سے چڑھنے اترنے کی وجہ سے بچے اونٹوں کی پشت سے گر پڑتے تھے اور کوئی ہمراہ نہ تھا کہ ان کو پھر سوار کر دیتا بھائی کی وصیت کے مطابق کوئی بی بی اپنے آپ کو اونٹ پر سے گرا دیتی تھیں اور بچوں کو اٹھا کر پھر سوار کرتی تھیں۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین الخ ۔ [illegible]

مجلس نمبر ۵۷

امام حسینؑ پر رونے کے فضائل امام رضاؑ کا ہرنی کے لئے ضامن بننا' عشرۂ محرّم میں حضرت فاطمہ زہراؑ کا عزاداروں کی خدمت کرنا

☆

عَنِ الرِّضَا اَنَّهُ قَالَ مَنْ تَذَكَّرَ مُصَابَنَا وَبَكٰى لِمَا اُرْتُكِبَ بِنَا كَانَ مَعَنَا فِيْ دَرَجَتِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جو مومن ہمارے مصائب کا ذکر کرے اور ان مصائب پر روئے وہ رونے والا مومن بر وز قیامت ہمارے درجہ میں ہمارے ساتھ ہو گا وَمَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يُحْيٰى فِيْهِ اَمْرُنَا وَبَكٰى عَلٰى لِمَا اَصَابَنَا لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ وَلَمْ تَبْكِ عَيْنُهُ يَوْمَ تَبْكِي الْعُيُوْنَ جناب امام رضا نے فرمایا کہ جو مومن اس مجلس میں شریک ہوا کہ جس میں ہمارا امر زندہ کیا جائے یعنی جس مجلس میں ہم اہل بیتؑ کے فضائل یا مصائب بیان ہوں اور ہماری مصیبت پر روئے اس کے عوض اس دل اس روز مُردہ نہ ہو گا کہ جس روز تمام دل مردہ ہوں گے اور نہ اس کی آنکھ اس روز روئے گی کہ جس روز تمام خلائق کی آنکھیں رو رہی ہوں گی منقول ہے کہ ایک روز آقائے دو جہاں شاہ خراسان امام ضامن و ثامن جناب علی رضا علیہ السلام کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے ناگاہ راستہ میں دیکھا کہ ایک صیاد (شکاری) مادہ ہرنی شکار کئے چاروں پاؤں باندھے کندھے پر اٹھا کر جا رہا ہے اور اس ہرنی کے تھنوں سے مسلسل دودھ بہہ رہا ہے جب وہ امامؑ کے قریب پہنچا اور ہرنی کی نگاہ حضرت پر پڑی درود و سلام کے بعد عرض کرنے لگی اے فریادرس عالم میری جان آپ پر قربان ہو یہ صیاد مجھے

اسیر کر کے جا رہا ہے یقین ہے کہ جا کر ذبح کرے گا اور میں شیر خوار دو بچے رکھتی ہوں آج صبح سے ان دونوں بچوں کو اپنے مسکن میں چھوڑ کر آب و دانہ کی تلاش میں نکلی تھی کہ کہ اس کے دام میں پھنس گئی میرے معصوم بچے بھوک سے بلک رہے ہوں گے آخر ماں ہوں میرا دل سخت بے چین ہے چاہتی ہوں آپ دو گھنٹے کے لئے ضامن بن کر اس شکاری سے رہا فرمائیں ابھی جاتی ہوں اور اپنے بچوں کو دودھ پلا کر حاضر ہوتی ہوں یہ فریاد سن کر آپ نے صیاد کی منت کی اور فرمایا اگر یہ ہرنی حسب وعدہ نہ آئی تو میں تجھ کو اس کی دو گناہ قیمت ادا کروں گا وہ شکاری حضرت کو نہ پہنچانتا تھا کہنے لگا یہ وحشی جانور چھوٹتے ہی ہرن ہو جائے گا مجھے یقین نہیں ہوتا کہ آزاد ہو کر خود بخود قابو میں آئے حضرتؑ اس مقام پر بیٹھ گئے اور فرمایا جب تک یہ ہرنی نہیں آئے گی میں یہاں تیرے سامنے بیٹھا ہوں اس جگہ سے بالکل نہیں جاؤں گا چنانچہ حضرات وہ مقام اب تک موجود ہے جہاں حضرت اس ہرنی کے ضامن ہو کر بیٹھے تھے اور لوگ اسی مقام کی زیارت کرتے ہیں غرض صیاد نے اسے چھوڑ دیا اور تا وقت وعدہ منتظر رہا جب دیر ہوئی تو حضرت سے کہنے لگا میں نہ کہتا تھا ان صحرائی جانوروں کا کچھ اعتماد نہیں دیکھئے ابھی تک نہیں آئی حضرتؑ نے فرمایا صبر کر آتی ہے ناگاہ سامنے سے وہ ہرنی اپنے بچوں سمیت تیز تیز دوڑی آرہی ہے جب قریب آئی تو امامؑ کے قدم مبارک پر جھک کر آنکھیں ملنے لگی آپ نے پوچھا اے ہرنی اتنی دیر کیوں لگائی اس نے بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہا کے عرض کی یا مولا یہاں سے جا کر جب اپنے بچوں کو دودھ پلا چکی تو ان کو اپنے ہمراہ لے کر حسب وعدہ چلی آرہی تھی ناگاہ اثناء راہ میں دیکھا چونکہ آج گیارھویں محرم بھی تھی اس صحرا میں دریا کے کنارے ہرچند ہرنوں نے جمع ہو کر مجلس عزا برپا کی اور مصائب سید الشہداء بیان کر کے مصروف گریہ

وزاری میں خیال کیا کہ اس وقت یہ مجلس غنیمت سے پھر کہاں میسر ہوگی اس لئے دیر ہوگئی حضرت سنتے ہی چیخ مار کر رونے لگے اور فرمایا اے ہرنی تو نے اس غم کو اس وقت از سر نو زندہ کیا اور اس قدر روئے کہ بے ہوش ہوگئے جب ہوش میں آئے تو شکاری نے آپ کو پہچان لیا کہ یہ میرے مولا امام رضا علیہ السلام ہیں قدموں پر گر کر وہ معافی مانگنے لگا اور ہرنی کو بچوں سمیت آزاد کر دیا اس وقت حضرت نے صیاد سے ارشاد فرمایا کہ اپنا دامن پھیلا جب اس نے دامن پھیلایا اس وارث ابو تراب نے دو مٹھی مٹی اٹھا کر صیاد کے دامن میں ڈالی دی جب اس نے نگاہ کی تو تمام گوہرے بہا تھے۔ کیوں **حضرات** تم نے حضرت مظلوم کربلا کی برکت مجلس کو سنا کر ہرنی کی جان بخشی ہوئی اور صیاد بھی غنی ہوگیا پس اپنے آقا کی مصیبت پر گریہ کرو کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص امام حسینؑ کی مصیبت پر روتا ہے وہ جناب رسول خدا اور جناب فاطمہؑ پر احسان کرتا ہے اور یہ بھی کتابوں میں لکھا ہے کہ جناب سیدہ عزاداروں کی اعانت کرتی ہیں چنانچہ صاحب خزن المومنین نقل کرتے ہیں کہ ایک مومنہ عزادار امام حسینؑ نجف اشرف میں رہتی تھی ایک سال اس کو کوئی آدمی عزا خانہ کی خدمت کے لئے نہ ملا اور ایام عزا آپہنچے یہاں تک ہلال محرم نمایاں ہوا اس وقت وہ مومنہ پریشان ہو کر اپنے امام باڑہ میں نہایت تہہ دل و خلوص سے دست بدعا ہوئی کہ آقائے مظلوم میں نے بڑی کوشش کی کہ کوئی مرد یا عورت حضرت کی مجلس کی خدمت کے لئے مل جائے لیکن کوئی نہیں ملا لہٰذا اب آپ ہی اپنی مجلس کے لئے کوئی خادم بھیج دیں کہ وہ تنہا ہو اور میری اعانت کرے۔ وہ مومنہ کہتی ہے کہ جب مؤمنین و مومنات میرے یہاں جمع ہوئیں تو ایک نورانی چہرے والی بی بی تشریف لائیں اور مجھ سے کہا اے ضعیفہ تو اکیلی ہے میں تیری اعانت اور اہل عزا کی خدمت کرنے آئی ہوں

یہ سن کر نہایت خوش ہوئی اور اس خاتون کو کام میں شریک کر لیا پس میں نے دیکھا کہ وہ بی بی عزاداروں کی خدمت میں دل و جان سے مصروف ہے اور جب دسترخوان بچھتا ہے تو وہ بی بی پانی بھر کر سامنے رکھ کر کہتی ہے کہ اے بی بیو یہ کھانا نوش کرو اور ٹھنڈا پانی پیو مگر بھوک و پیاس کے وقت امام حسینؑ اور ان کے بچوں کو دل سے نہ بھلانا الغرض وہ خاتون دو دن تک شب و روز روتی پیٹتی بھی رہی اور عزاداروں کی خدمت میں بھی مصروف رہی جب صبح عاشور نمودار ہوئی میں نے دیکھا بی بی اس طرح بے تاب گریبان چاک ' منہ پر خاک ملے بے قرار ہو کر رو رہی ہے جیسے کوئی بیٹے کی لاش پر روتا ہے میں نے تعجب سے پوچھا اے بی بی آج تو اس قدر بے چین ہو کر کیوں روتی ہے کیا تیرا کوئی جوان بیٹا مر گیا ہے وہ معظمہ بلند آواز سے رو کر بولی آہ آہ تو ایک فرزند کو کیا پوچھتی ہے آج میرے سترہ طفل و جوان بھوکے پیاسے قربانی کے گوسفند کی مانند ذبح ہوگئے ہیں پس اسی اثناء میں مجلس عزا برپا ہوئی اور ایک ذاکر ممبر پر جا کر مصائب حسینؑ پڑھنے لگا یہاں تک کہ جب ذاکر کی زبان سے یہ نکلا افسوس صد افسوس حسینؑ مظلوم کے سر کو ظالموں نے کاٹ کر نیزہ پر نصب کیا اور ان کی بہن زینبؑ کو اس کی ٹکڑے ٹکڑے لاش پر رونے نہ دیا اس پر ظلم یہ ڈھایا کہ بھائی کا خون سے تر سر بہن کو کربلا سے شام تک دکھلاتا ہوئے لے گئے یہ سنتے ہی اس معظمہ نے چیخ ماری اور ہاتھ سینہ پر مار کر غش کر گئی جب وہ خاتون ہوش میں آئی چونکہ مجلس ہو چکی تھی اور ایام عزا بھی ختم ہو گئے تھے چاہا کہ رخصت ہو میں اس کے خلوص اور خدمت گذاری پر حسب حیثیت اس کو نیا لباس اور کچھ نقدی دے کر پیش کیا اس بی بی نے پہلے مجھے دیکھا پھر کربلا کی طرف ...... مخاطب ہو کر بولی اے حسینؑ دیکھتے ہو کہ تمہاری عزادار تمہاری خدمت کی اجرت میں مجھے لباس دے رہی ہے

اس معظمہ بی بی کا یہ کلام سن کر میں حیران و پریشان ہوئی اور دست بستہ عرض کی اے خاتون معظمہ آپ کو قسم ہے اس مظلوم کی کہ جس کا یہ ماتم بپا ہے آپ کون بی بی ہیں یہ سن کر مخدومہ نے فرمایا

منم زهرا که فرزند حسین است
شهید کربلا نور دو عین است

اے ضعیفہ میں خود عزادار حسینؑ کو خود خلعت ہائے بہشت عطا کرتی ہوں اور جہنم سے نجات کی ضمانت دیتی ہوں اور تجھے بھی روز حشر بہشت میں لے جاؤں گی۔ یہ فرما کر نظروں سے غائب ہو گئیں اور باقی بی بیاں روتی پیٹتی رہ گئیں۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ الخ ۔

مجلس نمبر ۷۶

حضرت ابراہیمؑ کو عالم خواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اسماعیلؑ کو قربان کرنے کا حکم ہونا اور خلیل خدا کا تعمیل کرنا اسماعیل کی بجائے گوسفند کا ذبح ہو جانا اور شہادت امام حسینؑ

☆

الا یا معشر المومنین ان اللہ رب العالمین قد ابتلی ابراھیم الخلیل بذبح ولدہ اسحق او اسماعیل فرای فی المنام وھو بین الرکن والمقام انہ لولدہ ذابح ولدمہ سافح آگاہ ہو مومنین خداوند عالم حضرت ابراہیمؑ کو ان کے فرزند اسحاق یا اسماعیلؑ کے ذبح کرنے کے ساتھ معرض امتحان میں لایا باختلاف روایات اس طرح سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت خلیل خداؑ رکن و مقام کے درمیان عبادت الٰہی میں مشغول تھے ناگاہ اسی حالت میں وحی کے لئے ان کی آنکھ لگ گئی پس عالم خواب میں یہ دیکھا کہ میں بحکم پروردگار عالم اپنے فرزند اسماعیلؑ کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر رہا ہوں اور اس کا خون بہا رہا ہوں **فانتبہ من رقدتہ مرھوبا و من منامہ مرعوبا فلا امتثال امر ربہ الجلیل قال لابنہ اسماعیل یا خیر النبین ویا سلالۃ النبین انی اری فی المنام عیانا انی اذ بحک قربانا فانظر ماذا تری یا خیر الوری** پس اس حکم پروردگار کو دیکھتے ہی حضرت ابراہیمؑ خواب سے بیدار ہوئے اور خوف کی وجہ سے ان کا تمام بدن کانپ رہا تھا پس رب جلیل کے حکم کی تعمیل میں اپنے فرزند اسماعیلؑ سے فرمایا اے فرزند میں ابھی جانب پروردگار عالم سے اس پر مامور ہوا ہوں کہ تمہیں اپنے ہاتھ سے راہ خدا میں ذبح کروں اور خدا کی رضا کے لئے تمہارا خون بہاؤں اور تمہیں قربان کروں لیکن تم یہ بتاؤ کہ

اس امر میں تمہاری کیا رائے ہے **قال اسمعیل یا ابت افعل ما تومر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین فھو الموفق والمعین** پس حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ کی خدمت بابرکت میں عرض کی کہ اے پدر بزرگوار جس صورت میں حکم پروردگار ہو اس کی تفصیل آپ پر واجب ہے۔ بسم اللہ مجھے ذبح کریں میں حاضر ہوں اور انشاء اللہ اگر تائید ایزدی میرے شامل حال ہے تو آپ مجھے چھری کے نیچے زمرہ شاکرین و صابرین سے پائیں گے **یا ابت اوصیک انک اذا قربت منی الاوداج و فارلک اللم التجاج فاحسبنی عند اللہ قرضا اذجعل اللہ علیک قرضا** لیکن بابا میری چند وصیتیں ہیں میں چاہتا ہوں کہ ذبح کے وقت وہ وصیتیں آپ کے قلب اقدس سے محو نہ ہوں ان میں سے پہلی یہ ہے کہ جب آپ میرے گلے پر چھری رکھیں اور میرے گلے کی شہ رگیں قطع ہونے لگیں یہاں تک کہ ان سے خون کا فوارہ جاری ہو اور آپ محبت پدری کے باعث رنج و ملال میں ہوں تو اس وقت اپنے دل کو اس طرح تسکین دیں کہ یہ امر کہ جو باعث ملال ہے یہ مجھ پر فرض ہے اور ہر فرض کا ادا کرنا فرض ہے اور اس وقت یہ خیال فرمائے گا کہ یہ حکم مجھے اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے اور جو امر اس حاکم حقیقی کا ہوتا ہے اس کا بجا لانا واجب و لازم ہے۔

یا ابت اشدد رباطی حتی لا اضطرب واغضض ابصارک وضم ثوبک عن دمی لئلا تراہ الشفیقۃ امی اے بابا دوسری وصیت یہ ہے کہ جب آپ میرے ذبح کا ارادہ کریں تو پہلے میرے ہاتھ رسی سے خوب مستحکم باندھ دیجئے گا تاکہ میں ذبح ہوتے وقت چھری کے نیچے اس تکلیف سے نہ تڑپوں اور تیسری وصیت یہ ہے کہ مجھے ذبح کرتے وقت اپنی آنکھوں کو ایک رومال سے باندھ لیجئے گا تاکہ مجھے ذبح ہوتے وقت میرا اضطراب دیکھ کر آپ مضطرب نہ ہو جائیں اور میری چوتھی

وصیت یہ ہے کہ مجھے ذبح کرنے کے لئے زمین پر لٹائیں اور چاہیں کہ مجھے ذبح کریں اس وقت دامن قبا و عبا کو اٹھا لیجئے ایسا نہ ہو کہ جب چھری میرے گلے پر چلے تو خون کا فوارہ نکل کر آپ کے لباس پر نہ گرے اور آپ کا لباس تر ہو گا میری ماں میرے خون کو دیکھ کر روئے گی۔

یا ابت اقراء علیھا سلامی منعیا واردد الیھا قمیصی مسلبا وقل لھا ان ابنک نقلہ مولاہ الکریم الی دار الخلد والنعیم اے پدر بزرگوار میری مادر گرامی جب مجھے آپ کے ہمراہ نہ دیکھے گی تو ضرور آپ سے پوچھے گی کہ میرے فرزند اسماعیلؑ کو آپ نے کہاں چھوڑا ہے اس وقت آپ میری ماں سے میرا ذبح ہونا نہ بیان کرنا بلکہ یہ کہنا کہ تمہارا فرزند اسماعیل ایسی جگہ طلب کیا گیا ہے جہاں اس کے لئے طرح طرح کی نعمتیں مہیا ہیں اور وہ نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہیں **فلما انتھت وصایاہ شدہ الخلیل شدا وثیقا" و اضجعہ اضجاعا رقیقا فبینا کذلک اذ جاء عندہ جبرئیل وقال لہ ایھا الخلیل ان ربک الجلیل یقول فی اسماعیل و فدیناہ بذبح عظیم○**

حدیث میں آیا کہ جب حضرت اسماعیلؑ سب وصیتیں اپنے باپ جناب ابراہیمؑ سے بیان کر چکے اس وقت آمادہ و مستعد ہوئے کہ اسماعیلؑ کے ہاتھ اور پاؤں رسی سے مستحکم باندھے اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی اپنے نور نظر کو نہایت آرام سے زمین پر سلایا اور تیز چھری اسماعیلؑ کے گلے پر رکھی اور چاہا ذبح کریں ناگاہ جبرئیلؑ بحکم رب جلیل نازل ہوئے اور عرض کی اے ابراہیمؑ تحفہ سلام کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرماتا ہے کہ اسماعیلؑ کو ذبح نہ کرو بلکہ اس کے عوض آئندہ ایک تمہاری اولاد میں سے ہماری راہ میں ذبح ہو گا اور اس کا ذبح سے بہت بڑے

مراتب پر فائز ہو گا اور اس پر ایسی مصیبتیں نازل ہوں گی کہ کسی نبی و وصی پر نہیں آئیں منقول ہے حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ اے جبرئیلؑ ایسا مظلوم و صابر کون ہو گا جو ایسے مصائب برداشت کرے گا اور راہ خدا میں ذبح ہو گا جبرئیلؑ نے عرض کی اے نبی خدا وہ مظلوم و مذبوح حسینؑ فرزند محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاءؐ ہو گا اس امامؑ کو روز عاشور اشقیائے امت غربت و بے کسی اور پیاس کی حالت میں عزیزوں اور ساتھیوں سمیت گوسفند قربانی کی مانند شہید کریں گے۔ یہ افسوسناک خبر سن کر حضرت ابراہیمؑ و علی نبینا و علیہ السلام بہت روئے اور بارگاہ احدیت میں عرض کی اے پروردگار عالم مجھے افسوس ہے کہ میں اسماعیلؑ کو اپنے ہاتھ سے محروم رہا اور اس کی بدولت میں ثواب عظیم اور درجات عالیہ کا مستحق قرار پاتا ارشاد الٰہی ہوا اب ابراہیمؑ تم افسوس نہ کرو کہ اس لئے کہ تم شہادت حسینؑ کی خبر سن کر جس قدر روئے اور مغموم ہوئے اس گریہ و بکا کا ثواب ہم تمہیں اس قدر عطا فرمائیں گے کہ جس قدر تمہیں اپنے ہاتھ سے اپنے فرزند اسماعیلؑ کو ہماری راہ میں ذبح کرنے سے ثواب ملتا **فنوحوا علی من ذبحہ اعظم من ذبح اسماعیل یقول الجلیل وکیف لا فان اسمعیل لو کان مذبوحا کان من العشرۃ والا قرباء وکان شبعانا و ریانا** پس مومنین اس امام مظلومؑ پر گریہ و بکاء کہ جس کا قتل اور جس کی شہادت، ذبح اسماعیل سے بہت زیادہ مراتب اور درجات رکھتی ہے کہ حضرت اسماعیلؑ ذبح کے لئے لٹائے گئے اور چھری گلوئے مبارک پر حضرت ابراہیمؑ نے رکھی تو اس وقت وہ غریب الوطن، یکہ و تنہا بے مونس و مددگار، بھوکے پیاسے اور لشکر کفار میں گرفتار نہ تھے بلکہ اپنے وطن میں عزیز و اقرباء میں موجود تھے پھر انہیں کسی قسم کی بھوک و پیاس بھی نہ تھی ہر لحاظ سے مطمئن تھے مگر ہائے افسوس مظلوم کربلا پر وہ مصائب اترے کہ ان کو بیان کرنا بہت مشکل ہے پھر

راہ الٰہی میں جو مظلوم کربلا نے قربانیاں پیش کر کے اپنی جان کا نذرانہ دیا اس کی تاریخ انسانیت میں کہیں مثال ڈھونڈے نہیں ملتی۔ عمان البکاء میں منقول ہے کہ جب صبح عاشور ناریوں کی آتش ظلم تیز ہوئی اور اس یادگار خلیل اور افتخار اسماعیلؑ کے لشکر کا ایک ایک جوان باری باری درجہ شہادت پر فائز ہونے لگا ۔

فَلَمَّا مَضٰی اَعْوَانُہٗ لِسَبِیْلِھِمْ
وَلَمْ یَبْقَ مِنْھُمْ وَاحِدٌ یَتَقَدَّمُ
فَنَادٰی حُسَیْنٌ وَھُوَ یَنْظُرُ حَوْلَہٗ
وما حولہ الا الفتی والصوارم

یہاں تک کہ سب عزیز و انصار میدان کارزار میں شہید ہوئے اور کوئی یار و غم خوار ایسا باقی نہ رہا جو اس عالم بے کسی میں حضرت پر اپنی جان نثار کرے اور مظلوم کربلا حسرت بھری نگاہ سے ہر طرف دیکھنے لگے' نیزوں' تلواروں اور تیروں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا ۔

فَقَالَ اَلَا اِلَیْکُمْ مُحِبٌّ یُحِبُّنَا
اَلَا ذَابٌّ عَنَّا یُحَامِیْ وَیَرْحَمُ
وَھَلْ مِنْ مُغِیْثٍ اَوْ مُعِیْنٍ بِعَیْنِہٖ
وَیَرْجُوْ مِنَ الرَّحْمٰنِ مَاھُوَ اَدْوَمُ

آہ کس درد و غم کی حالت میں اعداء کی فوج کی طرف خطاب کر کے فرماتے تھے آیا کوئی تم لوگوں سے ایسا دوست نہیں کہ حق دوستی ادا کرے اور اس تنہائی میں رحم کھا کر ہماری حمایت و مدد کرے آیا کوئی فریاد رس ایسا نہیں کہ اس وقت

ہماری فریاد کو پہنچے اور روز قیامت اس کے صلہ میں آخرت کی نعمتوں سے کامیاب ہو اس وقت فرزند رسول کی آواز استغاثہ سن کر موجودات عالم سے کسی میں تاب ضبط نہ رہی سب بے قرار ہو کر بارگاہ پروردگار میں عرض کرنے لگے خداوند تیرے نبیؐ کو جب تک وہ زندہ رہے ظالموں نے ستایا اور ان کی آل میں سے کسی کا گھر جلا کر پہلو پر دروازہ گرایا کسی کو تیرے گھر میں تیغ ظلم سے شہید کیا کسی کو زہر پلایا آج صبح سے گھر کا گھر صاف کر دیا اور ایک حسینؑ جو سب بزرگوں کی نشانی باقی ہے اب یہ اشقیاء چاہتے ہیں کہ امداد کریں حکم ہوا وہ ایسا صابر و شاکر ہے کہ ہمارے سوا کسی کی مدد کا طالب نہیں جاؤ اگر حسینؑ منظور کرے تو بے شک اس کی نصرت و مدد کرو پہلے نہر فرات نے التماس کی اس تین دن کے پیاسے نبیؐ کے نواسے میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں آپ کے ننھے ننھے پیاس کی وجہ سے جاں بلب میں کئی دنوں سے ظالموں نے خیموں تک پانی کا ایک قطرہ نہ پہنچنے دیا حکم دیجئے تو بڑھ کر ابھی ان لوگوں کو قوم نوح کی طرح غرق کر دوں فرزند ساقی کوثر نے فرمایا مجھے تیری احتیاج نہیں فقط رحمت پروردگار امید وار ہوں پھر صحرائے کربلا کے ذرروں نے اڑ کر عرض کی یا بن رسول اللہ آپ ایسی مصیبت میں گرفتار ہیں خاک ہم پر کہ ہم سے کسی قسم کی مدد نہ ہو سکے ذرہ نوازی فرما کر اجازت دیجئے کہ اصحاب فیل کی طرح ان دشمنوں کو سنگریزوں سے ہلاک کر دیں آپ نے جواب دیا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا بھی ذرا بھر احسان گوارا نہیں آفتاب نے صدا دی افسوس آپ اس دھوپ میں کھڑے زخم پر زخم کھا رہے ہیں اگر اجازت دے دیں تو ان ناریوں کو جلا کر خاک سیاہ کر دوں ابر باراں نے آواز دی یہ فوج جو گھٹا کی طرح چھائی ہے مجھے ارشاد ہو تو ان سب کو ہوا کے اوپر کھینچ کر زمین پر ایسا پٹخوں کہ پیوند خاک ہو جائیں حضرت نے ان دونوں کی امداد سے بھی انکار کیا ناگاہ

سامنے سے ایک ہرن بہت سے ہرن لئے صحرا سے نمودار ہوا اور عرض کی ہماری جانیں آپ پر فدا ہوں افسوس ظالموں نے آپ کو کیسی کیسی مصیبتوں میں مبتلا کیا اگر اشارہ پائیں تو ہم ان اشقیاء کو پے در پے حملوں سے بھگا دیں حضرتؑ نے ان کو بھی منع کیا اس وقت وہ ہرن کہنے لگا شاید حضرت نے مجھ کو نہیں پہچانا امام مظلوم نے آہ سرد کھینچ کر فرمایا میں خوب پہچانتا ہوں تو وہی بچہ ہے کہ حق تعالیٰ نے لڑکپن میں میرے کھیلنے کے لئے تجھے بھیجا تھا غرض وہ بھی روتا ہوا رخصت ہوا پھر زمین کربلا کانپ کر بولی کیسے کیسے آپ کے عزیز و انصار خون میں غلطاں پڑے ہیں کہاں تک صبر کروں جلد ارشاد کیجئے کہ ظالموں کو قارون کی طرح نگل جاؤں آپ نے رو رو کر کہا اس سے کیا ہو گا بھائی عباسؑ زندہ نہ ہو جائیں گے علی اکبرؑ جی نہ اٹھیں گے قاسمؑ پھر نہ ملیں گے اےزمین میری مدد کرنے والے تو مارے گئے تجھ سے کیا امداد چاہوں مگر اتنی وصیت ہے کہ چھ مہینے کی جان علی اصغرؑ شیر خوار کو اس کی ماں کی گود سے چھڑا کر تجھے امانت سونپا ہے قیامت تک اپنی آغوش میں حفاظت سے رکھنا اس کے بعد باد صبا نے کہا آہ آہ ایسی گرم ہوا میں آپ یکہ و تنہا سراپا مجروح کھڑے ہیں اگر فرمایئے تو ابھی ان یزیدیوں کو قوم عاد و ثمود کی طرح تباہ و برباد کر دوں آپ نے عجب حسرت بھرا جملہ فرمایا اگر یہی منظور ہوتا تو اس وقت تک اکبتر(اے) داغ کیوں اٹھاتا عزیز و انصار کیوں شہید ہوتے کچھ اعانت کی ضرورت نہیں مگر اتنا یاد رکھنا کہ جب مدینہ رسول میں جائے تو میری بیمار بیٹی کو پیغام دینا کہ اے صغریٰ یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہاری یاد اور اپنا وعدہ بھول گیا کیا کروں موت نے مہلت نہ دی علی اکبرؑ نے نیزہ ستم کھایا' زین العابدینؑ بستر بیماری پر غش میں پڑا ہے تمہارے بلانے کے لئے کس کو بھیجوں میں بھی دنیا سے جا رہا ہوں صبر کرو اب ملاقات قیامت پر موقوف رہی پھر حضرت نے اٹھ کر ملاحظہ کیا کہ

بارہ میلوں تک کثرت جنات سے کہیں جگہ نہیں ہے زعفر جن بھی بہت دور اپنی فوج لئے کھڑا ہے قریب آئے سب نے جہاد کی اجازت طلب کی آپ نے فرمایا تم یہ سمجھتے ہو کہ حسینؑ تمہارا محتاج ہے حق سبحانہ تعالیٰ نے خود مجھے ہر حال میں ہر طرح کی قدرت اپنی مشیت کے مطابق عطا فرمائی ہے یہ کہہ کر آپ نے نگاہ غیظ سے اس طرح فوج مخالف پر دیکھا کہ چار ہزار نابکار فوراً خاک پر تڑپ کر ہلاک ہو گئے اسی اثناء میں روح الامینؑ نے سامنے حاضر ہو کر عرض کی یا بن رسول اللہؐ میں آپ کا دیرینہ خادم ہوں جس نے آپ کی اکثر اوقات گہوارہ جنبانی کی بچپن سے آج تک خدمت گذاری میں رہا اس وقت بھی اگر ارشاد ہو تو حق خدمت بجا لاؤں طبقہ زمین الٹ دوں تمام لشکر یزید قوم لوط کی طرح نیست نابود ہو جائے حضرتؑ نے رو کر فرمایا میرے کیسے کیسے عزیز و انصار آنکھوں کے سامنے شہید ہو گئے اور اب کیا لطف زندگی باقی رہا ہے اب حسینؑ بھی دیدار پروردگار کا مشتاق ہے یہ فرما رہے تھے کہ دیکھا رسول خدا صفوف ملائکہ ساتھ لئے تشریف لا رہے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں اے فرزند جزاک اللہ تو نے بڑی بڑی مصیبتوں پر صبر کیا اب وعدۂ طفلی ادا کرنے کا وقت آیا جلد وعدہ وفائی کرو میری امت کی شفاعت فقط تمہاری شہادت پر منحصر ہے ناگاہ گریہ و زاری کی ایک دل خراش آواز پس پشت کی طرف سے سنی جیسے کوئی ماں اپنے بیٹے کے ماتم پر روتی ہے حضرت نے بے چین ہو کر مڑ کر دیکھا کہ جناب سیدہ حوران بہشتی سمیت سر کے بال کھولے خاک کربلا منہ پر لگائے رو رو کر فرماتی ہیں اے پارۂ جگر میں نے فاقے کر کر کے چکی پیس پیس کر اسی دن کے لئے پالا تھا کہ بابا کی امت تم کو تین دن پانی نہ دے نیزہ و شمشیر سے زخمی کرے بیٹا تو نے بڑا صبر کیا میرا ماں کا کلیجہ ہے کہاں تک تحمل ہو سکے اگر تو کہے تو ان ظالموں پر نفرین کروں۔ قربان صبر مظلوم کربلا پر عجب طرح کا

جملہ ارشاد فرمایا اے ماں اگر نفرین مصلحت ہوتی تو اسی دن کرنی چاہئے تھی کہ جس دن دشمنوں نے میرے بابا کے گلے میں رسی باندھی تھی اور آپ کا پہلو دروازہ گرا کر زخمی کیا تھا اے اماں میں تو اسی دن شہید ہو چکا تھا جس دن آپ کا سایہ میرے سر سے اٹھ گیا تھا میرا اصغر اسی روز شہید ہو گیا تھا جس روز میرے چھوٹے بھائی محسن نے شہادت پائی تھی میرے خیمے اسی روز جل چکے تھے جب ناریوں نے آپ کے گھر میں آگ لگائی تھی اے مادر گرامی جب علی اکبرؑ سا فرزند قاسمؑ سا بھتیجا، عباسؑ سا بھائی مارا گیا تو زندگی کا مزہ کیا باقی رہا اب حسینؑ سوائے موت کے اپنا چارہ گر نہیں دیکھتا آپ سے اتنا متمنی ہوں کہ جب میں گھوڑے سے زمین پر گروں اور قاتل میرے گلوئے خشک پر خنجر پھیرے اس وقت آپ میرے سر کو اسی طرح اپنی آغوش میں لیں کہ آپ کا دامن اطہر میرے خون ناحق سے رنگین ہو جائے اور اسی طرح روز قیامت کو عادل حقیقی سے آپ انصاف طلب کریں کیونکہ آپ کے دامن پر میری مظلومیت کا خون امت کی بخشش کے لئے بہترین وسیلہ ہو گا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین وسیعلموا الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔

کتابیات

۱- قرآن مجید
۲- عمان البکاء
۳- مہیج الاحزان
۴- زادلعاقبتہ
۵- کفایہ
۶- زوائدالفوائد
۷- مجالس المتقین
۸- مجالس علویہ
۸- تفسیر عمدۃ البیان
۱۰- تفسیر حسینی
۱۱- بحارالانوار
۱۲- حزن المومنین
۱۳- مصباح (طوسیؒ)
۱۴- کافی (کلینیؒ)
۱۵- مناقب شہر آشوب
۱۶- محرق القلوب ملا احمد نراقی
۱۷- بیاض فخری
۱۸- خلاصۃ المصائب
۱۹- مشارق الانوار
۲۰- مجالس مفجعہ
۲۱- مشکوۃ الانوار
۲۲- خرائج الجرائح
۲۳-۳روضۃ الصفا
۲۴- روضۃ الشہداء
۲۵- زادالمعاد
۲۶- دروس شہید اولؒ
۲۷- مقتل ابو مخنف
۲۸- ارشاد (شیخ مفیدؒ)
۲۹- لہوف
۳۰- شرح نہج البلاغہ ابن الحدید
۳۱- مناقب قدیم
☆۳۲- خلاصۃ المنہج
۳۳- عیون المعجزات
۳۴- مقتل شاہ شہیداں
۳۵- احسن الکبار
۳۶- اسرار الشہادۃ